PDF

ماہنامہ آنچل کراچی

Aanchal Digest May 2018

نہایت اہم التماس

قارئین انتظار کے لیے معذرت خواہ ہیں لیکن آپ بخوبی واقف ہیں کے دُنیا میں ہر کوئی اپنے کاروبار کے لیے محنت کرتا ہے تا کہ منافع حاصل کر سکے لیکن اگر ہماری وجہ سے کسی کے کاروبار کو نقصان کا اندیشہ ہو تو ہمیں جان بوجھ کر ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ دیکھیں ہر ڈائجسٹ کے پبلشر بہت محنت کے ساتھ ہر مہینے ڈائجسٹ شائع کرتے ہیں تا کہ وہ مارکیٹ میں فروخت ہو سکے اور اُن کو منافع حاصل ہو سکے لیکن آج کے اس انٹرنیٹ دور میں جب وہی ڈائجسٹ یا رسالہ مارکیٹ میں پوری طرح آنے سے قبل ہی آن لائن پی ڈی ایف میں مل جائے تو مارکیٹ سے خریداری بہت کم رہ جاتی ہے جس کی وجہ سے پبلشر کا بہت نقصان ہوتا۔ لہذا اس سارے معاملے کو خاطر میں رکھتے ہوئے urdusoftbooks.com کی انتظامیہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کے آئندہ ماہ سے کوئی بھی ڈائجسٹ رواں مہینہ کی **30** تاریخ سے پہلے Upload نہیں کیا جائے گا تا کہ پبلشرز کا نقصان نہ ہو۔

خوشخبری

انشااللہ آئندہ urdusoftbooks.com پر تمام ڈائجسٹ بغیر واٹر مارک کے Upload ہوا کریں گے تا کہ قارعین کو پڑھنے میں دکت کا سامنا نہ کرنا پڑے

قارئین سے مزید درخواست ہے کہ urdusoftbooks.com کے لیے اپنے ویب براوزر سے Adblocker ڈس ایبل کر دیں تا کہ ویب سائٹ پر سپانسر اشتہارات نظر آ سکیں اور ویب سائٹ کو تھوڑی سی آمدن ہو سکے انہی سپانسر اشتہارات کی آمدن سے ویب سائٹ کے ماہانہ اخراجات پورے کیے جاتے ہیں لہذا آپ کا تھوڑا سا تعاون urdusoftbooks.com کو مستقل آن لائن رکھنے میں بہت مددگار ثابت ہوگا۔ شُکریہ

ماہنامہ آنچل کراچی

جلد نمبر 40
شمارہ نمبر 02
مئی 2018

اشتہارات اور دیگر معلومات
0300-8264242

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
رکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹر
رکن چیمبر آف کامرس

aanchalpk.com

aanchalnovel.com

www.aanchalpk.com/blog

onlinemagazinepk.com/recipes

/Naeyufaq Aanchal & Hijab official group

/women.magazine
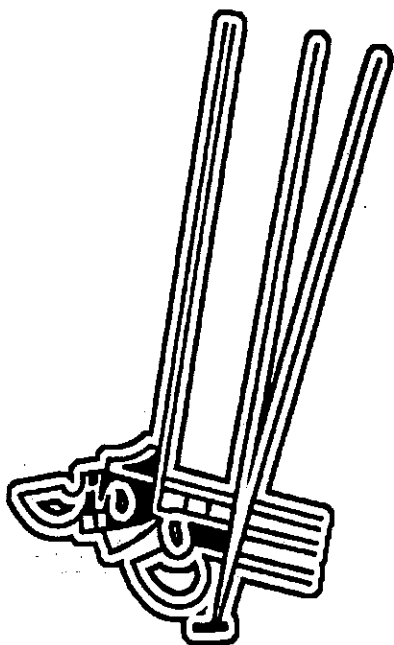
ابتدائیہ

سرگوشیاں — مدیرہ — 14
حمد — منیر نیازی — 15
نعت — احمد علی حاکم — 15
جواب آں — مدیرہ — 16

دانش کدہ

لکوثر — مشتاق احمد قریشی — 20

ہمارا آنچل

صبیحہ السلام/رابعہ وٹو
ہوش بٹ/نازیہ یوسف — ملیحہ احمد — 23

سروے سالگرہ

مجھے یاد ہے ناں — سعیدہ نثار — 26

سلسلہ وار ناول

تیری زلف کے سر ہونے تک — اقرأ صغیر احمد — 62
کائی — عشنا کوثر سردار — 106

مکمل ناول

جنون سے عشق تک — سمیرا شریف طور — 34
دل کی بساط پر — صدف آصف — 136

ناولٹ

کالے پنے — صدف ریحان گیلانی — 86
چادر اور چاردیواری — انعم خان — 164

افسانہ

میرا نام — عالیہ توصیف — 58
ہڈ حرام — حرا قریشی — 132
رنگ محبت کے — ندا حسنین — 180

پبلشر: مشتاق احمد قریشی پرنٹر: جمیل حسن/ ابن حسن پرنٹنگ پریس
ہاکی اسٹیڈیم کراچی۔ دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز، عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔ 74400

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

مستقل سلسلے

ہومیو کارنر	طلعت نظامی	192	یادگار لمحے	جویریہ سالک	210
بیاض دل	میمونہ رومان	194	آئینہ	شہلا عامر	213
ڈش مقابلہ	طلعت آغاز	196	ہم سے پوچھیے	شمائلہ کاشف	220
بیوٹی گائیڈ	روبینہ احمد	198	آپ کی صحت	ہومیو ڈاکٹر ہاشم مرزا	222
نیرنگ خیال	ایمان وقار	200	کام کی باتیں	حنا احمد	225
دوست کا پیغام آئے	ہما احمد	205	کترنیں	قارئین	000

خط و کتابت کا پتہ: "آنچل" پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون: 021-35620771/2
فیکس: 021-35620773 یکے از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز۔ ای میل info@aanchal.com.pk
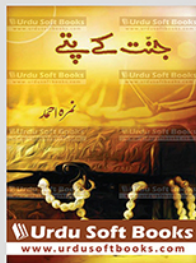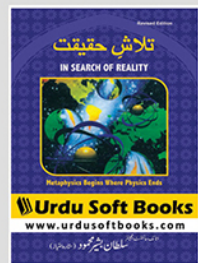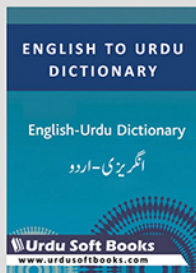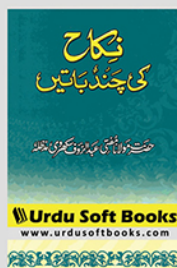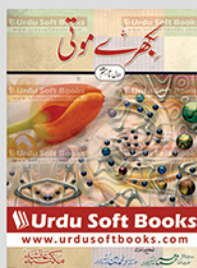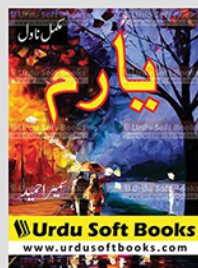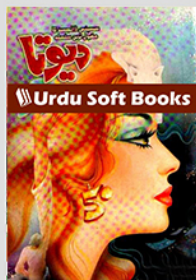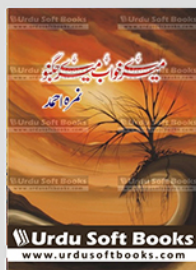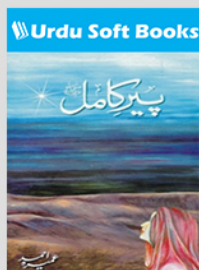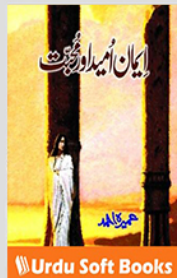
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا' جو شخص سچے دل سے شہادت کا طالب ہو تو اسے یہ مقام عطا کر دیا جاتا ہے اگرچہ شہادت حاصل نہ ہو۔ (مسلم)

سرگوشیاں

مدیرہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
مئی ۲۰۱۸ء کا آنچل بطور سالگرہ نمبر حاضرِ مطالعہ ہے۔
بہنوں میں بہت پریشان ہوں کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا کیا جائے امریکی ڈالر سے جڑے ہونے کے باعث کاغذ جس پر آپ کا پیا آنچل شائع کیا جاتا ہے اس کی قیمت ایک سو پندرہ روپے فی کلو ہو چکی ہے جیسا کہ گزشتہ ماہ آپ کے سامنے ساری بات واضح کر دی تھی' اس کا موثر جواب بہنوں کی طرف سے ملا ہے یقیناً مہنگائی کا عفریت صرف اشاعت و طباعت کے شعبے پر ہی نہیں ٹوٹا بلکہ ضروریات زندگی کی تمام اشیاء ہی اس کی زد پر آ چکی ہیں' بہنوں کا کہنا ہے کہ اگر دوسرے ماہناموں نے اپنی قیمت میں اضافہ کر دیا ہے تو آپ کیوں پیچھے رہیں آپ کا بھی حق ہے کہ اب نقصان سے جس طرح بچا جا سکتا ہے بچیں۔ بڑے دکھ اور بھاری دل سے یہ خبر آپ تک پہنچا رہی ہوں کہ آئندہ ماہ جون کے شمارے سے قیمت میں دس روپے کا اضافہ اور صفحات میں 32 صفحات کا اضافہ کیا جا رہا ہے آنے والے جون کے شمارے سے آنچل و حجاب 258 صفحات کے ہوا کریں گے۔ ہماری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ ہم اپنی بہنوں کو بہتر سے بہتر تفریح مہیا کریں وہ بھی بغیر کسی اضافی مالی بوجھ کے اب تک جس طرح تمام قاری بہنوں نے ساتھ دیا اور تعاون کیا ہے' میں اور میرے ادارے کے تمام افراد تہہ دل سے آپ سب کے شکر گزار ہیں۔ آپ کے مشوروں کی روشنی میں ہی ہم ہمیشہ فیصلہ کرتے آئے ہیں اس بار بھی ایسا ہی کر رہے ہیں یہ پرچے آنچل، حجاب، نئے افق آپ کے اپنے پرچے ہیں ان میں آپ کی آرا اور مشوروں کو ہمیشہ اہمیت دی جاتی ہے اس کی ترقی و تعمیر میں آپ کا برابر کا حصہ ہے' امید کرتی ہوں کہ آپ کا تعاون و مدد مجھے، میرے ادارے کو ہمیشہ اسی طرح حاصل ہوتا رہے گی، جزاک اللہ خیر۔
بہن عشنا کوثر سردار قارئین کی پُرزور فرمائش پر اپنے سلسلے وار ناول کے ہمراہ آنچل کے صفحات پر جلوہ افروز ہیں امید ہے کہ آپ کو ان کی یہ تحریر بھی پسند آئے گی۔
بہنیں نوٹ فرمائیں کہ آنچل کا جون کا شمارہ رمضان نمبر اور جولائی کا عید نمبر ہوگا' جلد از جلد اپنی نگارشات ارسال کر دیں تاکہ بروقت کام مکمل ہو سکے۔

اس ماہ کے ستارے
عشنا کوثر سردار، صدف آصف، عالیہ توصیف، حرا قریشی، انجم خان، ندا حسنین، صدف ریحان گیلانی۔
اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔
دعاگو
قیصر آرا

حمد

اسی کا حکم جاری ہے زمینوں آسمانوں میں
اور اس کے درمیاں جو ہیں مکینوں اور مکانوں میں
ہوا چلتی ہے باغوں میں تو اس کی یاد آتی ہے
ستارے چاند سورج ہیں سبھی اس کے نشانوں میں
اسی کے دم سے ملے ہوتی ہے منزل خواب ہستی کی
وہ نام اک حرف نورانی ہے ظلمت کے جہانوں میں
اس کے پاس اسرار جہاں کا علم ہے سارا
وہی برپا کرے گا حشر آخر کے زمانوں میں
وہ کر سکتا ہے جو چاہے وہ ہر اک شے پہ قادر ہے
وہ سن سکتا ہے رازوں کو جو ہیں دل کے خزانوں میں
بچا لیتا ہے اپنے دوستوں کو خوف باطل سے
بدل دیتا ہے شعلوں کو مہکتے گلستانوں میں
منیر اس حمد سے رتبہ عجب حاصل ہوا تجھ کو
نظیر اس کی ملے شاید پرانی داستانوں میں

منیر احمد نیازی

نعت

کوئے نبی سے آ نہ سکے ہم راحت ہی کچھ ایسی تھی
یاد رہی نہ ہم کو جنت جنت ہی کچھ ایسی تھی
تکتے رہے یوسف جیسے بھی حشر میں ان کے چہرے کو
جب پوچھا تو کہنے لگے وہ صورت ہی کچھ ایسی ہے
بولو اے جبریل کہ ان کو
کہتے تھے جبریل کہ ان کی عظمت ہی کچھ ایسی تھی
اکبر و اصغر اور یہ غازی دین پہ وارے نفس نفس کے
یوں لگتا ہے دین نبی کی قیمت ہی کچھ ایسی تھی
پاس بلایا پاس بٹھایا عرش پہ اس کو خالق نے
یہ تو آخر ہونا ہی تھا نسبت ہی کچھ ایسی تھی
دنیا میں سرکار کی نعتیں پڑھتے رہے ہم ہر لمحہ
قبر میں بھی تھی نعت لبوں پر عادت ہی کچھ ایسی تھی
قبر میں حاکم جب پہنچے تو ہنس کے نکیروں نے دیکھا
کیوں نہ فرشتے پیار سے ملتے نسبت ہی کچھ ایسی تھی

احمد علی حاکم

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

اقرأ صغیر احمد...... کراچی

عزیزی اقرأ! سدا سہاگن رہو۔ آنچل کی سالگرہ کے موقع پر آپ کی دعائیں بے حد پسند آئیں آپ نے جس محبت و الفت سے کارڈ بنا کر بھیجا وہ بے حد پسند آیا۔ بے شک فرحت آپا سے متعلق آپ کے جذبات و احساسات بے حد گرانقدر ہیں اللہ سبحان وتعالیٰ فرحت آپا کی مغفرت فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔ آنچل کی پسندیدگی کے لیے مشکور ہیں۔

صائمہ قریشی...... آکسفوڈ

عزیزی صائمہ! سدا سہاگن رہو چاہت و محبت سے بھرپور آپ کا دعوت نامہ موصول ہوا اور بے حد مصروفیت کے باعث شرکت سے معذور رہے جس کا افسوس رہے گا۔ بھائی و دیور کی شادی کی دلی مبارک باد قبول فرمائیں اور آپ کی پاکستان آمد بھی ضرور خوش آئند ثابت ہوئی ہوگی۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ سب کو سدا شاد و آباد رکھے آمین۔

رقیہ ناز...... تحصیل میلسی، وہاڑی

عزیزی رقیہ! خوش رہو چاہت و محبت سے بھرپور آپ کا نامہ موصول ہوا ایک ایک لفظ میں آپ کے جذبات و احساسات کا بخوبی اظہار تھا۔ آپ کا بھیجا گیا تحفہ بھی بے حد پسند آیا اور آپ کی محنت و چاہت کا منہ بولتا ثبوت تھا آپ کے یہ تحائف اور پُرخلوص دعائیں ہمیں بہتر سے بہترین کے سفر کی جانب گامزن رکھتی ہیں اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو بہت سی خوشیاں عطا فرمائے اور نیک نصیب فرمائے آمین۔

عنایہ خان...... لاہور

ڈیئر عنایہ! سدا مسکراؤ یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے اور آپ بہت سی کہانیاں اور شاعری لکھ بھی چکی ہیں اگر لکھ لی ہیں تو انہیں ارسال کردیں تاکہ پڑھ کر اندازہ ہوسکے اگر پرچے کے معیار کے مطابق ہوئیں تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ بزم آنچل میں پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔

اُم حبیبہ...... جگو میرا

ڈیئر اُم حبیبہ! جگ جگ جیو آپ کا کہنا بجا ہے پرچے میں زیادہ تر اصلاحی کہانیاں ہی شائع کی جارہی ہیں اور لکھاری بھی زیادہ تر گردوپیش کے مسائل کو اپنی تحریروں میں پیش کرتے ہیں آپ کی بات سے ہم بھی متفق ہیں کہ کچھ کہانیاں ایسی بھی ہونی چاہیں جنہیں پڑھ کر انسان اپنے دکھ درد کو بھول کر تھوڑی دیر کے لیے ہی سہی لبوں پر مسکراہٹ سجالے، مصنفین سے بھی کئی بار درخواست کی گئی ہے کہ طنز و مزاح اور شگفتہ انداز بیان کو ملحوظ رکھیں امید ہے جلد آپ کی یہ خواہش ہماری مصنفین پوری کردیں گی آپ کی دیگر تجاویز بھی نوٹ کرلی ہیں عمل کرنے کی ضرور کوشش کریں گے۔

لبنیٰ شکیلہ...... لولکو جتاں، سیالکوٹ

عزیزی لبنیٰ! سدا شاد رہو بے شک ماہ رمضان کی آمد آمد ہے رحمتوں اور برکتوں کے مہینے میں ہم سب کو زیادہ سے زیادہ اس کی رحمتیں اور فیوض حاصل کرنے چاہیں۔ جہاں تک آپ کے شکوے و شکایات کا تعلق ہے تو ہم آپ سے کیوں کر غیروں والا سلوک کریں گے جب آپ کی نگارشات بروقت موصول ہوجاتی ہیں تو سب سلسلوں میں شامل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے آئینہ چونکہ دس کے بعد فائنل ہوتا ہے اس لیے اس میں شرکت تو ہوجاتی ہے جبکہ دیگر نگارشات پہلے سے مکمل ہونے کی بنا پر آپ کی ڈاک شامل ہونے سے محروم رہ جاتی ہے، کوشش کریں گے آپ کے پیغام کو بھی شامل کرلیا جائے نیرنگ خیال میں آپ کی نظم و غزل اگر منتخب ہوجائے گی تو شائع بھی ہو جائے گی ہاں تھوڑا بہت انتظار تو سب ہی کے حصے میں آتا ہے، امید ہے تشفی ہو پائے گی۔

مدیحہ کنول...... چشتیاں

ڈیئر مدیحہ! شاد و آباد رہو سالگرہ نمبر پسند کرنے اور سراہنے کا بے حد شکریہ، ہماری کوشش یہی ہوتی ہے کہ آنچل کو آپ کے ذوق اور معیار کے مطابق پیش کیا جائے اور اس سلسلے میں آپ کی رہنمائی ہمیشہ ہماری معاون و مددگار ثابت ہوتی ہے۔ آپ کی تحریروں میں پورا نام ہی لکھا جائے گا۔ بے فکر رہیں، دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

نور المثال...... کھنیل، قصور

عزیزی نور! سدا سلامت رہو آپ کے ارسال کردہ تمام افسانے پڑھ ڈالے موضوع اگرچہ اصلاحی ہے لیکن انداز میں پختگی نظر نہیں آئی، بلکہ انداز بچکانہ سا محسوس ہوا، اس لیے معذرت دیگر مصنفین کا بغور مطالعہ کریں اور پھر ان موضوعات کو زیر قلم لائیں آرٹیکل اور کنگ کے دلانے دونوں منتخب ہوگئے ہیں ان شاء اللہ باری آنے پر شامل کرلیں گے۔

شمع شیریں شانب...... تحصیل مرید کے

عزیزی شمع! سدا شاد رہو آپ کا ارسال کردہ آرٹیکل پڑھ ڈالا اپریل فول کے حوالے سے لکھا گیا آرٹیکل خاص متاثر قائم نہ کرسکا اس موضوع پر بہت عمدگی سے اور بہتر لکھا جاچکا ہے اس لیے معذرت آپ کے ناولٹ اور دوسرے آرٹیکل کے لیے بھی یہی رائے ہے کہ مزید محنت کے بعد لکھیں مطالعہ وسیع کریں اور پھر قلم اٹھائیں نظمیں، غزلیں اگر متعلقہ شعبے والے منتخب کرلیں گے تو جلد باری بھی آجائے گی آپ کے والد صاحب کے لیے دعاگو ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ انہیں صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے آمین۔

طاہرہ ریاض...... سانگلہ ہل

ڈیئر طاہرہ! جگ جگ جیو آپ کی تحریر "خاموش محبت" اور "ہم مبتلائے عشق تھے" موصول ہوئیں پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے بے جا طوالت سے گریز کریں اور محبت کے بجائے دوسرے موضوعات پر قلم اٹھائیں لیکن اس سے پہلے اپنا مطالعہ اور مشاہدہ دونوں وسیع کریں جس سے آپ کو لکھنے میں مدد ملے گی امید ہے ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کوشش کریں گی اقراء صغیر احمد تک آپ کی تعریف ان سطور کے ذریعے پہنچ جائے گی۔

گلناز...... کراچی

ڈیئر گلناز! سدا خوش رہو، آپ کے ارسال کردہ افسانے "برگ صحرا" اور "ایک مرگ مسلسل" پڑھ ڈالے محبت کے موضوع پر لکھی یہ تحریریں کچھ خاص متاثر نہ کرسکیں، موضوع اگرچہ پرانا تھا لیکن آپ اپنے انداز بیاں سے انفرادیت اور دلکشی پیدا کرسکتی تھیں جو کہ تحریر میں کہیں دکھائی نہ دی مزید محنت اور کوشش کے ساتھ لکھنے کا سلسلہ جاری رکھیں ان شاء اللہ جلد ہی بہتر لکھ سکیں گی اللہ آپ کا حامی و مددگار ہو آمین۔

اقراء جٹ...... منچن آباد

ڈیئر اقراء! سدا مسکراتی رہو آپ کی ارسال کردہ تمام تحاریر د

آرٹیکل پڑھ ڈالے لیکن کوئی بھی تحریر متاثر کرنے میں ناکام ٹھہری، موضوع کا چناؤ اور انداز تحریر دونوں میں ہی مزید محنت اور توجہ کی ضرورت ہے مطالعہ وسیع کرتے کوشش جاری رکھیں اور مختصر موضوع کو زیر قلم لائیں تاکہ طوالت کے سبب الجھاؤ نہ ہو اپنی تحریر لکھنے کے بعد از سر نو پڑھ کر دیکھیں اور جہاں بھی کمی محسوس ہو اسے دور کریں اس کے بعد ہی اچھا اور بہتر لکھ سکتی ہیں۔

نسرین علی...... میاں چنوں

ڈیئر نسرین! آباد رہو آپ کا آرٹیکل پڑھا لیکن انداز تحریر کی کمزوری کی بنا پر جگہ بنانے میں ناکام رہا معلومات اگرچہ درست تھیں لیکن ناکافی تھیں اور پھر لکھنے کا انداز بھی متاثر کن ہونا چاہیے اسی بنا پر یہ آرٹیکل آنچل یا حجاب کی زینت نہ بن سکا آپ دیگر مستقل سلسلوں کے لیے اپنی نگارشات بھیج کر آنچل فیملی کا حصہ بن سکتی ہیں ساتھ ہی اچھا لکھنے کے لیے محنت، مطالعے اور کوشش بھی جاری رکھیں۔

اقراء حفیظ...... ہری پور

ڈیئر اقراء! شاد و آباد رہو آپ کا کہنا بجا ہے کہ آنچل کی صورت ایک پلیٹ فارم اسی لیے سب بہنوں کو مہیا کیا گیا ہے تاکہ آپ اپنی صلاحیتوں کا اظہار کرسکیں اور محنت و کوشش کے بعد ایک اچھی مصنفہ بن سکیں اسی وجہ سے آنچل نے سب سے زیادہ نئے مصنفہ کو نہ صرف جگہ دی بلکہ انہیں شہرت و عروج بھی عطا کیا یہ اور بات ہے کہ بعض لوگ اپنے اس ابتدائی ساتھی و رہبر کو بھول کر اس بات کو نظر انداز کردیتے ہیں لیکن اب بھی الحمدللہ بہت سے مخلص ساتھیوں کا ساتھ اور دعائیں آنچل و حجاب کے ہم قدم ہیں اور اسی وجہ سے آپ کا آنچل و حجاب ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ سالگرہ کی مبارک باد پیش کرنے پر مشکور ہیں جس بات کی نشاندہی آپ نے کی ہے وہ ایک ہی نام ہونے کی بنا پر ہوا ہے، بہرحال آئندہ خیال رکھا جائے گا۔

انیسہ نوشین...... ہولاڑ

عزیزی انیسہ! جیتی رہو آپ پچھلے چھ سال سے آنچل کی خاموش قاری ہیں اور آج یہ خاموشی بالائے طاق رکھتے آپ نے شرکت کی بے حد اچھا لگا۔ آپ کہانی لکھنا چاہتی ہیں تو ضرور لکھیں لیکن اس بات کو مدنظر رکھیں کہ اچھا لکھنے کے لیے کتب بینی بہت ضروری ہے اور اسی سے آپ کو لکھنے میں مدد بھی ملے گی دیگر مصنفین کے انداز کو بغور دیکھیں اور پھر کسی بھی سماجی

ومعاشرتی موضوع کو زیر قلم لا کر اپنی صلاحیتوں کو منوا سکتی ہیں اللہ آپ کا حامی وناصر ہو آمین۔

صبا شریف ...... ضلع ساہیوال

عزیزی صبا! سدا مسکراتی رہو، سروے میں آپ کا نام بھی شامل ہے اور ہر صورت ہو ہی جاتا ہے جب آپ اپنی ڈاک بروقت ارسال کردیں اتنی بے یقینی کیونکر ہے دیگر نگارشات کے لیے بھی یہی اصول ہے اور اگر دیر سویر ہو جائے تو کوشش ہوتی ہے کہ ایسی نگارشات آئندہ ماہ شامل کرلی جائیں امید ہے اب آپ کی تسلی ہو جائے گی آپ کی شخصیت سلسلے کے لیے معذرت۔

کوثر خالد ...... جڑانوالہ

پیاری کوثر! سدا خوش وآباد رہو آپ کا نامہ موصول ہوا جس سے آپ کی پریشانی معلوم ہوئی لیکن کسی حد تک بات سمجھ میں نہیں آئی بچوں کو کس نے پڑھانا ہے اس بات کی وضاحت نہیں، خیر مہنگائی کا رونا تو ہر کوئی رو رہا ہے جو آئے دن بڑھتی ہی جارہی ہے اور اس کی روک تھام کے لیے ہم اور نہ حکمران کوئی قدم نہیں اٹھا رہے تعلیم کو بھی کاروبار بنا دیا ہے اسکولوں کی فیس اب اس قدر ہوگئی ہے کہ والدین اپنی اولاد کو پڑھانے کے لیے بہت سوچ و بچار کرتے ہیں اس کا ذمہ دار بھی ہم مہنگائی کو دیں گے اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کی پریشانیاں دور فرمائے اور وطن عزیز کے حالات بہتر بنائے ساتھ ہی ہمارے اعمال کے حساب سے حکمران عطا کرنے کے بجائے ملک سے مخلص اور عوام کا دکھ درد سمجھنے والے حکمران عطا فرما آمین۔

ثانیہ چوہدری ...... گجرات

عزیزی ثانیہ! سدا مسکراؤ، پہلی بار آپ سے نصف ملاقات بے حد اچھی لگی آپ نے جس چاہت و محبت سے اپنے خیالات کا اظہار کیا وہ بے حد پسند آیا آپ نے ہمت کرکے لکھنے کی کوشش کی اور اپنے افسانے ارسال کیے خوش آئند ہے۔ کوشش کرنے سے پہلے ہی ہمت ہار جانا ناکام ہونے سے بھی بڑی ناکامی ہے آپ نے اپنے اندر کی صلاحیتوں کا اظہار تو کیا ہمیں آپ کی تحریریں مل گئی ہیں جلد پڑھ کر اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے اس دوران اپنا مطالعہ وسیع کریں دیگر مصنفین کو بغور پڑھیں اس سے آپ کو لکھنے میں مدد ملے گی۔

زعیمہ روشن ...... آزاد کشمیر

ڈیئر زعیمہ! آباد رہو آپ کا افسانہ "راز مرگ" پڑھ ڈالا

بعض جگہ انداز تحریر کافی کمزور رہا اور تحریر پر آپ کی گرفت بھی کمزور پڑتی محسوس ہوئی اس کے لیے معذرت آپ کی بہن یاسمین خان کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ انہیں صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے اور رشتوں سے محرومی کا جو دکھ آپ نے سہا ہے اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو مزید کسی آزمائش میں مت ڈالے آمین۔

انیلا طالب ...... نوشہرہ ورکاں

ڈیئر انیلا! سدا مسکراتی رہو آپ کی تحریر "پڑھ کلمہ ایک خدا کا" قسط وار تحریر ہے اور شاید آپ کے علم میں ہو کہ ابھی قسط وار تحریر کے لیے گنجائش بالکل بھی نہیں پھر نوآموز مصنفہ کو باقاعدہ قسط وار لکھنے کے لیے ادارے سے اجازت لینا پڑتی ہے اور اگر آپ پوچھ لیتی تو آپ بھی اس زحمت سے بچ جاتیں بہرحال آپ کے لیے مشورہ یہی ہے کہ آنچل وحجاب کے لیے قسط وار لکھنے کی بجائے مختصر افسانہ لکھیں تاکہ ابتدائی منازل آسانی اور کامیابی سے طے کرسکیں ابتدائی دور میں ہی قسط وار کی طرف آنا آپ کے لیے مشکل کا باعث ہوگا۔

سمیعہ رانی ...... ملتان

ڈیئر سمیعہ! سدا خوش رہو، آپ کی تحریر "تم ملے" پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے موضوع اور انداز دونوں ہی کمزور تھے جس کی بنا پر تحریر رد کردی گئی مطالعہ اور مشاہدہ وسیع کریں تاکہ لکھنے میں مدد ملے امید ہے تشفی ہو پائی گی۔

سدرہ فریال ...... میانوالی

پیاری سدرہ! سدا جی رہو، آپ کی تحریر "تم دوا ہو میری" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ تحریر بے جا طوالت شکار تھی موضوع بھی آپ سنبھال نہیں سکیں لڑکی اگرچہ معذور ہوگئی لیکن اس کے شوق کو اگر آپ پورا کرادیتیں تو بہت سی لڑکیاں اس سے سبق حاصل کرتیں اور پھر لڑکے کو صرف پچھتاوا ہوا اس کا کوئی انجام نہیں دکھایا لڑکی اس سے انتقام لیتی ہے یہ باتیں بہت عام سی ہیں بہتر ہے کہ حجاب میں اپنی شائع ہوئی تحریر کا بغور مطالعہ کریں اور پھر اس کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی اور موضوع کو قلم بند کریں۔

ریما نور رضوان ...... کراچی

پیاری ریما! سدا سہاگن رہو، آپ کی تحریر آنچل سالگرہ کی تقریب موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ کے ذہن میں

ہمارے لیے کیسا خاکہ موجود ہے؟ در جواب آں اور سعیدہ سے کی جانے والی ٹیلی فونک گفتگو کے باوجود بھی آپ ہمارے مزاج سے آشنا نہ ہوسکیں یہ بات تو ہمارے لیے افسوس کی بات ہے اپنی تحریر میں کردار بنا کر جس طرح کی گفتگو رقم کی وہ بے شک آنچل وحجاب میں شائع ہونے کے قابل نہیں تھی اس تحریر کے لیے ہماری جانب سے معذرت۔

صبا زرگر، ذکا زرگر...... جوڑہ

عزیزی! خوش رہو، آپ کا شکوہ بخوشی قبول کیا لیکن ہمارے پاس بھی تو کوئی راستہ نہیں رہتا جب آپ کی نگارشات تاخیر سے موصول ہوتی ہیں تو صرف آئینہ یا در جواب آں میں ہی جگہ بن پاتی ہے کیونکہ دیگر تمام سلسلے پہلے سے ہی اپنے تکمیل مراحل میں ہوتے ہیں پھر بھی کوشش یہی کی جاتی ہے کہ آئندہ آپ بہنوں کو ضرور موقع دیا جائے امید ہے اس جواب کے بعد خفگی بھی ختم ہوجائے گی۔

کوثر ناز...... حیدر آباد

ڈیئر کوثر! شاد و آباد رہو آپ کی ارسال کردہ دونوں تحریریں "آنچل رہے سدا" اور "مشکل باتیں" پڑھ ڈالیں "مشکل باتیں" بہت خوب صورتی کے ساتھ اپنی جگہ بنانے میں کامیاب رہی وجہ موضوع کا جاندار ہونا اور انفرادیت رہا جبکہ دوسری تحریر کے لیے معذرت اس کے انداز تحریر میں وہ پختگی نظر نہیں آئی جو اول الذکر تحریر میں تھی اس لیے اپنی جگہ نہ بنا سکی آپ اپنی منتخب شدہ کہانی کو پیش نظر رکھتے اسی طرح کے موضوعات پر قلم اٹھائیں اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو اس قلمی سفر میں مزید کامیابیاں عطا فرمائے آمین۔

قابل اشاعت کہانیاں:

امید منزل، میچ میکر، تم جیو ہزاروں سال، لاج رکھنا، شہادت گہر الفت، شاخ بریدہ، گور پیا کوئی ہور، میری خوشی تم سے ہے، کنک کے دانے، چاند ہتھیلی پر، مشکل باتیں۔

ناقابل اشاعت کہانیاں:

صراط المستقیم، ہم مبتلائے عشق تھے، ہم تیرے درد سے آشنا ٹھہرے، اندھیروں کے بوجھ تلے، راز مرگ، شیر خرمہ، مزدور کی قسمت، گھریلو اور سند یافتہ، آنچل اور حجاب، راہ محبت کے مسافر، بابا ٹیلر، محبت دکھ دیتی ہے، آنچل کی محفل، جستجو (تلخیص)، بچھڑتے موسم، من چاہا، محبت کے رنگ آنچل کے سنگ، وہ ایک پل، تم دوا ہو میری، میری ادھوری کہانی، آنچل سے جنموں کا ساتھ، میرے نصیب کا چاند، پہلا قطرہ، گر احساس زندہ ہو، نعمتہ اور احساس، محفوظ پناہ گاہ، فکر خدمت شکر، حسن وخوب صورتی (آرٹیکل)، عزت محبت سے بڑھ کر، قید محبت، آنچل رہے سدا، ساحل کو چھوکر، اپریل فول، بچی لگن، مضبوط بندھن، حسب دوام، دبوسی لڑکی، میر اور جگنو، مٹی کے تعویذ، یہ سب عیدیں، کامل روزہ، انتخاب، اک برگ مسلسل، برگ صحرا، پڑھ کلمہ ایک خدا کا۔ بہار زخم تازہ، محبت آن لائن، زنجیر محبت، حساب، بس اب ختم کردو، اجڑنے سے بسنے تک کا سفر، محبت بن میں ادھوری، میرے سائبان، حیا کے پردے میں، گلزار پردیسی، بلاعنوان، میری پیاری ماں، ظن، صلاحیت، دنیا کو بتلاؤ نا بابا، وہ کون تھا نصیب جاگ گیا، انتقام کی آگ سکون کی رات، تم ملے، لخت جگر، یہ عالم شوق، کالا شاہ، کیسی تیری دنیا یارب، بلاعنوان، رشتوں کا کیلکس، جھانسہ، تم بن میں ادھورا، جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے، میری پری، ادھوری محبت، بھابی، ٹائم پاس یا بربادی، رنگ زندگی، مقام آہ وفغاں، ٹھوکر۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابلِ اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7، فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

دانش کدہ

سورۃ الکوثر

مشتاق احمد قریشی

ترجمہ۔ آپ فرما دیجیے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادات اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہاں کا مالک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔ (سورۃ الانعام۔۱۶۲۔۱۶۳)

تفسیر۔ آیتِ مبارکہ میں قل کہہ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اقرار کرایا ہے کہ میری ہر قسم' عبادت یہاں تک میرا مرنا جینا تک سب کا سب ایک اللہ کے لیے ہے یہ اقرار ایسے ماحول اور حالات میں کرایا جارہا ہے جب ہر سو کفر و شرک کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی کوئی بھی یہاں تک کے اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ تک ایک اللہ کی عبادت سے منحرف تھے انہوں نے اپنے اپنے نبیوں کو اللہ کا شریک ٹھہرا رکھا تھا جبکہ کفار اپنی ہر ضرورت و حاجت کے لیے الگ الگ دیوی دیوتاؤں کی پرستش کررہے تھے۔ یہاں تک کہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت موجود تھے یہ سب اللہ کو تو مانتے تھے لیکن اللہ کی وحدانیت پر یقین نہیں رکھتے تھے اور اللہ کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک عبادات کرتے تھے جب دنیا میں اللہ کی وحدانیت کا کوئی ماننے والا نہیں رہا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تاکہ گمراہ انسانیت کو راہِ راست پر لایا جاسکے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے اعلانِ نبوت فرمایا تو غیر تو غیر اُن کے اپنی قوم' قبیلے کے لوگ جو اب تک ان کی عزت و احترام کرتے رہے تھے انہیں صادق و امین کے لقب سے پکارتے رہے تھے وہ سب کے سب مخالف ہوگئے ایسے شدید مخالفت کے ماحول میں اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب کو حکم دے رہا ہے کہ کہہ دو میری نماز میری تمام تر عبادات سب کچھ ایک اللہ کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

چونکہ اسلام کو ماننے والی اسلام پر عمل کرنے والی سب سے پہلی شخصیت خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ یہی بات اس آیتِ مبارکہ میں بھی کہی گئی ہے۔ "قل" کہہ کر اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ اقرار کرایا ہے (اور یہ اقرار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پوری اُمتِ مسلمہ سے کرایا جارہا ہے) کہ میری نماز میرے تمام مراسمِ عبودیت' میرا جینا میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے سرِ اطاعت جھکانے والا احکامِ الٰہی کو ماننے والا میں ہوں۔ یہ توحید کا نغمہ ہے۔ مطلق توحید اور ہمہ گیر بندگی کا اظہار جس میں نماز' اعتکاف زندگی اور موت سب امور اللہ کے لیے مختص کردیے گئے ہیں۔ رب العالمین' جو سنبھالنے والا واحد متصرف اور نگہبان ہے۔ مربی اور عالمین کا حاکم اور رب ہے۔ اس میں مکمل اسلام کا اعلان ہے۔ مکمل اسلام امرِ الٰہی ہے محض رضا کارانہ فعل نہیں ہے اس لیے سب سے پہلے مسلم خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

توحید الوہیت کی یہی دعوت تمام انبیاء علیہم السلام نے دی جس طرح یہاں آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کہلوایا گیا ہے کہ "مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب ماننے والوں میں پہلا ہوں۔" یہی بات قرآن حکیم میں سورۃ الانبیاء میں اس طرح فرمائی گئی ہے۔

ترجمہ۔ آپ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔ (سورۃ الانبیاء۔۲۵)

تفسیر۔ اللہ تعالیٰ نے جب سے لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے رسول بھیجے ہیں ان کی دعوت اور تعلیمات کا

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

قاعدہ اور اساسی عقیدہ توحید ہی رہا ہے۔ آخر تک اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی یعنی اللہ اور معبود ایک ہی ہے۔ وہی رب ہے۔ الوہیت اور ربوبیت کے درمیان جدائی ممکن نہیں ہے۔ جو اللہ ہے وہی رب ہے۔ ان تعلیمات میں اللہ کی الوہیت حاکیت اور بندگی میں کوئی شریک نہیں اور یہ عقیدہ اسی طرح مستحکم ہے جس طرح اس کائنات کا عظیم نظام مستحکم اور مضبوط ہے۔ کیونکہ رسولوں کی تعلیمات دراصل اس کائنات کے قوانین کا فطری حصہ ہے۔ ایسا ہی اعلان حضرت نوح علیہ السلام نے بھی کیا ہے۔

ترجمہ۔ اور مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں رہوں۔ (سورۃ یونس۔۷۲)

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کا دین بھی اسلام ہی تھا اور تمام انبیاء کا دین بھی اسلام ہی تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جب اللہ تعالیٰ نے کہا۔ ''فرمانبردار ہوجا'' تو انہوں نے فرمایا۔

ترجمہ۔ میں رب العالمین کا فرماں بردار ہوگیا۔ (سورۃ البقرہ۔۱۳۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولادوں کو وصیت کی۔

ترجمہ۔ تمہیں موت اسلام پر آنی چاہیے۔ (سورۃ البقرہ۔۱۳۲)

حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا فرمائی۔

ترجمہ۔ مجھے اسلام کی حالت میں دنیا سے اٹھا۔ (سورۃ یوسف۔۱۰۱)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا۔

ترجمہ۔ اگر تم مسلمان ہو تو اسی اللہ پر بھروسہ کرو۔ (سورۃ یونس۔۸۴)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے کہا۔

ترجمہ۔ آپ شاہد رہیے کہ ہم پورے مسلمان ہیں۔ (سورۃ المائدہ۔۱۱۱)

اسی طرح اور بھی انبیاء اور ان کے مخلص پیروکاروں نے اسی اسلام کو اپنایا جس میں توحید الوہیت کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔

یہی مضمون قرآن حکیم میں سورۃ الاعراف آیت:۱۲۶' سورۃ النحل آیت:۴۴' سورۃ المائدہ:۴۴ اور سورۃ الانعام:۱۶۲۔۱۶۳ میں بھی آیا ہے۔

نماز اطاعت وفرمانبرداری عبادت الٰہی کا ذریعہ ہے اور اس کے ہی ذریعے اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری بھی ادا ہوتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سورۃ الکوثر کی دوسری آیت مبارکہ میں کوثر عطا کرنے پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شکر گزاری کے لیے نماز اور قربانی کی تاکید فرما رہا ہے۔ سب سے اہم بات یہ کہ نماز انسان کا خصوصی تعلق اللہ تعالیٰ سے قائم کرتی ہے جس سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہوتی ہے۔ جو زندگی کے ہر ہر موڑ پر اس کے عزم وثباتِ کا باعث بنتی ہے اور ہدایت کا ذریعہ بھی ثابت ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں کہا گیا ہے۔ ''اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔'' (سورۃ البقرہ۔۱۵۳) اس آیت مبارکہ میں صبر اور نماز کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ اس طرح انسان کا اپنے رب کے ساتھ خصوصی تعلق پیدا ہوتا ہے۔ اللہ قدم قدم پر اپنے بندے کی دستگیری اور رہنمائی فرماتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نماز کی تاکید کی گئی ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ جو عظیم کام سونپا گیا ہے اس میں بھی اللہ کی مدد ودستگیری کی بڑی ضرورت ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امّت کے لیے عملی نمونہ بھی تھے۔ اس لیے عملی رہنمائی کے لیے اور امّت کی تربیت کے لیے بھی نماز کا اہتمام ضروری ہے۔ (مسند احمد۔ ابوداؤد)

نماز ہی وہ پاکیزہ عمل ہے جو انسان کو بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے جس طرح بیمار جسم کی شفاء کے لیے مختلف ادویات کے مختلف خواص اور تاثیریں ہوتی ہیں ایسے ہی نماز میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسی روحانی تاثیر رکھی ہے کہ یہ انسان کو بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ انسان پورے خلوص اور نیک نیتی سے سنتِ

نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق پورے آداب و شرائط کے ساتھ اسے ادا کرے۔ نماز کی صحت و قبولیت کے لیے ضروری ہے اسے پوری طرح طہارت قلب سے ادا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف التفات نہ ہو۔ رکوع سجود پوری توجہ سے درست ادا کریں اور کوشش کر کے خشوع و خضوع کی کیفیت اپنالیں۔ بے حیائی اور برائی سے روکنے میں نماز اس لیے موثر ہے کہ جب تک انسان نماز میں مصروف ہوتا ہے وہ ہر قسم کی برائی سے رکا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پوری امت کے ہر ہر فرد پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ وہ نا صرف خود نماز پابندی سے ادا کرے بلکہ اپنے گھر والوں اور متعلقین کو بھی نماز کی تاکید کرے جیسا کہ سورۃ طٰہٰ میں کہا جا رہا ہے۔

ترجمہ۔ اپنے گھرانے کے لوگوں پر نماز کی تاکید رکھ اور خود بھی اس پر جما رہ۔ ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے بلکہ ہم خود تجھے روزی دیتے ہیں' آخر میں بول بالا پرہیز گاری ہی کا ہے۔ (سورۃ طٰہٰ۔ ۱۳۲)

تفسیر۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس آیت مبارکہ میں اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ہر ہر فرد کو پابند فرما رہا ہے کہ وہ خود بھی نماز پڑھے اور اپنے گھر والوں کو اور ایسے تمام افراد کو جو اس کے طابع ہوں انہیں بھی تاکید کرے کہ وہ بھی نماز پابندی سے ادا کریں۔ ایک مسلمان کا پہلا فریضہ یہ ہے کہ وہ اپنے گھر کو واقعی ایک مسلمان کا گھر بنائے۔ اپنے اہل و عیال کو نماز ادا کرنے کی ترغیب دے جو انہیں اللہ سے مربوط کرتی ہے۔ جس سے اس کے گھر میں یکجہتی پیدا ہو گی اور گھر خوشیوں کا گہوارہ بن جائے گا۔ نماز فحاشی اور منکرات سے بچاتی ہے۔ جب کوئی گھرانہ نماز پر جم جاتا ہے تو پھر اس کے شعور میں اس کے طرز عمل میں نماز کے آثار نمایاں نظر آنے لگتے ہیں۔ نماز ہی وہ عبادت ہے جو بندے کا اللہ سے براہ راست رابطہ قائم کرتی ہے۔ نماز ادا کرنے سے انسان کا ہی فائدہ ہے اللہ کو تو اس کی ضرورت نہیں وہ تو غنی ہے۔ رازق ہے۔ رحیم و کریم ہے۔ وہی ہمیں پالتا ہے' ہمیں کھانے کو دیتا ہے' ہمارے لیے زندگی کے تمام اسباب پیدا کرتا ہے۔ وہی ہے جو ہماری ہر حال میں پرورش کرتا ہے' چاہے انسان اس کی اطاعت کرے یا نافرمانی وہ رب ہماری نافرمانی پر بھی ہماری پرورش سے غافل نہیں ہوتا۔ انسان ہی اسے بھولتا ہے۔ وہ انسانوں کو نہیں بھولتا تمام تر عبادات و اطاعت کا فائدہ انسان کو ہی پہنچتا ہے۔ نماز ایسی عبادت ہے جو انسان کی فلاح و بھلائی کے لیے ہے۔ نماز سے انسان کے دل میں اللہ کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ انسان اپنی عبادات سے ہی دنیا و آخرت میں فائدہ اٹھاتا ہے۔ نماز ادا کر کے مسلمان مطمئن اور سکون سے رہتا ہے۔ اسے بے چینی' بے کلی نہیں ہوتی نہ اسے احساس ندامت ہوتا ہے۔ نہ اس کا ضمیر ملامت کرتا ہے۔ اس لیے کہ ان تمام عبادات جن میں نماز سر فہرست ہے اس کا اجر بھی ادا کرنے والے انسان کو ہی ملتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام انسانوں کے لیے ایک عملی نمونہ بن کر تشریف لائے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور اتمام حجت بھیجا ہے تاکہ روز آخرت کوئی انسان یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں تو خبر ہی نہیں تھی ہمیں تو کوئی خبر دینے والا آیا ہی نہیں' حالانکہ ابتدا سے ہی دین اسلام ایک ہی ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کرو یہی پیغام نبی آخری الزماں لے کر تشریف لائے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اتمام حجت اور تکمیل دین کا کام لیا ہے۔

(جاری ہے)

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

ہمارا آنچل

ملیحہ احمد

فصیحۃ السلام

ستارے مشعلیں لے کر مجھ کو ڈھونڈنے نکلیں
میں رستہ بھول جاؤں جنگلوں میں شام ہو جائے
اپنے تعارف کے لیے یہ بات کافی ہے۔
ہم اس سے ہٹ کے چلتے ہیں جو رستہ عام ہو جائے۔

السلام علیکم! ڈیئر آنچل اسٹاف آنچل رائٹرز اور آنچل قارئین کیسے ہیں آپ سب؟ آپ سب سوچ رہے ہوں گے کہ میں یہاں کہاں سے آ گئی او ہو چلو میں بتا دیتی ہوں کیوں اپنا تعارف کروا رہی ہوں۔ اس دفعہ میں میٹرک کے پیپرز سے فارغ ہو گئی تو وہاں میری سب سے دوستی ہو گئی۔ دوستی اور وہ بھی اتنی ساری لڑکیوں کے ساتھ کیسے؟ ہوا یہ کہ ایک دن جناب سراج الحق صاحب ہم سے خطاب کرنے کے لیے تشریف لائے تو کمپیرنگ کے فرائض میں نے سرانجام دیے۔ اس وقت سب لڑکیاں آ کر مجھے مبارک باد دینے لگیں کہ بہت اچھی کمپیرنگ کی۔ وہاں کوئی نہ کوئی مقابلہ ضرور ہوتا...... اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں نے حسن قرأت مقابلہ میں پہلی پوزیشن لی۔ بس پھر کیا تھا' مجھے ایک منٹ لڑکیوں سے فرصت نہ ملتی۔ پھر لڑکیاں مجھے کہنے لگیں کہ ہمیں ایسا لگتا ہے کہ آپ ایک اچھی مقررہ کے ساتھ اچھی شاعرہ اور رائٹر بھی ہو۔ میں نے ان سے کہا کہ میں آنچل میں ضرور کچھ لکھوں گی۔ کیونکہ میں بچوں کے رسالوں میں اسٹوریز لکھتی تھی۔ سب نے کہا کہ پہلے ہمارا آنچل میں اپنا پورا تعارف لکھنا چاہیے اور وہ آج حاضر ہے۔ ارے یہ کیا آپ تو غصہ کرنے لگے۔

میرا نام فصیحۃ السلام ہے' آزاد کشمیر کے ایک علاقے دھیر کوٹ میں رہتی ہوں۔ 17 مئی 2001ء کی طلوع ہوتی صبح پانچ بجے روشنی کے ساتھ میں اس دنیا میں تشریف لائی۔ میری پھوپھو حسینہ مشکور نے میرا نام رکھا۔ خاندان میں سب کی بے حد لاڈلی ہوں۔ ہم تین بہنیں ایک بھائی ہیں۔ میں اپنے بابا کی سب سے زیادہ لاڈلی ہوں۔ پری میڈیکل کی طالبہ ہوں۔ قلمی نام "فلک" ہے۔ جو مجھے بے حد پسند ہے' کیونکہ میرے حوصلے آسمان کی طرح بلند ہیں۔ دوستی بہت جلدی کر لیتی ہوں۔ پسندیدہ دینی کتاب قرآن مجید ہے' پسندیدہ شخصیت حضرت محمد ﷺ ہیں۔ پسندیدہ شاعر ڈاکٹر علامہ اقبال ہیں۔ پسندیدہ ہیرو قائد اعظم ہیں۔ ایک بزم "نیکی کے ہم لوگ سپاہی" کی صدر کشمیر ہوں۔ یہ ایک ایسی بزم ہے جو نوجوان طالبات کی صلاحیتیں نکھارتی ہے' ہر طرح کے پروگرامز کرواتی ہے اور طالبات میں پڑھائی کا شعور بیدار کرتی ہے۔ اگر کشمیر میں سے کوئی اس بزم میں آنا چاہے تو موسٹ ویلکم...... اور پاکستان میں اس کی صدر ڈاکٹر ارفع رحمان اور ڈاکٹر طاہرہ قمر ہیں۔ مزے کی بات اس بزم کا کسی سیاسی پارٹی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بارش بے حد پسند ہے۔ کھانے میں بریانی' پہننے میں فراک' گاؤن اسکارف' پھولوں میں گلاب پسند ہیں۔ رنگ اور بریسلٹ پسند ہیں۔ کھیلوں میں صرف کرکٹ پسند ہے۔ کرکٹر شاہد آفریدی اور محمد عامر پسندیدہ ہیں۔ میری بیسٹ فرینڈ سعدیہ امتیاز' ماہرہ نذر' عینہ صالح' مریم نذیر اور یسریٰ ہیں۔ شاعری سے بے حد لگاؤ ہے خود بھی اچھی شاعری کر لیتی ہوں' مجھ میں خوبی ہے یا نہیں ہے لیکن منافق نہیں ہوں میرا دل شیشے جیسا ہے' پسندیدہ رائٹر سمیرا شریف طور' فاخرہ گل' اقراء صغیر' ڈاکٹر شگفتہ نقوی اور قانتہ رابعہ ہیں۔ رنگوں میں سفید اور پنک پسند ہیں۔ مطالعہ کرنا میری عادت ہے۔ آنچل کا بہت بے چینی سے ہر ماہ انتظار ہوتا ہے۔ اگر کوئی پاکستانی کشمیر آنا چاہے تو میزبانی کے لیے ہم حاضر ہیں۔ دنوں میں ہفتہ کی شام اچھی لگتی ہے' کیونکہ دوسرے دن کالج کی چھٹی ہوتی ہے۔ میری تمام فرینڈز جو آنچل پڑھتی ہیں ان سب کو خصوصی سلام' اور مہوش شاہد' زوبیہ چودھری' قدسیہ بتول' طیبہ حمید' قدسیہ سراج الحق' عائشہ ظہور اور لاہور والی (ہاہاہا) ملتان والی' چکوال والی اتنے نام ہی نہیں آتے آپ سب کو میں بہت

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

مس کرتی ہوں۔ دیکھا آپ سب نے میں نے کتنا جلدی اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنا تعارف آنچل میں بھیج دیا۔ کیسا لگا میرا تعارف ضرور بتایئے گا۔

رابعہ وٹو

باادب' باملاحظہ' ہوشیار' عزت مآب رابعہ وٹو تشریف لارہی ہیں۔ ارے ارے یہ ہمارا تعارف نہیں انٹری ہے' تمام آنچل ٹیم قارئین کو پیار بھرا اسلام' یوں تو سنہری الفاظ میں بھی اپنا تعارف بیان کروں تو نامکمل ہے (مگر اب آپ ضد کررہے ہیں تو اپنی شان کے قابل کچھ کہہ ہی دیتی ہوں ہاہاہا) نواکتوبر 2001ء کو ارض پاک پر سانس لی۔ (فضا میں مہک پھیل گئی' آپ نے محسوس تو کی ہوگی) ہم چار بہنیں ہیں' میرا نمبر تیسرا ہے' شاعری کرنا میرا مشغلہ ہے۔ اب بات کرتے ہیں خامیوں اور خوبیوں کی' غصہ بہت آتا ہے' برتن بے چارے میرے غصے کا شکار ہوجاتے ہیں' مگر بعد میں دکھ بھی ہوتا ہے۔ خوبیاں' ہنس مکھ بہت ہوں' کسی کو اداس تو دیکھ ہی نہیں سکتی' میں خود کبھی بھی اداس نہیں ہوتی...... کیونکہ مشکل میں مسکرانا سیکھ لیا ہے (ارے آپ بھی کیا سوچ رہے ہوں گے' چھوٹی سی عمر میں اتنی عقل مندی کی باتیں) بڑوں کی باتیں برداشت کرلیتی ہوں' چاہے کچھ برا ہی کیوں نہ کہہ دیں۔ بقول شاعر......!

ادب کی بات ہے ورنہ میر سوچ تو
جو شخص سنتا ہے وہ بول بھی تو سکتا ہے

میری بیسٹ فرینڈز رابیعہ اور عترہ ہیں۔ عترہ کہتی ہے تمہاری سب سے بڑی خوبی یہ ہے تم کسی کو بور نہیں ہونے دیتی اور رابیعہ کہتی ہے تمہیں کبھی کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا۔ (ہم تو خود میں ہی ایک راز ہیں ہاہاہا) فیورٹ شاعر جون ایلیا ہیں۔ فیورٹ رائٹرز نسیم حجازی اور نمرہ احمد' فیورٹ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (آنچل پہلی بار لیا ہے اور دل کررہا ہے ہر سلسلے میں شامل ہوجاؤں) آخر میں یہ پیغام تمام آنچل گرلز کے لیے' (تم خدا سے وہ مانگتے ہو جو تمہیں اچھا نظر آتا ہے' مگر خدا وہ دیتا ہے جو تمہارے لیے اچھا ہوتا ہے' اس لیے خدا سے ضد نہ لگایا کرو' خدا وہ جانتا ہے جو تم نہیں جانتے' اللہ حافظ۔

مہوش فاطمہ بٹ

السلام علیکم! امید ہے سب ٹھیک اور اپنی زندگانی کو انجوائے کرتے ہوں گے' میں ہوں مہوش فاطمہ بٹ تحصیل دینہ کے گاؤں (ک) سے تعلق ہے۔ 3 نومبر کو پیدا ہوئی۔ ہم چھ بہن بھائی ہیں' میرا نمبر تیسرا ہے۔ جنوری 2013ء سے آنچل پڑھنا شروع کیا' جواب تک سلسلہ جاری ہے' اور ان شاء اللہ جاری رہے گا' پسندیدہ شخصیت میں سب سے زیادہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس کے علاوہ حضرت خالد بن ولید' ایم ایم عالم (محمد محمود عالم جنہوں نے 1965ء کی جنگ میں بھارت کے پانچ طیارے ایک منٹ میں گرا کر عالمی ریکارڈ بنایا تھا) اور قائداعظم محمد علی جناح پسندیدہ شخصیت ہیں۔ کتابیں پڑھنے کا بہت شوق ہے۔ رنگ میں سبز اور سکائی بلیو کلر پسند ہے' کھانے میں کریلے اور مکس سبزیوں کی بھجیا اور مسور کی ثابت دال بہت پسند ہے' میٹھے میں فروٹ ٹرائفل اور گاجر کا حلوہ پسند ہے' اور خاص بات مجھے مچھلی بھی بہت پسند ہے' چاہے سالن چاہے روسٹ' نعت خواں میں فرحان علی قادری کی آواز بہت پسند ہے' ایف ایم 107 اور 90 میرپور سنتی ہوں۔ غصے کی تیز بھی ہوں اور ہنسی جب آجائے تو کنٹرول کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ فیورٹ مصنفہ نازیہ کنول نازی اور نمرہ احمد ہیں۔ جھوٹ کبھی نہیں بولتی' اور دعا ہے کہ جھوٹ جیسی برائی میں کوئی پڑے ہی نہ تو اچھا ہے' بہت زیادہ تنگ کرلیا ہے آپ کو اتنا ہی تعارف بہت ہے' آخر میں ایک دعا کہ اللہ مجھے اور میرے والدین کو (اور جن جن کی خواہشات ہیں حج اور عمرہ کرنے کی) حج اور عمرہ ادا کرنے کی سعادت نصیب فرمائے' آمین ثم آمین۔

نازیہ یوسف

السلام علیکم! ڈیئر آنچل اسٹاف' رائٹرز اینڈ قارئین' کیا حال چال ہیں' لوجی ہم نے بھی ہمارا آنچل میں انٹری دے ہی دی ہے' ارے بھائی پریشان کیوں ہوتے ہیں' ہم

جانے پہچانے نہ سہی، لیکن آنچل سے وابستہ کتنے لوگوں کو جانتے ہیں دوسروں کے تعارف پڑھتے ہوئے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ ہم بھی اپنا تعارف کروائیں، آخر کب تک یوں ایک کونے میں بیٹھے رہیں، خیر غصہ نہیں کریں، لیجیے ہم بتائے دیتے ہیں کہ ہم کون ہیں، جی تو نام ہمارا نازیہ یوسف ہے، جوکہ مجھے بالکل بھی پسند نہیں ہے، اور گھر میں سارے نازی کہہ کر پکارتے ہیں، جی تو ہم اس دنیا کی رونق بڑھانے کے لیے 10 دسمبر کو تشریف لائے میرا اسٹار قوس ہے اور اسٹار کے مطابق تمام خوبیاں اور خامیاں مجھ میں پائی جاتی ہیں، میرا تعلق سرگودھا سے ہے، ہم تین بھائی اور سات بہنیں ہیں (ویسے غرور بھی نہیں کیا) میرا نمبر نواں ہے، مجھ سے چھوٹا میرا بھائی سعید ہے، ہم پانچ بہنیں اور دو بھائی شادی شدہ ہیں اور ایک بھائی منگنی شدہ ہیں، چونکہ میں گھر میں سب سے چھوٹی ہوں اس لیے خوب لاڈ اٹھواتی ہوں۔ اسپیشلی امی تو بہت پیار کرتی ہیں۔ اور باجی ثمینہ تو بہت زیادہ پیار کرتی ہیں۔ سب کا خیال ہے کہ ثمینہ نے نازی کو بگاڑا ہوا ہے، کھانے میں آلو گوبھی پکا لیتی ہوں، ہاں البتہ چائے اچھی پکاتی ہوں۔ تعلیم بی اے ہے، مزید پڑھنا چاہتی ہوں، زندگی میں کچھ بننا چاہتی ہوں کچھ کرنا چاہتی ہوں، حساس بہت ہوں، غریبوں سے بہت پیار ہے، میرے بس میں ہو تو کسی کو غریب رہنے ہی نہ دوں، خامی یہ ہے کہ دوسروں پر فوراً اعتبار کر لیتی ہوں اور دھوکا کھا لیتی ہوں، غصہ بھی آتا ہے پھر سوچتی ہوں چلو کوئی بات نہیں اس کے بس میں جو تھا اس نے کیا اور میرے بس میں جو ہے وہ میں کرتی ہوں، یعنی معاف...... لباس میں مجھے شلوار قمیض پسند ہے، بلیک اور بلو میرے فیورٹ کلر ہیں، جی تو ڈیئر قارئین بور تو نہیں ہو رہے، پلیز تھوڑی دیر اور برداشت کرلیں، پھلوں میں مجھے آم اور کینو پسند ہیں، موسم تو سارے ہی بہت خوب صورت ہوتے ہیں لیکن مجھے بہار اور موسم گرما پسند ہیں بہار کا موسم اس لیے پسند ہے کہ یہ ہر طرف رنگینی لاتا ہے، موسم گرما تو ہمیں اپنی شرارتوں کی وجہ سے پسند ہے گرما کی چھٹیوں میں میرے بھانجے اور بھانجیاں آئی ہوئی ہوتی ہیں بڑوں سے چھپ کر ہم سب مل کر بہت شرارتیں کرتے ہیں۔ پچھلی گرمیوں کا ایک واقعہ سناتی ہوں کہ ہم سب نے پلاننگ کی کہ آج دوپہر میں کر آم کے باغ میں سے آم توڑ کر کھائے جائیں، جی تو جب امی اور بڑی باجیاں سوگئیں تو ہم سب چپکے سے اٹھے اور باغ میں پہنچ گئے۔ کرن، عبدالرحمن، اور کائنات نے آم کے درخت پر چڑھ کر آم توڑ کر کھانے کے متعلق سوچا جبکہ میں (نازیہ) نوشی اور اقصیٰ نے نیچے بیٹھ کر آم کھانے پسند کیے۔ میری بھانجی مریم جو کہ گجرات سے آئی ہوئی تھی اس نے کہا کہ میں نے بھی درخت پر چڑھنا ہے، ہم نے کہا کہ چڑھ جاؤ، بھئی ہم تو آم کھانے میں مصروف تھے، ہمیں پتہ ہی نہیں چلا کہ کب مریم صاحبہ درخت میں پھنس گئی، وہ تو ہمیں تب خبر ہوئی جب مریم نے شور مچایا کہ خالہ میں پھنس گئی ہوں، اس وقت تو ہم پریشان ہوگئے اور بمشکل اسے نکال پائے، اور پھر بعد میں جو ہنسی کے فوارے چھوٹے تو بند ہونے کا نام نہ لیں۔ یہ ہماری زندگی کا ایسا واقعہ ہے کہ ہم بھول نہیں سکتے، دوسروں کے تعارف پڑھتے ہوئے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ میں بھی اپنا تعارف بھیجوں، اس امید پر بھیج رہی ہوں کہ ضرور چھپے گا، اور ہمیں مایوس نہیں ہونا پڑے گا، پلیز ہمارا آنچل میں مجھے جگہ ضرور دیجیے گا، آخر میں اس پیغام کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں کہ شاعر صاحب فرماتے ہیں کہ آدمی کو میسر نہیں انساں ہونا، آدمی سے انسان ہونے کا سفر بڑا کٹھن اور صبر آزما ہوتا ہے، لیکن "انسان" درحقیقت وہی ہے جس کا "شر" اس کے "خیر" کو شکست نہیں دے پایا، جس کے اندر خیر کا الاؤ روشن رہتا ہے۔

سروے

مجھے یاد ہے نا

سعیدہ نثار

اقراء جٹ.....مچن آباد

مبارک ہو یہ مبارک دن
مبارک ہو یہ خوشیوں کا دن
ہمارا مرشد و ہادی
مبارک ہو یہ بہاروں کا دن
اے تقدیس و قیصر
آفتاب و مہتاب
تو نے مسحور کن کر دیا
عندلیب و طاؤس نے
دعاؤں کا سبد
ہوا کے سپرد کیا
مبارک ہو یہ مبارکوں کا دن
مبارک ہو یہ چاہتوں کا دن
وادیٔ گل نے
ساحلوں نے
آبشاروں و لہروں نے
مبارک کے لیے طلعت کرایا
مبارک ہو اے آنچل
مبارک ہو یہ خوشی کا دن
مبارک ہو آنچل تجھے یہ
سالگرہ کا دن.....!!

اقراء جٹ اور میری فیملی کی طرف سے تمام ریڈرز و رائٹرز اینڈ آنچل و حجاب اسٹاف کو بہت بہت مبارک باد۔ دعا ہے پیارے آنچل تو یوں ہمیشہ آگے بڑھے بہت ترقی کرے (آمین)

وہ آئیں محفل میں تو آنچل..... محفل قمر و شمس بن جاتی

1: آنچل ڈائجسٹ کی تمام مصنفہ ہی دلعزیز ہیں ملکہ ادب ریحانہ آفتاب عشنا کوثر سردار اور فاخرہ گل کو کہوں گی۔

2: خود تو کبھی نہیں منائی، بہن بھائی اینڈ فرینڈز مناتے ہیں۔ آنچل کی ضرور مناتی ہوں۔

3: ہر تحریر اعلیٰ و عمدہ ہوتی ہے، ہر تحریر میں کوئی نہ کوئی سبق ضرور ہوتا ہے۔ رائٹرز تحریر کا اختتام تحریر کے لحاظ سے کرتی ہیں اس لیے مجھے ہر تحریر کا اختتام درست لگا۔ جیسی بھی تحریریں ہوں سب عشق و عاشقی کے گرد گھومتی ہیں بس انداز بیاں سب کا الگ ہوتا ہے، ہر تحریر قابل تحسین ہے، ہر رائٹر بہت لگن اور محنت سے لفظوں کے جال کو تحریر کے کردار کو تصور کرتی ہے بجائے تنقید کے تحسین کرنی چاہیے تاکہ ان کا حوصلہ بڑھے آل رائٹرز کو سلام بس ایک مخلص پیاری سی مسکراہٹ کا تحفہ۔

4: دینا تو کسی وہ کوئی تحفہ تو!!
چاہیے مسکراہٹ تو چاہیے اک نظر کرم!
میں کسی سے گفٹ لیتی ہی نہیں پہلے ہی روک دیتی ہوں۔ اور اگر کوئی زبردستی دینا چاہے تو کہتی ہوں اپنی اک مخلص مسکراہٹ یا اک چھوٹی سی دعا گفٹ میں دے دو، پھر بھی اگر کوئی نہ مانے تو جو بھی کوئی تحفہ دے خوشی سے لیتی ہوں

5: ہم تم بادشاہ آئیں تو!!
نذرانے میں مسکراہٹ پیش کریں گے!!
نہ بھئی میں کسی ایک سے نہیں سب سے ملنا چاہتی ہوں، قیصر آنی آپ سے، اُم مثلی، حرا قریشی، عمیرہ احمد، نمرہ احمد، نازیہ کنول نازی، فاخرہ گل، ریحانہ آفتاب، عشنا کوثر سردار، صدف آصف، نادیہ احمد، نادیہ فاطمہ رضوی، سیدہ غزل، اقرا صغیر، نائلہ طارق، سمیرا شریف طور، یاسمین نشاط، صبا ایشل، سباس گل، سلمیٰ غزل لسٹ بہت لمبی ہے، ملنے ملانے کا بہت شوق ہے مجھے۔ ان سب کے ساتھ دن گزارنا چاہتی ہوں موقع ملے تو چاہے ایک ہی دن سب کے ساتھ گزارنے کے لیے ملے اور کہاں؟ یہ مت پوچھیں، جہاں کوئی تنگ کرنے والا نہ ہو۔

6: محبت کو دکھانے کا گر کوئی طریقہ ہوتا تو
تو دل چیر کر دکھا دیتی آنچل سے محبت
محبت کب، کیسی، کیوں ہوتی ہے یہ نہیں پتہ مجھے، مگر آنچل کے بنا خود کو ادھورا محسوس کرتی ہوں۔ آنچل میرے لیے یاقوت ہے، میرا ہم خیال، ہم سفر اور ہمدم ہے، آنچل میرا استاذ، دوست ہے، آنچل خوشی کا دکھ کا ساتھی ہے، آنچل اس کے دم سے ہی ہوں جو ہوں آنچل میرے لیے ورثہ ہے وارث ہے دسام ہے، آنچل میری اچھی عادتوں کا راز، میری خوشیوں کا راز، میرا ہمراز، میرا ہمدرد ہے، آنچل جب جب آنچل کو پڑھتی ہوں خود کو پرسکون محسوس کرتی ہوں اور جب اپنا نام دیکھتی ہوں، بہت خوشی ہوتی ہے، میرے لیے مشیر و مصلح ہے، آنچل، میرے پاس ستائش کے لیے الفاظ نہیں ہیں، میری دلی وابستگی، ذہنی ہم آہنگی صرف آنچل کے ساتھ ہی ہے، میرا مخلص دوست ہے آنچل، میرا گوہر تاب، گلستاں، گل ہاشم آنچل ہی ہے، میری محبت کا مرکز، میرے احساس کا دریا، میرے جذبات کی برسات ہے آنچل، بس اتنا ہی مجھے پتہ، یہ محبت ہے یا کچھ اور نہیں پتہ، ڈھیروں نیک خواہشات آنچل کے نام۔ اللہ حافظ!
جب سے تجھ سے ناتا جوڑا آنچل
اپنے آس پاس ہمیشہ تجھے ہی پایا!!

فیاض اسحاق.....سلانوالی

1: آنچل ڈائجسٹ کی مصنفہ اور میری موسٹ فیورٹ رائٹر جس کو میں ملکہ ادب کہوں گی وہ نازیہ کنول نازی ہے ہے، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو زندگی کی ہر خوشی عطا فرمائے (آمین)

2: الحمدللہ میں ایک اسلامک فیملی سے تعلق رکھتی ہوں، وہاں برتھ ڈے سیلیبریٹ کرنے کا رواج نہیں ہے، یہ سب رسم و رواج ہندوؤں کے

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

ہیں' سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایک سال کم ہونے پر بھلا کیا خوشی منائی' تھوڑے سیلیبریٹ کرنے کے بجائے اگر کسی کی مدد کردی جائے تو بہتر ہے۔

۳: ہر تحریر میں کوئی نہ کوئی انسپائرنگ پوائنٹ ضرور ہوتا ہے' میرے ذہن میں کوئی ایسی تحریر نہیں جس کا اختتام اچھا نہ ہوا ہو۔

۴: تحفہ کوئی بھی ملے بڑی خوشی ہوتی ہے' ہزبینڈ کوئی گفٹ کرے تو کیا بات ہے۔

۵: میں اپنا ایک دن نازیہ کنول نازی کے ساتھ اور مری میں گزارنا پسند کروں گی۔

۶: اپنے فیورٹ آنچل ڈائجسٹ کے لیے ایک شعر ہی کہوں گی

تیری حیات کا ہر اک لمحہ شاداں گزرے
بہار سجدہ کرے تو جہاں سے بھی گزرے
خدا نصیب کرے تم کو دائمی خوشیاں
تم سرخرو ہو جو بھی امتحان گزرے (آمین)

طیبہ خاور سلطان..... وزیر آباد

۱: آنچل ڈائجسٹ کی پسندیدہ مصنفہ جنہیں میں ملکہ ادب کہوں گی وہ ہیں سمیرا شریف طور ان کے ناول "یہ چاہتیں یہ شدتیں" کی وجہ سے میں نے آنچل پڑھنا شروع کیا اب تک سلسلہ رکا نہیں چلتا جارہا ہے ان شاء اللہ اب چلتا ہی رہے گا۔

۲: میں نے اپنی کبھی بھی سالگرہ نہیں منائی' لیکن شادی کے بعد میاں جی کے ساتھ سیلیبریٹ کی ان کی فرمائش پہ بہت ہی انجوائے کیا میں نے اور بہت مزہ آیا اپنے میاں کا پیار دیکھ کے اپنے لیے تو میری یہ سالگرہ یادگار ہی میرے لیے۔

۳: جنون سے عشق تک نے ہمیں بہت متاثر کیا امید ہے اس کا اینڈ بھی اچھا ہوگا۔ 2017ء کے سارے ڈائجسٹ کھنگال ڈالے لیکن جی ہر کہانی ایک سے بڑھ کر ایک تھی ہر کہانی کا اینڈ پسند آیا ہمارے آنچل ڈائجسٹ کی ہر لکھاری بہت محنتی اور قابل ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو سلامت رکھے اور کامیاب کرے (آمین)

۴: جی آپ کے سوال میں ہی میرا جواب ہے کتاب' پرفیوم' جیولری اور ملبوسات ان سب چیزوں کو پا کر خوش ہوتی ہوں' اگر ایک کا پوچھے تو سب سے زیادہ کتابیں پڑھنے کا شوق ہے۔

۵: اگر ایک دن آنچل کی کسی مصنفہ کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع ملے تو میں سمیرا شریف طور کے ساتھ ان کے گھر میں گزاروں گی۔

۶: مجھے آنچل پڑھتے ہوئے دس سال ہوچکے ہیں پہلے کی نسبت اب لائف میں بہت چینج آیا ہے آنچل پڑھنے کی وجہ سے۔ مجھ میں بہت ہمت' بہت حوصلہ آیا' میری لائف میں بہت راہنمائی کی آنچل نے اب بلاوجہ گھبراتی نہیں ہوں' ہر چیز کو بہت آسانی سے فیس کرتی ہوں' ہماری آنچل کی لکھاری بہنیں داد کی مستحق ہیں' ہمیں بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے امید سے دنیا قائم ہے امید آدمی زندگی ہے اور مایوسی کفر ہے گناہ ہے سو امید رکھیے وہ بھی اچھے کی ہمیشہ اچھا سوچیں میری دعا ہے اللہ تعالیٰ آنچل کو ہمیشہ ترقی کی راہوں پہ گامزن رکھے (آمین)

شازیہ اختر شازی..... نور پور

۱: ویسے تو ساری رائٹرز بہت اچھا لکھتی ہیں لیکن مجھے نازیہ کنول نازی بہت اچھی لگتی ہیں میرے لیے تو شاید وہی ملکہ ادب ہیں۔

۲: میں اپنی سالگرہ نہیں مناتی ہاں بھائی بھابیوں' بہن سب کو ایک دو ماہ پہلے بتا دیتی ہوں کہ میری سالگرہ آنے والی ہے گفٹ تیار رکھنا لیکن یہ لوگ بہت کنجوس ہیں آج تک کسی نے گفٹ نہیں دیا لیکن ایک بار میرے بھائی حافظ محمد ساجد نے بہت شوق سے منائی تھی خود ہی کیک وغیرہ لائے تھے وہ دن میرے لیے بہت یادگار تھا ہاں دوست وغیرہ ایک دوسرے کو گفٹ ضرور دیتے ہیں لیکن ایک بار میں اپنی سالگرہ بھول گئی تھی لیکن اس صبح میری دوست نے میرا گفٹ بھیجا تب مجھے یاد آیا کہ آج میری سالگرہ ہے اس دن مجھے بہت خوشی ہوئی کہ میری جان سے پیاری دوست نرگس نے میرا جنم دن یاد رکھا (آئی لو یو مائی ڈیئر نرگس) سدا خوش رہو (آمین)

۳: پچھلے سال بہت سی تحریریں ایسی تھیں جنہوں نے بہت متاثر کیا' ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے یہ سب حقیقت پر مبنی ہے لیکن ایک ناول ایسا تھا جس کا اینڈ مجھے اچھا نہیں لگا اجیہ اور ابرش والا وہ ناول مجھے بہت اچھا لگتا تھا لیکن اس کا اینڈ مجھے خاص پسند نہیں آیا' کیونکہ آخر میں سب جلدی جلدی اچھا اچھا ہوگیا۔

۴: تحفے تو بہت سے ملتے ہیں اور تحفے پا کر خوش بھی ہوتی ہوں لیکن جو تحفہ میں پا کر خوش ہوتی ہوں وہ ہے دعائیں کیونکہ دعائیں پا کر میں دلی سکون محسوس کرتی ہوں جب بڑے بوڑھے بزرگ مرد و خواتین مجھے دعائیں دیتے ہیں خلوص دل سے تو میرے لیے باعث فخر ہوتی ہیں کہ دعائیں مجھے تحفے میں مل رہی ہیں کیونکہ کسی نے کہا تھا کہ (کسی کو دعا کے لیے مت کہو بلکہ خود ایسے بن جاؤ کہ ہر کوئی تمہیں دعا دے)

۵: نازیہ کنول نازی' بس جہاں وہ کہیں گی وہاں' بس ایک دفعہ ان سے ملاقات ہوجائے۔

۶: کیا لکھوں اگر لکھنا چاہوں تو بھی نہیں لکھ سکتی کہ میں آنچل سے کتنی محبت کرتی ہوں کیونکہ آنچل سے مجھے وہ ملا جو شاید کہیں سے بھی نہ ملتا' آنچل تو سب کو محبت سے اپنے ساتھ جوڑے ہوئے ہے اور اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے ہم سب بالکل ایک خاندان کی طرح ہیں' آنچل نے ہمیں مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا سکھایا ہے نہ کہ نفرت کرنا' بس آخر میں آنچل کے لیے یہی کہوں گی کہ وہ دن رات ترقی کی منازل کی طرف رواں دواں رہے اللہ آنچل کو ڈھیر ساری کامیابیاں نصیب کرے (آمین) آخر میں وہ سب بہنیں جو مجھ سے دوستی کی خواہش مند ہیں فائزہ بھٹی' میرا ب تصور' حنا' رشدا' افراجٹ' آپ سب بہنوں کی دوستی قبول ہے دعاؤں میں یاد رکھنا اللہ حافظ۔

عذرا اسحاق..... لودھراں

۱: ابھی سلام ہی لکھا کہ پن میں انک ختم ہوگئی دوبارہ اٹھے پن میں انک بھری اور لکھنا اسٹارٹ کیا اب دیکھو کہاں جا کر رکتے ہیں' اب آتے ہیں سوالات کی طرف یوں تو مجھے تمام رائٹرز پسند ہیں مگر جب آپ نے کسی ایک کا ہی پوچھا ہے تو اب ہم بھی ایک کا ہی نام بتائیں گے نان' چلو اب بتاتی ہوں کہ وہ کون سی مصنفہ ہیں جس کے سر پر ملکہ ادب کا تاج سجاتا ہے

توجی ان مصنفہ کا نام جاننے کے لیے اپنے اپنے دل تھام لیجیے توجی وہ مصنفہ ہیں سمیرا شریف طور آپی آپ کی تحریروں کا ہمیں شدت سے انتظار رہتا ہے آپ کی تحریریں بہت اچھی ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو مزید اچھا لکھنے کے لیے صحت کی دولت عطا کرے آمین۔

۲:ہم اپنی سالگرہ پر زیادہ اہتمام تو نہیں کرتے مگر پانچ پاؤنڈ کا کیک منگوا کر کاٹتے ہیں اور ساتھ میں بریانی شیر خورمہ اور کوک۔

۳:اس سال کی جس تحریر نے ہمیں متاثر کیا ان میں "حریم عشق" تھی سیدہ غزل زیدی ویلڈن اور جو ہمیں زیادہ اچھی نہیں لگی وہ "بالو جینٹ والے" تھی تحریر تو موجودہ حالات کے مطابق تھی مگر اس کا اینڈ ہمیں دکھی کر گیا۔

۴:گفٹ لینے اور دینے سے محبت بڑھتی ہے اور اگر کوئی اچھا سا گفٹ مل جائے تو پھر تو دینے والے کی قدر ہی بڑھ جاتی ہے۔

۵:یہ سوال بہت ہی اچھا ہے دل چاہتا ہے کہ آنچل ڈائجسٹ کی تمام رائٹرز سے ملیں مگر ہم تمام سے کیسے مل سکتے ہیں مگر جس سے سب سے زیادہ ملنے کو دل چاہتا ہے وہ ہیں "نادیہ احمد" دبئی میں ان سے ملوں پاکستان اور انڈیا کا کرکٹ کا فائنل میچ ہو اور نادیہ احمد کے ساتھ میچ دیکھا جائے تو مزہ ہی دوبالا ہو جائے۔

۶:ہر برستی بارش میں
دل میرا دھڑکتا ہے
تیرا ساتھ پانے کو
دل بہت مچلتا ہے

20 تاریخ سے ہی ہمیں آنچل کا شدت سے انتظار شروع ہو جاتا ہے اگر کسی مہینے لیٹ ہو جائے تو ہماری حالت دیکھنے والی ہوتی ہے کھانا ملے نہ ملے مگر آنچل ضرور ملنا چاہیے ہاتھ میں آنچل ہو تو باقی کسی کا ہوش نہیں رہتا۔ اینڈ میں آنچل کے لیے ڈھیروں دعائیں یہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے اور آنچل سے وابستہ تمام اسٹاف کو اللہ صحت کاملہ دے تاکہ وہ اپنی محنت سے آنچل کو سجاتے رہیں۔ آمین۔

سلمیٰ عنایت حیا...... کھلابٹ ٹاؤن شپ

معزز و محترم قارئین السلام علیکم آپ سب کو آنچل کی سالگرہ مبارک ہو اس بار تو سمجھ ہی نہ آئی سال بھی گزر گیا۔ اب بڑھتے ہیں سروے کی جانب تاکہ آپ سب میرے احساس و جذبات سے آگاہ ہوں تو ذرا دل تھام لیں ہم اپنے قیمتی الفاظ صفحہ قرطاس پر بکھیرنے والے ہیں۔

۱:آنچل کی تمام رائٹرز ماشاء اللہ سب بیسٹ ہیں۔ ہر رائٹر کی الگ پہچان ہے آنچل ایک سلطنت ہے جس کی ملکہ کے متعلق رائے دینا بہت مشکل ہے میرے نزدیک تمام رائٹرز سلطنت آنچل کی خوب صورت سی شہزادیاں ہیں جن کے بغیر آنگن وہ بابا آنچل ویران ہوتا ہے سب کی محنت سے آنچل مکمل ہوتا ہے۔

۲:ہمارے ہاں سالگرہ کے موقع پر کیک وغیرہ کاٹنے کی رسم یا سالگرہ منانے کا رواج نہیں ایسے بے تکی رسم سمجھا جاتا ہے میں خود بھی اس کے خلاف ہوں مگر اس موقع پر دعاؤں سے مجھے نوازا جاتا ہے میرے والدین مجھے دعائیں دیتے ہیں اور میں خود بھی دوسروں کی سالگرہ پر انہیں سالگرہ مبارک کہتی ہوں اور دعاؤں سے نوازتی ہوں۔

۳:پچھلے سال کی کسی ایک تحریر کے متعلق یہ کہنا کہ متاثر کن تھی یہ تحریر تو تھوڑا مشکل کام ہے کیونکہ ہر تحریر کی الگ نوعیت ہوتی ہے الگ انداز ہوتا ہے ہر ایک کہانی کی کوئی نہ کوئی بات متاثر کر ہی جاتی ہے اس لیے پچھلے سال کی ساری تحریریں میرے لیے متاثر کن ٹھہریں۔ چراغ خانہ کا اختتام ایسا ہوا کہ پتا ہی نہیں چلا پیاری اور دانیال کا ملن بھی ہو گیا مگر جتنی ان دونوں نے پریشانیاں گزاری تھیں اتنی ہی ان کی خوشیوں پہ بھی ایک قسط ضرور ہونی چاہیے تھی۔

۴:میرے پسندیدہ تحائف میں کتاب پھول اور خوشبو شامل ہیں مگر مجھے جب کوئی کتاب دیتا ہے تو بہت خوشی ہوتی ہے کیونکہ کتاب سے بہت محبت ہے مجھے اور میں خود بھی دوسروں کو کتاب اور قلم تحفہ کے طور پر دیتی ہوں۔

۵:مجھے ام ایمان قاضی نازیہ کنول نازی اور پروین افضل شاہین سے مجھے ملنے کا بہت شوق ہے خواہش ہے ان کے ساتھ تھوڑا سا وقت گزاروں ابھی کہاں کی بات رہنے دیں ملاقات تو ہو جائے پھر سوچا جائے گا کہ جگہ کون سی ہونی چاہیے۔

۶:آنچل کے لیے اپنے محبت و جذبات کو چند سطور میں بیان کرنا ممکن نہیں آنچل کی محبت پہ لکھنے بیٹھوں تو شاید کتاب بھی لکھ لوں آنچل نے مجھے زندگی کے نشیب و فراز سے آگاہ کیا مجھے سب سے بڑی بات جو آنچل سے سیکھنے کو ملی وہ یہ کہ مشکل وقت میں کوئی چاہے جتنا قریبی ہو ساتھ چھوڑ دیتا ہے اس لیے کسی سے امیدیں وابستہ نہ کریں میں نے اب یہ سیکھ لیا ہے کس کے ساتھ کیسے رہنا ہے امید تو کسی سے بھی وابستہ نہیں رکھتی اب...... کوئی اچھا کرے تو ٹھیک ورنہ کم از کم دکھ تو نہیں ہوتا ہے میری دعا ہے کہ اللہ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے (آمین) بقول میرے

حیا بہت مشکور ہے آنچل کی......!
حالات زندگی سے اس نے آگاہ کر ڈالا

انیلا طالب...... ضلع گوجرانوالہ

السلام علیکم! میری طرف سے سب سے پہلے تو آنچل کے پیارے اسٹاف کو تہہ دل سے آنچل کی سالگرہ مبارک ہو اور اتنے اچھے سوالات کرنے پر بھی مبارک باد وصول کیجیے اب آتی ہوں سروے کی جانب۔

۱یوں تو آنچل کی ہر رائٹر ہی اچھا لکھ رہی ہیں لیکن میری نظر میں ملکہ ادب جیسا ٹائٹل پانا ہر ایک کے بس کی بات نہیں اس لیے بہت سوچ سمجھ کر لکھ رہی ہوں اپنے اپنے مقام پر ہر رائٹر کا اپنا مقام ہے لیکن بہت معذرت کے ساتھ میں اتنا ضرور کہوں گی کہ ملکہ ادب جیسا ٹائٹل لینے کے لیے مصنفات کو بہت سے نئے اور منفرد موضوع لانے کی ضرورت ہے چند ایک نام ایسے ہیں جو کچھ حد تک پسند بھی ہیں مگر ملکہ ادب کے لیے محنت چاہیے منفرد کام چاہیے اور اس کے لیے صرف ایک ہی نام ذہن میں ہے وہ ہے نگہت سیما ان کی تحریر ہو کی پرنس پہ یہ ٹائٹل انہی کو ہی جاتا ہے۔

۲:جی میں اپنی سالگرہ بلکہ ماما کی بھی بہت دھوم دھام سے مناتی ہوں باقاعدہ تھیم رکھی جاتی ہے۔ چارٹ بنتے ہیں ڈیزائننگ کی جاتی ہے پھول

خاص طور پر منگوائے جاتے ہیں' غباروں کا ڈھیر فرش پہ بکھرا ہوتا ہے یوں ہماری سالگرہ کی تقریب ہوتی ہے۔

۳: پچھلے سال مجھے حریم عشق نے خاصا عزہ دیا اور میری نظر میں ایسی کوئی تحریر نہیں جس کا اختتام مجھے پسند نہ آیا ہو۔

۴: مجھے جتنی خوشی کتاب پا کر ہوتی ہے کبھی کسی گفٹ سے نہیں ہوئی' بچپن میں بھی میرے والد ٹریولنگ کے دوران میرے لیے خاص طور پر کتابوں کا ڈھیر لایا کرتے تھے مجھے آج بھی یاد ہے ایک بار وہ ڈھوڈا اکیڈمی کی پچاس کتب لائے تھے اور میں نے ایک ایک کر کے ساری رات میں ان کا مطالعہ کیا تھا میرے لیے کتاب سے بڑھ کر کوئی تحفہ نہیں ہے ارفع کریم کی سوانح حیات منظر عام پہ آ رہی ہے دیکھو اب وہ کون گفٹ کرتا ہے...... (ہاہاہا)

۵: میں اپنے ساتھ فاخرہ گل کو لے کے جاؤں گی یا تو لاہور کے معروف لوگوں سے ملنے ان کے گھر اور لاہور کی ہر اچھی لائبریری کے علاوہ المرایا مغلئی ریسٹورنٹ اور ارفع کریم سافٹ ویئر ٹیکنالوجی پارک میں انہیں گھماؤں گی۔

۶: آنچل وہ ڈائجسٹ ہے ڈائجسٹوں میں جس نے سب سے پہلے اپنے سینے میں میرا نام لکھا' مجھے محبت بھری آغوش دی' مستقل طور پہ اپنے وجود میں مجھے جگہ دی' پہلا قطرہ جیسے بارش کا بنجر زمین اور پیاسی زمین کے لیے جتنا اہم ہوتا ہے ایسے ہی بڑا اہم تھا میرے لیے پہلا قدم اٹھانا آنچل فیملی میں اپنے حصے کا پہلا قطرہ ڈالنا اور یہ پہلا قدم پیارے آنچل نے مجھ سے اٹھوایا اور میں امید کرتی ہوں آنی قیصر آرا اور انکل طاہر قریشی کے تعاون سے میرا کوئی بھی قدم آنچل کے لیے آخری قدم نہ ہوگا...... پیارے آنچل تم جیو ہزار برس......!!

انوش فاطمہ...... ضلع بھکر

السلام علیکم سب سے پہلے تو میں آنچل اسٹاف رائٹرز قارئین اور آنچل سے جڑے ایک ایک فرد کو دل کی گہرائیوں اور بے پناہ محبتوں کے ساتھ اپنے پیارے راج دلارے ماہنامہ آنچل ڈائجسٹ کو چالیسویں سالگرہ پر بہت بہت مبارک باد پیش کرتی ہوں۔

۱: میں آنچل ڈائجسٹ کی پسندیدہ مصنفہ نازیہ کنول نازی کو ملکہ ادب کہوں گی۔

۲: جی نہیں میں اپنی سالگرہ نہیں مناتی' کیونکہ اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔

۳: مجھے پچھلے سال کی تحریر رنگ حنا کی بات نہ چھیڑ' نے بے حد متاثر کیا۔ فریدہ فری کی یہ تحریر عورت کے کردار کی عکاسی کرتی ہے دنیا کی ہر عورت کو اسی طرح با کردار اور باہمت ہونا ضروری ہے کیونکہ عورت سے ایک معاشرہ بنتا ہے اگر عورت کا اپنا کردار مضبوط نہیں ہوگا تو معاشرہ کیسے بنے گا دنیا کی ہر عورت کو اسی طرح اپنی عصمت و حیا کو اس دنیا کی بدنظر سے بچا کر رکھنا چاہیے۔

۴: میں گفٹ کے طور پر کتاب زیادہ پسند کرتی ہوں کیونکہ مجھے بچپن ہی سے کتابیں پڑھنے کا بہت شوق ہے۔

۵: اگر مجھے ایک دن آنچل کی مصنفہ صباء ایشل کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع ملا تو میں اپنے گھر میں گزارنا چاہوں گی کیونکہ اپنا گھر جنت ہوتا ہے جو سکون اور راحت اپنے گھر ملتی ہے وہ کسی اور جگہ نہیں۔

۶: مجھے آنچل سے بے پناہ محبت ہے آنچل میری زندگی کا ایک ایسا رفیق سفر ہے جس کے بنا میری زندگی ادھوری ہے آنچل ہی نے تو ہمیں محبت کی راہ پر چلنا سکھایا ہے' کیسے ہر رشتے کو جوڑے رکھنا ہے اور ساس ہے تو کس طرح بہو کو بیٹی سمجھ کر ماں کا پیار دینا ہے' یہ سب ہمیں آنچل اور اس کی مصنفات نے سکھایا ہے۔ میں نے آنچل کے مہکتے پھولوں سے جو سیکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ علم ایک عملی اور روحانی زینہ ہے کیونکہ علم کی جستجو جس رنگ میں بھی کی جائے عبادت کی ایک شکل ہے جنھوں نے اس کو زینت بخشی ہے یقیناً وہ اس سعادت ابدی کے حصول میں بامراد ہوں گے کیونکہ آنچل کی محبتوں اور شفقتوں بھری چھاؤں نے ہمیں اس پرفتنا دور کی جھلسا دینے والی لو سے محفوظ رکھا ہے' آنچل کی حسین خوشگوار یادوں کے جھونکوں میں اتنا ہی کہوں گی۔

آتی ہی رہے گی تیرے انفاظ کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنچل کا فیضان تا قیامت جاری رکھے آمین۔

اسماء اینڈ ستارہ گل...... مراد پور

آنچل اسٹاف رائٹر اینڈ ریڈر کو ستارہ گل کا خوشیوں بھرا اور پیار بھرا سلام قبول ہو۔ امید کرتی ہوں کہ آپ لوگ خیریت سے ہوں گے اچھا جی اب آتے ہیں سروے کی طرف۔

۱: سلطنت آنچل میں ملکہ ادب ہے نازیہ کنول نازی آپی اینڈ سمیرا شریف طور آپ نے تو ایک کا پوچھا ہے لیکن دونوں رائٹر ملکہ ادب ہیں۔

۲: نہیں کبھی نہیں مناتی۔

۳: یہ سوال پوچھ کر آپ نے مشکل میں ڈال دیا' ہر تحریر کا اختتام پسند آیا اور ہر تحریر نے ہی متاثر کیا۔ ذرا مسکرا میرے گمشدہ ناول کا اختتام بہت اچھے انداز سے کیا گیا فاخرہ آپی کو مبارک باد۔

۴: تحفے میں کتاب پا کر ہی خوش ہوتے ہیں۔

۵: یہ سوال میرا فیورٹ ہے۔

میری بڑی خواہش ہے کہ نازی آپی اینڈ سمیرا آپی سے ملوں اگر موقع ملا تو دونوں رائٹروں کے ساتھ بھرپور دن گزاروں گی۔ ان شاءاللہ مری میں۔

۶: آخری سوال کا جواب یہ ہے کہ آنچل سے تو اتنی زیادہ محبت ہے کہ لفظوں میں بیان نہیں کی جا سکتی آنچل ڈائجسٹ میں ہر بار کچھ نیا پڑھنے کو ملتا ہے جوں جوں وقت گزر رہا ہے آنچل کا معیار بلند ہو رہا ہے آنچل کی محبت و تعریف کے لیے الفاظ ہی نہیں جنھیں صفحہ قرطاس پر بکھیروں آنچل ادب کے فلک پر چمکتا ہوا ستارہ ہے اللہ تعالیٰ اس کو مزید ترقی دے آمین۔

سلمیٰ غزل...... کراچی

مارچ میں اتنا وقت ہی نہیں ملا کہ سروے میں شرکت کرتے مگر "جاری" دیکھ کر قلم اٹھا ہی لیا اللہ آپ کو معہ فیملی کے عمرہ مبارک کرے اور خیریت سے گھر پہنچیں۔

۱: سچ پوچھیے تو بے شمار ادب کے چمکتے ستارے ہیں جن کو ہم "گنجینہ

ادب" کہہ سکتے ہیں مگر چونکہ بچپن سے سلمیٰ کنول کو پڑھا چھپ چھپ کر ان کے ناول پڑھے (اجازت نہیں تھی) تو ایک نقش ذہن پر جم سا گیا ہے پڑھنے کا بچپن سے بے انتہا شوق تھا رضیہ بٹ گلشن...... عارف مارہروی نسیم حجازی ابن صفی کرشن چندر اور بے شمار رائٹرز جن کے ناولز سے میری الماری بھری تھی شادی کے بعد "پھر چراغوں میں روشنی نہ رہی"

۲:۔سالگرہ......؟ کیا یاد کرادیا آپ نے میں نے ٹھٹھہ کے پسماندہ علاقے میں آنکھ کھولی مگر تعلیم کے میدان میں سب بہن بھائیوں میں نمبر ون مگر سالگرہ منانے کا اس زمانے میں تصور نہ تھا شادی کے بعد "تحفہ" ضرور ملا لیکن کیک کبھی نہیں کٹا مگر اب بچے ماشاء اللہ جوان ہیں بہت اہتمام سے مناتے ہیں دونوں بیٹے ہر سال کیک بھی لوکے اور کھانا امریکہ سے بک کراتے ہیں تحفہ بھی آتا ہے ماں اور باپ دونوں کے لیے...... اب بیٹی بہت اہتمام سے مناتی ہے اور تحفے میں برانڈڈ سوٹ ملتا ہے میں بچوں کو فون پروش کرتی ہوں اور یہاں نواسے نواسی اور بیٹی کی سالگرہ ضرور مناتی ہوں۔

۳:۔سچ پوچھیے تو ہر مصنفہ کچھ سوچ کر ہی "اینڈ" کرتی ہے اور مجھے ہمیشہ پوزیٹو اختتام اچھا لگتا ہے اور زیادہ تر افسانوں کا اختتام مثبت ہوتا ہے جو مجھے اچھا لگتا ہے۔

۴:۔پھول بے حد پسند ہیں یا پھر ملبوسات۔ زیورات سے اب لگاؤ نہیں رہا۔

۵:۔اگر مجھے موقع ملے (جو شاید کبھی نہ ملے) تو میں خود اپنے ساتھ وقت گزارنا چاہوں گی اور اپنا جائزہ لوں گی کہ میں نے اب تک کون سا تیر مارلیا افسانے لکھ کر کیونکہ بے شمار رسالوں میں لکھنے کے باوجود اب تک میں مطمئن نہ ہوسکی مجھے لگتا ہے میں شاعری زیادہ اچھی کرلیتی ہوں افسانے لکھنے کا تو بس شوق ہے ورنہ حقیقتاً فرحت اشتیاق صائمہ اکرم ثمرہ احمد فائزہ افتخار اور رفاقت جاوید یدطولیٰ ہیں۔

۶:۔آنچل کی تعریف سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے اس کی سب سے بڑی خوبی عریانیت عشق عاشقی اور بے لگام آزادی سے پاک افسانے اور ایمان افروز تحریریں ہیں افسانے کا اگر کوئی مقصد نہ ہو تو پھر لکھنے کا فائدہ...... خاص طور پر "دانش کدہ" میں مشتاق احمد قریشی صاحب سورتوں کا ترجمہ اور تفسیر بہت عمدگی سے پیش کرتے ہیں پھر بے شمار کام کی باتیں یکجان یعنی دریا کو کوزے میں بند کرنے کی کامیاب کوشش کی جاتی ہے دیکھا جائے تو اس کا نام "آنچل" ہی ایک خزانے کی چابی ہے آنچل کے ساتھ ہی تقدس پاکیزگی اور احترام کا تصور ابھرتا ہے آنچل ہماری تہذیب وثقافت اور مذہب کا ایک حصہ ہے اور یہ سب ہمیں آنچل ڈائجسٹ میں مل جاتا ہے میں جتنی بھی مصروف ہوں مگر آنچل سامنے آجائے تو پھر پڑھے بغیر رہا نہیں جاتا۔ خاص طور پر طاہر بھائی کی تعریف نہ کرنا زیادتی ہے فون پر اس قدر محبت اور احترام سے بات کرتے ہیں کہ اپنا آپ "معتبر" لگنے لگتا ہے۔ اللہ اس ادارے سے نکلنے والے ہر میگزین کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی دے آمین۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

۱:۔آنچل کی میری پسندیدہ مصنفہ نازیہ کنول نازی ہیں میں انہیں ملکہ ادب کہوں گی۔

۲:۔میں نے اپنی سالگرہ شادی کے بعد منائی پھر ایک سال بعد سالگرہ منانے کے لیے میاں جانی سے کہا تو انہوں نے کہا تم مجھے بائیس سال سے زیادہ کی لگتی ہی نہیں ہو تو کیسے سالگرہ منائیں وہ دن ہے اور آج کا دن ہے میں اپنے میاں کی بات کا یقین کرتے ہوئے سالگرہ نہیں مناتی۔

۳:۔مختلف تحریریں تھیں اس لیے انتخاب مشکل ہے۔

۴:۔زیورات میرے میاں لاکر نہیں دیتے اور پھولوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ تم خود پھول ہو اور خوشبو ہو تمہیں ان چیزوں کی کیا ضرورت ہے کہتے ہیں کتابیں مہنگی ہیں اس لیے ملبوسات پر ہی گزارا کرتی ہوں۔

۵:۔نازیہ کنول نازی کے ساتھ مری میں گزارنا پسند کروں گی۔

۶:۔آنچل کے لیے محبت بھرے جذبات کے لیے یہ شعر ہی کافی ہے۔

اس لیے کوئی نہیں رہتا زیادہ یہاں......!
لوگ کہتے ہیں میرے سر پہ تیرا سایہ ہے

رمشلہ آفتاب...... دھیر کوٹ

۱:۔آنچل میں ایسی بہت سی رائٹرز ہیں جو مجھے بے حد پسند ہیں پر چونکہ آپ نے سوال میں ہی لمٹ رکھ دی ہے سو جواب بھی محدود ہی ہوگا پر اتنا بھی نہیں کیونکہ مجھے ایک نہیں بلکہ دو رائٹرز بہت پسند ہیں نازیہ کنول نازی اور سمیرا شریف طور میرے خیال سے ان دونوں کو ہی ملکہ ادب کا ٹائٹل ملنا چاہیے۔

۲:۔نائس کوئسچن (Question) میری سالگرہ پر گھر میں امی کے سوا کوئی بھی صحیح طور سے وش نہیں کرتا۔ پر کالج میں فرینڈز بہت اچھی طرح سے سلی بریٹ کرتی ہیں۔ ویسے میری سالگرہ ابھی فروری میں ہی ہوئی تھی اور پانچ دن تک فرینڈز سے گفٹس بھی ریسیو کرتی رہی ہوں۔ سو لگے ہاتھوں ان سب کو بھی تھینکس۔

۳:۔تحریریں تو بہت سی ہیں جو بہت اچھی لگی تھیں ہر وہ کہانی جس میں لڑکا کیپٹن ہو وہ مجھے بہت پسند ہے کیونکہ مجھے کیپٹن بہت اچھے لگتے ہیں۔ بہرحال لاسٹ ایئر "میں تجھ سے پیار نہیں کرتا" مجھے بہت اچھی لگی تھی۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت ہیں ایک دو تحریریں ایسی ہیں جن کے اینڈ نے کچھ خاص امپریس نہیں کیا پر سب کی اپنی اپنی پسند ہے سو نام نہیں لوں گی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی ہرٹ ہوجائے اور کسی کو ہرٹ کرنا مجھے اچھا نہیں لگتا۔

۴:۔تحفہ کوئی بھی ہو سب ہی اچھے لگتے ہیں کیونکہ ان میں خلوص اور محبت ہوتی ہے پھر بھی بکس اور پھول بہت اٹریکٹ کرتے ہیں۔

۵:۔نائس...... میں فل ٹائم نازیہ آپی کے ساتھ سپنڈ کرنا چاہوں گی جن کے ناولز میں اتنی انفارمیشن ہوتی ہے سوچیں ان کے پاس کتنی ہوگی۔ اور مجھے ایجوکیٹڈ لوگوں کی کمپنی میں بہت مزا آتا ہے۔ جن کے پاس لاٹ آف نالج ہو۔ اور پھر جگہ چاہے کوئی بھی ہو اچھے لوگوں کی کمپنی بری جگہ کو بھی اچھا بنادیتی ہے۔

۶:۔آنچل کے لیے اگر جذبات بیان کرنے شروع کردیے تو صفحات ختم ہوجائیں گے پھر بھی آنچل سے محبت کی انتہا ہے اور جذبات اس شعر سے ملاحظہ کریجیے۔

وہ پوچھتے ہیں کہ کبھی آنچل سے تعلق توڑا تو ٹوٹنے کا
ہم جواب کیونکر دیں جب سوال ہی پیدا نہیں ہوتا

مشال خان ..... مانسہرہ

ا:۔سوال تو کافی مشکل کرڈالا آپ نے سب ہی پسندیدہ ہیں مگر ذاتی طور پر پسند ہیں نازیہ کنول نازی ان کو میں ملکہ ادب کہوں گی۔

۲:۔باقاعدہ تو نہیں مناتی کوئی سلیبریشن بھی نہیں ہوتی مگر دوستیں وش کرتی ہیں، بہت خوشی ہوتی ہے۔

۳:۔RJ حمدان سید..... اس اسٹوری کو پڑھ کر ہمیں احساس ہوا یہ سلیبرٹی تو ہوتے ہی ٹائم پاس لوگ' کیسے لڑکیوں کو ٹریپ کرتے ہیں' پہلے میں بھی ریڈیو سنتی تھی RJ طاہر عباس' فیصل عرفان کو مگر اسٹوری نے تو رونگٹے کھڑے کردیے۔

۴:۔کتاب اور پھول تو جنون کی حد تک پسند ہیں اس لیے اگر تحفے میں مل جائیں تو سنبھال کر رکھتی ہوں' چاہے پھول مرجھا جائے تو اسے ڈائری میں رکھ دیتی ہوں' زیورات نہیں پسند ملبوسات اگر بہنیں بھیج دیں تو بہت اچھا لگتا ہے۔

۵:۔ایک نہیں دو رائٹرز سے ملنا چاہوں گی ایک تو نازی آپی سے مری میں ان کے ساتھ دن گزارنا چاہوں گی اور سمیرا آپی سے ٹوٹا ہوا تارہ میں بابا صاحب کی حویلی میں ملنا اور ٹائم گزارنا چاہوں گی۔

۶:۔جب سے آنچل پڑھنے لگی ہوں' بہت پراؤڈ فیل کرتی ہوں' اچھے برے کی تمیز دوسروں کے جذبات کو سمجھ لینا' جیسے اکثر میں اپنی دوستوں سے کہتی ہوں' مجھے پتہ ہے اس وقت تمہارا دل کیا چاہتا ہے' دل کی باتوں کو سمجھ لیتی ہوں آنچل سے میری محبت بہت زیادہ ہے۔

سمعیہ رانی.....ملتان

ا:۔بہت ساری ایسی رائٹرز ہیں جنھوں نے اردو ادب میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے. بہت ساری ادبی کہانیاں لکھ کر نام ومقام بنایا ان میں میں نازیہ کنول نازی اینڈ عشنا کوثر سردار کا نام ضرور لوں گی ان رائٹرز کے نام ایک شعر۔

عروج ہوا ایسا تجھے دنیا میں نصیب
آسمان بھی تیری وسعتوں پہ ناز کرے

۲:۔میں اپنی سالگرہ بالکل نہیں مناتی' میرے نزدیک زندگی کا ایک سال کم ہوجاتا ہے اس لیے پچھلے سال جو غلطیاں سرزد ہوئیں اگلے سال کو مہلت جان کر اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیتی ہوں کہ یا اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے معافی کی مہلت اور توفیق دی۔

۳:۔پچھلے سال مجھے جو تحریر متاثر کرگئی اور ابھی تک دل پہ نقش ہے بہت ہی خوب صورت تحریر "لوکی پرنسز" تھی جو مجھے اپنی تمام جزئیات کے ساتھ یاد ہے باقی اینڈ تقریباً سب کے ہی واقعات وکردار کی مناسبت سے ہی تھے سو کسی کا اینڈ برا نہیں لگا۔

۴:۔مجھے گفٹ میں کتاب اور پھول بہت پسند ہیں مگر شومئی قسمت کہ دینے والے ہمیشہ ملبوسات جیولری ہی گفٹ کرتے ہیں' ملبوسات تو کسی حد تک پسند ہیں کہ یہ ہماری ضرورت ہیں' مگر زیورات بالکل پسند نہیں۔

۵:۔میں نازیہ کنول نازی یا پھر سمیرا شریف طور کے ساتھ ایک دن اسپیشل گزارنا چاہوں گی وہ بھی کشمیر کی کسی حسین وادی میں' کیسی عجیب خواہش ہے' کاش! کہ کبھی زندگی کے کسی دوراہے پر پوری ہوجائے۔(آمین)

۶:۔آنچل کے لیے محبت یہ مت پوچھیے' سب سے اس کے لیے ڈانٹ بھی کھاتے ہیں کہ جب آنچل میرے ہاتھ آجائے اور جب تک ختم نہ ہو کوئی کام دل لگا کر نہیں کرتی۔ اور میری خلوص دل سے دعا ہے کہ آنچل ہمیشہ آفتاب کی طرح چمکتا دمکتا رہے' اسے کبھی زوال نہ آئے اور اپنے قارئین کو ہمیشہ لفظوں کے گلدستے بھیجتا رہے اس کے لیے ایک شعر عرض تمنا ہے۔

اے آنچل تیرے عروج کو چھوتی رہے ہر صبح نور
تیرے لفظوں کو کرنیں سلام کرتی رہیں......!

انعم زہرہ.....ملتان

السلام علیکم! سب سے پہلے تو تمام آنچل اسٹاف' رائٹرز اور ریڈرز کو آنچل کی چالیسویں سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔

ا:۔نازیہ کنول نازی' سمیرا شریف طور اقرا صغیر احمد اور فاخرہ گل میرے لیے تو یہ سب ملکہ ادب کے ٹائٹل کی حق دار ہیں' ان کی ہر تحریر دل پر نقش ہوجاتی ہے۔

۲:۔میں اپنی سالگرہ نہیں مناتی' پر ایک معصوم سی خواہش ضرور تھی کہ کوئی خاص میری سالگرہ منائے' پر مجھے یہ خوشی حاصل نہ ہوسکی۔

۳:۔سیدہ غزل زیدی کی کہانی "حریم عشق" نے مجھے بہت متاثر کیا' اس کہانی کے کردار حالات وواقعات نہایت ہی دلچسپ تھے۔ اختتام بھی کے اچھے تھے۔ آنچل سے میری دلی وابستگی کی ایک اہم وجہ بھی ہے کہ اس کی ہر تحریر کا اختتام اچھا ہوتا ہے۔ اگر میں غلطی سے کوئی ایسی مووی دیکھ لوں یا اسٹوری پڑھ لوں جس کا اختتام برا ہو تو میں بہت ڈسٹرب ہوجاتی ہوں اور ان چیزوں کو ذہن سے جھٹکنے میں مجھے بہت وقت لگ جاتا ہے۔

۴:۔کتاب' پھول اور چوڑیاں' یہ تینوں چیزیں ہمیشہ میری دلی خوشی کا باعث بنتی ہیں' اور اس بات کی ضامن بھی کہ تحفے دینے والا مجھے اچھی طرح جانتا ہے۔

۵:۔میں یہ ایک دن نازی آپی کے ساتھ گزارنا چاہوں گی' اس خوبصورت گاؤں میں جس کا ذکر وہ اکثر اپنی تحریروں میں کرتی ہیں اور یہ ایک دن میں سمیرا آپی کے ساتھ بھی گزارنا چاہوں گی بابا صاحب کی حویلی میں..... اور وہاں شہوار کو بھی موجود ہونا چاہیے۔

۶:۔میرا یہ شعر آنچل کے لیے میرے جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔

میری دنیا سے بے رنگ فسانے گزرے
روز مر مر کے جینے کے زمانے گزرے
آنچل آیا ہے خوشیوں کی بہاریں لے کر
دل کے گلشن سے اب خزاں کے زمانے گزرے

آنچل اس وقت میری زندگی میں بہار لے کر آیا جب میری زندگی حقیقتاً خزاں کی زد میں تھی اور مایوسی اور غم میری دہلیز تھامے بیٹھے تھے۔ تب آنچل کے خلوص اور بے لوث محبت نے مجھے آگے بڑھنے کی ہمت دی' آنچل نے ایک بہترین دوست ہونے کا حق ادا کیا ہے۔

ماثرہ.....سرگودھا

ا:۔پسند تو بہت ساری ہیں جی لیکن نازی آپی سب سے زیادہ پسند ہیں۔

۲:۔ جی سالگرہ تو مناتی ہوں۔

۳:۔ مجھے تو ساری ہی تحریریں پسند ہیں' ناول تھا فرح بخاری کا "قریب نظر" اس میں ثمن نہیں بھولتی' کیا تھا اگر حیدر اور ثمن مل جاتے مجھے اس کا اینڈ پسند نہیں آیا' میں نے یہ کہانی دو تین دفعہ پڑھی ہے اس میں مہک کا کردار بہت اچھا لگا۔

۴:۔ گفٹ تو جی سارے ہی اچھے لگتے ہیں' کتاب اور پھول زیادہ پسند ہیں۔

۵:۔ اللہ اللہ آپ نے یہ کیا سوال پوچھا جی' میں تو سب سے ملنا چاہتی ہوں' ویسے نا مدینہ کا سفر ہو اور ہم سب ایک ساتھ جائیں تو قسم سے مزہ آجائے۔

۶:۔ آنچل کی تعریف کے لیے تو الفاظ ہی بہت کم ہیں میرے پاس' ہمارا آنچل تو ہر لڑکی کی زندگی سنوارنے کا کام کرتا ہے' اس میں بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے' نازیہ' مسرت' مریم اقصیٰ ہم سب بہت شدت سے انتظار کرتی ہیں آنچل کا' مسرت تو کہتی ہے ہر ماہ میں آنچل دو دفعہ آنا چاہیے' ہمیں اپنے آنچل سے بہت محبت ہے اللہ پاک اس کو بہت ساری ترقی دے آمین۔

حسینہ ایس ایچ...... مانسہرہ

السلام علیکم! سب سے پہلے میری طرف سے بہت پیار و محبت سے آنچل کو سالگرہ مبارک ہو۔

۱:۔ آنچل کی ہر وہ رائٹر جس کی تحریریں خود میں اصلاح کا لک نگر سموئے محبت و مٹھاس سے بھرپور چاشنی لیے دل و دماغ کو جھنجوڑ کر رکھ دیں جس کے الفاظ ایسا میٹھا تاثر قائم کریں جس سے دل کی دنیا روشن ہوجائے میرے خیال میں وہی ملکہ اول اور وہی ملکہ ادب ہے۔

۲:۔ 20 مئی "یوم حسینہ" کو ہمارے گھر والے بہت جوش و خروش سے مناتے ہیں ارے کیوں نہ منائیں آخر کو یہ حسینہ کی پیدائش کا خوب صورت دن ہے' اور اس "حسینہ ڈے" پر ہمارے اپنے ایسے بہترین تحائف سے نوازتے ہیں کہ الامان...... میرے بچپن کی بیوقوفانہ شرارتیں یاد دلا کر کچھ نصیحتوں کا انبار میری عقل شریف پر لاد کر اور ساتھ ایک گز لمبی تقریر جھاڑ کر' نی شرم تو تجھے آتی نہیں سالگرہ مناتی ہے غیر مسلموں کے طور طریقے اپنا رکھے ہیں سب اور میں کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ داد وصول کرتی ہوں البتہ میری سسٹرز بھابیاں' کزن اور فرینڈز ضرور وش کرتی ہیں گفٹ کے ساتھ' ہاں ایک بار لڑکیوں نے اسکول میں بہت زبردست طریقے سے میری سالگرہ منائی تھی۔

۳:۔ پچھلے سال کی تحریر "کھیتی" نے بہت متاثر کیا تھا۔

۴:۔ مجھ جیسے ناقص العقل لوگوں کو صرف "تعریف" والا تحفہ اچھا لگتا ہے وقتی خوشی بھی ہوتی ہے اور چھین لینے کا ڈر بھی نہیں ہوتا۔ ہاں اگر کوئی خلوص محبت سے کوئی تحفہ دے تو وہ ضرور پسند ہے۔ ورنہ ہمارا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو ایک مسکراہٹ پر بھی خوش ہوجاتے ہیں۔

۵:۔ اگر کسی مصنف کے ساتھ موقع ملا دن گزارنے کا تو میں اپنے گھر گزاروں گی اور اپنے روم میں ہی ان کے قیام و طعام کا بندوبست کروں گی اور انہیں بتاؤں گی کہ ایسے میں جب میں اپنے بیڈ پر بیٹھ کر آنچل پڑھتی ہوں تو سامنے شکل دکھاتے ٹی وی کو بددعائیں دیتی ہوں اللہ کرے یہ خراب ہوجائے تاکہ میں آرام سے آنچل پڑھا کروں (ویسے یہ میری بددعاؤں کا ہی نتیجہ تھا کہ تین سال تک بند پڑا ٹی وی اپنی معذوری پر رو رہا ہے) خیر ایسے چانس تو صرف شہر والوں کو ہی ملتے ہیں گاؤں والے تو اس سے کوسوں دور ہوتے ہیں پھر بھی اگر موقع ملا تو میں ام مریم سے کہوں گی کہ آپ مجھے بہت پسند ہیں' کیونکہ آپ کا نام مریم ہے اور مجھے مریم نامی لوگ بہت اچھے لگتے ہیں۔ کیونکہ میری امی کا نام مریم ہے اس لیے ام ثمامہ سے پوچھوں گی اتنی اداس کیوں رہتی ہیں۔ اور مونا شاہ قریشی سے شکوہ کروں گی کہ لفٹ نہ ملے تو کیا سگنل کا انتظار کرنا چاہیے اور بنت سحر کیسے مینج کر لیتی ہیں گھر کے کاموں کے ساتھ تحریروں کی ذات سے بات (ہاں جی آپ لوگوں نے مجھے کون سا بتا دینا ہے...... پھر بھی مجھے انتظار رہے گا)

۶:۔ آہ...... محبت کوئی بیان کرنے کی شے ہے کیا......؟ محبت کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی کوئی ایسا آلہ ایجاد ہوا ہے جو محبت کی پیمائش کرسکے۔ بہرکیف آپ کی خوشی کے لیے اتنا بتا دیتے ہیں جس طرح زمین بارش کے بنا خشک ہوجاتی ہے' جس طرح فصلیں سورج کی عدم موجودگی میں ناکام ہوجاتی ہیں' اس طرح آنچل کے بغیر ہمارا من ویران اور چہرہ مرجھایا ہوا ہوتا ہے۔

شہلا گل سحر...... کوہاٹ

۱:۔ یہ سیرا شریف طور ماشاء اللہ سے بہت پیارا لکھتی ہیں اور (عفت سحر پاشا سوری طاہر) جنہوں نے آنچل کے تبصروں سے اسٹارٹ کیا اور پھر اسی آنچل نے اسے ہر دلعزیز مصنفہ کا ٹائٹل بخشا۔

۲:۔ میری سالگرہ منائی جاتی ہے' چاہے وہ میرے گھر والے ہوں' یا میری فرینڈز یا میری طالبات' مگر برا اس سوشل میڈیا کا کہ ہر بات بس انگلیوں کے اشارے پہ رہ گئی ہے۔

۳:۔ آنچل کی ہر تحریر مجھے بیسٹ لگتی ہے' کوئی تحریر کا آغاز یا انجام کبھی مجھے غیر تسلی بخش نہیں لگا۔

۴:۔ کتاب اور پھول...... کتاب اور قلم تو میری زیست کا عنوان ہے' اور پھول خوب صورت جذبات کی عکاسی کرتے ہیں۔

۵:۔ میں سباس گل کے ساتھ ان کے گھر کچھ وقت گزارنا چاہوں گی اور بطور خاص کچن میں ان کی ہاتھ سے بنی ہوئی کوئی ڈش بھی کھانا چاہوں گی (ہاہاہا)

۶:۔ میرے آنچل میرے پیارے آنچل
اپنے سائے میں ہمیں چھپائے رکھنا
اپنے دامن میں ہمیں سجائے رکھنا
میٹھے لفظوں سے خود کو مہکائے رکھنا
بہنوں آنچل کی سالگرہ یونہی منائے رکھنا

آنچل یونہی پھلتا پھولتا رہے محبت کی وادی ان گلوں کے ساتھ سدا مہکتی اور چہکتی رہے قیصر آپی کے زیر سایہ آنچل کا درخت ہماری دعاؤں کی چھاؤں میں سرسبز اور ہرا بھرا رہے۔

(آمین ثم آمین)

فائزہ بھٹی...... پتوکی

۱:۔ یہ سوال ذرا مشکل ہے ہر ماہ ایک نہ ایک کہانی تو ایسی ضرور ہوتی ہے کہ اس کی رائٹر ملکۂ ادب کہلائے جانے کے قابل ہوتی ہے' اگر ایک کی چوائس نہ دی ہوتی تو بڑے نام لکھتی' آپ نے ایک چوائس دے کر مشکل میں ڈال دیا ہے' میں کسی ایک کا نام نہیں لوں گی یہ دوسرے کے ساتھ زیادتی ہوگی یا تو پھر مجھے ناموں کی لسٹ لکھنے کی اجازت دیں تو پھر دیکھیے گا ہمارے کمال......!

۲:۔ میں کیوں سالگرہ نہیں مناؤں گی بھئی...... اتنا اچھا دن وہ بھی ایسے ہی گزار دیں' ناممکن...... کوئی بہت بڑے پیمانے پر نہیں مناتی' بس یہ ہے کہ اس دن کا شدت سے انتظار ہوتا ہے' پھر سارا دن کزنیں وش کرتی رہتی ہیں' آپا لوگوں کے فون آجاتے ہیں' بہنیں صبح صبح منہ اندھیرے میرے جاگنے سے پہلے میرے بستر پر پھول رکھ دیتی ہیں اب تو بھابی بھی کرتی ہیں' بتا سے بات یہ ہے کہ میں ہر کزن' بہن' دوست کی اور ان کے بچوں کی سالگرہ یاد رکھتی ہوں' عام حالات میں اگر میں ان کے گھر نہ بھی جاسکوں تو سالگرہ والے دن تو ضرور جاتی ہوں' ہر ایک یہی کہہ رہا ہوتا ہے کہ کسی کو یاد ہو نہ ہو فائزہ ضرور آئے گی' بعض دفعہ کئی لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں تم نے ڈائری میں لکھ رکھا ہوگا' بھئی ڈائری کی فائزہ کو ضرورت نہیں پڑتی' وہ اپنے لیے خود ہی کافی ہے' جب میں سب کا خیال رکھتی ہوں تو ساری فیملی میرا خیال رکھتی ہے اب اگر میں نہ بھی مناؤں تو وہ منا لیں گی ایک بات کہوں گی گفٹ کے انتظار میں کسی کی سالگرہ مس مت کریں' آپ اس سالگرہ والے بندے' بندی کے سامنے خالی ہاتھ صرف مسکرا کر بھی وش کردیں تو یقین مانئیں وہ اتنے میں ہی بڑا خوش ہوجاتا ہے کہ کوئی تو ہے جس کے لیے میں اتنا اہم ہوں۔ اپنے گھر کے آنگن سے اچھا سا پھول توڑیں اور مسکراتے ہوئے وش کردیں۔ سامنے والا ساری زندگی آپ کو یاد رکھے گا کبھی کر کے دیکھیے گا دل میں اتنا سکون محسوس ہوگا کہ حد نہیں۔

۳:۔ بہت سے رائٹرز کی بہت سی تحاریر' "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" اچھی رہی' سمیرا کی "جنوں سے عشق" اچھی ہے' ایک حنا حسن ابدی والی آئی تھی (رنگ حنا کی بات نہ چھیڑ) پڑھ کر مزہ آیا' ہر ڈائجسٹ میں ایک دو تحریریں میری پسندیدہ رہتی ہیں آپ کو بتایا سارے سال کے ڈائجسٹ میرے پاس نہیں اس لیے ان کے نام نہیں لکھ سکوں گی' اور اختتام مجھے چاہے جتنا مرضی ناپسند کیوں نہ ہو' کبھی اس سے اختلاف نہیں کیا کیونکہ ہر رائٹر بہتر سوچ کر لکھتی ہے۔ ہر اختتام کے پیچھے کوئی نہ کوئی وجہ' کوئی سوچ' کوئی یاد ہوتی ہی' جو اختتام کو بدلنے سے بے موت مر جاتی ہے۔ زندگی کی طرح کہانیوں کے اختتام بھی ہماری مرضی کے مطابق نہیں ہوتے اور ہونے بھی نہیں چاہیے' ہر خالق اپنی تخلیق کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔

۴:۔ کوئی پھول بھی دے تو خوشی ہوتی ہے' مگر جو خوشی کتاب ملنے پر ہوتی ہے اس کا تو نعم البدل ہی کوئی نہیں' کتاب ایک ایسا تحفہ ہے جو ساری زندگی آپ کے ساتھ رہتا ہے اور دینے والی کی یاد دلاتا رہتا ہے' میں خود کتابوں کی بہت دیوانی ہوں' اپنی بہت سی ضروریات کو نظر انداز کر کے کتاب خریدنے کو ترجیح دیتی ہوں...... ایسے حالات میں کوئی کتاب کا تحفہ دے تو وہ میرے دل میں سب سے اونچا مقام حاصل کرلیتا ہے' میرا دل کرتا ہے میرے پاس اتنی کتابیں ہوں اتنی زیادہ کہ ساری لائبریریاں پیچھے رہ جائیں...... بعض دفعہ تو یہ ہوتا ہے کہ میں روپیہ روپیہ جوڑ کر کتاب خریدنے کے لیے جمع کرتی رہتی ہوں تو آخری وقت میں جب کتاب زیادہ مہنگی ہوجائے یا اچانک سارے پیسے خرچ ہوجائیں تو ڈھیر سارا رونے کے ساتھ دل کرتا ہے ساری دنیا کے رائٹرز کو اپنا دوست بنالوں تاکہ وہ اپنی نئی شائع ہونے والی کتاب مجھے تو ضرور گفٹ کریں۔ (خواب دیکھنے میں کیا حرج ہے)

۵:۔ یہ ویسے زیادتی کی بات ہے' ایک دن اور وہ بھی صرف ایک مصنفہ اور جو دسری ہیں وہ......؟ پھر بتا ہے کیا کروں گی ایک مصنفہ کے پاس جاؤں گی اس سے باقی ساری مصنفین کے نمبر لے کر تنگ کر لوں گی کہ آ جاؤ سارے مل کر مزہ کرتے ہیں (ایک اور خواب) سمیرا شریف طور مجھ سے ملنا پسند کرو گی......؟ اور مجھے ساری رائٹرز کے نمبر دو گی' کال کرا نجانے کریں گے۔

۶:۔ ایک ایسا دوست ایسا ساتھی' جو ہماری انگلی پکڑ کر زندگی کے نشیب و فراز سے آگاہ کرتا ہے' اگر اداس اور دکھی ہوں تو ہمارے ساتھ مل کر رو بھی لیتا ہے اور اگر خوش ہوں تو مل کر قہقہے لگاتا' مسکراتا گنگناتا رہتا ہے' خود اکیلا ہو کر بھی ہمیں اکیلا ہونے نہیں دیتا ہمارے بہت سے غموں' بہت سی خوشیوں کا راز دان' راز داں بھی ایسا جس سے یہ ڈر نہ ہو کہ وہ ہمارے راز جگہ جگہ کہتا پھرے گا' مذاق اڑاتا پھرے گا۔

صبا شریف...... ضلع ساہیوال

۱:۔ اگر بات دوسرے ڈائجسٹ رائٹرز کی ہوتی تو فہرست لمبی تھی' آنچل میں ام مریم اور عائشہ نور محمد اگرچہ انہوں نے کم لکھا ہے اور ایک سمیرا شریف طور' میری گزارش ہے ام مریم اور عائشہ نور محمد سے کہ وہ مزید لکھیں پلیز۔ عائشہ خان کو بھی ملکۂ ادب کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

۲:۔ جی نہیں سالگرہ منانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۳:۔ آنچل میں اب پہلے والی بات نہیں رہی' بس محبت' محبت' محبت ہر کہانی کا محور محبت ہے' اگر کسی کہانی نے متاثر کیا تو وہ ہے "ٹوٹا ہوا تارہ" یا "جنون سے عشق تک"

۴:۔ تحفہ کوئی بھی ہو خوشی کا باعث ہوتا ہے' اسکول کے زمانے میں ایک لڑکی روز گلاب کا پھول دیا کرتی تھی' زندگی میں تحفے کم ملے لیکن سنبھال کے رکھے ہیں' کتاب کا تحفہ پسندیدہ ہے۔

۵:۔ ام مریم کے ساتھ اپنی پسندیدہ جگہ اسلام آباد اور مری میں۔

۶:۔ جب سے ہوش سنبھالا آنچل کو اپنے گھر پایا ہے۔ پہلے تایازاد بہن باجی صائمہ منگوایا کرتی تھیں' ہمیں بھی لت لگ گئی آنچل کو گھر میں ہر ماہ دیکھنے کی عادت سی ہوگئی ہے۔ ورنہ اب اسے پڑھنے میں مزہ نہیں آتا' جب آنچل آتا ہے تو بے اختیار کھول کے مختلف سلسلے دیکھے جاتے ہیں' کہانیاں پڑھنے کی باری اینڈ پہ آتی ہے' پہلے سی دلچسپی مفقود ہے' ہاں اگر "مجھے ہے حکم اذاں" جیسا ناول آجائے تو آنچل کی رونق لوٹ آئے' ام مریم آئی مس یو' پلیز کم بیک۔

جنوں سے عشق تک

حصہ 10 سمیرا شریف طور

خواہش جو دل میں تھی، اُسے مرنے نہیں دیا
دامن پہ آنسوؤں کو بکھرنے نہیں دیا
وہ میری ملکیت تھا، رہا میرے پاس ہی
دل میں اُسے کسی کے اُترنے نہیں دیا

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

شیر افگن اپنے کام میں اس قدر مصروف ہوتا ہے کہ وہ شہرینہ سے دوبارہ رابطہ نہیں کر پاتا دوسری طرف شیر افگن کا دوست ثقلین نور سے متعلق تمام معلومات فراہم کرتا ہے ثقلین نور کا تعلق کھاتے پیتے گھرانے سے ہے پانچ بہن بھائی میں صرف ثقلین کا ہی رجحان اسپورٹس کی طرف ہوتا ہے۔ شیر افگن دوست سے بات کرنے کے بعد شہرینہ کا نمبر ڈائل کرتا ہے لیکن اس کا نمبر بند ملتا ہے تب شیر افگن دارالاطفال کے مالک کو کال کرتا ہے اوران سے شہرینہ کے حوالے سے پوچھتا ہے۔ ملک شیر افگن کو شہرینہ کے واپس نہ آنے کا بتا کر ششدر کردیتا ہے ساتھ ہی شہرینہ کے دوستوں کا بھی بتادیتا ہے جن کے ساتھ مل کر اس نے اپنی واپسی کا پروگرام کینسل کیا تھا اور مالک افگن کو شہرینہ کے ساتھ ہوئی بات کی ریکارڈنگ بھی وائس ایپ کردیتا ہے شیر افگن کئی بار کال سنتا اس بات کا اندازہ لگالیتا ہے کہ شہرینہ کسی مصیبت میں پھنس گئی ہے۔ شیر افگن گھر آ کر فائقہ کو بھی وائس سنا کر تصدیق کرلیتا ہے کہ آواز کسی اور کی تھی فائقہ کے لیے یہ بات زیادہ پریشان کن تھی کہ شہرینہ کن دوستوں کے ساتھ چلی گئی۔ دوسری طرف شیر افگن عثمان صاحب سے رابطہ کرتا انہیں ساری صورت حال سے آگاہ کرتا ہے جبکہ فائقہ سے وہ باتیں چھپا گیا تھا عثمان صاحب کی ہدایت پر ہی وہ ہوٹل جہاں شہرینہ ٹھہری ہوئی تھی، پہنچ کر معلومات حاصل کرتا ہے وہاں یہ بات سامنے آتی ہے کہ شہرینہ اپنی مرضی سے دو لوگوں کے ساتھ گئی تھی اور یہ بات افگن کو تشویش میں مبتلا کردیتی ہے۔ شہرینہ کی ملاقات حادثاتی طور پر سحر سے ہوتی ہے اور سحر اسے مختصراً اپنے بارے میں بتاتی ہے کہ وہ پاکستان ٹور پر اپنے ہزبینڈ کے ساتھ آئی ہے سحر بہت جلد ہی شہرینہ سے دوستی کرلیتی ہے اور اس سے اصرار کرتی ہے کہ وہ سحر اوراس کے ہزبینڈ کے ہمراہ اس کے گھر چلے جس پر پہلے شہرینہ انکاری ہوتی ہے لیکن پھر فائقہ اور عثمان صاحب کے رویے کا سوچ کر حامی بھرلیتی ہے تب سحر اسے اپنے ہزبینڈ کے ساتھ اپنے گھر لے جاتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❀......❀......❀

نجانے کتنا وقت بیتا گیا تھا۔ اس کی دوبارہ آنکھ کھلی تو بستر پر کافی دیر تک ساکت لیٹی رہی۔ اس کا دماغ سنا ہوا تھا اور آنکھیں بوجھل تھیں۔ کافی دیر بعد وہ آہستہ آہستہ ماحول سے آشنا ہوئی تو اس کے دل و دماغ میں جھکڑ سے چلنے لگے۔ وہ انجانے میں اپنا بہت بڑا نقصان کرچکی تھی اس نے اجنبیوں پر بھروسا کیا تھا لیکن نجانے یہ کون لوگ تھے اور پھر اس افشین نامی لڑکی کی بات۔

"تم کزن ہو ہماری کبھی تم سے ملاقات نہیں ہوئی تو سوچا مل ہی لیں۔" وہ حیران تھی۔ یہ کیسی رشتہ داری تھی اور ملنے کا یہ کون سا طریقہ تھا۔

اسے احساس ہورہا تھا کہ سحر اوراس کے ہزبینڈ سے ملنا کوئی اتفاق نہ تھا یہ لوگ پلان کے تحت اس تک آئے تھے۔ اس سے روابط بڑھائے اور سارے وزٹ کے دوران وہ اس کے پیچھے رہے تھے اور پھر موقع ملتے ہی انہوں نے اسے وہاں سے نکال لیا تھا۔ شہرینہ کو احساس ہورہا تھا کہ جب وہ کمرے میں واپس گئی تھی تب تک ان لوگوں کا پلان کچھ اور تھا اور پھر اس سے واپسی کی اطلاع ملنے پر انہوں نے فوراً نیا پلان تیار کیا...... وہ اسے اپنے کمرے میں لے آئے اور پھر جو ہوا تھا وہیں ہوا تھا وہ اسے بہانے سے ساتھ لے آئے اور پھر اس کے سوجانے کے بعد وہ اسے یہاں لے آئے تھے۔

شہرینہ کو رہ رہ کر احساس ہورہا تھا ماں باپ کی ضد میں وہ بہت کچھ غلط کرچکی ہے وہ ایک دو دن مزید مری میں رکنا چاہتی تھی تاکہ اپنی مرضی سے چند دن سحر کے ساتھ گزار لے لیکن یہ لوگ کیا کرنا چاہتے تھے اسے شک بھی گزر جاتا تو وہ کبھی ان دونوں کے جھانسے میں نہ آتی۔

اب اسے رہ رہ کر افسوس ہورہا تھا جو ہونا تھا وہ ہوچکا تھا یہ رشتہ داروں کی کون سی نوعیت تھی تجسس اس کے اندر پیدا ہوا تھا۔

وہ یہاں سے نکل سکتی تھی لیکن اب اس نے سوچ لیا تھا وہ ان لوگوں کی اصلیت جانے بغیر یہاں سے نہیں جائے گی۔ وہ واش روم میں آئی اور منہ ہاتھ دھویا اشا کش سے واش روم میں ضرورت کی ہر چیز میسر تھی وہ ٹاول سے چہرہ صاف کرتے باہر آئی۔ قیمتی ساز وسامان سے سجا کمرہ مالک کی امارت کا منہ بولتا ثبوت تھا وہ کمرے کی سجاوٹ کو بغور دیکھ رہی تھی دیوار گیر وارڈ روب میں ملبوس لٹکے ہوئے تھے۔ وہ سب کچھ دیکھنے کے بعد باہر کی طرف کھلنے والی کھڑکی کی طرف آئی۔ پردے کو ہٹا کر اس نے سلائیڈ سرکائی تو جالی کے دوسری طرف کھلا آسمان اور خوب صورت لان کا منظر نگاہوں کے سامنے تھا۔ خوب صورت رنگا رنگ پودے اپنی بہار دکھا رہے تھے۔ وہ خاموشی سے ان کو دیکھتی رہی۔ وہ جذباتی لڑکی تھی۔ ہر چیز کو اپنی جذباتیت کی عینک سے دیکھتی تھی لیکن اس نے سوچ لیا تھا وہ جلد بازی نہیں کرے گی وہ ہر بات کی گہرائی میں جا کر فیصلہ کرے گی وہ کافی دیر تک کھڑکی میں کھڑی رہی۔

اسے عثمان فاروق کے ساتھ دونوں بھائی اور افگن بھی یاد آیا۔

افگن کا خیال آتے ہی اس کے چہرے کے اعصاب کھنچنے لگے تھے اتنا کچھ ہونے کے باوجود اس کے دل و دماغ میں افگن کے لیے جگہ نہ بن سکی تھی وہ کھڑکی سے ہٹ کر واپس بستر کے کنارے آ بیٹھی۔ کمرے میں ایک بڑے سائز کی ایل سی ڈی بھی موجود تھی۔ اس نے اٹھ کر ریموٹ کنٹرول اٹھایا...... اس نے ایل سی ڈی آن کی مختلف چینلز کی سرچنگ کرتے وہ کافی دیر تک اس میں مصروف رہی اور پھر ایک دم اسے باہر سے آوازیں سنائی دیں تو اس نے فوراً اسکرین آف کرتے ریموٹ ایک طرف رکھ دیا۔ وہ بستر کے کنارے ایکٹیو ہو کر بیٹھ گئی۔

کچھ دیر بعد دروازہ کھلا اور کمرے میں افشین نامی لڑکی کے ہمراہ ایک درمیانی عمر کی خاتون اندر داخل ہوئیں۔

''کیسی ہو شہرینہ؟'' وہ والہانہ انداز میں شہرینہ کی طرف بڑھی۔

شہرینہ اسی طرح سرد تاثرات اور تیور لیے اسے دیکھتی رہی تو وہ عورت مسکرا کر شہرینہ کے پاس ہی بیٹھ گئی جبکہ افشین سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

''ماشاء اللہ چشم بددور کتنی خوب صورت ہو تم۔'' اس نے اس کی تھوڑی چھونا چاہی لیکن شہرینہ نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

''کون ہو تم؟'' اس کا انداز بدلحاظ تھا۔ وہ عورت بڑی عجیب سے انداز میں ہنسی۔

''بالکل اپنی ماں جیسی ہو۔'' شہرینہ کی بھنوئیں تن گئیں۔

''بالکل ویسی ہی خوب صورت وہی انداز، وہی آنکھیں اور وہی قد و قامت یونہی تو تمہارا باپ تمہاری ماں پر نہیں مرمٹا تھا وہ چیز ہی ایسی تھی۔'' وہ پھر ہنسی۔ اس کی ہنسی میں بڑا عامیانہ پن تھا۔ شہرینہ کے اندر ابال سے اٹھنے لگے۔

''اس طرح کیوں لایا گیا ہے مجھے یہاں اور تم لوگ کون ہو؟'' اس کا بے لچک انداز تھا۔ وہ عورت قہقہہ لگا کر ہنسی۔

''خالہ ہوں تمہاری۔''

''خالہ......!'' شہرینہ ششدر رہ گئی۔

❁......❁......❁

عثمان نڈھال سے انداز میں بستر پر گرے اور حسن آرا اطلاع دیتے ہی کال بند کر چکی تھی اور عثمان ان کا پورا وجود پتھر کی مورت بن گیا تھا۔

''کیا بات ہے کیا ہوا کس کی کال تھی۔'' فائقہ فوراً شوہر کے پاس آئیں اور شوہر نے خالی آنکھوں سے بیوی کو دیکھا۔

''کیا ہوا بتائیں تو سہی کس کی کال تھی؟'' فائقہ نے عثمان کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو انہوں نے ایک گہرا سانس لیا۔

''حسن آرا کی۔'' حسن آرا۔ کے نام پر فائقہ کا چہرہ

ایک دم زرد ہوگیا تھا۔
"حسن آرا.....!" وہ بے یقینی سی ہوئیں۔
"شہرینہ اس کے پاس ہے۔" عثمان کا انداز بہت نڈھال سا تھا۔
"کیا.....؟" فائقہ ایک دم منہ پر ہاتھ رکھ کر نفی میں سر ہلانے لگیں۔
"فلکن کو کال کریں اسے فوراً بلائیں میں ان لوگوں کو کبھی نہیں چھوڑوں گا زندہ درگور کرادوں گا سب کو۔" وہ ایک دم شدید غصے سے کہہ کر کمرے سے نکل گئے اور فائقہ کا وجود جیسے ابھی تک زلزلوں کی زد میں تھا۔ شہرینہ حسن آرا کے پاس تھی وہ ابھی تک یقین کرنے کو تیار نہ تھیں۔

❁......❁......❁

"اسے اس کی ماں کے پاس لے چلتے ہیں۔" اس عورت نے کہا تو افشین کھڑی ہوگئی جبکہ شہرینہ اسی طرح بے حس وحرکت بیٹھی رہی۔ حسن آرا نے اسے ایک دو پل دیکھا اور پھر اس کا کندھا ہلایا۔
"میرا تو خیال تھا کہ تم بے خبر نہیں ہوگی کہ تمہاری ماں کون ہے۔" شہرینہ نے زخمی نگاہوں سے حسن آرا کو دیکھا اور پھر بہت تکلیف سے لب بھینچ لیے۔ "لیکن یہ جان کر دکھ ہوا ہے کہ عثمان فاروق نے تمہیں کچھ نہیں بتایا۔" وہ کہہ کر ہنسنے لگی تو جیسے شہرینہ کی آنکھوں میں خون اترنے لگا۔
"میرے پاپا کو پتا چل گیا تو تم لوگ مجھے یہاں لے آئے ہو تو وہ تم سب کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔" وہ غصے سے بولی تو حسن آرا کھلکھلا کر ہنسیں۔
"تمہارا کیا خیال ہے اتنے سالوں کی مسلسل خاموشی کے بعد اگر اب ہم نے کوئی قدم اٹھایا بھی ہے تو کیا حفاظتی اقدامات نہیں کیے ہوں گے۔" شہرینہ نے کینہ توز نظروں سے گھورا۔
"خیر یہ جان کر خوشی ہوئی ہے کہ تم اس قدر بھی لاعلم نہیں ہو۔"
"اسے ماہ آرا کے پاس لے چلو۔" حسن آرا پھر افشین سے مخاطب ہوئیں اس نے شہرینہ کو دیکھا..... شہرینہ کے وجود میں عجیب سی توڑ پھوڑ شروع ہوگئی تھی اس نے چند پل دونوں خواتین کو دیکھا اور پھر وہ ان کے ساتھ چل دی۔ وہ اسی بلڈنگ کے ایک طرف بنے کمرے میں آگئیں۔
کمرے کے پاس آکر شہرینہ کے دل ودماغ میں ایک عجیب وغریب سی جنگ چھڑ گئی..... افشین نے کی سے کمرے کا دروازہ کھولا۔ کمرے میں نیم تاریکی تھی شہرینہ کا دل مچلنے لگا وہ دونوں اندر داخل ہوئیں۔
"آؤ ناں۔" حسن آرا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بھی ساتھ گھسیٹ لیا..... افشین نے آگے بڑھ کر لائٹس آن کیں اور کمرہ تیز روشنیوں میں نہا گیا..... شہرینہ کا وجود گویا پتھر بن گیا تھا۔ اس کے سامنے بستر پر لیٹا ایک نحیف ونزار وجود تھا۔
"ماہ آرا دیکھو کون آیا ہے؟" اور ماہ آرا پر نگاہ پڑتے ہی شہرینہ کے اندر گویا زندگی اپنی موت آپ مرگئی تھی۔
"ماں....." اس کے ہونٹوں سے بے آواز نکلا۔ وہ عجیب سے بھیانک خدوخال والی عورت اس کی ماں تھی انتہائی خوف زدہ چہرہ تھا۔
"ماہی کے بارے میں بتایا تھا ناں کہ ہم اسے لے آئے ہیں دیکھو تمہاری بیٹی کتنی خوب صورت ہے بالکل تمہاری جوانی کا پرتو۔" اور ماہ آرا اس کا وجود گویا زلزلوں کی زد میں آگیا۔
"ماہ رخ....." وہ چیخ کر رونے لگی وہ حسن آرا کو گالیاں اور کوسنے دینے لگیں۔
"کیوں آگئی ہو تم یہاں بھاگ جاؤ' یہ لوگ انسان نہیں درندے ہیں یہ تمہارے جسم کی بوٹی بوٹی نوچ کر کھا جائیں گے بھاگ جاؤ یہاں سے کیوں آئی ہو تم یہاں۔" وہ ہذیانی انداز میں چیخنے چلانے لگیں اور شہرینہ کے قدموں سے گویا زمین سرکنے لگی تھی۔
"بکواس بند کرو جان سے ماردوں گی تمہیں۔" حسن

آرا نے ایک دم غصے سے آگے بڑھ کر ماہ آرا کے چہرے پر تھپڑ مارا تو وہ چارپائی پر گر پڑیں چیخنا چلانا ختم ہوگیا اور اب وہ شدت سے رو رہی تھیں۔

"شٹ اپ خبردار میری ماں کو ہاتھ بھی لگایا تو......"

شہرینہ ایک دم ماہ آرا اور حسن آرا کے درمیان آئی تو حسن آرا ہنس دیں۔

"بلے بھئی بلے آتے ہی یہ انداز میں تو گھائل ہی ہوگئی ہوں دیکھ لے ماہ آرا تیری بیٹی تو تجھ سے بھی آگے ہے اب عثمان فاروق سے مقابلہ کرنے میں مزہ آئے گا۔" وہ ہنس دیں۔ شہرینہ نے اسے نظرانداز کرتے بستر پر بیٹھ کر ماہ آرا کو سیدھا کیا۔

"آرام و سکون سے اپنی ماں کا حال چال دریافت کرلو میں شام میں چکر لگاؤں گی تیرے باپ کو اطلاع دے دی ہے اب وہ بھوکے شیر کی طرح تڑپتا ہوگا اس سے بچنے کے بھی سدباب کرنے ہیں اب ہمیں۔" وہ اس کا گال چھو کر کہتے افشین کے ساتھ چلی گئیں۔ دروازہ پھر لاک ہوگیا تھا۔

ماہ آرا نے بیٹی کو چند پل بغور دیکھا اور پھر شدت سے رو دیں۔

"کیوں آ گئی ہو تم یہاں......؟"

"دھوکے سے لائی گئی ہوں۔"

"عثمان فاروق نے بڑے دعوے کیے تھے تمہاری حفاظت نہیں کرسکا کیا وہ؟" شہرینہ نے لب بھینچ لیے۔

"یہ کیا حالت بنی ہوئی ہے آپ کی کتنے ظالم ہیں یہ لوگ۔"

"ان لوگوں کے ہاں یہی دستور ہے جو ان کی بات نہیں مانتا اس کا یہی انجام ہوتا ہے۔" ماہ آرا کے آنسو تواتر سے بہہ رہے تھے۔

"اور یہ آپ کا چہرہ۔"

"جب عثمان فاروق نے چھوڑا تھا تو دنیا میرے لیے اندھیر تھی ان لوگوں کے تقاضے مجھے منظور نہ تھے میں نے تیزاب گرالیا خود پر اور پھر سب کچھ ختم۔"

"مائی گاڈ......!" وہ ششدر سی بیٹھی رہ گئی۔

"دیکھو...... یہ دیکھو" وہ پاگلوں کی طرح اپنے کندھے اور بازوؤں سے کپڑا ہٹانے لگیں۔

"اس جسم کی طلب تھی حسن آرا کو اور میں نے سب جلا کر راکھ کردیا دیکھو۔" اور شہرینہ ایک دم ضبط کھو کر شدت سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

❁......❁......❁

عثمان فاروق مسلسل ٹہل رہے تھے۔ فائقہ گم صم سی خوف زدہ نگاہوں سے سب دیکھ رہی تھیں اور افگن حیران و ششدر تھا۔ بڑی عجیب سی کہانی تھی جو سننے کو ملی تھی۔

شہرینہ فائقہ بیگم کی بیٹی نہ تھی بلکہ کسی ماہ آرا نامی خاتون کی بیٹی تھی اور شہرینہ کا ایک نام ماہ رخ بھی تھا جو ماہ آرا نے رکھا تھا۔ یہ بات اماں بی، بابا صاحب کے علاوہ دونوں پھوپھیاں اور اس کے والدین بھی جانتے تھے کہ عثمان فاروق نے ایک ایسے خاندان کی لڑکی سے شادی کی تھی جن کی معاشرتی حیثیت ایسی نہ تھی کہ کوئی صاحب عزت ان سے رشتے داری قائم کرتا۔

"مجھے لگتا ہے شہرینہ یہ بات جانتی تھی مجھے نہیں خبر اسے کیسے علم ہوا لیکن شایان کی شادی کے بعد اس کا رویہ مجھ سے ایک دم بدل گیا تھا ہوسکتا ہے شادی کے دوران اس نے کسی سے سن لیا ہو لیکن مجھے اب یقین ہوگیا ہے وہ یہ سب جانتی تھی کہ میں اس کی حقیقی ماں نہیں ہوں۔" فائقہ رونے لگیں۔ افگن نے از حد برہمی سے چچا کو دیکھا۔

فائقہ کی زندگی کی تمام الجھی ہوئی گرہیں اس کے سامنے تھیں فائقہ کا گریہ، اس کا اضطراب و پریشان ہونا کچھ بھی اب مخفی نہ رہا تھا۔ اس نے ایک ترحم آمیز نگاہ عثمان فاروق پر ڈالی۔

"جو ہونا تھا وہ ہوگیا اب آگے کیا کرنا ہوگا؟" افگن نے براہ راست چچا سے پوچھا۔

"پولیس کی ریڈ ہوگی حسن آرا کے تمام ٹھکانوں پر۔" وہ بہت سنجیدہ تھے اس نے فائقہ کو دیکھا۔

"میرا خیال ہے پہلے اماں بی اور بابا صاحب کو بتا کر مشورہ لینا زیادہ مناسب ہے یہ خاندان کی عزت کی بات ہے اس موقع پر بے پروائی نہیں برتنی چاہیے حسن آرا بھی کوئی عام عورت نہیں ہے اتنا بڑا اقدام اس نے یونہی تو نہیں اٹھایا ہوگا؟" عثمان نے بہت غصے سے اسے دیکھا۔

"آپ سے مشورہ نہیں مانگا میں نے...... میری بیٹی اس عورت کے پاس ہے۔ جس سے مجھے کسی بھی نیک عمل کی کوئی توقع نہیں، میں اس عورت کو زندہ نہیں چھوڑوں گا اب۔" بہت غصے سے کہا انہوں نے' فائقہ نے لب بھینچ لیے' بھانجے کے سامنے یوں ذلیل ہونا ان کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔

"خالہ جان نے ایسی کوئی غیر معیوب بات بھی نہیں کی بابا صاحب وغیرہ سے مشورہ لے لینا چاہیے۔" افگن نے سنجیدگی سے کہا تو انہوں نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔ وہ افگن کی بہت عزت کرتے تھے اور اب اس سے کچھ رشتہ بھی ایسا بن گیا تھا کہ وہ اسے کچھ بھی نہیں کہہ سکے۔

"ہمیں بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا ہوگا چچی جان کی بات سو فیصد ٹھیک ہے حسن آرا کوئی عام عورت نہیں اور نہ ہی وہ آپ کی مالی وسیاسی حیثیت سے بے خبر ہے اس نے اتنا بڑا قدم یونہی نہیں اٹھایا ہوگا آنے والے الیکشنز میں آپ کی سیٹ کنفرم ہے اور ایسے لوگ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔" عثمان فاروق بڑے مضمحل انداز میں صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے۔

"اب یونہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بھی نہیں بیٹھ سکتے۔"

"ہم ان شاء اللہ ضرور قدم اٹھائیں گے اور جو بھی قدم اٹھائیں گے سوچ سمجھ کر اٹھائیں گے جس سے شہرینہ کو کوئی نقصان نہ ہو اور نہ آپ کی ساکھ متاثر ہو۔" وہ ابھی بھی مطمئن تھا۔ وہ بہت سے معاملات میں مشتعل ہو جاتا تھا لیکن اس معاملے میں وہ قطعی مشتعل نہیں ہونا چاہتا تھا۔

"آپ حسن آرا سے رابطہ کریں پوچھیں کیا چاہتی ہے وہ اس کے بعد ہی پھر کوئی فیصلہ ہوگا میں بھی اماں بی

اور بابا صاحب سے مشورہ کرلیتا ہوں۔'' اس کا مشورہ معقول تھا۔ عثمان نے سر ہلا کر ایک گہرا سانس لیا۔
حالات ہی اب کچھ ایسے ہوگئے تھے کہ وہ چاہ کر بھی کوئی انتہائی قدم نہیں اٹھا سکتے تھے کہ دوسری طرف ان کی بیٹی تھی جسے وہ بے حد عزیز رکھتے تھے۔

❁......❁......❁

ماہ آرأ نے اسے وہ سب بتا دیا جو اسے اب کچھ عرصہ سے جاننے کی جستجو تھی۔ وہ بہت سے لوگوں کے رویوں سے الجھ جاتی تھی اکثر سب کہتے تھے وہ اپنی ماں کا پرتو ہے۔ وہ فائقہ کو اپنی ماں سمجھتی تھی اور ہمیشہ سمجھا تھا کہ وہی اس کی حقیقی ماں ہے اور نہ ہی فائقہ کی محبتوں نے اسے کچھ غلط محسوس ہونے دیا تھا۔ اس کی ذات پر اس اندوہناک حقیقت کا انکشاف تب ہوا تھا جب شایان کی شادی پر گئی تھی۔ وہاں وہ افگن اور اس کے رویوں کو لے کر زندگی و موت کا مسئلہ بنائے ہوئے تھی۔
شایان کے ولیمے والے دن فائقہ کے کمرے میں ہی تھی فائقہ تیار ہوکر باہر نکل گئیں، وہ فائقہ کو تلاش کرتے اماں بی کے کمرے کی طرف آئی تھی لیکن وہاں سے آتی آوازوں کو سن کر وہ رک گئی تھی کمرے میں اماں بی اور عثمان فاروق تھے۔
''حسن آرأ مسلسل دھمکیاں دے رہی ہے کہتی ہے ماہ آرأ کے ذریعے وہ ہمیں کورٹ میں لے جائے گی اصل میں اس کی نگاہ شہرینہ کے نام کی جائیداد اور ہماری حیثیت پر ہے۔'' یہ عثمان فاروق کی آواز تھی۔ حسن آرأ اور ماہ آرأ کے ناموں پر نہیں لیکن اپنے نام پر وہ ضرور ٹھٹکی تھی۔
''اسی لیے میں اس عورت سے تمہاری شادی کے حق میں نہ تھی۔'' اماں بی کی آواز پر شہرینہ ٹھٹک گئی تھی۔ یہ بھلا کیا بات تھی۔
''اماں بی آپ مجھے بار بار پرانی باتوں کے حوالے مت دیا کریں ماہ آرأ سے شادی پر نہ کبھی ماضی میں پچھتایا ہوں اور نہ کبھی پچھتاؤں گا مجھے اب بس شہرینہ کے مستقبل کی فکر ہے اس لیے آپ کی بات ماننے کو تیار ہوں ورنہ شہرینہ کی ایجوکیشن کمپلیٹ ہونے سے پہلے میں اس کا افگن سے رشتہ طے کرنے کے حق میں نہ تھا۔''
''لو میری باتیں تو ایسے ہی بری لگتی ہیں تمہیں سوچو جب بچی کو کبھی اس بات کا علم ہوگیا کہ وہ فائقہ کی نہیں کسی اور کی بیٹی ہے تو سوچو اس کے دل پر کیا بیتے گی۔'' اماں بی کے الفاظ تھے یا کوئی سیسہ۔ شہرینہ تو وہیں ساکت رہ گئی تھی۔ اسے لگا کہ اس کے بدن سے جان نکل گئی ہو۔
''فار گاڈ سیک اماں بی کون بتائے گا اسے ویسے بھی میں یہ سب چھپانے کے حق میں تھا بھی نہیں وہ میری اور ماہ آرأ کی جائز بیٹی تھی کوئی گناہ نہیں کیا تھا میں نے۔''
''لو خوب کہی تم نے تمہیں تو اس وقت اس لڑکی کے عشق کے بھوت نے پاگل کر رکھا تھا ہماری عزت خاک میں مل جاتی اور فائقہ اعلیٰ ظرفی تو اس کی تھی جس لڑکی کو وہ دوست سمجھتی رہی وہی اس کے شوہر کو اڑا لے گئی اور تم نے فائقہ کو بھی کیا خوب صلہ دیا میں جانتی ہوں اس کی مسکراہٹ کے پیچھے کون سے دکھ چھپے ہوئے ہیں۔''
''آپ سے یہ سب اس لیے نہیں کہا کہ آپ ماضی کو لے کر بیٹھ جائیں اگر آپ کو کوئی مسئلہ ہے تو میری طرف سے شہرینہ اور افگن کے رشتے کے لیے انکار سمجھ لیں۔'' وہ بہت غصے میں آکر کہہ رہے تھے اور شہرینہ تو اس حالت میں تھی کہ کاٹو تو بدن میں خون نہیں۔
''لو یہ خوب کہی تم نے ماضی کی باتیں تو تم نے خود شروع کی تھی شہرینہ ہماری پوتی ہے ہم تو سو جان سے اسے قبول کرتے ہیں وہ تمہارا خون ہے وہ ہمیں اسی طرح عزیز ہے جس قدر آفاق اور ٹیپو۔'' اس سے زیادہ شہرینہ سے نہیں سنا گیا تھا۔ وہ حیران و پریشان گم صم حالت میں وہاں سے ہٹ گئی تھی۔ شایان کے ولیمے کے لیے سبھی لوگ جا رہے تھے۔
وہ کافی دیر تک گم صم سی حالت میں لاؤنج میں بیٹھی رہی تھی اور پھر وہ فائقہ وغیرہ کے ساتھ ہی ہال میں گئی تھی وہاں بھی وہ عجیب سی کشمکش میں تھی وہ فائقہ سے پوچھنا چاہتی تھی لیکن اسے موقع ہی نہ ملا تھا۔ اس کے حواس پر

افگن سے نکاح کی خبر ایک بم کی طرح گری تھی۔ اس خبر نے اس کے دل و دماغ کو بالکل سن کر دیا تھا اور پھر اس کی بات فائقہ سے ہوئی تھی وہ افگن سے نکاح سے انکاری تھی۔

وہ عثمان فاروق سے بات کرنا چاہتی تھی لیکن بات نہ ہو سکی تھی اور پھر اس کے انکار کے باوجود اس کا افگن سے نکاح ہو گیا تھا۔ وہ تو پہلے ہی اس انکشاف پر پژمردہ تھی اس نکاح نے اسے بالکل ہی توڑ دیا تھا۔ وہ نجانے کیسے برداشت کر پائی تھی اور پھر واپس آ کر اس کا رویہ بالکل بدل گیا تھا وہ فائقہ اور عثمان فاروق سمیت ہر ایک سے دلبرداشتہ ہو چکی تھی اور پھر اس نے وہ کام کیا جو ان دونوں کی ضد میں وہ کر سکتی تھی لیکن اس کے تمام افعال اس کی اپنی جذباتیت کے تحت تھے اور اس کی جذباتیت نے اسے ان لوگوں کے درمیان لاکھڑا کیا تھا۔ جن کی شہرت اچھی تھی اور نہ ہی ان کے اعمال۔

ماہ آرا ٔ سے سب کچھ سننے کے بعد اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

''فائقہ بہت اچھی دوست تھی لیکن میں نے خود غرضی دکھائی وہ عثمان فاروق سے بہت محبت کرتی تھی اور میں عثمان فاروق کی شخصیت پر مرمٹی تھی' تم جانتی ہو مجھے عثمان فاروق سے محبت نہیں ہوئی تھی بلکہ میں نے عثمان فاروق کو مہرے کے طور پر استعمال کیا تھا اور عثمان فاروق ایک سچا اور کھرا انسان تھا وہ میری خود غرضی کو میری محبت سمجھتا رہا وہ میرے لیے اپنے خاندان کے سامنے ڈٹ گیا ہم نے کورٹ میرج کرلی اور پھر وہ مجھے لے کر امریکا چلا گیا۔'' ماہ آرا ٔ بتا رہی تھی اور شہرینہ گم صم سی حالت میں اسے دیکھ رہی تھی ماہ آرا ٔ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

''مجھے عثمان فاروق سے پتا ہے کب محبت ہوئی تھی؟'' شہرینہ نے اسے دیکھا۔

''جب اس نے مجھے چھوڑ دیا تھا۔'' وہ ہنسیں۔ شہرینہ کو لگا کہ جیسے وہ خود پر ماتم کناں ہو۔ ماہ آرا ٔ کے جھلسے ہوئے چہرے کے تاثرات کچھ اور بھی خوفناک ہو گئے تھے۔

''میری فطرت میں بے وفائی تھی وفا کرنا کسی بھی ایک مرد کا بن کر رہنا میرے خون میں شامل نہ تھا اس لیے جب مجھے موقع ملا میں نے عثمان کو چھوڑ دیا لیکن عثمان سمجھتا رہا میں یہ سب اس کی محبت میں کر رہی ہوں اس کے خاندان کی محبت میں' میں سازشیں چلتی رہی اور محبت مجھ پر لعنت بھیجتی رہی جو بوتے ہیں وہی کاٹنا پڑتا ہے عثمان کو چھوڑا تو محبت مجھ سے انتقام لینے لگی میں حسن آرا ٔ کے ہتھے چڑھ گئی اور پھر میرا برا وقت شروع ہوا میں پچھتانے لگی لیکن وقت میرے ہاتھ سے گزر چکا تھا اور پھر میں نے اپنے اوپر تیزاب گرا کر خود کو ہمیشہ کے لیے عبرت کا نشان بنا لیا۔'' شہرینہ کی آنکھوں سے بہتے آنسو بے اختیار تھے۔ وہ سخت دل کی مالک لڑکی تھی لیکن اس وقت اس کا دل موم کی طرح پگھل رہا تھا۔

''لیکن تم ایسے مت کرنا تم غلط ثابت کر دینا کہ تمہاری رگوں میں میرا خون بھی شامل ہے تم ایک اچھے عزت دار خاندان کی بیٹی ہو تم یہاں سے نکل جاؤ کبھی پلٹ کر مت آنا وہ لوگ بہت اچھے ہیں میں بہت سکون میں رہتی تھی کہ میری بیٹی ایک عزت دار خاندان کی بیٹی ہے لیکن جب حسن آرا ٔ نے بتایا کہ وہ تمہیں وہاں سے نکال لائے گی تو میں ڈر گئی تھی میں بہت دعائیں مانگتی تھی لیکن میری کوئی دعا قبول نہ ہوئی۔'' شہرینہ نے ایک گہرا سانس لیا۔

''میری رگوں میں صرف آپ کا ہی نہیں عثمان فاروق کا بھی خون شامل ہے' آپ ٹینشن نہ لیں میں حالات سے لڑنا جانتی ہوں ان لوگوں کو میں انہی کے انداز میں اب شکست دوں گی ڈونٹ وری۔'' وہ ماہ آرا ٔ کا ہاتھ تھپتھپا کر کھڑی ہو گئی۔

اس نے اطمینان سے دیکھا۔ یہ ایک نہایت خستہ حال کمرہ تھا جس میں ایک واش روم کے علاوہ کپڑوں کی ایک الماری تھی اور باقی زندگی گزارنے کے لیے تھوڑا بہت ساز و سامان موجود تھا وہ کمرے کا جائزہ لیتے اپنے ذہن میں آنے والے وقت سے نبرد آزما ہونے کے لیے

ایک لائحہ عمل ترتیب دینے لگی۔

❁......❁......❁

انہوں نے حسن آرا کو کال کی اور اس کا نمبر مسلسل بند تھا ثقلین کے ساتھ ساتھ فائقہ اور عثمان صاحب تینوں ایک جان ہو کر صبر آزما انتظار میں تھے دوسری طرف اماں بی اور بابا صاحب کو بھی اطلاع کر دی گئی تھی۔ بابا صاحب نے مشورہ دیا تھا کہ محض جذبات میں آ کر کوئی قدم نہ اٹھایا جائے جو بھی کرو سوچ سمجھ کر کرو بیٹی کا معاملہ ہے اور سیاسی ساکھ بھی پولیس کو بھی اگر انوالو کریں تو اس انداز میں کہ کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہو شہرینہ کو بحفاظت واپس لانا یہ بات سب سے اہم تھی۔ انہوں نے کچھ آفیسرز کو بلوا لیا تھا ان سے معاملہ ڈسکس کرنے کے بعد ان کے مشورے پر انہوں نے سب سے پہلے اب حسن آرا سے کال کر کے اس کے مطالبات جاننے تھے۔

ایک دن اور رات اسی کشمکش میں گزر گئے تھے۔ ثقلین نور کو چھوڑ دیا گیا تھا اور ان کے والدین سے بھی معذرت کر لی گئی تھی' اگلے دن عثمان صاحب کے نمبر پر کال آئی...... ان کے سیکرٹری نے کال ریسیو کی کیونکہ عثمان صاحب کسی میٹنگ میں بزی تھے لیکن سیکرٹری کو بطور خاص کہہ رکھا تھا حسن آرا نامی کسی بھی خاتون کی کال جب بھی آئے بلا تاخیر ان سے بات کرائی جائے۔ انہوں نے فی الحال کچھ دیر کے لیے میٹنگ ملتوی کرتے کال پر بات کی تھی۔

''کیا چاہتی ہیں آپ؟''

''شہرینہ ہمارے پاس آچکی ہے ماہ آرا سے کیا گیا نکاح اور طلاق کے کاغذات ہمارے پاس ہیں ہمارے کچھ مطالبات ہیں ہم مل کر بیان کریں گے اگر انکار ہے تو یہ کاغذات ہم میڈیا میں دے دیں گے آپ کی بیٹی کی تصویر کے ہمراہ باقی آپ سمجھدار ہیں اور یاد رکھیے گا اگر کسی بھی قسم کی چالاکی دکھائی تو شہرینہ کے ساتھ بہت برا ہوگا یاد رکھیے گا ہم سے ملاقات کے لیے آپ کو تنہا آنا ہوگا۔ ملاقات کا وقت اور جگہ ہم بعد میں بتا دیں گے بس اطلاع دینی ہے کہ شہرینہ ہمارے پاس ہے ماہ آرا سے مل چکی ہے اور بہت کچھ جان چکی ہے۔'' کہہ کر کال کاٹ دی گئی۔ عثمان صاحب نے کال منقطع ہونے کے فوراً آفیسر کو کال کی۔

''لوکیشن ٹریس کر لی گئی ہے کیا۔''

''جی سر۔'' دوسری طرف موجود افسر نے کہا۔

''گڈ...... ذیشان صاحب سے کہیں مجھے فوراً کال کریں۔'' انہوں نے ریسیور کریڈل پر رکھ کر اپنے موبائل سے ثقلین کو کال کر کے ساری صورت حال بتا دی تھی۔

''کب بلایا ہے۔''

''وہ سب بعد میں بتائے گی۔''

''شہرینہ کی کوئی خبر؟''

''کہہ رہی تھی کہ اپنی ماں کے پاس ہے۔''

''اوکے میں آفیسر سے مل لیتا ہوں آپ بے فکر ہو کر میٹنگ اٹینڈ کریں میں ہینڈل کر لوں گا۔'' عثمان صاحب کافی دیر تک بالکل گم صم سے اپنی سیٹ پر بیٹھے رہے اور پھر انہوں نے اپنے سیکرٹری کو ایک بار پھر میٹنگ ارینج کرنے کا کہا تھا۔

❁......❁......❁

وہ کل سے ماہ آرا کے پاس ہی تھی اس نے ماہ آرا کو اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلایا۔ ماہ آرا کا نحیف و نزار وجود اور اس پر اس کے چہرے کی بدصورتی شہرینہ کا دل کانپنے لگتا تھا لیکن وہ اس کی ماں تھی۔ وہ اس کے تمام کام خود کر رہی تھی۔ اس سے حسن آرا ملنے نہیں آئی تھی اور نہ ہی افشین البتہ تین وقت کا کھانا ضرور آ رہا تھا' ماہ آرا کے لیے علیحدہ سے کھانا ہوتا اور اس کے لیے علیحدہ' وہ اپنا کھانا بھی ماہ آرا کو کھلا دیتی تھی۔ دو دن عجیب سی کیفیت میں گزارے تھے اگلے دن دوپہر کے قریب حسن آرا آ گئی تھی ساتھ اس کا بیٹا جمال بھی تھا۔

''یہ ماہ رخ ہے۔''

''جی جانتا ہوں بہت اچھی طرح' پل پل کی خبر رکھی ہے اس کی۔'' دیکھنے کا انداز نہایت عامیانہ تھا کوئی اور ہوتا

تو شہرینہ فوراً آنکھیں پھوڑ دیتی۔

"یہ میرا بیٹا جمال ہے۔" حسن آراء نے تعارف کروایا۔ وہ بے تاثر انداز میں بیٹھی رہی۔

"تمہارے باپ کو ہم نے اطلاع کردی ہے۔" اس نے چونک کر دیکھا۔

"بڑی دھمکیاں دے رہا تھا لیکن میں جانتی ہوں کچھ نہیں کرے گا اپنی عزت کی اسے بڑی فکر ہے اور اس سے زیادہ اس کے خاندان کو۔" وہ بڑے جوش سے کہہ رہی تھیں۔

"یہ سب کیوں کررہی ہو تم؟" ماہ آراء نے پوچھا۔ وہ ہنس دی۔

"کیوں کا سوال رہنے دو جو فوائد میں تم سے حاصل نہیں کرپائی میں وہ سب اب تمہاری بیٹی سے سود سمیت وصول کروں گی۔"

"تمہاری یہ خواہش میں جیتے جی پوری نہیں ہونے دوں گی۔" ماہ آراء نے چلا کر کہا۔

"تمہارا تو بندوبست بہت جلد کرنے والی ہوں بہت دیکھ بھال کرلی تمہاری کسی اولڈ ہوم میں بھجوارہی ہوں نہیں اور تمہاری یہ بیٹی یہ تو وہ ہیرا ہے جس کی قیمت صرف اور صرف جوہری ہی جانتا ہے۔"

"شٹ اپ......" شہرینہ کو ایک دم طیش آیا۔ "میرے بارے میں کوئی غلط لفظ بھی کہا تو زبان کھینچ لوں گی تمہاری۔" وہ بہت غصے سے بولی۔ وہ اتنی دیر سے اپنے غصہ پر ضبط کررہی تھی لیکن برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے یہ عورت تو انتہائی سفاک اور ظالم تھی۔

"بڑے تیور ہیں تمہارے تو۔" وہ اسے سر سے پاؤں تک گھور کر بولی۔ "لیکن کوئی بات نہیں بڑے بڑوں کو میں نے ان انگلیوں پر نچایا ہے تم کیا چیز ہو خیر سے میرا جمال ہے ناں یہ تم جیسی سر پھری گھوڑیوں کو بہت اچھی طرح لگام ڈال لیتا ہے۔" وہ بیٹے کی طرف دیکھ کر پھر ہنسی۔

"آپ حکم کریں مام ابھی لگام ڈالنی ہے یا......" اس نے جان بوجھ کر شہرینہ کی طرف دیکھتے معنی خیز انداز میں جملہ ادھورا چھوڑا۔

شہرینہ کا جی چاہا کہ اس کا منہ نوچ لے لیکن اس نے بامشکل خود پر قابو پایا وہ ماہ آراء سے ان لوگوں کے بارے میں بڑی تفصیل سے سب کچھ جان چکی تھی۔ اسے اب بہت احتیاط سے ان لوگوں کے چنگل سے نکلنا تھا جس میں وہ اپنی حماقت اور جذباتیت کے سبب آن پھنسی تھی۔

"ابھی نہیں...... ابھی تو اس کے باپ سے معاملات طے کرلوں اگر معاملات طے نہ ہوئے تو پھر دیکھیں گے۔" وہ چلتے ہوئے شہرینہ کے قریب آ کر رکی۔

"یہ لو اس پر دستخط کرنے ہیں۔" اس نے اپنے بیگ میں سے کچھ پیپرز نکال کر اس کی طرف بڑھائے تو شہرینہ نے الجھ کر دیکھا۔

"کیا ہے یہ؟"

"دیکھ لو۔" اس نے پیپرز لے کر دیکھا تو حیرت زدہ رہ گئی۔

"یہ تو......!"

"تمہارا جمال سے نکاح کرنا لازمی ہے اور یہ نکاح میں تمہاری ماں ماہ آراء کی مرضی سے کرارہی ہوں پیپرز وغیرہ سب کمپلیٹ ہیں بس تمہارے دستخط کرنے کی دیر ہے۔" شہرینہ کا دل چاہا ان دونوں ماں بیٹے کی اچھی خاصی درگت بنادے لیکن وہ پھر لب بھینچ کر رہ گئی۔

"آئی ایم سوری میں اگر چاہوں بھی تو ان پیپرز پر دستخط نہیں کرسکتی۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ میرا پہلے ہی نکاح ہوچکا ہے۔" دونوں نے حیران ہوکر شہرینہ کو دیکھا ماہ آراء کے چہرے پر ایک دم رونق سی آ گئی۔

"کب ہوا تھا تمہارا نکاح؟" جمال نے پوچھا۔

"کیا بتانا ضروری ہے۔" وہ مطمئن تھی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

"کس سے ہوا ہے؟"

سر نہ کھجائیں..
Healthy ہو جائیں!
English
English
English
اصل کی پہچان
OLOGRAPHIC PRINT

"ظاہر ہے کسی لڑکے سے ہی ہوا ہوگا۔" وہ ہنس دی۔
دونوں نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا۔
"میرا تایا زاد ہے شیر افگن نام ہے شاید آپ لوگ جانتے بھی ہوں میرے متعلق معلومات تو ساری ہوں گی آپ کے پاس۔" حسن آرا نے چند پل اسے گھورا۔
"اس کا مطلب ہے عثمان فاروق نے بھی سب تیاری کر رکھی تھی۔"
"بالکل...... انہیں اندازہ تھا کہ آپ لوگوں کے تیور ٹھیک نہیں لیکن آپ کو شاید جان کر خوشی ہو کہ میرے لیے دنیا میں کوئی قابل نفرت ہستی موجود ہے تو وہ شیر افگن ہے بہت نفرت کرتی ہوں میں اس سے۔" وہ بہت پُرسکون انداز میں بتایا۔ دونوں ماں بیٹے نے حیران ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا۔
"چلیں ایک ڈیل کرتے ہیں؟" وہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس نے وہ پیپرز اپنی گود میں رکھ لیے اور مسکرا کر باری باری دونوں ماں بیٹے کو دیکھا۔
"مجھے اپنے پاپا اُن کا یہ بھتیجا اور اپنا خاندان بالکل بھی پسند نہیں......" اس نے کہا تو دونوں نے پھر حیران ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا۔
"ماہ رخ کیا کہہ ہے تو......؟" ماہ آرا نے تڑپ کر دیکھا۔
"بالکل سچ کہہ رہی ہوں۔"
"ایک عرصے سے میں اس خاندان سے نکلنے کی کوشش میں تھی مجھے بہت عرصے سے پتا تھا کہ میری ماں کون ہے اور میں اپنی ماں تک آنے کے لیے تڑپتی رہی ہوں لیکن یہ لوگ، نفرت کرتی ہوں میں ان سے اور جب یہ میری نفرت ختم نہ کر پائے تو انہوں نے زبردستی میرا نکاح شیر افگن سے کر دیا اب مجھے یہ نکاح ختم کرنے کا موقع ملا ہے تو میں یہ موقع نہیں گنوانا چاہتی۔"
"کہنا کیا چاہتی ہو تم؟" حسن آرا کا دل لرز اٹھا۔
لڑکی تو خود ان کے چنگل میں پھنسنے کو تیار تھی۔ جمال نے بغور دیکھا۔ شہرینہ کا چہرہ از حد سنجیدہ تھا وہ کچھ بھی اخذ نہ کر سکا تھا۔
"بہت صاف اور واضح الفاظ میں اپنے خاندان والوں سے قطع تعلقی چاہتی ہوں اور شیر افگن سے طلاق۔"
ماہ آرا ایک دم چیخنے لگیں۔
"دماغ خراب ہے تمہارا' کیا کہہ رہی ہو تم' یہ عورت بڑی شاطر ہے یہ تمہیں کبھی سکون کا سانس نہیں لینے دے گی یہ تمہاری بوٹی بوٹی نوچ کر بھوکے درندوں کے آگے ڈال دے گی۔"
"چپ کرو تم......" حسن آرا نے ڈانٹ کر چپ کرانا چاہا تو شہرینہ نے ہاتھ سے روک دیا۔
"آپ پلیز اس معاملے میں مت بولیں، مجھے علم ہے میں کیا کر رہی ہوں میں کوئی بچی نہیں ہوں جو نکاح میری مرضی کے بغیر ہوا ہے اسے ختم کرنے کا حق رکھتی ہوں رہ گئی جمال سے نکاح کی بات میں ادھر رہوں گی اور اگر مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ سب لوگ اچھے ہیں تو پھر سوچوں گی بھی۔" حسن آرا نے خوش ہو کر بیٹے کو دیکھا۔
وہ سنجیدگی سے شہرینہ کو گھور رہا تھا۔
"لیکن فی الحال میری طرف سے انکار ہے۔" اس نے پیپرز واپس حسن آرا کی طرف بڑھائے...... وہ مطمئن تھی نہایت پُرسکون اور آرام سے تھی۔ ماہ آرا تڑپ اٹھی۔
"اپنی زندگی تباہ مت کرو یہ عورت تمہیں تباہ کر دے گی اس پر یقین مت کرو۔"
"ہم کیسے یقین کر لیں کہ تم سچ کہہ رہی ہو۔"
"یقین تو کرنا پڑے گا نہیں تو تمہاری مرضی۔" اس نے کندھے اچکائے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔
"کل تمہارے باپ کو بلوایا ہے میں نے اُن سے اگر یہ معاملات طے ہو جاتے ہیں تو پھر تمہاری باتوں پر بھی سوچیں گے۔"
"کیا میں بھی ان سے مل سکتی ہوں؟"
"نہیں۔" قطعی انداز تھا۔ شہرینہ نے بے پروائی سے کندھے اچکا دیے۔ دونوں چند پل اسے گھورتے رہے

اور پھر واپسی کے لیے پلٹ گئے۔

"مجھے یہ کمرہ رہنے کے لیے پسند نہیں آیا جس کمرے میں پہلے ٹھہرایا تھا وہ اچھا ہے اس میں شفٹ کر دو مجھے۔" کیا شاہانہ انداز تھا جمال تو حیران رہ گیا۔

"مجھے چھوڑ کر جاؤ گی تم؟" ماہ آرا ایک دم رونے لگیں۔

"نہیں بلکہ جہاں میں جاؤں گی وہاں آپ بھی ہوں گی کیوں ٹھیک ہے ناں؟" اس نے تصدیق کے لیے پھر سے حسن آرا کو دیکھا۔

"ٹھیک ہے۔" حسن آرا مان گئی۔

"اور یہ بھی؟" اس نے ماہ آرا کی طرف اشارہ کیا۔

حسن آرا نے کچھ سوچا اور پھر سر ہلا دیا شہرینہ مسکرا دی۔

"تھینک یو۔" وہ دونوں وہاں سے نکل گئے اور شہرینہ نے بڑی عجیب نگاہوں سے ان کو جاتے دیکھا تھا۔

❁......❁......❁

پانچ چھ دن مزید گزر گئے مگر افگن خاموش تھا اور عثمان صاحب نے اذیت میں مبتلا ہو کر ایک حتمی فیصلہ کیا۔ انہوں نے آفیسرز سے میٹنگ کی افگن اس میٹنگ میں شامل تھا اتنے دن گزر گئے لیکن حسن آرا کی طرف سے مزید کوئی پیش رفت نہیں ہوئی تھی۔ آفیسر کا کہنا تھا کہ ایک دو دن مزید انتظار کر لیا جائے پچھلی کال ٹریس ہونے پر کوئی نتیجہ نکلا تھا وہ پبلک پلیس تھی۔

عجیب بات تھی حسن آرا نے جب بھی کال کی پبلک پلیس سے ہی کی تھی۔ وہ آئے دن ٹھکانے بدلنے والی عورت اس کا خاص کوئی ٹھکانہ نہ تھا پتا نہیں آج کل کہاں ڈیرے لگا رکھے تھے۔ ماہ آرا سے تعلق ٹوٹا تو عثمان فاروق صاحب نے اس عورت کے بارے میں جاننے کی بھی کوشش ہی نہ کی تھی۔

اس دن کال آئی تھی وہ ملنا چاہتی تھی کسی بھی قسم کی ہوشیاری دکھائی تو اچھا نہ ہوگا اس نے خاص تاکید بھی کی تھی۔ وہ طے شدہ جگہ اور وقت پر پہنچ گئے تھے۔ حسن آرا پہلے سے وہاں موجود تھی۔ حسن آرا کی خاص تاکید تھی کہ وہ تنہا ہوں وہ شہر کا مشہور ہوٹل تھا۔ کیبن ریزرو تھا۔ حسن آرا کے انداز و تیور بڑے قاتلانہ تھے لیکن وہ عثمان فاروق تھے۔ بات چیت شروع ہوئی تو وہ کہنے لگی۔

"تم اس بار کوئی سیٹ حاصل نہیں کرو گے تمہیں اپنی سیٹ چھوڑنا ہوگی اگر تم بیٹی چاہتے ہو تو تمہیں ہماری بات ماننا ہوگی ہمارے پاس ایگری منٹ ہے اس پر باقاعدہ سائن کرنا ہوں گے تمام شرائط طے ہوں گی۔" عثمان فاروق اب تک سمجھ رہے تھے کہ شہرینہ کو لے جانے کے پیچھے کوئی مالی اعانت حاصل کرنے کا مقصد ہوگا لیکن یہاں تو قصہ ہی نرالا تھا۔

"کس نے بھیجا ہے تمہیں؟"

"جس کسی نے بھی کی لیکن بات کام کی ہوگی۔"

عثمان فاروق کا خون کھولنے لگا۔ ان کو اچھی طرح اندازہ ہو چکا تھا کہ ان کا کوئی سیاسی حریف انہیں اس عورت کے ذریعے دھمکانا چاہ رہا ہے۔

"او کے۔" عثمان فاروق نے ہاتھ میں پہنی گھڑی کا بٹن دبایا۔ ایک دم کیبن کے اردگرد چھپے لوگ کمرے میں داخل ہوئے تھے۔

"تم اچھا نہیں کر رہے تمہاری بیٹی کے حق میں بہت برا ہوگا اگر ایک گھنٹے کے اندر اندر میں واپس نہ گئی تو جنہوں نے مجھے یہاں بھیجا ہے وہ تمہاری بیٹی کا حشر نشر کردیں گے۔" وہ دھمکا رہی تھی۔ افسران کے ساتھ موجود خواتین نے اسے چاروں جانب سے گھیر لیا تھا۔

"کن لوگوں نے تمہیں بھیجا ہے؟" ایک افسر نے پوچھا۔

"جو بھی ہیں ان کے آدمی اردگرد ہیں جیسے کہ تم لوگ اندر داخل ہوئے ہو اس تک اطلاع پہنچ گئی ہوگی۔" افگن بھی ساتھ تھا۔ انہوں نے عثمان صاحب کو دیکھا۔

"اسے لے جائیں جو ہوگا میں دیکھ لوں گا۔" حتمی انداز تھا۔ لیڈیز نے اس کا بیگ فوراً اپنے قبضے میں کیا' تلاشی لینے پر موبائل نکال کر افگن کو دیا تھا۔

"شہرینہ کہاں ہے؟" افگن نے پوچھا۔

"میں ایسے نہیں بتانے والی۔" وہ بہت کائیاں عورت تھی۔

"شہرینہ کہاں ہے؟" اب کے عثمان فاروق صاحب نے بہت غصے سے پوچھا۔

"ایسی جگہ جہاں تم لوگ پہنچ بھی نہیں سکتے۔" وہ غصے سے بولی۔

"او کے، اسے لے جائیں۔" افگن نے افسر کو اشارہ کیا۔

"اچھا نہیں کر رہے، میں نے وارن کیا تھا کہ اگر ہوشیاری دکھائی تو نقصان تم لوگوں کا ہی ہوگا۔" عثمان فاروق صاحب خاموش رہے، افسران کے ہمراہ اسے وہاں سے لے جایا گیا۔ عثمان فاروق اور شیر افگن بھی اپنی گاڑی میں آ گئے تھے۔

"اگر اس عورت نے واقعی کچھ الٹا سیدھا کردیا تو......؟" عثمان فاروق اس وقت صرف اور صرف ایک باپ تھے۔

"پریشان مت ہوں یہ افسران بہت قابل ہیں ٹیچ کرلیں گے۔" انہوں نے لب بھینچ لیے۔ ان کو اندازہ ہو رہا تھا وہ جو کوئی بھی تھا ان کا سیاسی حریف تھا اور یہ عورت ان کے ماضی کو بنیاد بنا کر ان کو بلیک میل کرنے والی تھی۔ ان دونوں کو شہرینہ کی فکر ہو رہی تھی لیکن دونوں ایک دوسرے پر ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے۔

❁......❁......❁

ماہ آرا کے بولنے اور بار بار سمجھانے کے باوجود شہرینہ وہی کر رہی تھی جو اس کے دل و دماغ میں تھا۔ وہ دونوں کچھ دیر بعد ہی کسی اور کمرے میں شفٹ ہو گئی تھیں یہ وہ کمرہ ہرگز نہیں تھا جس میں وہ سب سے پہلے آئی تھی۔ اس کمرے کا یہ فائدہ تھا کہ اس کمرے کی تین اطراف کھڑکیاں تھیں اور اس نے باقی وقت ان کھڑکیوں میں کھڑے ہو کر اردگرد کے ماحول کا جائزہ لیتے گزارہ تھا۔ اس بلڈنگ میں کافی آمد و رفت تھی کئی طرح کے مرد مسلسل آتے جاتے تھے کمرے دور دور واقع تھے کافی بڑی بلڈنگ تھی۔ مختلف لڑکیاں بجی سنوری بیرونی گیٹ سے بائیں طرف بنی عمارت میں آتی جاتی دکھائی دیتی تھیں۔ اس نے ماہ آرا سے پوچھا تو اس نے تفصیل سے بتایا۔

"یہ عمارت ایک بہت بڑے ایم این اے کی تھی جو اس نے تحفتاً حسن آرا کے نام کردی تھی پچھلے پانچ سالوں سے وہ لوگ یہاں تھے حسن آرا کا صرف ایک ہی بیٹا جمال تھا باقی اس کی اپنی حقیقی کوئی اولاد نہ تھی۔ حسن آرا کی ماں کا تعلق ریڈ لائٹ ایریا سے تھا ماہ آرا کی ماں حسن آرا کی ماں کی دوست تھی جس نے گھر سے بھاگ کر شادی کی تھی لیکن شوہر نے کچھ وقت گزار کر چھوڑ دیا تھا ماں باپ کی عزت تو نیلام ہو چکی تھی اس لیے کس منہ سے واپس جاتی ایک بیٹی کو لے کر حسن آرا کے پاس آ گئی تھی اور حسن آرا نے کھلے دل سے اسے پاس رکھ لیا تھا وہ ان کے کام میں شامل ہو گئی تھی لیکن اس نے بیٹی کو ہر ممکن طریقے سے بچانے کی کوشش کی تھی اعلیٰ تعلیم دلوائی تھی ماں کے بعد سارا دھندا حسن آرا پر تھا اس نے ماہ آرا کو بھی اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کی تو ماں آڑے آ گئی اس کے مرنے کے بعد ماہ آرا پر پھر دباؤ بڑھنے لگا تو وہ خاموشی سے وہاں سے بھاگ گئی تھی کچھ سال بعد حسن آرا کو علم ہوا کہ وہ ایک بہت بڑے جاگیردار سے شادی رچا کر امریکا چلی گئی ہے تو حسن آرا کے سینے پر جیسے سانپ لوٹنے لگے تھے اور پھر اسے ماہ آرا تک پہنچنے کا موقع مل گیا تھا اور ماہ آرا اس نے زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی تھی۔ وہ حسن آرا کے جھانسے میں کیا آئی اس کی زندگی سے سب کچھ ختم ہوتا چلا گیا تھا عزت کی زندگی گزارنے کے سب خواب ملیامیٹ ہوئے تو اس نے خود کو ہی اپنے اوپر تیزاب ڈال کر سزا دے دی تھی۔

بدبودار جسم کی مالک بدصورت چہرے والی ماہ آرا سے اب کسی کو بھی کوئی غرض نہ رہی تھی وہ ناکارہ برتن کی طرح ایک طرف پڑی رہتی اور پھر کچھ عرصہ پہلے حسن آرا نے بتایا تھا کہ وہ اس کی بیٹی ماہ رخ کو یہاں لے آئے گی اور ماہ

آرا اس سے لڑ پڑی تھی اور پھر یہ تکرار تو جیسے روز کا معمول بن گئی اور پھر ایک دن اس کی ماہ رخ جواب شہرینہ تھی واقعی آ گئی تھی ماہ آرا خوف زدہ تھی کہ کہیں حسن آرا شہرینہ کو بھی اپنے گندے کام کا حصہ نہ بنا لے اوپر سے شہرینہ کی مرد مار شخصیت۔

وہ اسے سمجھاتی رہی تھی لیکن شہرینہ نے کوئی رسپانس نہ دیا تھا وہ اس وقت بھی بیرونی دیوار سے کمرے تک کے فاصلے کو آنکھوں سے ناپنے کی کوشش میں تھی جب ماہ آرا کی آواز گونجی۔

"تم واقعی اپنے باپ سے نفرت کرتی ہو؟" اس نے پلٹ کر دیکھا اور پھر سر گھما لیا۔ باہر کی دیوار سے کمرے تک کا فاصلہ کافی زیادہ تھا لیکن خوش قسمتی سے اس طرف کمرے نہیں تھے یہی آخری کمرہ تھا۔

"وہ بہت اچھا انسان تھا میں ہی اس کی قدر نہ کر سکی۔" ماہ آرا نے پھر کہا...... وہ اب بھی بے تاثر کھڑی رہی۔

"یہاں کھانا لانے والی جو عورت ہے وہ کب سے ہے؟" اس نے کوئی اور ہی سوال کیا۔

"کافی پرانی ہے میرا خیال ہے جب سے ہم یہاں شفٹ ہوئے ہے تب سے ہی۔"

"یعنی قابل اعتبار نہیں ہے۔" اس نے خیال آرائی کی تو ماہ آرا نے بغور اسے دیکھا۔

"کیا کرنا چاہتی ہو تم۔" وہ مسکرائی۔

"میں نے آج حسن آرا کو ایک آدمی کے ساتھ ایک بڑی سی پجارو میں بیٹھ کر کہیں جاتے دیکھا تھا۔"

"وہ تو روز کہیں نہ کہیں جاتی ہے۔" ماہ آرا کے لہجے میں نفرت تھی۔

"لیکن وہ کوئی عام انسان نہیں ہے میرے پاپا کا سیاسی حریف ہے اکثر پاپا کے خلاف بیان بازی کرتا رہتا ہے میرا خیال ہے یہ حویلی اسی ایم این اے کی ہے۔" وہ پُرسوچ انداز میں بولی۔

"ویسے میرے یہاں لائے جانے کے پیچھے کیا مقصد ہو سکتا ہے۔" اس نے پوچھا۔

"مجھے تو وہ یہی کہتی رہی ہے کہ وہ تجھے اپنے کام میں شامل کرے گی۔" شہرینہ ہنس دی۔

"مجھے جھیلنا کسی کے لیے اتنا آسان نہیں ہے خیر کچھ دن مزید گزر جائیں خود بخود اس عورت کو اندازہ ہو جائے گا۔"

"تمہارا جس سے نکاح ہوا ہے وہ کیسا انسان ہے۔"

"انتہائی بدتمیز اور ال مینرڈ انتہا سے بھی زیادہ نفرت ہے مجھے اس سے۔"

"تم واقعی اسے چھوڑ کر جمال سے شادی کر لوگی۔" وہ ہنس دی۔

"ہو سکتا ہے۔" وہ پھر باہر کی طرف دیکھنے لگی تبھی اس نے محسوس کیا کہ باہر کے ماحول میں کچھ افراتفری سی برپا ہوئی تھی۔ اس نے جمال کو تیزی سے ایک کمرے میں داخل ہوتے دیکھا وہ چونک کر بغور اسے دیکھنے لگی۔ نجانے کیوں اسے کچھ گڑبڑ لگ رہی تھی اور پھر اس کے کمرے کا دروازہ تیزی سے بجنے لگا۔

ماہ آرا اور وہ دونوں چونک گئیں۔ اس کمرے میں شفٹ ہونے کے بعد شہرینہ کمرے کی چٹخنی ضرور چڑھاتی تھی البتہ لاک باہر سے ہی لگایا جاتا تھا۔

"دروازہ کھولو جلدی کرو۔" یہ جمال ہی تھا۔ اس نے ماہ آرا کو دیکھا۔

"نجانے کیا آفت آن پڑی ہے۔" وہ دروازے کی طرف بڑھی تھی جب ماہ آرا نے چیخ کر کہا۔

"دروازہ مت کھولو۔"

"کیوں؟"

"یہ جمال اچھا لڑکا نہیں ہے یہ اکثر نشہ کر کے رات کو کسی بھی لڑکی کے کمرے میں گھس جاتا ہے۔"

"لیکن اس وقت رات تو نہیں۔"

"میں کہہ رہی ہوں ناکہ مت کھولنا۔" وہ رک گئی اس نے دوسری طرف کی کھڑکی سے دیکھا وہاں واقعی افراتفری تھی۔ لڑکیاں تیزی سے اپنا سامان سمیٹ کر گاڑیوں میں بیٹھ رہی تھیں۔

"میں کہتا ہوں دروازہ کھولو ورنہ میں دروازہ توڑ دوں گا۔" وہ پھر چیخا' اس نے ایک پل کو سوچا اور پھر کمرے کے اردگرد دیکھا اور پھر ایک طرف سجاوٹ کے لیے رکھا ہوا شیشے کا گلدان اس نے اٹھالیا' ماہ آرائ اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے ایک طرف ہوکر دروازہ کھول دیا۔

وہ تیزی سے اندر داخل ہوا تھا لیکن دروازے کے عقب میں چھپی شہرینہ نے کھینچ کر گلدان اس کے سر پر مارا اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتا یا پلٹتا اس نے اپنا دایاں ہاتھ اس انداز میں اس کے منہ پر مارا تھا کہ وہ منہ کے بل زمین پر گرا تھا۔ شہرینہ بلیک بیلٹ ہولڈر تھی اس نے ایک پاؤں اس کے کندھوں پر مارا اور پھر اس کے سر پر ایک زور کی ضرب لگائی تھی وہ چند سیکنڈ میں ہی حواس کھو گیا تھا۔

"یہ تو مر گیا۔" ماہ آرائ چیخی۔

"چپ......" اس نے جلدی سے دروازہ اندر سے بند کیا...... ماں کو ایک طرف کرکے بیڈ شیٹ اتار کر اسے پھاڑ کر اس نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے تھے۔ ماہ آرائ تو ابلتی آنکھوں کے ساتھ اس مردمار قسم کی لڑکی کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے جلدی سے اس کی جیبیں ٹٹولی جس میں سے والٹ اور موبائل نکال کر وہ فوراً ماہ آرائ کی طرف لپکی۔

"جلدی کریں ہمیں یہاں سے نکلنا ہے اس سے پہلے کہ کوئی کچھ سمجھے ہمیں فوراً نکلنا ہے۔"

"لیکن جمال......"

"زندہ ہے آپ نکلیں بس۔" اس نے ان کا ہاتھ پکڑ کر بازو سے سہارا دے کر کھڑا کیا۔ وہ ماہ آرائ کو لے کر باہر نکلی تو ایک آدمی تیزی سے ان کی طرف آیا۔

"جلدی کریں صاحب کا حکم ہے جتنی جلدی ہوسکے یہ عمارت خالی کرنی ہے ابھی پولیس کی ریڈ ہونے والی ہے گاڑی ادھر ہے جلدی چلیں۔" وہ جلدی سے گاڑی کی طرف آئی۔ باقی گاڑیاں ایک ایک کرکے نکل رہی تھیں۔ دو تین گاڑیاں خالی تھیں۔ عجیب سی افراتفری مچی ہوئی تھی کسی نے بھی ان کی طرف دھیان نہیں دیا۔ وہ گاڑیوں کی طرف بڑھ تھی ایک گاڑی ان لاک تھی لیکن ڈرائیور نہ تھا اس نے جلدی سے ماہ آرائ کو فرنٹ سیٹ پر بٹھایا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر فوراً گاڑی اسٹارٹ کی' اس سے پہلے کہ ڈرائیور وہاں آتا یا صورت حال سمجھتا اس نے فوراً کھلے گیٹ سے زن سے گاڑی نکالی۔ پیچھے ایک شور تھا ایک ہنگامہ اور وہ منٹوں میں وہاں سے نکلی تھی ماہ آرائ خاموش تھی۔ اس نے گاڑی چلاتے موبائل آن کیا لیکن وہاں پاس ورڈ لگا ہوا تھا۔ اس نے موبائل ڈیش بورڈ پر پھینکا اور گاڑی کی رفتار بڑھا دی تھی انجان جگہ تھی۔ وہ لمحوں کی تاخیر کے بغیر یہاں سے نکلنا چاہتی تھی کچھ دیر بعد وہ مین روڈ پر تھی۔ اس نے موبائل اٹھا کر پھر کوشش کی تھی لیکن بے سود تھا۔ کافی دیر ڈرائیو کے بعد اسے ایک چھوٹا سا علاقہ دکھائی دیا۔ اس نے اس طرف گاڑی موڑلی تھی۔ وہ ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جو اندرونی روڈ پر ہی تھا اس نے کسی سے پی سی او کا پوچھا تو اس نے ایک طرف بنے چھوٹے سے کھوکھے کی طرف اشارہ کردیا۔ وہ اس طرف آگئی تھی۔ اس نے اسے بتایا تھا کہ وہ کال کرنا چاہتی ہے اس کا موبائل بند ہوچکا ہے تو اس آدمی نے اسے ایک موبائل دے دیا تھا۔ اس نے فوراً عثمان فاروق کا نمبر ڈائل کیا لیکن کال ریسیو نہیں ہورہی تھی اس نے چند بار کوشش کے بعد فائقہ کا نمبر ملایا۔

"ہیلو۔" چند بیلز کے بعد کال ریسیو کی گئی۔

"میں شہرینہ بات کررہی ہوں۔"

"ارے شہری، کہاں ہو میری جان تم کہاں سے بات کررہی ہو؟" دوسری طرف فائقہ اس کی آواز سن کر بے تابی سے پوچھنے لگی۔ اس نے ساتھ بیٹھی ماہ آرائ کو دیکھا اور پھر ایک گہرا سانس لیا۔

"میں ٹھیک ہوں میں اس وقت کہاں ہوں مجھے خود نہیں علم ایک منٹ ٹھہریے میں پوچھ کر بتاتی ہوں۔"

"یہ کون سی جگہ ہے؟" اس نے آدمی سے پوچھا تو اس نے کوئی مشکل سا نام بتایا تھا اس نے فائقہ کو بتادیا۔

"پاپا کال ریسیو نہیں کررہے میرے پاس موبائل

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

نہیں ہے کسی شاپ سے موبائل لے کر بات کر رہی ہوں بابا کو کہیے گا میں ٹھیک ہوں میری طرف سے فکر مند ہونے کی قطعی ضرورت نہیں، اوکے بائے۔" اس نے جلدی سے کہہ کر کال کاٹ دی۔ موبائل آدمی کو تھمایا اور اسے کال کی رقم ادا کر کے اس سے رستہ پوچھ کر وہ وہاں سے نکلی۔

گھنٹہ ڈیڑھ لگا تھا اسے جانے پہچانے رستوں پر آتے آتے۔ جوں جوں فاصلہ کم ہو رہا تھا اس کے دل کی حالت عجیب سے عجیب تر ہوتی جا رہی تھی اور پھر اس نے جہاں آ کر گاڑی روکی تھی وہ جگہ اس کے لیے قطعی انجان نہ تھی۔

"دارالاطفال۔" اس نے ایک گہرا سانس لیتے ہارن بجایا۔ چوکیدار نے باہر نکل کر اسے دیکھا تو گیٹ کھول دیا۔ گاڑی ایک طرف پارک کر کے وہ ماہ آرا کا بازو تھام کر گاڑی سے نکال کر آفس کی طرف چل دی۔

سبھی لوگ اسے ایک انتہائی عجیب و غریب حلیے والی عورت کے ہمراہ آتے دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔ وہ آفس میں آئی۔ باجوہ صاحب اپنی سیٹ پر موجود تھے وہ اسے دیکھ کر بے پناہ خوش ہوئے اور خفا بھی۔

"کہاں تھیں آپ؟ آپ کو شاید علم نہیں آپ کی غیر ذمہ دارانہ رویے کی وجہ سے آپ کی فیملی کی طرف سے ہمیں کتنی شرمندگی مول لینا پڑی ہے۔"

"ایم سوری باجوہ صاحب سب کچھ تفصیل سے بتاؤں گی بس اس وقت ایک کام کریں۔ ان کو کسی روم میں ایڈجسٹ کرائیں ان کا بائیو ڈیٹا آپ کو مل جائے گا بس یہ سمجھ لیں کہ یہ میری بہت قریبی عزیز ہیں۔ میں دوبارہ چکر لگاؤں گی اس وقت جلدی میں ہوں پلیز۔" باجوہ صاحب ماہ آرا کی شکل و ہیبت دیکھ کر ہی پریشان ہو گئے تھے۔

"آپ پلیز ٹینشن نہ لیجیے گا بہت اچھے لوگ ہیں یہ میں اپنی فیملی کے پاس جا رہی ہوں میں آپ کے پاس ہی رکتی یا آپ کو وہیں لے جاتی لیکن ابھی حالات کا جائزہ لے کر ہی کوئی قدم اٹھاؤں گی۔" اس نے حیران و پریشان ماہ آرا کا ہاتھ پکڑ کر تسلی دی۔

ماہ آرا تو ابھی تک حیران تھی کہ کیسے اس نے منٹوں میں جمال کو قابو کرتے وہاں سے نہ صرف خود نکلی تھی بلکہ اسے بھی نکال لائی تھی۔

"میں ابھی میں اپنے گھر جا رہی ہوں کل ملنے آؤں گی۔"

اوکے۔" ماہ آرا نے سر ہلا دیا تھا۔

وہ محبت سے ان کے گلے لگ کر سیدھی ہوئی۔ والٹ میں سے کئی نوٹ نکال کر باجوہ صاحب کو دیے۔

"ان کو کسی بھی قسم کی کوئی تکلیف یا پریشانی نہیں ہونی چاہیے۔ ان کی ہر طرح کی ذمہ داری میری ہے بس یہ یہاں رہیں گی کب تک آپ کو بتا دوں گی۔" باجوہ صاحب نے سر ہلا دیا۔

وہ چابی اٹھا کر وہاں سے نکل گئی...... گاڑی کے پاس آ کر اس نے ایک گہرا سانس لیا اسے یہ سب ایک خواب سا لگ رہا تھا۔ وہ آرام و سکون سے اتنے خطرناک لوگوں میں سے بچ کر نکل آئی تھی۔ وہ خود بھی حیران تھی وہ ذرا سا مسکرائی اور پھر گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔

❁......❁......❁

فائقہ نے عثمان فاروق اور افگن کو کال کر کے شہرینہ کی کال کے بارے میں بتایا۔

"کب کال آئی تھی اس کی۔" افگن نے پوچھا۔

"کوئی ڈیڑھ دو گھنٹے ہو گئے ہیں۔"

"کیا کہہ رہی تھی...... کہاں ہے وہ؟"

"وہ کسی انجان جگہ پر تھی گاؤں کا نام پوچھ کر بتایا تھا کہہ رہی تھی کہ وہ رستے میں ہے اور یہ بھی کہ وہ بالکل خیریت سے ہے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔" فائقہ نے گاؤں کا نام بھی بتا دیا تھا۔

"اس کا مطلب ہے وہ وہاں سے نکل آئی ہے۔"

"ہو سکتا ہے، زیادہ تفصیل نہیں بتائی اس نے۔"

"چلیں ٹھیک ہے پتا کراتے ہیں اس جگہ کا۔" افگن نے ایک دو مزید باتوں کے بعد کال بند کر دی تھی۔ فائقہ مسلسل ٹہل رہی تھیں۔ ان کا سارا دھیان شہرینہ میں لگا

ہوا تھا۔ نجانے کہاں تھی وہ اور کس طرح کے حالات کا سامنا کررہی تھی۔ وہ مسلسل ٹہل رہی تھیں کوئی ایک گھنٹے کے بعد زبیدہ نے آ کر بتایا کہ شہرینہ آ گئی ہے وہ فوراً اپنے کمرے سے نکلیں لاؤنج میں آئیں تو وہاں صوفے پر شہرینہ کو بیٹھے دیکھ کر بےیقین سی ہوئیں۔

''شہرینہ......!'' وہ شہرینہ کے پاس آئیں۔ شہرینہ انہیں دیکھ کر کھڑی ہوئی لیکن اس کے انداز میں ایک جھجک سی تھی۔

''کیسی ہوتم؟'' فائقہ نے بےاختیار اسے گلے سے لگالیا۔ وہ رونے لگیں جبکہ شہرینہ خاموش رہی۔ کچھ دیر بعد اس نے ان کو خود سے جدا کیا۔

''ہم اتنے پریشان تھے تمہارے پاپا اتنی راتوں سے وہ گھر نہیں آئے سوئے تک نہیں اور افگن وہ تو مسلسل آفیسرز کے ساتھ لگا ہوا تھا تمہیں ڈھونڈنے میں۔'' شہرینہ نے ایک گہرا سانس لیا۔

''میرا موبائل ان لوگوں نے چھین لیا تھا مجھے اپنا موبائل دیں مجھے ابھی پاپا کے پاس جانا ہے۔'' اس نے کہا تو فائقہ نے ایک گہرا سانس لیا۔ بغور دیکھا چہرہ کملایا ہوا اور کمزور دکھائی دیا تھا۔ رنگ بھی ڈل سا ہورہا تھا اور کپڑے وہ بھی انتہائی میلے تھے۔ انہوں نے کبھی بھی اسے ایسے حلیے میں نہیں دیکھا تھا۔ ان کے دل کو کچھ ہوا۔

''کھانا کھالو تھکی ہوئی لگ رہی ہو تمہارے پاپا کو اطلاع کردیتی ہوں کہ تم گھر پر ہو وہ لوگ خود ہی آجاتے ہیں۔''

''نہیں مجھے ان سے ابھی ملنا ہے آپ پلیز اپنا موبائل دے دیں۔'' انہوں نے محسوس کیا کہ شہرینہ کے انداز میں ایک تکلف سا تھا۔

''ٹھیک ہے چینج کرلو اور کھانا ضرور کھالو۔''

''ایم سوری بالکل بھی بھوک محسوس نہیں ہورہی میں واپس آ کر کھانا کھاتی ہوں۔'' فائقہ خاموش ہوگئیں۔

وہ ان کا موبائل اور گھر والی گاڑی کی چابی لے کر چلی گئی۔ فائقہ نے خاموشی سے اسے جاتے دیکھا اور پھر عثمان صاحب کو شہرینہ کے آجانے کی خبر دینے کے لیے انہوں نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا تھا۔

❁......❁......❁

وہ وہاں پہنچی تو سب سے پہلا سامنا عثمان صاحب کے آفس کے سامنے کچھ آفیسرز کے ساتھ کھڑے افگن سے ہوا تھا۔ افگن اسے گاڑی سے نکلتا دیکھ کر فوراً اس کی طرف آیا۔

''کیسی ہو؟''

''آپ کی توقع کے بالکل برعکس۔'' وہی تیکھا جواب وہی تیکھے چتون۔

''پاپا کہاں ہیں؟'' وہ تیزی سے آگے بڑھی تو افگن بھی ساتھ ہولیا۔ ساتھ چلتے پوچھا تو افگن نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا۔

''کچھ آفیسر کے ساتھ بزی ہیں مجھے بتایا تھا کہ تم آرہی ہو اپنے آفس میں بیٹھنے کو کہا ہے ابھی فارغ ہوتے ہیں تو بات کرتے ہیں۔'' وہ خاموش رہی۔ وہ عثمان فاروق کے آفس میں ایک طرف رکھے صوفوں میں سے ایک پر آبیٹھی۔ دوسری طرف افگن بیٹھا تھا۔

''وہاں سے کیسے نکلی؟'' وہ ہنس دی۔

''وہاں سے نکلنا کون سا مشکل تھا میں تو محض اپنی ماں کے بارے میں جاننے کے لیے رکی ہوئی تھی بلکہ ان کو وہاں سے نکالنے کے لیے اور ان کو وہاں سے نکال بھی لائی ہوں۔'' اس نے ہنس کر بتایا۔ وہی پرانے انداز، وہی اطوار ذرا بھی تو فرق نہیں پڑا تھا وہ اسی طرح بےپروا تھی اور ادھر سب کی جان سولی پر اٹکی ہوئی تھی۔

عثمان صاحب اتنی راتوں سے سوئے تک نہیں تھے اور وہ خود مسلسل اِدھر سے اُدھر بھاگتے خوار ہورہا تھا اور ایک یہ تھی جس پر کسی چیز کا کوئی اثر ہی نہ تھا۔

''تم ہو کیا چیز بتانا پسند کروگی۔'' افگن کا انداز ایسا تھا کہ شہرینہ نے پہلے حیران ہوکر اسے دیکھا اور پھر بےاختیار ہنس دی۔

''میں اللہ پاک کی بنائی ہوئی ناچیز سی مخلوق ہوں۔''

انداز اب جی جلانے والا تھا۔ افگن مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ تھا۔

"تم ان لوگوں تک کیسے پہنچیں۔" وہ کافی سنجیدہ تھا۔

"کیوں آپ کو ابھی علم نہیں ہوا کہ میں وہاں کیسے پہنچی تھی؟"

"ہر بات کا الٹا جواب...... جو پوچھا ہے وہ بتاؤ۔"

"خوامخواہ مجھ پر رعب جمانے کی ضرورت نہیں...... پاپا کو بتانے کی مجاز ہوں وہ پوچھیں گے تو سب کچھ بتادوں گی۔"

"فار یور کائنڈ انفارمیشن تمہارے پاپا سے بھی زیادہ اب تم سے باز پرس کے اختیارات مجھے حاصل ہیں۔" وہ پھر ہنس دی۔

"عجیب انسان ہیں اب میں کوئی چھوٹی بچی نہیں ہوں جو ان چیزوں کا علم نہ ہو' جانتی ہوں کہ آپ محترم عزت مآب کے پاس کون سے اختیارات ہیں بار بار یاد کرانے کی ضرورت نہیں۔" افگن نے گھورا تبھی دروازہ کھلا اور عثمان فاروق کمرے میں داخل ہوئے شہرینہ اور افگن دونوں کھڑے ہوگئے تھے۔

شہرینہ کو روبرو دیکھ کر ان کے اندر جیسے سکون سا اترنے لگا تھا۔ شہرینہ نے سلام کیا تو انہوں نے سر ہلایا' وہ اپنی سیٹ پر جانے کی بجائے اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئے۔

"کیسی ہو؟" انہوں نے بیٹی کو بغور دیکھا وہ مسکرادی۔

"بالکل ٹھیک۔"

"حسن آرا کو تم کب سے جانتی ہو۔" انہوں نے پوچھا۔

"ان دن علم ہوا تھا جب ان تک پہنچی تھی۔"

"مجھے سب کچھ تفصیل سے بتاؤ۔" انداز دوٹوک تھا۔

اس نے ایک گہرا سانس لیتے ان کو لفظ بہ لفظ سب کچھ سچ سچ بتادیا تھا انہوں نے اور افگن نے بالکل خاموشی سے سب سنا تھا۔ وہاں جانے وہاں رہنے' حسن آرا سے ہونے والی تمام گفتگو اور وہاں سے نکلنے والی تمام تر کارروائی سمیت ہر بات سچ سچ بتادی تھی۔

”حسن آرا ہماری تحویل میں ہے وہ سمجھتی تھی کہ تمہیں اپنے پاس رکھ کر وہ ہمیں بلیک میل کرلے گی لیکن نجانے کیوں مجھے یقین تھا کہ تمہیں وہ بلیک میل نہیں کرسکے گی' اسی یقین کے تحت ہم نے اسے پکڑلیا تھا وہ جس ایم این اے کی پناہ لے کر یہ سب کرنا چاہ رہی تھی وہ ہمارا سیاسی حریف تھا انویسٹی گیشن جاری ہے پولیس نے ان کے ٹھکانوں پر ریڈ کیا ہے کافی ثبوت وغیرہ ملے ہیں لیکن میری پوری کوشش ہے کہ تمہارا ان سب میں نام نہ آئے۔“

”اس طرح تو ان لوگوں کو سزا نہیں ملے گی۔“ وہ دل سے چاہتی تھی کہ حسن آرا جیسی عورت کو سزا ضرور ملے۔

”آپ نہیں جانتیں ایسی عورتوں کے تعلقات کہاں کہاں تک ہوتے ہیں کیا ایم پی اے' کیا ایم این اے اور کیا منسٹر سبھی ان کی مٹھی میں ہوتے ہیں میرے لیے یہی کافی ہے کہ آپ بحفاظت واپس آگئی ہیں' آپ کا بہادری سے سب کا سامنا کرنے کا سن کر میں بہت خوش ہوا...... لیکن وہیں مجھے بہت تکلیف بھی ہوتی ہے آپ انجان لوگوں پر یقین کرتے ان کی سازش کا شکار ہوتے سب فیس کرنے پر مجبور ہوگئی تھیں۔“ وہ واقعی شرمندہ ہوئی تھی۔ یہ اس کی غلطی تھی۔ وہ اپنی جذباتیت میں اپنے لیے خود گڑھا کھود چکی تھی۔

”ایم سوری۔“ اس نے اعلیٰ ظرفی سے قبول کیا۔

”ماہ آرا بیگم کہاں ہیں اب؟“

”میں ان کو دارالاطفال چھوڑ آئی ہوں۔“ کچھ دیر تک کمرے میں بالکل خاموشی رہی۔

”مجھے بہت افسوس رہے گا کہ آپ لوگوں نے مجھے کبھی بھی اعتماد میں لے کر یہ سب نہ بتایا لوگ الٹی سیدھی باتیں کیا کرتے تھے تو میں الجھ جایا کرتی تھی لیکن جب حقیقت کا علم ہوا تو آپ میں سے کوئی نہیں جان سکتا کہ میں کس قدر ٹوٹ گئی تھی اگر آپ سمجھتے ہیں کہ مجھے اب علم ہوا ہے تو ایسی بات نہیں میں کافی پہلے سے یہ جانتی ہوں۔“ افگن نے حیران ہوکر اسے دیکھا۔ وہ سر جھکائے ہوئے تھی اور عثمان صاحب نے بغور اسے دیکھا۔

”میں گلے شکوے کرنے کے حق میں نہیں ہوں اگر اس سب میں، میں بہت حد تک ذمہ دار ہوں تو بہت ساری باتوں کے لیے آپ بھی خطا کار ہیں' آپ نے بحیثیت باپ ہمیں نہ توجہ دی اور نہ ہی ہماری توجہ کو قبول کیا اگر ایسے میں جذبات میں آکر میں کوئی غلط قدم اٹھاتی ہوں تو محض میں اکیلی خطا کار نہیں ہوں۔“ انداز سنجیدہ اور دوٹوک تھا۔

افگن نے عثمان صاحب کو دیکھا جو بالکل خاموش تھے۔ افگن فوراً بولا۔

”جو ہوا اس پر بحث کرنا کا اب کوئی فائدہ نیں' آپ بتائیں اب کیا کیا جائے؟“ اس نے بات کا رخ موڑا۔ عثمان صاحب اسے آئندہ کے لیے ہدایات دینے لگے تھے۔

”آپ گھر جائیں۔ افگن شہرینہ کو گھر لے جائیں میں فارغ ہوکر آؤں گا پھر بات ہوگی۔“ آخر میں انہوں نے کہا تو شہرینہ کھڑی ہوئی۔ افگن بھی اس کے ساتھ نکلا۔ وہ گاڑی کی طرف بڑھی تو افگن نے روک لیا۔

”یہ گاڑی چچا جان کسی کو کہہ کر گھر بھجوا دیں گے تم میرے ساتھ چلو۔“

”پاپا نے کہہ دیا لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ میں واقعی آپ کے ساتھ جانے کو راضی ہوں۔“ اس نے پھر وہی انداز دکھائے۔

”میں ایسی سنگین غلط فہمی کا شکار بھی نہیں ہوں پلیز بحث کرنے کا موڈ نہیں چابی دو مجھے۔“ اس نے ایک دو پل اسے گھورا اور پھر چابی دے دی۔

افگن نے کسی کو گاڑی لانے کی ہدایت دی اور خود اسے لے کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ وہ فرنٹ سیٹ پر تھی۔ افگن نے نوٹ کیا وہ کافی تھکی اور الجھی ہوئی تھی۔ دونوں کے درمیان بالکل خاموشی تھی۔ شہرینہ نے ایک دو بار اسے دیکھا افگن کسی گہری سوچ میں گم تھا۔

”جذباتیت زندگی کا حصہ ضرور ہوتی ہے لیکن

جذباتیت کل زندگی نہیں ہوتی، اگر خدانخواستہ تم کچھ غلط لوگوں کے ہاتھ لگ جاتیں تو......" کچھ توقف کے بعد افگن نے کہا تو وہ حیران ہوئی۔

"آپ کا خیال ہے ابھی جن لوگوں سے میں بچ کر آئی ہوں وہ بڑے نیک لوگ تھے۔"

"حسن آرا کو چچا جان جانتے تھے سو انہوں نے کچھ نہ کچھ حل نکال لیا اور خوش قسمتی سے تم وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوگئی، فرض کرو اگر ایسا نہ ہوتا تو تم کہاں ہوتی؟"

"جب میں وہاں سے نکلی تھی تو اس میں آپ کے چچا نے میری کوئی مدد نہیں کی میں اپنی محنت اور عقل سے نکلی ہوں اور اگر میں وہاں سے نہ بھی نکلتی تو بھی خود کی حفاظت کرنا خوب جانتی ہوں شہرینہ عثمان فاروق نہ پہلے کوئی عام لڑکی تھی اور نہ ہی اب ہوں میں اسپورٹس پلیئر ہوں مجھے سکھایا جاتا ہے کہ کب کس موقع پر اپنا تحفظ کیسے کیا جاتا ہے میں کوئی اتنا آسان شکار نہ تھی ٹھیک ہے اپنی بے وقوفی کے سبب میں ان لوگوں کے جال میں پھنس گئی تھی لیکن کسی بھی قسم کی مدد لیے بغیر میں پھر وہاں سے نکلنے میں بھی کامیاب ہوئی ہوں۔"

"تمہاری خوش قسمتی کہوں گا ورنہ جو حالات تھے ایسے میں تم کبھی وہاں سے نہ نکل پاتی۔" افگن نے بھی صاف گوئی سے کہا۔

"تو کوئی مسئلہ نہ تھا میں کوئی اور حل نکالتی حسن آرا اور اس کے بے وقوف بیٹے کو چلانا میرے لیے مشکل نہ تھا جیسے بھی سہی میں نے وہاں سے نکل ضرور آنا تھا۔" وہ ابھی بھی پُراعتماد تھی۔

افگن خاموش ہوگیا اور پھر یہ خاموشی گھر آنے تک برقرار رہی تھی۔

❁......❁......❁

گھر آ کر فریش ہونے کے ساتھ لباس بدلا تو شہرینہ کو لگا کہ جیسے وہ پُرسکون ہوگئی ہے ذہن سے تفکرات و خدشات کے بادل چھٹے تو اسے ذہنی طور پر یہ گھر ایک نعمت لگا تھا۔ اس نے کھانا کمرے میں منگوایا اور کھانا کھا کر وہ لیٹ گئی تھی۔ اتنے دنوں کی تھکن پر نیند فوراً غالب آ گئی۔ فائقہ اس کے کمرے میں آئیں تو اسے سوتا پا کر واپس چلی گئیں، افگن لاؤنج میں تنہا بیٹھا ہوا موبائل پر کسی سے بات کر رہا تھا۔

"او کے میں کل واپس آ رہا ہوں۔" اس نے الوداعی کلمات کہتے ہوئے کال بند کی تو فائقہ اس کے سامنے بیٹھیں۔

"شہرینہ سے بات ہوئی؟"

"جی۔"

"کیا بتایا اس نے۔" جواباً افگن نے وہ سب کچھ بتا دیا جو شہرینہ نے عثمان فاروق کو بتایا تھا۔

"بہرحال یہ سب نہیں ہونا چاہیے تھا۔ شہرینہ بے شک ظاہر نہ کرے لیکن میں جانتی ہوں وہ اندر ہی اندر گھل رہی ہوگی۔"

"میرا خیال ہے آپ سب نے اسے اصلیت نہ بتا کر اس پر اس سے بھی بڑا ظلم کیا ہے میں سمجھتا ہوں شہرینہ کی ذات کی بہت ساری خامیاں آپ لوگوں کے اس رویے کی وجہ سے بھی ہیں۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو لیکن اس کی زبان سے سوتیلی کا لفظ سن کر اس سے بھی زیادہ تکلیف ہوتی مجھے۔"

"محض مفروضے ہیں آپ کے، آپ لوگ کسی مڈل کلاس گھرانے سے تعلق نہیں رکھتے جو "سوتیلی ماں" کا تصور پیدا ہوتا اگر محبت توجہ اور پیار ملے تو برے سے برا انسان بھی بدل جاتا ہے وہ تو پھر نارمل لڑکی ہے۔"

(ان شاءاللہ باقی آئندہ شمارے میں)

بے سبب آنکھ سے کب اشک رواں ہوتا ہے
گیلی لکڑی ہوں، سلگتی ہوں، دھواں ہوتا ہے
آئینہ دیکھ رہا ہے مجھے کیوں حیرت سے
شکل پر کیا مری کچھ اُن کا گماں ہوتا ہے

"اپیا جی......"

"جی......؟"

"اپیا جی۔" اسی بے خیالی سے دوبارہ دہرایا۔

"جی میں نے آپ کا نام پوچھا ہے؟" اس نے تھوڑا خفیف ہوتے ہوئے اس کی طرف جھک کر پوچھا۔

"بتایا ہے اپیا جی۔" اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ وہ جیسے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہی سن ہوگئی تھی۔ وہ ٹکٹکی باندھے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ بوکھلاسی گئی۔ اسے یاد آیا کہ اس کا کوئی نام بھی تو ہوگا۔ جب سے ہوش سنبھالا اس کے کانوں میں اسے اپنے لیے یہی سنائی دیا...... "اپیا جی" جوان بوڑھا بچہ چھوٹے بڑے سب اسے اپیا جی کہتے۔ اس نے کبھی اس بات پر اعتراض بھی نہیں کیا۔ اس سے دگنی عمر کے لوگ بھی اسے اپیا جی کہتے۔ وہ خود بھی کئی کئی بہاریں دیکھ چکی تھی۔ وہ گھر کے ہر فرد کے دل کی دھڑکن تھی۔ ہر ایک کی آنکھ کا تارا۔ وہ بھی سب پر اپنا آپ نچھاور کرتے نہیں تھکتی تھی۔ اسے خوشیاں باٹنا پسند تھا۔ وہ جیسے پچھلے کئی سالوں سے اپنا آپ اپنی ذات کہیں رکھ کر بھول گئی تھی۔

"وہ...... میرا نام......" اسے جیسے بہت دقت ہورہی تھی اپنا نام یاد کرتے ہوئے اسے جیسے یاد ہی نہیں تھا کہ اس کا اصل نام کیا ہے۔

"وہ...... میرا نام...... نازنین......" اس نے ہکلاتے ہوئے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں کی گہرائی اسے گھبراہٹ میں مبتلا کررہی تھی۔

"پورا نام؟" کاغذ قلم تھامے وہ اس کے روبرو سر پر کھڑا تھا۔ ایک تو نام سوچنے میں اتنا وقت لگا اوپر سے یہ شخص ٹل کے نہیں دے رہا۔ اب پورا نام بھی بتاؤں لو بھلا۔

"نازنین...... بتول......" دیکھو تو کتنا خوب صورت نام ہے میرا پھر یہ اپیا جی میرے کب سے اور کیوں کر گلے پڑا۔ اس نے اپنا پورا نام بتانے کے بعد خود ہی دل میں اپنا نام دہرایا۔

"نازنین بتول...... آپ کا اندراج کردیا گیا ہے۔ آپ اگلے ہفتے آجایئے گا۔ ویسے بہت خوب صورت نام ہے آپ کا۔" اس نے ایک کاغذ کا ٹکڑا پھاڑ کر اس پر اپنے دستخط کرکے اسے تھماتے ہوئے کہا۔ اس کا تعریفی جملہ جیسے اس کے اندر تک گھل گیا ہو۔ اتنے برس میں شاید یہ پہلی بار ہوا تھا جیسے اسے لگا ہو اس کے چار سو گھنٹیاں سی بجی ہوں۔ کئی برس پہلے ایسا صرف ایک بار ہوا تھا جب اس کا نکاح ہوا تھا اور نکاح کے دو دن بعد اس کا شوہر پوسٹنگ ہوکر بارڈر پر چلا گیا تھا۔ دو سال کی پوسٹنگ تھی۔ اس کے بعد رخصتی ہونا قرار پائی تھی مگر دو سال طویل ہوتے گئے۔ اس کا کہیں اتا پتا نہ ملا اس کی چیک پوسٹ والوں کے مطابق وہ مرگیا تھا...... مگر اس کی لاش نہیں ملی کچھ کہتے اسے دشمن ملک نے قید کرلیا اور کچھ کہتے وہ زندہ ہے مگر بھٹک رہا ہے کہیں اسے ڈھونڈنا چاہیے۔ مدت تک اس کا کیس چلتا رہا پھر آہستہ آہستہ سب ٹھنڈا ہوگیا۔ اس کے بعد کبھی کسی نے اس بات کا ذکر نہیں کیا نا ہی کبھی کسی نے اس کی شادی کے حوالے سے کوئی بات کی۔ وہ بیاہی بھی تھی اور ان بیاہی بھی۔ کبھی اس نے بھی کسی سے اپنے دل کی بات نہ کی پہلے پہل وہ بہت روتی تھی۔ گھٹ گھٹ کر دعائیں مانگتی اس کے واپس لوٹ آنے کے لیے کئی کئی نفل پڑھتی پھر آہستہ آہستہ سب کم ہوتے ختم ہوگیا۔ اس کی زندگی بھی مصروف ہوگئی۔ وہ سب کی خدمت گزار بے ضرر سی اپیا جی بن گئی۔ وہ کب اپیا جی بنی یہ اسے بہت اچھی طرح یاد تھا اس کی ماں بہت بیمار رہتی اور چھوٹے بہن بھائی سب اس کی ذمہ داری بنتے گئے۔ اس کی سب سے چھوٹی بہن اسے اماں بلاتی۔ وہ سب کے کام بھاگ بھاگ کر کرتی کئی بار تو ایسا ہوتا کہ اس کے ابو کے منہ سے بھی اس کے لیے اپیا جی نکل جاتا تو وہ بہت ہنستی۔ باپ خجل سا ہوکر ادھر ادھر ہوجاتا۔ اب تو وہ سارے گاؤں کی اپیا جی تھی۔ کچھ اسے سادھو کہتے" کچھ اسے اللہ والی اور کچھ اسے بہت اونچے مقام پر کھڑا کردیتے۔ وہ سب کی رائے سنتی اور مسکرا دیتی۔ اس نے اپنی ذات کو ان سب کے اردگرد گم کردیا تھا...... لیکن آج نہ جانے کیوں اسے اپنی ذات کو ڈھونڈ نکالنے کا ادراک اچانک ہوا تھا۔

"کیا آپ کا کوئی نام نہیں؟" اس کے کانوں میں آواز گونجی۔

جب میرا نام شناخت ہے میرا وجود بھی ہے تو اتنے عرصے سے میں اس سے غافل اور بے خبر کیوں رہی۔ اس نے خودکلامی کی۔ اس کے دل سے آواز آئی میں اس شخص سے ایک بار پھر ضرور ملوں گی۔

"ہائے...... ہائے...... کیا ہوگیا ہے تجھے...... گناہ......" وہ کانپنے لگی۔

"گناہ کیا گناہ؟ میں جواب تک ایک کے نام پر اپنے

بالوں میں چاندی سجائے بیٹھی ہوں وہ گناہ کسی کو نظر کیوں نہیں آیا اب تک؟" ایک جنگ جیسے اس کے اندر شروع ہوگئی تھی۔

☆☆☆......☆☆☆

دوسری بار اپیا کا اس سے سامنا اسی شناختی کارڈ کے دفتر میں ہوا۔ وہ اندراج کے کچھ فارم لے کر اس کی طرف آرہا تھا۔

"انگوٹھا لگائیں گی یا دستخط؟" اس نے قریب آکر پوچھا۔

"میں آپ کو انگوٹھا چھاپ نظر آتی ہوں؟" الٹا سوال پوچھا۔

"میرا مطلب ہے گاؤں کے سبھی لوگ......"

"جی میں گاؤں میں رہتی ضرور ہوں مگر میں پڑھی لکھی ہوں کیونکہ شہر میں ابا کی پوسٹنگ ہوتی تھی ہم وہاں بھی جا کر رہا کرتے تھے۔" وہ اتنی طویل باتیں نہیں کرتی تھی لیکن نہ جانے کیوں آج کی۔

"اچھا جی...... یہ تو بہت اچھی بات ہے پھر تو آپ اپنا فارم خود بھر سکتی ہیں۔ یہ لیں فارم یہاں اپنا نام لکھیں پھر اس کے نیچے والے خانوں میں جو بھی پوچھا ہے اس کی تفصیل لکھ دیں۔" اس نے فارم اس کے سامنے میز پر پھیلاتے ہوئے کہا۔

"آں...... آں...... کیا لکھنے لگی ہیں؟" وہ بے خیالی میں اپیا جی لکھنے لگی تھی جب اس نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا۔

"اتنا خوب صورت نام ہے پھر اپنا نام کیوں نہیں یاد رہتا آپ کو...... آپ کو ایسا کیوں لگتا ہے کہ آپ کا نام اپیا جی ہے؟" اس نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

"واہ آپ کے نام کے ساتھ ساتھ آپ کی لکھائی بھی بہت خوب صورت ہے۔" اس نے تعریفی جملہ کہا۔ اپیا کے ارد گرد جیسے ایک بار پھر گھنٹیاں سی بجی ہوں۔ اس نے اپنے دوپٹے کے پلو سے اپنا آپ سمیٹا۔

"بس اسی طرح فارم بھرتی جائیں کچھ پوچھنا ہو تو میں یہیں ہوں پوچھ سکتی ہیں۔" وہ اس کو کہتا ہوا دوسری سمت چلا گیا۔ اس کی نگاہوں نے اس کا تعاقب کیا۔

"لاحول ولاقوۃ کیا ہوگیا ہے مجھے۔" اپیا نے خود کلامی کی مگر دوسرے ہی لمحے کسی خوب صورت خاتون سے بہت اپنائیت اور محبت سے بات کرتے ہوئے دیکھ کر اس کے دل کو جیسے کچھ ہوا تھا۔ وہ درمیانے قد کی دبلی پتلی پُر وقار سی جدید تراش خراش سے کٹے بال اور ہلکے میک اپ کے ساتھ بہت خوب صورت لگ رہی تھی۔ وہ دیکھ رہی تھی اس کی آنکھوں کی طرف جنہیں وہ اس خاتون کے چہرے پر بہت شوق سے مرکوز رکھے ہوئے تھا۔ عورت میں ایک بات ضرور ہوتی ہے وہ مرد کی نظریں پہچاننے میں کبھی دھوکہ نہیں کھا سکتی۔ اس کی آنکھوں میں اس عورت کے لیے محبت تھی اور بس۔

"میں اس جیسی میں بھی لگوں تو کیا یہ مجھے بھی اتنی محبت دے سکتا ہے۔" اس نے دل میں سوچا۔

"اپیا آج کل کا دور بدل گیا ہے آج کل جدید تراش خراش اور خوب صورتی سے کٹے گئے میک اپ والی لڑکیاں سب کو بھاتی ہیں۔ وہ پرانے دور گئے۔" اس کے کانوں میں گاؤں کی ایک لڑکی کی آواز گونجی جسے اپیا نے اس کے فیشن کرنے پر اسے سمجھانے کی کوشش کی تو وہ الٹا اپیا کو سمجھا گئی۔

"اپیا آپ کو نہیں پتا اس طرح کے بال بنانے سے بندہ کچھ ماڈرن سا لگتا ہے اور اس رنگ کی سرخی تو سب پسند کرتے ہیں۔" اس کے کانوں میں ایک اور لڑکی کی آواز گونجی جو اسے اکثر کہتی تھی کہ آپ سجا سنورا کریں' اپنا خیال رکھا کریں۔ جدید لباس زیب تن کیا کریں۔" اور یہ نہیں کیا گیا۔

"سفید بال اوپر سے کسی چٹیا' پھیکی آنکھیں' خشک ہونٹ اترا ہوا چہرہ اور بے رنگا لباس' ناک' کان' گلا انگلیاں زیور سے بیگانی۔" آج اس نے نہ جانے کتنے عرصے بعد خود کو آئینہ میں دیکھا اور خود پر اتنا غور بھی کیا۔ اس نے وہ صندوقچی نہ جانے کتنے عرصے بعد کھولی جس میں اس کی ماں نے اس کے جہیز کے لیے چند جوڑے بنا کر رکھے تھے۔ جامنی رنگ کا خوب صورت سوتی اور شفون کے ملاپ سے بنا ہلکے دھاگے کی کڑھائی کا سوٹ جو اسے بہت پسند تھا۔ کئی سال بعد بھی اس کی خوب صورتی میں کمی نہیں آئی تھی۔ اس نے ملائمت سے اس پر ہاتھ پھیرا۔

کالے بال آنکھوں میں کاجل' بالوں کو طریقے سے پنوں کی مدد سے سنوارا۔ کانوں میں خوب صورت نگوں سے مزین بالیاں' گلے میں سونے کی چین اور ہاتھوں اور انگلیوں میں چند زیور ہونٹوں پر ہلکے رنگ کی خوب صورت گلابی سرخی۔ وہ اپنے آپ سے شرمائی تھی۔ کوئی اسے دیکھ لیتا تو پہچانتا نہیں۔ اس نے آنکھ بند کی وہ کچھ سوچ کر مسکرائی تھی۔ اس نے سر پر دوپٹہ لیا پرس اٹھایا بیرونی دروازے سے جھانک کر ادھر ادھر دیکھا رستہ صاف دیکھ کر چوروں کی طرح دہلیز پار کی اور نظروں کو محتاط

رکھتے ہوئے گلی کے کونے تک پہنچ گئی۔ وہ اچانک سے چونکی گلی کے کونے پر کچھ عورتیں سر پر سرسوں کے ساگ کے ٹوکرے اور مٹکے اٹھائے باتوں میں مصروف تھیں۔ وہ ان کی موجودگی میں وہاں سے گزر نہیں سکتی تھی۔ اس نے پلٹنا چاہا مگر ایک آواز سن کر رک گئی۔

"توبہ...... توبہ...... اپیا جی کے بارے میں ایسی بات...... ارے ایسی بات سوچنا بھی جیسے گناہ ہے۔"

"اور نہیں تو کیا یہی تو میں نے کہا۔ وہ نیک پرہیزگار معصوم سادہ دل وہ بھلا ایسا کچھ کر ہی نہیں سکتی۔ وہ خود ایسا ہے ایک نمبر کا دھوکے باز پہلے بھی گاؤں کی ایک سادہ دل لڑکی کو بے وقوف بنا کر اس کی زندگی برباد کر چکا ہے۔ اس کے ساتھ کام کرنے والی شاکرہ بی بی ارے وہی جو دوپٹہ بھی نہیں لیتی سر پر اس کی کئی بار شکایت لگا چکی تھی۔ شناختی کارڈ والے بڑے بابو کو۔"

"ارے میری بھانجی اپنی بہن کے ساتھ شناختی کارڈ بنوانے گئی تو ان دونوں کو بہلا پھسلا رہا تھا اپنی باتوں سے۔ میری بہن تو بہت سخت ہے ایسی باتوں میں مجال ہے جو اس کی چکنی باتوں میں آئی اور نہ میری بھانجی کو آنے دیا۔" یہ دائیں طرف کھڑی تیسری عورت تھی جس نے اپنا مدعا دینا بھی ضروری سمجھا۔

"وہی تو بھئی یہ تو خطرناک قسم کا انسان ہے جو عورت اس کے پاس شناختی کارڈ بنوانے جائے وہ یا تو اس کی باتوں میں پھنس جاتی ہے اگر نہ پھنسے تو اس عورت کے بارے میں الٹی سیدھی باتیں شروع ہو جاتی ہیں۔"

"ارے میں تو کہتی ہوں یہ باتیں بھی وہی نکالتا ہوگا اور پھر پھیلاتا ہوگا۔ خوامخواہ دوسروں کو بدنام کرنے کے لیے۔" یہ پانچویں عورت تھی جس نے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیا تھا۔

"اب اپیا جی کے بارے میں توبہ میں نے تو فوراً منہ بند کرا دیا۔ ایسی سنائی نا بات کرنے والے کو کہ اسے بھی لگ پتا جائے گا۔" یہ پہلے نمبر والی عورت تھی۔

"اور نہیں تو کیا، بہت اچھا کیا، بھلا اپیا جی جیسی معصوم اور سادہ لوح وہ تو ہم سب کے لیے ایک مثال ہے اور ہماری بچیوں کے لیے بھی۔ آج تک اللہ کی رضا کے لیے ایک انسان کے نام سے جڑی بیٹھی ہے۔ اس کی شخصیت کا وقار میری بچیوں کے لیے مثال ہے مجھے جب بھی انہیں کوئی نصیحت کرنی ہوتی ہے اپیا جی کی مثال دیتی ہوں۔" دوسرے نمبر والی عورت نے اپنے سر سے ساگ کا ٹوکرا اٹھا کر بانہوں میں سمیٹا۔ دیوار کی اوٹ سے لگی اپیا جی کے ہاتھوں کی گرفت اپنے پلو پر ڈھیلی ہوئی تھی۔ اس نے اپنے پاؤں میں پہنی پازیب کو دیکھا۔ ایسے وہ دھندلی لگی۔ اس کی آنکھیں نم ہو رہی تھیں۔ وہ واپس آچکی تھی۔ وہ رستہ بھول گئی تھی مگر اسے پلٹنے میں دیر نہیں لگی۔ نہ جانے کیوں عورت چاہے جتنے بھی عمر کی ہو جائے اس کے اندر ایک الہڑ جوان مٹیار ہر وقت پھن پھیلائے کیوں بیٹھی رہتی ہے۔ وہ کسی کم عمر لڑکی کی طرح اتنی جلد محبت کے صرف دو بول میں اپنا سب بھول جاتی ہے اپنا اصل اپنی شناخت یا پھر یہ اس کی فطرت ہے یا پھر وہ سدا کی پیاسی ہوتی ہے محبت کی یا پھر کچھ اور......

"اپیا جی...... باجی نوری کو ساتھ لائی ہوں ان کے بچے کو ذرا دم کر دیں گی۔ لگتا ہے نظر لگ گئی ہے۔" کلثوم اپنی باجی اور اس کے چھوٹے بچے کے ساتھ بغیر بتائے ہی اندر داخل ہو گئی۔

"اپیا جی...... آپ کے ہونٹ کیوں سرخ ہو رہے ہیں۔" کلثوم نے کمرے میں بکھرے جامنی جوڑے اور دیگر زیورات پر ایک نظر ڈال کر انہیں نظر انداز کرتے ہوئے اپیا جی سے پوچھا۔ وہ اپنے اوپر چڑھائے جانے والے نقلی ماسک کو اتار چکی تھی پر سرخی نہ جانے کیسے بھول گئیں۔

"آ پتر...... ا...... باہر آ دم کر دیتی ہوں تم پر بھی...... اللہ تمہیں اور تم جیسی ہزاروں کروڑوں لڑکیوں کو مظبوط دل کا مالک اور نیک سوچ اور نیک چلن والا بنائے۔" اس نے بے رنگ لباس کے پلو سے ہونٹوں کو رگڑ رگڑ کر صاف کرتے ہوئے اسے باہر آنے کو کہا اور اپنے آنسوؤں کو خوب صورتی سے آنکھوں میں ہی جذب کر لیا تھا۔

قسط نمبر 20

اقرا صغیر احمد

مجھے منزلوں سے عزیز ہیں، تیری رہ گزر کی مسافتیں
کہ لکھی ہیں میرے نصیب میں، ابھی عمر بھر کی مسافتیں
اُسی ایک پل کی تلاش میں، جسے لوگ کہتے ہیں زندگی
تری رہ گزر میں بکھر گئیں، میری عمر بھر کی مسافتیں

گزشتہ قسط کا خلاصہ

انشراح کی حالت پر نوفل بوکھلا جاتا ہے اور اسے ٹریٹمنٹ کی خاطر اسپتال لے آتا ہے جہاں وہ اس کی خود پر توجہ محسوس کرتے اپنا آئندہ کا پلان ترتیب دیتی ہے کہ کس طرح اسے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنا ہے جہاں آرا اور بابی انشراح کی اس حالت پر تشویش میں مبتلا ہوجاتی ہیں۔ زید اور جنید کے درمیان سرد مہری اور اجنبیت کی دیوار کھڑی ہوجاتی ہے جنید تمام تعلق زید کو بتانا چاہتا ہے لیکن وہ اس کے کردار کے حوالے سے مشکوک رہتا ہے اور اپنی بہن سے مخلص رہنے کی بات کرتا ہے دوستی کا یہ رشتہ ختم ہوتے دیکھ کر جنید مائدہ سے الجھ پڑتا ہے اور دونوں کے درمیان تلخ کلامی ہوجاتی ہے ایسے میں جنید مائدہ کو منانے کی سعی کرتا ہے۔ واصف جمال خاندانی رئیس تھے وہ گھر کی دولت گھر میں رکھنے کی خاطر اپنے بیٹے یوسف کی شادی زرقا سے کرادیتے ہیں جو کہ عمر میں ان سے بڑی ہوتی ہیں یوسف اس شادی سے انکاری ہوجاتے ہے مگر باپ کے فیصلے پر سر نہیں اٹھا پاتے یہی وجہ ہے کہ دونوں کے درمیان دوری حائل ہوجاتی ہے یوسف سیاست میں دلچسپی لیتے ہیں اور جلد ہی سیاسی دنیا میں اپنی ایک الگ پہچان بنانے میں کامیاب ہوجاتے ہیں ایسے میں وہ زرقا بیگم کو بالکل ہی نظر انداز کردیتے ہیں۔ مدثر صاحب سودہ سے بات کرنے کی خاطر گھر آتے ہیں اور صوفیہ سے اتنی جلد بازی میں رشتہ طے کرنے کی بابت دریافت کرتے ہیں وہ بھائی کو اصل بات نہیں بتاتی کہ عمرانہ کی وجہ سے انہیں یہ سب کرنا پڑا جبکہ سودہ بھی ان سے حقیقت چھپا کر اس رشتے کے لیے اپنی رضامندی ظاہر کرتی ہے یہ بات انہیں گہرے دکھ میں مبتلا کردیتی ہے اور جب ہی ان کی طبیعت بگڑ جاتی ہے زید باپ کی خراب حالت کے متعلق جان کر مضطرب ہوجاتا ہے جبکہ عمرانہ کو زید کا یہ انداز پسند نہیں آتا۔ بابر اور عائکہ اپنے نکاح کی خوشی میں دوستوں کو ڈنر پر بلاتے ہیں ایسے میں نوفل اور انشراح بھی وہاں موجود ہوتے ہیں نوفل کو یوں اپنے قریب دیکھ کر انشراح کو اپنی منزل قریب نظر آتی ہے۔

اب آگے پڑھیے

O......❖❖......O

وہ بے ساختہ گویا ہوئی تھی از حد تمکنت و بے پروائی تھی اس کے انداز میں لمحے بھر کو اس نے ہونٹ بھینچے پھر بھرپور تبسم اس کے سرخی مائل ہونٹوں پر ابھرا تھا وہاں جگمگاتی تمام روشنیوں کا عکس اس کی آنکھوں میں در آیا تھا۔

’’کیا کہا تم نے ذرا پھر سے کہنا۔‘‘ بہ اصرار پوچھا۔

’’آپ بدتمیز ہیں اس میں شک کیا ہے۔‘‘ سعادت مندی سے کہا۔

’’میں بدتمیز ہوں......!‘‘

’’آف کورس۔‘‘

’’میں بدتمیز ہوں تو بدتمیز مجھے تم نے ہی بنایا ہے۔‘‘

ہوا کا ایک تیز شریر جھونکا آیا اور اس کے شہد رنگ بالوں کو بکھرا گیا‘ بکھرے بالوں میں اس کا چھپا چہرہ عجیب ہی چھب دکھلا رہا تھا اور نہ معلوم دل کس کیفیت کا شکار ہورہا تھا کہ اسے دیکھنے اور دیکھتے رہنے کی لگن میں مبتلا ہوچکا تھا۔

’’تم نے سوال نہیں کیا؟‘‘ وہ ببل چباتی انشراح سے مخاطب ہوا۔

’’تم نے مجھے بدتمیز کیوں بنایا...... آئی مین کیسے بنایا؟‘‘

’’ایم سوری مجھے فالتو سوال کرنے کی عادت نہیں۔‘‘ وہ شانے اچکاتی ہوئی بے نیازی سے گویا ہوئی۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

''میری باتیں تمہارے لیے بےکار باتیں ہیں؟''
''آپ جو بھی سمجھیں نہ مجھے آپ کی باتیں اچھی لگتی ہیں نہ آپ۔'' اس کے لہجے میں بے رحم سی سچائی تھی۔
''لیکن اس دل کا کیا کروں جوانجان راستوں پر چل نکلا ہے' جن راہوں سے کبھی آشنائی نہ رہی تھی ان سازوں پہ لہکنے لگا ہے' جن سے دھڑکنوں کو کبھی قرار ہی نہ ملتا تھا۔'' اس کے اندر عجیب بے خودی و بے قراری سرائیت کرگئی ایک طوفان تھا جو دل کی دنیا کو تہہ و بالا کردینا چاہتا تھا۔
منہ زور جذبوں کی شوریدہ سری...... دل میں امڈتی خواہشوں کی زورآوری۔
وہ بدل کررہ گیا تھا یہ بدلاؤ کب آیا وہ بے خبر تھا۔ اب خبر ہوئی تو بہت دیر ہوچکی تھی۔ دل واپسی کا راستہ بھول بیٹھا' جذبے بڑھتے ہی جارہے تھے۔
''واؤ امیزنگ آپ کا مطلب ہے آپ کو مجھ سے محبت ہوگئی ہے؟'' وہ سنجیدگی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی استفسار کرنے لگی۔ ''کیا آپ کو سچ مچ محبت ہوگئی ہے مجھ سے؟''
''محبت' میں کیسے محبت کرسکتا ہوں آئی ہیٹ لو' مجھے نفرت ہے محبت سے محبت کرنے والوں سے پھر میں تم سے محبت کیسے کرسکتا ہوں۔'' وہ ایک دم شاکڈ ہوا۔
''میں آپ سے پوچھ رہی ہوں مسٹر نوفل آپ کو محبت ہوگئی ہے وہ بھی مجھ سے۔'' اس کی کیفیت سے بے خبر وہ پوچھ رہی تھی۔
بلا کی بے باکی و اعتماد تھا لہجے میں' نسوانیت کی ہلکی سی جھلک نے دوشیزگی کی معمولی حیا بھی تو نہیں تھا لہجے میں وہ عورت' عورت ہی نہیں ہوتی جو شرم و حیا اور جھجک و وقار کے زیور سے آراستہ نہ ہو اس کی ساری پسندیدگی ولگاؤ لمحے بھر میں اڑن چھو ہوگئی تھی۔ وہ اس کے پاس سے ہٹ کر ریلنگ پکڑ کر سمندر کی گھور تاریکی میں اچھلتی چمکتی لہروں کو دیکھنے لگا جو رات کی تاریکی میں مہیب بہروپ دھارے ہوئے تھیں بدصورت' مہیب وخوف ناک روپ۔
''ارے آپ کو چپ لگ گئی چند لمحے قبل بڑے ریشہ خطمی ہورہے تھے کیا اچانک ہی محبت کرنے کا ارادہ تبدیل ہوگیا ہے جناب کا؟'' وہ ہنستی مسکراتی اس کے قریب چلی آئی اور وہ کچھ دور ہوا۔
''میں نے کب کہا میں تم سے محبت کرتا ہوں۔'' وہ خشک لہجے میں بولا۔
''اتنی جلدی ارادے بھی بدل گئے اور نگاہیں بھی؟''
''سب خوش فہمی ہے تمہاری' میں تم سے کیا کسی سے بھی محبت نہیں کرسکتا...... میں نے محبت کرنے والوں کے چہرے بڑے بھیانک دیکھے ہیں اور دل ان چہروں سے زیادہ بدصورت و سیاہ دیکھے ہیں جاؤ یہاں سے چلی جاؤ' چلی جاؤ گیٹ لاسٹ...... گیٹ لاسٹ۔'' اس نے دونوں ہاتھوں سے اسے دور پھینکا' وہ چیختی ہوئی گری اور گہرے پانی میں ڈوبتی چلی گئی۔
''انشراح......!'' وہ چیختا ہوا اٹھ بیٹھا۔

O......❖❖......O

تو اس طرح سے مجھے خود تلک رسائی دے
کہ میرے دل کی صدا بھی تجھے سنائی دے
تو میرے دل کے آئینے میں سمائے یوں
میں دیکھوں خود کو مگر تو مجھے دکھائی دے

''واہ بھئی واہ پیارے میاں جمعہ جمعہ چار دن اس کے عشق نے تجھے تو شاعر بنا دیا تو کل تو پہلے دن سے ہوگیا تھا۔'' اچھی آپا جو اٹھتے بیٹھتے بیٹے کو شاعری کے دیوان رٹتے دیکھ رہی تھیں خاصی دیر سے اسے وہ قطعہ رٹتے دیکھ کر ہنس کر گویا ہوئیں۔

''اماں یہ آپ میری تعریف کررہی ہو یا طعنے ماررہی ہو؟ دس از ناٹ فیئر اماں۔'' وہ ہاتھ میں پکڑی کتاب ٹیبل پر رکھتا ہوا بولا۔

''تم جو بھی سمجھو یہ تمہاری مرضی ہے میں یہ دیکھ رہی ہوں' بہو ابھی گھر نہیں آئی ہے اور تم ابھی سے ماں سے دور ہونے لگے ہو کل جب وہ لڑکی گھر آئے گی تو میری طرف دیکھنا بھی گوارا نہ ہوگا۔'' پیارے میاں نے حیرت سے ماں کی طرف دیکھا جو مزے سے پان چبارہی تھیں وہ اٹھ کر ان کے قریب بیٹھتا ہوا گویا ہوا۔

''اماں آپ اس رشتے پر دل سے خوش نہیں ہو؟ یہ کیا بات کی آپ نے کہ میں سودہ کو گھر لانے کے بعد آپ کی طرف دیکھوں گا بھی نہیں...... حیرت ہے آپ نے یہ سوچا بھی کیسے بھلا میری ماں کی جگہ کسی اور کو کیونکر مل سکتی ہے؟''

''سوتے جاگتے' اٹھتے بیٹھتے سودہ' سودہ کا راگ الاپتے رہتے ہو پھر کہتے میری ماں کی جگہ کوئی لے نہیں سکتا۔''

''بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں اماں' اگر کوئی شک ہے تو آزما کر دیکھ لو۔''

''ارے میرے لعل میرے بچے جگ جگ جیو۔'' فوراً ہاتھ اس کے سر پر رکھتے ہوئے مزید شوخ مسکراہٹ سے کہنے لگیں۔

''میں مذاق کررہی تھی تمہارا دل دیکھ رہی تھی۔''

''کیسا پایا آپ نے پھر میرے دل کو؟''

''پہلے جیسا ہی محبت وعقیدت سے بھرا آنے والا بیوی کی محبت کی دیوانگی الگ اور ماں کی محبت کا چشمہ علیحدہ ہی بہہ رہا ہے۔''

''آپ مجھ سے خوش ہونا اماں؟'' وہ خوش ہوکر بولا۔

''ہاں ہاں بہت خوش ہوں پھر سودہ تمہاری ہی نہیں میری بھی پسند ہے میرے مرحوم بھائی کی بیٹی میرا خون ہے وہ تمہیں مجھ سے کبھی جدا نہیں کرسکتی کہ اپنے اپنوں کو سہارا دیتے ہیں وہ مجھے سہارا دے گی۔''

''بالکل وہ آپ کی سوچوں سے بڑھ کر ثابت ہوگی۔''

''یہ تُو ہر وقت شعر وشاعری میں مگن کیوں رہنے لگا ہے آخر کوئی وجہ بھی تو ہو رٹے لگانے کی' کیا سودہ نے کہا ہے؟''

''سودہ فرمائش کہاں کرے گی وہ تو بات بھی نہیں کرتی' عجیب چھوئی موئی سی لڑکی ہے دیکھنے سے ہی موم کی مانند پگھلنے لگتی ہے اور یہ شاعری اس لیے یاد کررہا ہوں کہ لڑکیاں ایسے لوگوں سے بہت انسپائر ہوتی ہیں جو شعروں کی زبان میں بولتے ہیں' ادبی جملے استعمال کرتے ہیں سودہ بھی ایسی ہی لڑکی لگتی ہے شعر وادب کی دلدادہ۔'' اس کی نگاہوں میں گھبرائی شرمائی سودہ کا چاند سا چہرہ تھا وہ چاند جو دن ورات اس کے دل کے افق پر جگمگاتا تھا۔

○......❖❖......○

زید کی کاروباری مصروفیات کم ہونے کے بجائے بڑھتی جارہی تھیں اور رضوانہ عروہ اور زید کے رشتے کے لیے عمرانہ پر دباؤ بڑھاتی جارہی تھیں کہ کسی بھی طرح سے زید سے اپنی بات منوا کر دھوم دھام سے منگنی کردی جائے عروہ

نے ایموشنلی پریشرائزڈ کر رکھا تھا۔ مائدہ اور سودہ کی منگنی نے اسے کچھ زیادہ جذباتی کر ڈالا تھا عمرانہ کی بھی آرزو یہی تھی اور آخرکار وہ اسے مل گیا تھا۔

''زید بیٹا مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے بے حد ضروری۔'' وہ کمرے میں داخل ہوتے ہی نرم و محبت بھرے لہجے میں بولیں۔

''جی..... کیا بات ہے مما؟'' وہ رسٹ واچ دیکھتا ہوا متوجہ ہوا۔

''اس طرح نہیں آپ ریلیکس ہو کر بیٹھیں اس طرح بھاگتے دوڑتے ہوئے مجھ سے بات نہیں ہو سکتی۔'' وہ مائنڈ کرنے لگیں۔

''ایز یو وش مما۔ اب بتائیں کیا بات کرنی ہے؟'' وہ ان کی خاطر اطمینان سے بیٹھتا مسکرا کر گویا ہوا۔

''نیکسٹ ویک آپ کی اور عروہ کی انگیجمنٹ کی ڈیٹ دینا چاہ رہی ہوں۔ آپ بتائیں کون سا دن موزوں رہے گا؟'' وہ اسی طرح اطمینان بھرے انداز میں بیٹھا رہا مگر اس کی خوب صورت آنکھوں کی شفاف سطح پر ابھرتی ہلکی سرخی اس کی بے چینی کا پتا دے رہی تھی عمرانہ محتاط انداز میں لفظوں کا چناؤ کر رہی تھیں۔

''میں آپ سے پوچھ رہی ہوں بتائیں کون سا دن منتخب کروں۔''

''میں آپ سے بار بار کہہ چکا ہوں مجھے شادی نہیں کرنی نہ ابھی نہ آئندہ کبھی۔''

''لیکن کیوں؟'' اس کی تحمل سے کہی گئی بات پر وہ جھلا کر بولیں۔ ''کیوں نہیں کریں گے آپ شادی کس کی خاطر جوگ لے رہے ہیں۔ جوگ لینے کا دور گزر گیا ہے۔''

''میں جانتا ہوں مما...... روگ و جوگ کے دور لد گئے ہیں۔''

''پھر بھی شادی نہ کرنے کی رٹ کیوں لگا رکھی ہے۔''

''اس لیے مما کہ میرے سامنے میرے والدین کی ناکام و نامراد شادی شدہ زندگی کا تجربہ موجود ہے جس عمر میں چڑیا بھی اپنے بچوں کو گھونسلوں میں تنہا نہیں چھوڑتی اس عمر میں آپ دونوں نے ہمیں بے آسرا چھوڑ دیا تھا علیحدگی اختیار کر لی تھی آپ کو معلوم نہیں جس دن سے پاپا دوسرے گھر میں شفٹ ہو گئے تھے اسی دن میرے اندر بھی ایک خلا پیدا ہو گیا تھا تنہائی کی عفریت نے مجھے دبوچ لیا تھا اس دن سے آج تک میں اس آسیب کے شکنجے میں ہوں اور شاید مرتے دم تک رہوں گا۔''

''اپنے باپ کے ہرجائی پن کی سزا مجھے کیوں دینا چاہتے ہیں۔''

''ان کی بے وفائی کے پیچھے آپ کا ہی قصور ہے۔''

''میرا قصور ہے یہ آپ کہہ رہے ہیں زید؟''

''سوری مما آپ کو ہرٹ کرنا بالکل نہیں چاہتا لیکن سچ خود کو منوا کر رہتا ہے آپ نے پاپا سے محبت کی مگر اعتبار نہیں کیا محبت اور اعتبار ایک سکے کے دو رخ ہیں آئم سوری میں پہلی بار آپ کی کوئی خواہش رد کر رہا ہوں' ایم سوری ریئلی سوری میں عروہ سے شادی نہیں کر سکتا۔'' وہ نرم مگر اٹل لہجے میں کہتا ہوا وہاں سے نکل گیا۔

O...... ❖ ❖ ......O

خوابوں کی دنیا میں بھی عجیب بستیاں بسی ہوتی ہیں جہاں انہوں نے سپنوں کا راج ہوتا ہے لاشعور میں چھپی خواہشیں حقیقت کا پیراہن زیب تن کیے محو رقصاں ہوتی ہیں۔ اس نے بھی عجیب سا خواب دیکھا تھا جہاں وہ سچائی کے برعکس ایک ایسی لڑکی سے اظہار محبت کر رہا تھا جس سے اظہار خواب و خیال میں بھی کرنے کا ارادہ نہ تھا سارا

aanchal.com.pk
رنگا رنگ کہانیوں سے آراستہ دلچسپ جریدہ
ماہنامہ
نئے افق
تازہ شمارہ شائع
ہوگیا ہے
onlinemagazinepk.com/recipes

دن وہ ان سوچوں میں گھرا رہا...... رات کو بابر سے ملاقات ہونے پر اس نے اپنی الجھن اسے بتائی تو وہ پہلے کچھ کہہ نہ سکا پھر یکلخت مسکرا کر گویا ہوا۔

"خواب کا تعلق ہمارے دل سے ہوتا ہے' ہمارے دل کے خفیہ خانوں میں جو محبت چھپ کر بیٹھی ہوتی ہے کہ جس کی خبر ہمیں بھی نہیں ہوتی' خواب کسی مقناطیس کی مانند اس محبت کو کھینچ لیتا ہے۔" وہ خاصی سنجیدگی سے اس سے کہہ رہا تھا۔

"بکواس مت کرو۔" وہ چڑ کر گویا ہوا۔

"بکواس نہیں کررہا سچ کہہ رہا ہوں۔"

"کیا سچ کہہ رہے ہو۔ تمہیں بھی ساون کے اندھے کی طرح ہرا ہرا ہی سوجھتا ہے محبت کرکے سمجھتے ہو سب اس خرافات میں مبتلا ہیں۔" وہ اس کی سنجیدگی بھری رائے پر صحیح معنوں میں بھڑک اٹھا تھا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو خرافات' میری محبت خرافات ہے تمہارے نگاہوں میں...... تم ایسا کیسے کہہ سکتے ہو یار۔"

"بالکل اسی طرح جس طرح تم نے کہا ہے کہ میں اس کی محبت میں مبتلا ہوچکا ہوں دس از ناٹ امپاسبل۔"

"تم نے خود ہی کہا تھا تم اس کی قدر کرنے لگے ہو وہ ویسی لڑکی نہیں ہے جس طرح تم اسے سمجھتے تھے وہ تمہاری سوچوں سے بڑھ کر ثابت ہوئی ہے پھر اب کہتے ہو تم اس سے محبت کر ہی نہیں سکتے۔"

"عزت کرنا علیحدہ بات ہے اور محبت تو وقت کا ضیاع ہے۔"

نہ عیاں ہوئی تم سے نہ بیاں ہوئی ہم سے
بس سلجھی ہوئی آنکھوں میں الجھی رہی محبت

"شٹ اپ۔" وہ بولتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"آداب عرض ہے حسب حال شعر ہے تمہارے بالکل جس چیز سے تم بھاگ رہے ہو' جو سچ تمہیں طیش دلا رہا ہے اور جو بات تم ہضم نہیں کر پارہے وہ درحقیقت محبت ہی ہے۔"

"ہرگز نہیں میں نے اپنی ماں کو اپنے باپ کے ساتھ بے وفائی کرتے دیکھا ہے ایک ماں کو اپنی اولاد کے ساتھ بے وفائی کرتے دیکھا ہے' اتنے پاک و مضبوط رشتوں میں جب محبت دم توڑ دے تو پھر محبت کہیں بھی زندہ نہیں رہ سکتی یہ گمان نہیں یقین ہے بابر۔" بابر نے اسے ہاتھ پکڑ کر قریب بیٹھایا۔

اس کا چہرہ سرخی مائل ہورہا تھا ماضی کی یادوں نے آنکھوں میں آگ سی بھڑکا دی تھی ماضی کی تلخیوں سے وہ باہر ہی نہیں نکل پاتا تھا۔

"ماضی کی قید سے تمہیں باہر نکلنا پڑے گا نوفل جس طرح سانسوں کے بنا زندگی رک جاتی ہے اسی طرح محبت کے بغیر بھی زندگی۔"

"او شٹ کیپ کوایٹ پلیز۔" وہ اٹھا تھا اور مضبوطی سے اس کا منہ بند کردیا تھا تاکہ وہ محبت محبت نہ پکار سکے۔

○......❖❖......○

"ہمارے زمانے میں ایک سے ایک بڑھ کر زرق برق ملبوسات ہوتے تھے سلمٰی ستارے' زریں' گوٹا دبکہ اور کارچوبی کے کام سے ایسے سوٹ جگمگاتے تھے کہ لگتا تھا ستارے آسمان سے اتر کر زمین پر پھیل گئے ہوں۔" صوفیہ نے قریب رکھے مختلف سوٹوں کو دیکھتے ہوئے ناقدانہ لہجے زمرد بیگم سے کہا جنہوں نے سودہ کی پسند و مزاج کو مدنظر رکھتے ہوئے شاپنگ کی تھی کیونکہ شادی کی شاپنگ تھی اور اس نے ساتھ جانے سے انکار کرکے ان کی مرضی و منشاء پر

چھوڑ دیا تھا۔

''اب بنو ہمارے تمہارے زمانے لد گئے ہیں جب جھلملاتے کپڑوں سے ہی دلہن کی چھب دکھائی دیتی تھی اس دور میں ذوق وشوق بدل گئے ہیں۔'' بوا کے جھریوں زدہ چہرے پر بھی ماضی کی خوشگوار یادوں کی چمک نمودار ہوئی تھی وہ ان یادوں میں ڈوبی حسرت زدہ لہجے میں گویا ہوئیں۔

''ارے ایسی بات نہیں ہے بوا! اس وقت میں بھی ایسے شاندار ملبوسات بن رہے ہیں کہ جن کی چمک دمک سے آنکھیں چندھیا کر رہ جاتی ہیں لیکن اس لڑکی کا کیا کریں۔''

''تمہیں خوامخواہ کا اعتراض ہے ورنہ تمام ملبوسات جیولری پرس اور سینڈل وسلیپر وغیرہ سب نہایت شاندار نفیس وقیمتی ہیں۔'' زمرد بیگم ساری چیزیں سمیٹتے ہوئے مسکرا کر گویا ہوئیں۔

''بھابی جان میں نے یہ نہیں کہا کہ یہ چیزیں سستی اور گھٹیا ہیں میرا تو مطلب یہ تھا شادی کے ابتدائی دنوں میں تو سودہ کو ہیوی کام والے کپڑے زیب کرنا چاہیے بخدا یہ سب چیزیں بہت بہترین واعلیٰ کوالٹی کی ہیں پھر کوالٹی وائز چیز تو خود منہ سے بولتی ہے۔''

''استعمال سودہ کو کرنی ہیں یہ سب چیزیں اگر اس کی پسند کی نہ ہوئیں تو پھر خریدنا ہی فضول ہوگا۔'' بوا نے بھی لقمہ دیا۔

''اچھی آپا کی نیچر کو میں جانتی ہوں وہ ایسے ہی زرق برق چمکیلی بھڑکیلی بری لے کر آئیں گی وہ خود اس عمر میں لشکارے مارتے کپڑے پہنتی ہیں۔'' زمرد کی پیشگوئی پر صوفیہ اطمینان سے گردن ہلانے لگیں۔

''بھابی مجھے ایک خاص بات کرنی ہے آپ سے کئی دنوں سے کرنا چاہ رہی ہوں مگر موقع ہی نہیں مل رہا۔'' اس کی سنجیدگی پر وہ چونک کر سیدھی ہوئیں' بوا بھی قریب ہوئیں۔

''ایک مدت ہوگئی ہے مدثر بھائی کو دوسری شادی کیے ہوئے شروع شروع میں ہم پوری طرح سے حقیقت سے واقف نہیں تھے پھر عمرانہ بھابی نے اس رضوانہ کے ہمراہ اس قدر واویلا مچایا' بے حد فساد کیا اور ساتھ ہی کئی شرطیں بھی رکھ دیں کہ صالحہ بھابی کبھی یہاں نہیں آئیں گی اور نہ ہی کوئی ان سے ملنے وہاں جائے گا اگر ایسا کچھ ہوا تو وہ اپنے بچوں سمیت خودکشی کرلیں گی۔'' عمرانہ جو وہاں آرہی تھیں ٹھٹک کر رک گئی۔ زمرد نے سودہ کو جہیز کا سامان دکھانے کے لیے ان کو بلوالیا تھا کچھ دیر پہلے ہی بوا سے وہ آنے سے انکار کرچکی تھیں مگر پھر دل میں کھد بد ہوئی کہ دیکھا جائے کیسی تیاری کی جارہی ہے اور یہاں اپنا نام سن کر ہی پردے کے پیچھے کھڑی ہوگئیں۔

''یہ تو مدثر بھائی نے بعد میں ہی ساری بات بتائی تھی کہ ان کی دوسری شادی کی ساری ذمہ داری عمرانہ بھابی پر ہی عائد ہوتی ہے انہوں نے خود شک کی آگ میں اپنا گھر جلالیا تھا۔''

''اب جو ہوا سو ہوا' تم یہ کیا موضوع لے کر بیٹھ گئی ہو؟''

''ایک عرصے بعد میرا ضمیر جاگا ہے مجھے احساس ہورہا ہے ہم بھابی کی باتوں میں آکر بے انصافی کررہے ہیں کئی سالوں سے صالحہ بھابی کی حق تلفی ہورہی ہے۔'' صوفیہ کے لہجے میں ندامت وہمدردی تھی جبکہ پردے کے پیچھے کھڑی عمرانہ صالحہ بھابی کے نام پر ناگن کی طرح بل کھارہی تھیں حسد ورقابت اور غصہ ان کی رگوں میں آگ بھر رہا تھا۔

''کہہ تو تم سچ رہی ہو صالحہ کے ساتھ سراسر زیادتی ہورہی ہے لیکن ہم کر بھی کیا سکتے ہیں عمرانہ کی وجہ سے چپ لگا رکھی ہے۔''

''مگر میں اب چپ نہیں رہوں گی' سودہ کی شادی میں وہ آئیں گی میں لے کرآؤں گی انہیں خواہ مجھے ان کے پاؤں کیوں نہ پکڑنے پڑیں اتنے سالوں کی بے خبری کی معافی مانگوں گی مجھے امید ہے وہ معاف کردیں گی شاہ زیب کی تربیت سے لگتا ہے وہ اچھی ہیں۔''

''اچھا' تم اس چڑیل کو میرے گھر میں لاؤ گی تمہاری اوقات اس گھر کے فیصلے کرنے کی نہیں ہے۔'' وہ اندر آ کر پھنکاری تھیں۔

○......❖❖......○

نوفل نے بہکتے قدموں کو آگے بڑھنے نہیں دیا تھا۔ دل کے کسی نادیدہ خانے میں کوئی احساس جاگا تھا قبل اس کے کہ وہ احساس احساسات کی صورت اختیار کرکے ہر جذبے کو قوی کردیتا اس نے اس ننھے سے بیج کو ہی نکال پھینکا تھا۔

بابر اور عاکفہ کو اس نے ڈنر پر انوائٹ کیا تھا بابر نے خاصا اصرار کیا کہ وہ انشراح کو بھی انوائٹ کرے پر وہ کسی صورت نہیں مانا کہ انشراح کے لیے دل میں پیدا ہونے والے گداز کے لیے وہ کوئی راستہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا سو اسے دعوت نہیں دی تھی۔

''تم کس سے بھاگنے کی سعی کررہے ہو؟'' بابر نے سنجیدگی سے کہا۔

''میں کس سے اور کیوں کر بھاگوں گا بھئی؟''

''زندگی اس طرح نہیں گزاری جاسکتی یار ایک عورت کی سزا تم سب عورتوں کو دو گے تم انشراح پر اعتبار کیوں نہیں کرتے؟''

''سانپ کا ڈسا رسی سے بھی خوف زدہ رہتا ہے۔''

''لیکن تم خوف زدہ ہونے والی نہیں کردینے والی ہستی ہو۔''

''کہیں کہیں معاملہ الٹ بھی ہوجاتا ہے پانسہ پلٹ جاتا ہے اینی وے تم میری فکر کرنا چھوڑو رات ڈنر میں آنے کی تیاریاں کرو جا کر۔'' وہ لاپروائی سے شانے اچکا کر گویا ہوا۔

''دھوکہ دینے والے کبھی بھی خوش نہیں رہتے خواہ وہ خود کو دھوکہ دیں یا دوسروں کو' انسان دوسرے سے لڑ کر جیت سکتا ہے مگر خود سے کبھی نہیں جیت سکتا سمجھے۔''

''میں سمجھ گیا میرے بھائی میں سمجھ گیا۔'' نوفل نے بات شوخی میں ٹالنے کی سعی کی اور بابر سرد سانس بھر کر رہ گیا۔

''یہ پڑھائی کا ہمارا لاسٹ ایئر ہے چند ماہ بعد ہمیں عملی زندگی میں قدم رکھنا ہے اسٹوڈنٹ لائف میں تم زندگی کے تقاضوں اور ضرورتوں سے بے نیازی اختیار کرسکتے ہو مگر پریکٹیکل لائف میں تمہیں معلوم ہوگا کہ انسان زندگی کی خواہشوں کی گرفت سے نہیں نکل سکتا۔''

''ڈونٹ وری جب بھی مجھے کچھ محسوس ہوا میں تم سے ہی رجوع کروں گا۔''

''ہوں لیکن اتنی دیر مت کردینا کہ دل رہے اور نہ خواہش۔''

○......❖❖......○

''عروہ......عروہ کہاں ہو بیٹا؟'' رضوانہ پکارتی ہوئی اس کے کمرے میں آئیں جہاں وہ بیڈ پر اوندھی لیٹی ہوئی تھی۔

"کب سے آوازیں دے رہی ہوں۔" وہ اس کے قریب بیٹھ کر گویا ہوئیں۔

"کیوں آوازیں دے رہی ہیں؟ میں کسی کی شکل دیکھنے کی روادار نہیں ہوں۔" اس نے چہرہ اٹھا کر غصے سے کہا۔

"عروہ میری بچی تم رو رہی ہو؟" اس کا بھیگا چہرہ دیکھ کر وہ تڑپ کر بولیں اور اسے اٹھانے لگیں۔

"روؤں نہیں تو کیا کروں مما آج عفرا کی بھی منگنی ہوگئی ہے کتنی خوش ہو رہی ہے وہ...... رونے کے لیے آنسو بہانے کے لیے صرف میں رہ گئی ہوں میرے نصیب میں ایسی کوئی خوشی نہیں......" اس نے اٹھ کر دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپا کر روتے ہوئے کہا۔

"ارے کیسی باتیں کر رہی ہو میری جان، روئیں تمہارے دشمن ان کو کوئی خوشی نصیب نہ ہو تم ہزاروں، لاکھوں خوشیاں دیکھو گی......!"

"مجھے اب بہلائیں مت مما لانگ ٹائم سے آپ مجھے بے وقوف بنا رہی ہیں وہ اسٹون مین جب عمرانہ آنٹی کے قابو میں نہیں آیا تو آپ کی بات بھلا کیونکر مانے گا آنٹی آپ کو اور آپ مجھے جھوٹے دلاسے دیتی رہیں جو ماسوائے وقت گزرنے کے کسی کام کے نہیں۔"

آج عفرا کی منگنی اعلیٰ خاندان میں ہوئی تھی بات تو کئی ہفتوں سے چل رہی تھی آج لڑکے کی والدہ اور بہن بنا اطلاع کے ہی آ گئی تھیں اور منہ میٹھا کرانے کے بعد انگوٹھی عفرا کو پہنا گئی تھیں وہ لوگ اتنی آناً فاناً آئی تھیں کہ رضوانہ کو عمرانہ کو بھی بلانے کا موقع نہ ملا تھا رضوانہ نے چائے کے ساتھ پُرتکلف اسنیکس کا اہتمام کیا تھا ڈنر تک وہ لوگ رکے نہیں تھے۔ دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے وہ لوگ چلے گئے تھے عفرا کا چہرہ خوشی سے روشن ہو گیا تھا فرقان سے اس کی دوستی اتفاقیہ پارک میں ہوئی تھی جہاں وہ واک کرنے جاتی تھی اور وہ بھی واک کے لیے آتا تھا۔ چند دنوں میں ہی ان کی دوستی محبت میں بدل گئی تھی فرقان ایک زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ سیدھا سادہ دیہاتی ٹاپ لڑکا تھا جس کی زندگی کا ابتدائی حصہ گاؤں میں گزرا تھا پھر تعلیم کے حصول کے لیے وہ کراچی آیا تو گھر والے بھی یہیں رہائش پزیر ہو گئے تھے وہ دو بھائی اور ایک بہن تھی۔ وہ فطرتاً سادہ لوگ تھے دولت کی ریل پیل نے بھی ان کی سادگی ختم نہ کی تھی رضوانہ جو بیٹی کے ذریعے ان کے حال سے واقف تھی کہ ان کی دولت اور بے وقوفی کی حد تک سادگی ان کو بھا گئی تھی اس خوف سے وہ رشتہ ہاتھ سے نہ نکل جائے انہوں نے عفرا کو کہا کہ وہ فرقان کو کہیے وہ فوراً اپنے والدین کو رشتہ لے کر بھیجے وگرنہ اس کا رشتہ کزن سے ہو جائے گا۔

اس سادہ لوح بندے نے ایک دن بھی صبر نہ کیا اور عفرا تو بار بار گنگناتی ہوئی انگوٹھی کو چوم رہی تھی وہ ایک دم سے مغرور ہو گئی تھی اسے عروہ کا بھی خیال نہ رہا تھا جو زخمی نگاہوں سے ان کو دیکھ رہی تھی پھر اس سے برداشت نہ ہوا تو کمرے میں آ کر رونے لگی۔

"عفرا کی منگنی کیسے جھٹ پٹ کر دی آپ نے اور مجھے لٹکا کر رکھا ہوا ہے۔"

"عفرا تم سے زیادہ سمجھدار اور ٹیلنٹڈ نکلی، تم سب کچھ کر کے بھی زید کو اپنی طرف مائل نہ کر سکیں، اور وہ ایک ماہ میں ہی فرقان کے نام کی انگوٹھی پہنے بیٹھی ہے۔" وہ اس کے آنسو صاف کر کے بولیں۔

"فرقان کے دل میں عفرا کے علاوہ کوئی دوسری لڑکی نہیں تھی اس لیے وہ عفرا پر مرمٹا ہے اور وہ اینگری مین سودہ کو پہلے سے ہی دل میں بسائے بیٹھا ہے پھر مجھے جگہ کہاں ملتی۔"

"اگر وہ بچی سودہ سے پیار کرتا تو کسی کی ہمت نہ تھی سودہ کی پیارے میاں سے منگنی کروانے کی، تمہیں بہت بڑی

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

غلط فہمی ہے کہ زید سودہ سے پیار کرتا ہے جبکہ ایسا بالکل نہیں ہے۔'' ان کے لہجے میں یقین تھا۔

''وہ عمرانہ آنٹی کے خوف سے برداشت کررہا ہے۔''

''اگر ایسا ہی ماں سے ڈرنے والا ہوتا تو اب تک ماں کے خوف سے تم سے شادی کرنے پر رضامند ہوچکا ہوتا۔''

''ہونہہ...... آپ نے اس کی آنکھوں میں سودہ کے لیے محبت دیکھی ہی نہیں ہے میں نے دیکھی ہے ایک بار نہیں بار بار۔''

O......❖❖......O

''بڑے دنوں بعد چکر لگایا لاریب صاحب خیریت تو رہی نہ سب؟'' جہاں آرا اس کے روبرو بیٹھتے ہوئے پیار بھرے لہجے میں بولیں۔

''آپ نے یاد کرنا ہی چھوڑ دیا شاید۔ آپ نے اپنے لوگوں کی ڈکشنری میں سے میرا نام ہی خارج کردیا ہے۔'' وہ شکایت کررہا تھا جہاں آرا دلچسپی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

''آپ لاکھ مجھے بھلادیں لیکن میں وہ شخص ہوں ایک بار کسی سے محبت کرلی تو بھلا دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج آپ کے در پر کھینچے چلے آئے ہیں۔''

''ویلکم...... مرحبا...... خوش آمدید...... لاریب صاحب میں نے بھی آپ سے یہی دریافت کیا ہے آپ کی خاصے دنوں بعد تشریف آوری ہوئی کہاں مصروف تھے' طبیعت تو بہتر تھی آپ کی؟'' جہاں آرا کے لہجے میں شہد ہی شہد گھلا تھا۔

''طبیعت بھی ٹھیک تھی اور مصروفیت بھی کیا ہوگی مجھ جیسے بندے کے پاس' بڑے اتنا کچھ چھوڑ گئے ہیں کہ سات نسلیں بھی بیٹھ کر کھائیں گی پھر بھی کمی ہونے والی نہیں۔'' اس کا لہجہ فخر و غرور سے بھرپور تھا۔

''یہ بات آپ کی مبالغہ آرائی سے پاک ہے آپ کے بڑے نوابوں کے نواب تھے سونے و چاندی کے برتنوں میں تناول کرنے والے جس چیز کی طرف اشارہ کردیں سمجھو وہ ان کی ہوجاتی تھی خواہ جاندار ہو یا بے جان۔''

''اب بھی ہم نوابوں کے نواب ہی ہیں آنٹی۔''

''ہاں...... ہاں بے شک میں نے کب انکار کیا ہے میں آج بھی آپ کی اعلیٰ خاندانی شان و شوکت و کروفر کو داد دیتی ہوں۔'' انہوں نے تیزی سے گردن ہلاتے ہوئے اقرار کیا اور ساتھ ہی بالی کو آواز لگا کر ٹھنڈا لانے کا حکم دیا۔

''مجھے کسی ٹھنڈے گرم کی ضرورت نہیں۔''

''اب اپنی آنٹی کو اتنا بھی غریب نہ سمجھو کہ چند روپے کی کولڈ ڈرنک بھی نہیں افورڈ کرسکتی ہے۔'' ان کے مسکراتے لہجے میں یکدم ہی رنجیدگی در آئی تھی۔

''ارے یہ میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ آپ اور غریب؟'' وہ بے ساختہ اس طرح ہنسا جیسے کوئی بڑا بچے کی بات پر ہنستا ہے۔

''آپ اتنی دولت مند ہیں کہ شاید ہی کوئی ہوگا۔''

''میرے پاس آپ نے کون سا خزانہ دیکھ لیا حیرت ہے میں دن بہ دن کنگال ہوتی جارہی ہوں اور آپ کہہ رہے ہیں مجھ سا کوئی امیر نہیں۔'' ان کا لہجہ ہنوز اداس و بجھا ہوا تھا۔

''اوہ آنٹی بہت بھلکڑ ہیں آپ۔''
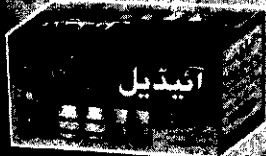
''اچھا میں بھلکو ہی سہی آپ ہی بتا دیں کون سا خزانہ چھپا ہوا ہے جس سے میں ناواقف ہوں اور آپ واقف......'' وہ اس کے انداز پر چکرا کر رہ گئی تھیں۔

''مائی لولی آنٹی انشراح کو بھول رہی ہیں آپ وہ کسی خزانے سے کم ہے آپ ایک بار اس کی بولی لگا کر تو دیکھیں۔'' وہ مدہم و سنسنی خیز لہجے میں گویا ہوا۔

''انشراح؟'' وہ گہرا سانس لے کر رہ گئیں۔

''جی انشراح کی ہی بات کر رہا ہوں اس کے حسن میں کئی خزانے چھپے ہیں آپ اس کا استعمال تو کر کے دیکھیں راتوں رات اتنی دولت برسنے لگے گی کہ آپ کے لاکرز کم پڑنے لگیں گے۔''

''تماش بین میں نے کبھی پائے نہیں ہیں ساری زندگی صاف ستھرا کام کیا ہے اب جبکہ وہ بازار ہی نہیں رہا جہاں حسن و عشق پرستی کے سودے ہوا کرتے تھے ایک لڑکی کے ذریعے میں کہاں تک کما سکتی ہوں اور لڑکی بھی وہ جو ناک پر مکھی نہ بیٹھنے دے۔''

''سب ہو جائے گا آپ صرف ہمت کریں وہ ایک لڑکی آپ کو ہزاروں لڑکیوں سے زیادہ دے گی صرف آپ حوصلہ کیجیے۔ ابھی آپ کو معلوم نہیں وہ لڑکی اپنے اندر ایک جہاں رکھتی ہے اتنی ہوشیار و چالاک ہے کہ سوتے ہوئے بھی چونکنا رہتی ہے۔'' وہ چاہنے کے باوجود اس کے ہم خیال نہ ہو پا رہی تھیں۔

''گھی نکالنے کے لیے اب انگلیاں ٹیڑھی نہیں کرنی پڑتی کیونکہ سیدھی انگلی سے ہی گھی نکل جاتا ہے سمجھ رہی ہیں ناں آپ میری بات کو۔'' وہ دھیمے لہجے میں گفتگو کر رہا تھا۔

O......❖❖......O

''میری اوقات تو آپ چھوڑیے اوقات تو آپ کی بھی نہیں رہی ہے اس گھر کے فیصلے کرنے کی اس گھر پر جتنا حق آپ کا ہے اتنا میرا بھی ہے اس گھر اور گھر کے مکینوں کو جتنے صدمے و ذلت دینے تھے وہ آپ دے چکی اب آپ کی من مانی نہیں چلنے والی۔'' صوفیہ نے بھی اٹھ کر جوابی وار کیا۔

''نمک حرام و طوطا چشم تم جیسے لوگوں کو ہی کہا جاتا ہے تم نے اور تمہاری بیٹی نے جس دن سے اس گھر کی دہلیز عبور کی اس دن سے اس گھر کی سکون و خوشیاں رخصت ہوگئی تھیں۔''

''غلط کہہ رہی ہیں آپ جس دن سے آپ بھائی کی زندگی میں آئی تھیں اصل بربادی اس دن سے ہی شروع ہوئی تھی۔''

''یہ کیا ہو رہا ہے تم دونوں کو جو منہ میں آ رہا ہے وہ بولے جا رہی ہو ادب و آداب' عزت و احترام کو ایک دم ہی خیر باد کہہ دیا ہے۔'' عمرانہ کی اچانک آمد اور دونوں کی زبانوں نے زمرد کو گنگ کر دیا تھا پھر جلد ہی وہ حیرت زدہ لہجے میں گویا ہوئیں۔

''یہ کس طرح سے فیصلہ کر سکتی ہے اس ڈائن کو اس گھر میں لانے کا' وہ مدثر کو مجھ سے چھین چکی ہے اب کیا یہ گھر بھی مجھ سے چھین لے گی وہ۔'' عمرانہ گویا انگاروں پر چل رہی تھیں۔

''صالحہ بھابی نے بھائی کو نہیں چھینا تم نے خود کھویا ہے بھائی کو۔''

''صالحہ بھابی...... صالحہ بھائی شرم نہیں آتی تمہیں اس کمینی نیچ عورت کا نام دہراتے ہوئے۔''

''کمینی اور نیچ کون ہے یہ وقت نے ثابت کر دیا ہے اور یہ ضد اب پتھر کی لکیر ہوگئی ہے کہ صالحہ بھابی اس گھر میں آئیں گی ان کو آنے سے کوئی روک کر دکھائے تو سہی۔'' بہت مدت بعد صوفیہ بھی اپنے جاہ و جلال میں آئی تھیں

ورنہ پہلے تو دل کی بھڑاس نکال کر چپ ہو جایا کرتی تھیں مگر اب سودہ پر لگائے گئے گھٹیا الزام اور مارنے کی سزا نے ان کی ممتا کو گھائل کر دیا تھا وہ اس بے بنیاد الزامات سے اس قدر دلبرداشتہ ہوئی تھیں کہ خودکشی جیسے حرام فعل اپنانے پر بھی راضی ہو گئی تھیں۔

وہاں زید کی صورت میں اللہ نے ان کی مدد کی اور بچا لیا تھا لیکن بیٹی کی عزت کی خاطر انہوں نے پیارے میاں سے فوراً ہی سودہ کی شادی کرنے کی ٹھان لی تھی حالانکہ وہ اچھی آپا کو پسند نہیں کرتی تھیں مگر وہ ہی بات تھی کہ مرنے والے کو حرام بھی حلال ہوتا ہے سودہ ان کی اکلوتی بیٹی تھی اس کے لیے ان کے دل میں بھی ڈھیروں ارمان تھے اور وہ تمام ارمان دل میں ہی دفن ہو گئے تھے صرف اس بدمزاج بدلحاظ خود پرست عورت کی ڈکٹیٹرشپ کے باعث۔

''وہ اس گھر میں قدم رکھ کر تو دکھائے پھر دیکھنا کس طرح قیامت برپا کرتی ہوں میں یہاں ایسا تماشا ہوگا کہ یاد رکھو گی۔''

''ہونہہ تماشہ تو آپ کر سکتی ہیں کیوں کہ ساری زندگی آپ نے یہی کام کیا ہے پھر تماشا شوق سے کیجیے گا۔'' وہ نڈر انداز میں بولیں۔

''بوا سودہ کو جا کر کہیں وہ منور کو کال کر کے بلوائیں حد ہو گئی ہے۔ عمرانہ کو نہ اپنے رتبے کا خیال ہے نہ صوفیہ کو اخلاق کا پاس رہا ہے دونوں نے جھگڑا شروع کر دیا ہے۔''

○......❖❖......○

وہ گروسری کر کے اسٹاپ پر کھڑی ٹیکسی کا انتظار کر رہی تھی آج موسم گرم تھا گو کہ سورج غروب ہو چکا تھا شام سرمئی اندھیرے میں گم ہونے لگی تھی ماحول میں ابھی بھی حبس باقی تھا ہوا بھی گرم تھی۔ اس نے اکتا کر سڑک پر رواں دواں ٹریفک کی جانب دیکھا۔ جہاں ٹیکسی کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔

''السلام علیکم۔'' قریب ہی سفید رنگ کی کار آ کر رکی تھی۔

''آپ؟'' وہ نوفل کو دیکھ کر چونکی۔

''جی...... میں۔'' وہ ڈرائیونگ ڈور سے گردن جھکائے بولا۔

''یقیناً آپ کسی پرابلم کا شکار ہیں آئیں میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں۔''

''نو تھینکس...... کیب آ جائے گی ابھی۔''

''نامعلوم کب آئے گی ہری اپ۔''

''بس آنے ہی والی ہو گی کیب خاصی دیر سے ویٹ کر رہی ہوں۔'' اچھا نہیں لگا اس کی آفر ایکسیپٹ کرنا۔

''جب خاصی دیر سے نہیں آئی تو اب کیوں آئے گی؟''

''آپ بلاوجہ بحث کر رہے ہیں مجھے آپ کے ساتھ نہیں جانا۔'' جب سے اسے اپنے رشتے کی خبر ہوئی تھی تب سے اس سے ناآشنا سی چڑ و ضد ہو گئی تھی شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس شخص کا بے حد لاڈلا و چہیتا تھا جس نے اسے ناجائز کہہ کر ٹھکرا دیا تھا۔

''اب تو تمہیں جانا ہی ہوگا کم آن۔'' سگنل آف ہونے کی وجہ سے گاڑیاں رکی تھیں پھر ان کی تکرار کو لوگ اب مشکوک نگاہوں سے دیکھنے لگے تھے۔

''زبردستی کیوں کر رہے ہیں آپ میں نے کہہ دیا میں نہیں جاؤں گی۔'' وہ بھی محسوس کر رہی تھی لوگوں کی نگاہیں ان پر ہیں اور کار میں بیٹھے نوفل کی پوزیشن اکورڈ ہو رہی ہے لوگ یقیناً اسے لوفر ٹائپ نوجوان سمجھ رہے ہیں اور وہ

اسی بات پر تلملا رہا تھا۔

''کیا ہی گولڈن چانس ہے اس کی مرمت کرانے کا۔'' اس کے دل میں خیال ابھرا اور وہ کہہ کر آگے اس طرح گھبرا کر چلنے لگی گویا وہ کوئی اجنبی ہے جو اسے تنگ کر رہا ہو۔

''شٹ اپ یہ کہاں جا رہی ہو تم؟'' تیز تیز قدموں سے اسے آگے جاتے دیکھ کر لیے بھر کو وہ بھونچکا رہ گیا از راہ مروت وہ اسے لفٹ دینا چاہتا تھا اور وہ نہ معلوم کیوں اس کی رسوائی کا سامان پیدا کر رہی تھی۔

''کیا ناٹک ہے تمہارا یہ..... آر یو میڈ؟'' اس کے وجیہہ چہرے پر جنون سا پھیل گیا تھا وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس کے قریب پہنچا اور غصے سے غرایا۔

''جب میں آپ کے ساتھ جانا نہیں چاہتی تو پھر کیوں فالو کر رہے ہیں۔'' وہ بھی اسی کے انداز میں غرائی۔

''پہلے میری بے وقوفی تھی مگر اب میری انا کا معاملہ ہے تمہیں میرے ساتھ چلنا ہوگا اب انکار کی کوئی صورت ہی باقی نہیں۔'' سگنل گرین ہونے والا تھا لوگ گاڑیوں سے گردن نکالے اس تماشے کو دلچسپ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

''میں نے کہا ناں اپنی خیریت چاہتے ہیں تو یہاں سے چلے جائیں اگر میں نے شور مچایا تو لوگ آپ کا وہ حشر کریں گے کہ آپ کے گھر والے بھی آپ کو پہچاننے سے انکار کردیں گے۔'' وہ دیکھ رہی تھی چند نوجوانوں نے اپنی گاڑیوں سے نکلنا شروع کر دیا تھا بہت عجیب سی صورت حال ہوگئی تھی وہ بھی ان لڑکوں کو دیکھ رہا تھا جو گاڑیوں سے نکل رہے تھے ایک لڑکی کی نظروں میں ہیرو بننے کے لیے اس لمحے اس نے انشراح کی طرف دیکھا تو اس کی بلی جیسی چمکدار آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی جیسے کوئی دشمن اپنے دیرینہ دشمن کو مشکل میں دیکھ کر خوب لطف اندوز ہوتے ہوئے مزید مشکلات بڑھاتا ہے۔

''اے مسٹر چہرے سے کسی اچھی فیملی کے فرد دکھائی دے رہے ہو مگر ان محترمہ کو کیوں تنگ کر رہے ہو؟'' ان میں سے ایک بولا۔

''قرب قیامت ہے اب دن دھاڑے لڑکیوں کا اغوا ہونے لگا ہے۔'' ایک بڑے میاں بھی ان کے قریب پہنچ کر سرزنش کرنے لگے۔

''دس از آ دور پرسنلی میٹر پلیز گو وے۔'' اس نے کوٹ کے اندرونی جیب سے پستول نکال کر لہراتے ہوئے کہا اور پستول دیکھ کر سب کا ہیرو پن ہوا ہوگیا' نوجوانوں سے زیادہ وہ بزرگ بھاگتے ہوئے اپنی گاڑی میں روپوش ہوئے تھے۔ پانسہ پلٹ گیا تھا وہ ہکا بکا سی کھڑی رہ گئی تھی اسے مار کھاتے دیکھنے کی تمنا فوراً ہی ختم ہوگئی تھی۔

''آ جاؤ میرے پیچھے ورنہ شوٹ کرنے میں سیکنڈ بھی نہیں لگاؤں گا۔'' پستول سے زیادہ اس کا لہجہ خوفناک لگ رہا تھا پھر اب اس کے پاس کوئی راہ فرار نہیں بچی تھی اور اسی لمحے سگنل بھی کھل گیا تھا وہ اسی کے ساتھ آگے بڑھنے لگی ہمت ہی نہ ہوئی تھی کہ آنکھ اٹھا کر ادھر اُدھر دیکھنے کی۔ کار میں بیٹھ کر نوفل نے اس کے لیے دروازہ وا نہیں کیا تھا وہ خود ہی ہونٹوں کو دانتوں سے کچلتی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی اور اس کے بیٹھتے ہی اس نے گاڑی چلا دی تھی۔

سگنل کھلتے ہی گاڑیوں کا بے ہنگم شور ہر سو پھیل گیا تھا انشراح نے اس کی طرف دیکھا..... اس کے چہرے پر سرخی ہی سرخی تھی۔ آنکھوں میں بجلیاں سی چمک رہی تھیں سرخی مائل ہونٹ سختی سے ایک دوسرے میں پیوست تھے۔

○......❖❖......○

اس نے سامنے رکھی فائل گہری سانس بھرتے ہوئے سائیڈ میں کی' فائل میں درج لفظ گویا کسی انجانی زبان میں بدل گئے تھے جو سمجھ سے بالاتر تھے ہاتھ میں پکڑا پین' پین ہولڈر میں لگا کر اس نے کرسی کی پشت سے سر لگا کر آنکھیں موندھ لی تھیں۔ یکے بعد دیگرے وہ مشکلات کا شکار ہوتا رہا تھا...... پہلے مائدہ اور جنید کی منگنی نے اسے ڈسٹرب کیا کہ وہ جنید کی ہرجائی طبیعت کے باعث اس رشتے پر دل سے خوش ہی نہ تھا کئی دنوں تک وہ اس سوچ میں ہی چکرا تا رہا کہ جنید اس کے گھر کس طرح پہنچا...... اس سے بہت گہری و مضبوط دوستی ہونے کے باوجود فیملی ٹرمز نہ رکھے تھے یعنی گھر کی لڑکیوں کو اس کے سامنے آنے کی نوبت ہی نہ آنے دیتا تھا البتہ گھر کی بزرگ خواتین سے بھی کبھار اس کی سلام و دعا ہو جایا کرتی تھی۔ اس طرح وہ بھی اس کی دادی اور ممی سے ملا کرتا تھا پھر بھی وہ اس کے گھر پر شب خون مار چکا تھا اتنا اسے بھی اندازہ تھا۔ وہ تنہا فتح یاب نہیں ہوسکتا تھا اس کی فتح میں مائدہ کا بھی ہاتھ تھا وہ کب اس کے ساتھ شریک ہوئی اپنی اس بے خبری پر وہ خود بھی نادم تھا۔ دوسری بے سکونی طویل سلسلے کو دراز کر گئی تھی اس کارپٹ کر سودہ کے ساتھ گرتا وجود عروہ کا دیکھ لینا اور بڑھ چڑھ کر عمرانہ کو سنانا اور عمرانہ کا بلا تصدیق سودہ پر ہاتھ اٹھانا پھر ایک ایسا گورکھ دھندہ شروع ہوا کہ وہ شدت سے الجھتا چلا گیا اور وہ شجر ممنوع کی مانند لڑکی جو ٹھنڈے میٹھے پانی کی جھیل کی سی خاصیت رکھتی تھی جس کی طرف وہ نگاہ بھر کر دیکھتا بھی نہ تھا وہ اس کے دل کا چین تھی جانتا تھا وہ اس کی دسترس سے دور تھی لیکن دل کا کیا کیا جائے جو اس کی ایک جھلک دیکھنے کا متمنی رہتا تھا اور جب سے وہ پرائی ہوئی تھی دل پتھر ہو گیا تھا اسے چوری چوری دیکھنے کی خواہش پر بھی اس نے پابندی لگا دی تھی۔

وہ اب کسی کی امانت تھی اور امانت میں خیانت کرنا اس کا شیوہ نہ تھا دل کی دنیا بنجر زمین میں تبدیل ہوگئی تھی ابھی وہ ہجر کے دکھ سہہ رہا تھا کہ باپ کی طبیعت کی خرابی کی اطلاع نے اسے مضطرب کر دیا تھا آگہی سے قبل وہ باپ سے اس قدر نفرت کرتا تھا کہ ان کا نام بھی سننا اسے گوارا نہ تھا۔ وہ ماں کی آنکھ سے دیکھنے اور ماں کے دکھائے گئے راستے پر چلنے کا عادی تھا اور جب آہستہ آہستہ شعور بیدار ہونا شروع ہوا تو کھرے کھوٹے کی پہچان ہوتی چلی گئی۔ جب والدین کے تنازعات کے مابین ایمان داری سے تجزیہ کیا تو پتا چلا کہ سراسر زیادتی کا پلڑا اماں کی طرف ہی جھکا ہوا ملا۔ دل پر چھائی کثافت دور ہوئی تو ہر شے واضح ہوتی چلی گئی اور یہ دل کی شفافیت ہی تھی جو اسے باپ کی طرف سے پریشانی ہونے لگی تھی۔ گزرے چند دنوں میں کئی بار باپ کو کال کرنے کے ارادے سے موبائل اٹھایا بھی مگر پھر وہی طویل عرصے کی بیگانگی' سرد مہری اور تکلفات و جھجک مانع تھی سمجھ سے بالاتر تھا کہ کس طرح حال واحوال پوچھے انہی سوچوں میں الجھ کر آفس ورک پر بھی بھرپور توجہ نہ دے پا رہا تھا وہ کرسی کی بیک سے سر ٹکائے ان ہی سوچوں کے تانے بانے بن رہا معاً خیال آیا شاہ زیب سے رابطہ کیا جائے۔

رش ڈرائیونگ کرتا وہ اس کے آفس پہنچا جہاں پیون اس کا حکم سنتے ہی مودبانہ انداز میں اسے ساتھ لیے اندر کی جانب بڑھا۔ وہ ایک ہال روم اور فل ایئر کنڈیشنڈ تھا وہاں خوب صورتی سے کیبنز بنے ہوئے تھے جہاں لیڈیز اور جنٹس کام میں مصروف تھے۔ وہیں ایک کیبن میں شاہ زیب کھڑا اپنے ورکرز کو کمپیوٹرز پر کچھ بتا رہا تھا آہٹ پر اس نے مڑ کر دیکھا۔

''بھا...... ئی......!'' ماؤس اس کے ہاتھ سے گر گیا۔

''بھائی آپ یہاں آفس میں میرے پاس......؟'' چند لمحے حیرت کے بعد وہ بھاگ کر اس سے لپٹ گیا۔

''سچ میں مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا ہے کہ آپ میرے آفس میں آئے ہیں ایکسیلنٹ سرپرائز۔'' ورکرز کی نگاہوں کی پروا کیے بنا وہ اس سے لپٹا ہوا تھا بے تحاشا خوشی اس کے انگ انگ سے عیاں تھی۔

"اب اگر تمہیں یقین آ گیا ہو کہ یہ میں ہی ہوں میری روح نہیں ہے تو آفس میں لے کر چلو گے یا نہیں؟"
اس کے محبت و پیار کے بے لوث اظہار نے اسے بھی خاص متاثر کیا تھا وہ علیحدہ ہوتا نرمی سے بولا۔
وہاں موجود لوگ محبت و رشک بھری نگاہوں سے ان کو دیکھ رہے تھے ان دونوں بھائیوں کے چہروں اور خدوخال میں اتنی مشابہت تھی کہ بنا تعارف کے ہی لوگ پہچان سکتے تھے کہ وہ بھائی ہیں۔
"اوہ ایم سوری بھائی۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر شاندار آفس میں لے آیا خود آگے بڑھ کر اسے کرسی فراہم کی اور انٹر کام پر جوس لانے کا آرڈر دے کر وہ اس کے برابر والی براجمان ہوا۔
"میں تم سے کچھ معلوم کرنے آیا ہوں آئی مین پاپا کی طبیعت کیسی ہے ڈاکٹرز نے کب سے ان کو اوپن ہارٹ سرجری ایڈوائز کی ہے تم مجھے سب تفصیل سے بتاؤ۔" وہ بیٹھتے ہوئے بلاتمہید گویا ہوا۔
"ایک سال تو گزر ہی چکا ہے پاپا مانتے نہیں ہیں اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی تکلیف بڑھ رہی ہے وہ ہمت کھوتے جا رہے ہیں۔"
"تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ تمہیں یہ سب پہلے بتانا چاہیے تھا۔"
"کبھی جرأت ہی نہیں ہوئی پھر آپ کے اور پاپا کے ریلیشن نے کبھی حوصلہ نہیں دیا کہ آپ کو کچھ بتانے کی جسارت کرتا۔"

O......❖❖......O

"دوسری شادی گناہ نہیں ہے بیٹا گناہ تو یہ ہے کہ حق دار کو حق نہ دینا تم نے پہلی بیوی کو حق سے محروم رکھا ہر طرح سے دل آزاری کی فقط اس وجہ سے کہ وہ تم سے عمر میں بڑی تھی یہ کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔" رحمت بابا نے شفقت بھرے لہجے میں کہا۔
"بابا بڑی عمر کی عورت کم عمر مرد کے ساتھ سوٹ کرتی ہے؟"
"کیوں نہیں کرتی...... کیا ساٹھ ستر سال کی عمر کے بوڑھے کی نوعمر لڑکی سے شادی نہیں کی جاتی' دنیاوی باتیں چھوڑوں کیا ہمارے لیے سب سے روشن مثال ہادی برحق محمد مصطفیٰ ﷺ اور بی بی خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی نہیں' ایک مثالی و بہترین جوڑی ہے جس کی رہتی دنیا تک مثال دی جائے گی تم نے مطالعہ نہیں کیا ہے اسلامک اسٹیڈیز کا۔"
"آپ نے بالکل درست و بہترین مثال دی ہے کسی حد تک میں بھی اسلامک ہسٹری سے آگاہ ہوں مگر میں بشر ہوں گناہ گار و خطا کار ان مبارک ہستیوں کے قدموں کی دھول سے بھی بدتر ہوں میں ان کے تقابل کا سوچ بھی کیسے سکتا ہوں میری ذات محدود پیمانے کی ہے۔"
"میں نے تمہیں ایک مثال دے کر سمجھایا ہے ورنہ تکلیف دہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے مرد صرف ان سنتوں کی پیروی کرتے ہیں جو ان کو ذاتی طور پر فلاح پہنچاتی ہیں ہمارے مذہبی امور میں انفرادیت سے زیادہ اجتماعیت کو پسند فرمایا گیا ہے نفع و ایثار سب کے لیے ہو۔"
"بالکل میرے بزرگ آپ کی ہر بات تسلیم کرتا ہوں کوئی اختلاف نہیں ہے' میں نے ماضی کی کتاب آپ کے آگے اسی لیے وا کی ہے کہ آپ مجھے ترغیب دیں کس طرح جانے وانجانے میں کیے گئے گناہوں کی تلافی کر سکوں؟ لغزشوں کا مداوا ممکن ہو سکے تاکہ بے سکون دل کو سکون حاصل ہو جائے' بابا صاحب میں کہتا ہوں دنیا کا سب سے بڑا دکھ بے سکون ہونا ہے دولت' عزت' شہرت کے باوجود بے سکونی۔"

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

"یہی المیہ ہے پیسے کا ہونا اور پیسے کا نہ ہونا حد سے زیادہ امیری حد سے زیادہ غریبی دونوں ہی برائی کے راستوں پر لے جاتا ہے اعتدال ستھرا و بہترین راستہ ہے۔" وہ باتوں کے دوران ہاتھ میں پکڑی تسبیح کے سبز دانے نہ گراتے تھے جب خاموش ہوتے تو دانے گرنے لگتے تھے۔

"بات یہ نہیں ہے بابا صاحب میں نے دو شادیاں کیں اور پچھتا رہا ہوں آپ تو جانتے ہی ہیں میں جس طبقے سے تعلق رکھتا ہوں وہاں شادیوں اور دوستیوں کی کوئی لسٹ ہی نہیں ہوتی۔" وہ فل اے سی روم میں بھی پسینے پسینے ہو رہے تھے ضمیر کا سارا بوجھ گویا پلکوں پر آ دھرا تھا جو اٹھ ہی نہیں پا رہی تھیں۔

"مجھ سے ایک ایسی کوتاہی اور لغزش ہوگئی ہے جس کو سالوں گزرنے کے باوجود بھی دل معاف نہیں کر سکا...... نہ ضمیر نے سزا سے رہائی دی۔ ایک آگ و جہنم ہے جو میرے اندر بھڑکتا رہتا ہے دن و رات کسی لمحے سکون نہیں پاتا ہوں۔" ان کا سرخ و سپید چہرہ تاریک ہو گیا تھا۔

"تمہارے چہرے سے نفس کی گمراہی کا گمان ہو رہا ہے بیٹا یہ کس قسم کا بوجھ تم نے اٹھا لیا ہے اللہ تم پر اپنا خاص رحم کرے میرے بچے۔" انہوں نے اپنا لرزتا ہاتھ اس کے سر پر رکھا۔

وہ ہاتھ تھا یا شجر سایہ دار تھا جو برسوں سے اس کے دھوپ میں جھلستے بدن و روح کو چھاؤں میں لے آیا تھا وہ لمبی چوڑی شاندار شخصیت کا مالک شخص وقار و تمکنت جس کی پہچان تھی اٹھا اور ان کے پاؤں پکڑ کر اعتراف گناہ کرنے لگا۔

"بہت بڑی گمراہی ہوگئی ہے مجھ سے بابا جان! زنا جیسا گناہ سرزد ہو چکا ہے مجھ سے کئی سالوں قبل۔" وہ شدت سے رو پڑے۔

"وہ ماڈل تھی اپنے وقت کی بہت پاپولر بے حد خوب صورت نویرہ جتنی حسین تھی اتنی ہی مغرور اور بد دماغ بھی۔ بڑے بڑے لوگوں کو خاطر میں نہیں لاتی تھی پھر نا معلوم اسے مجھ میں کیا خوبی بھائی کے وہ خود ہی میری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا بیٹھی اور اس طرح ہماری دوستی ہوگئی تھی۔" بابا رحمت کے دلاسے و تسلی دینے پر وہ ٹیپ ریکارڈر کی طرح آن ہوگئے۔

"وہ بے حد حسین تھی اور میں بھی جوانی اور منسٹری کے خمار میں دین و دنیا بھلائے اس کے ساتھ وقت گزارتا رہا تھا گھر میں نہ شوبز کی دنیا میں کسی کو بھی کانوں کان ہمارے معاشقے کی خبر نہ ہو سکی تھی پھر ایک دن وہ میرے پاس پریشان حالت میں آئی تھی۔" وہ ماضی میں کھو گئے تھے۔

"ارے یہ کیا حال بنا رکھا ہے تم سے کہا تھا نا آج ہم سارا دن باہر گزاریں گے تم نے لگتا ہے کل سے ڈریس چینج ہی نہیں کیا؟" وہ اس کے شکن آلود کپڑے اور بکھرے بے ترتیب بال دیکھ کر بولا۔

"کل رات سے میری طبیعت ٹھیک نہیں۔" وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے گم صم لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"کیا ہوا موسم کی تبدیلی میں فیور فلو ہونا عام بات ہے۔" وہ اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لیتا ہوا شوخی سے بولا۔

"مجھے نزلہ بخار نہیں ہوا ہے۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

"ایم پریگنیٹ...... ہمارا بے بی آنے والا ہے۔"

"وہاٹ؟" اس کے مسکراتے چہرے پر یک دم بوکھلاہٹ اور پھر غصے کی سرخی پھیلتی چلی گئی تھی ہاتھوں میں تھاما

چہرہ جھٹکے سے دور کیا تھا۔

"کیا بکواس کر رہی ہو دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا؟"

"جن کے ہاں بے بی پیدا ہونے والا ہوتا ہے ان کا دماغ خراب ہوتا ہے؟" اس کے سخت رویے پر دلبرداشتہ ہو کر گویا ہوئی تھی۔

"کیا تم نے بچہ بچہ رٹ لگا رکھی ہے میں کہتا ہوں اب اس فضول بکواس کو فوراً ختم کرو ابارشن کرالو۔"

"ڈاکٹر کہتی ہے ٹائم اوور ہو چکا ہے پھر آپ نے کہا تھا جلد شادی کریں گے ہم اب شادی کرنی پڑے گی آپ کو۔" زندگی بھر وفا کے وعدے کرنے والا لمحوں میں اجنبی بن گیا تھا۔

"ہونہہ میں شادی کروں گا تم جیسی عورت سے جس کی شام کسی کے ساتھ اور رات کسی دوسرے کے ساتھ گزرتی ہے، تم نے مجھے پاگل سمجھا ہوا ہے جو کسی دوسرے کا گناہ میرے سر تھوپنے آئی ہو۔" وہ لفظ نہیں تھے تیروں کی برسات تھی جو دل پر برس رہی تھی۔

"کتنا بڑا الزام لگا رہے ہیں آپ اگر میری کوکھ میں پلنے والا بچہ گناہ ہے تو اس گناہ میں آپ بھی برابر کے شریک ہیں۔ مسٹر یوسف آپ تو بے حد عام سے امیر زادے نکلے میں تو آپ کو بہت خاص سمجھتی تھی۔"

"خاموشی سے نکل جاؤ یہاں سے ورنہ زندہ دفن کروا دوں گا اور کسی کو پتا تک نہیں چلے گا تم کہاں غائب ہوئی ہو۔" وہ خوب صورت شہزادہ یکلخت ہی بھیانک بھیڑیے میں بدل گیا تھا۔

"ٹھیک کہتی تھیں ممی کہ آپ کا اصل چہرہ اب دکھائی دے گا اور دیکھ لیا میں نے آپ کی ہوس بھری بدصورت کریہہ شکل۔" پھر وہ بے تحاشا روتے ہوئے ان سے ہاتھ جوڑ کر بولی۔

"رحم کریں مجھ پر لاکھوں مردوں پر میں نے آپ کو فوقیت دی...... میں قسم کھاتی ہوں آپ کے سوا میری زندگی میں کوئی مرد نہیں آیا۔"

"ہر طوائف یہی کہتی ہے اس کی زندگی میں پہلے کوئی مرد نہیں آیا۔"

"میں نے اللہ کی قسم کھائی ہے یوسف۔"

"ہونہہ طوائف کیا، اس کی قسم کیا، تمہاری قسم پر اعتبار کر کے میں مان لوں یہ ناجائز بچہ میرا ہے۔" وہ استہزائیہ انداز میں گویا ہوا تھا۔

"آپ کو ماننا ہوگا یہ بچہ آپ کا ہی ہے آپ کو مجھ سے نکاح کرنا ہوگا۔ ورنہ میری عزت تو داغدار ہو چکی ہے سلامت میں آپ کی عزت بھی نہیں رہنے دوں گی دنیا کو دکھاؤں گی آپ کا اصل مکروہ چہرہ و کردار۔"

"زندہ رہو گی تو دکھاؤ گی ناں۔" وہ خوفناک لہجے میں بولا تھا۔

○......❖❖......○

عمرانہ کا پارہ ہائی ہو چکا تھا گھر صوفیہ اور ان کی آوازوں سے گونج رہا تھا منور صاحب کے آنے پر صوفیہ ان کے سمجھانے بجھانے پر چپ ہو گئی تھیں مگر عمرانہ کو لگ رہا تھا بازی ان کے ہاتھ سے نکل رہی ہے، زیادتی کرنے والے کو کبھی محسوس نہیں ہوتا ہے کہ وہ زیادتی کر رہا ہے اور جب اس کے احتساب کا وقت آتا ہے تو وہ واویلا کرتا ہے۔ یہی حال ان کا تھا کسی کو خاطر میں لانا اس کی عادت میں شامل نہ تھا منور صاحب کی عمر اور رتبے کا خیال کیے بغیر ان سے بھی بدتمیزی و بدکلامی کی اور حسب عادت مائدہ کے ہمراہ رضوانہ کے گھر چلی گئی تھیں۔ شومئی قسمت وہاں بھی ان کے لیے محاذ گرم تھا۔

''میں عمرانہ کو کال کروں ورنہ وہ ناراض ہوگی عفرا کے سسرال والے انگوٹھی پہنا کر چلے گئے نہ بلایا نہ بتایا غیروں کی طرح چھوڑ دیا۔'' وہ اندر قدم رکھنے والی تھیں معاً اندر سے رضوانہ کی آواز ابھری۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے اس دوغلی و جھوٹی عورت کی پروا کرنے کی وہ غیروں سے بدتر ہیں آجاتی ہیں یہاں جھوٹی محبت جتانے۔'' عروہ کی نفرت بھری آواز پر عمرانہ اور مائدہ نے ایک دوسرے کی طرف حیرت سے دیکھا پھر اندر داخل ہوگئی تھیں۔

''ارے عمرانہ بڑی عمر ہے تمہاری ابھی تمہیں ہی یاد کر رہی تھی۔'' رضوانہ ان کو اچانک سامنے دیکھ کر سٹپٹا گئی پھر لبوں پر مسکراہٹ سجا کر ان کی طرف بڑھیں جبکہ عروہ اسی طرح بیٹھی رہی۔

''ہاں بھئی کیا کہہ رہی تھیں تم میں دوغلی و جھوٹی عورت ہوں' کیا جھوٹ بولا ہے تم سے کیا دوغلا پن کیا ہے بتاؤ تو ذرا؟'' بھڑکی ہوئی وہ پہلے ہی تھیں عروہ نے جلتی پر تیل ڈال دیا تھا۔

''بالکل غلط نہیں کہا میں نے جو آپ ہیں وہ ہی کہا ہے۔''

''یہی پوچھ رہی ہوں۔''

''ارے عمرانہ تم بھی کہاں اس کی باتوں کو دل پر لے رہی ہو وہ کل سے ڈسٹرب ہے دراصل کل رات بنا انفارم کیے عفرا کی ساس اور نند آگئی تھیں وہ بات پکی کر گئیں اور شگون کے طور پر گولڈ کی رنگ عفرا کو پہنا گئیں بس تب سے اسے غصہ آرہا ہے کہ سب منگنی شدہ ہوگئی ہیں اور زید ہے جس کی نہ ہاں میں نہیں بدل رہی ہے۔''

''زید کی نہ ہاں میں بدلے گی بھی کیسے اس عورت کے اختیار میں نہ ہزبینڈ تھا نہ بیٹے پر کنٹرول ہے صرف جھوٹ بولنا آتا ہے۔'' عمرانہ ہک دک عروہ کی بگڑی صورت دیکھ رہی تھیں کل تک جس کے منہ سے بات کرتے ہوئے پھول جھڑتے تھے آج انگارے برس رہے تھے۔

''تمہیں شرم نہیں آرہی مما سے اس طرح بات کرتے ہوئے عروہ؟''

''تم کون سی نیک پروین ہو جس طرح جنید کو الو بنا کر تم نے منگنی کی ہے وہ میں اچھی طرح جانتی ہوں تم شرم کی بات نہ ہی کرو۔'' اس نے استہزائیہ انداز میں مائدہ کو کہا رضوانہ خاموش کھڑی تھیں۔

''میری بیٹی میں اتنے گٹس تو ہیں کہ جنید کو الو بنا کر منگنی تو کرلی ناں اور تم تو سب کر کے بھی محروم ہو۔''

''عمرانہ پلیز یہ کیا کہہ رہی ہو تم...... تمہیں ایسی باتیں زیب نہیں دیتیں۔'' رضوانہ سخت برا مانتے ہوئے کہنے لگیں۔

''واہ میری باتیں آپ کو پتھروں کی طرح لگنے لگی اور یہ تو جیسے پھول برسا رہی ہے وہ دکھائی دے رہا ہے آپ کو؟''

''وہ بچی ہے اس کے دل کی حالت سمجھنے کی سعی کرو۔''

''یہ کیا سمجھیں گی مائدہ کا بوجھ ان کے سر سے ہٹ گیا ان کو دوسروں کی فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے بھلا ویسے بھی خود غرض ہیں یہ۔'' عروہ بھی بدتمیزی و بدکلامی میں ان کا پرتو ثابت ہو رہی تھی۔

''اب مجھے کیا معلوم تھا کہ تم شادی کرنے کے لیے اتنی بے قرار ہو کہ تم سے سگی بہن کی بھی خوشیاں برداشت نہیں ہو رہی ہیں رات سے ہی تم حسد کی آگ میں اس قدر جل گئی ہو کہ تمہیں یہ بھی پہچان نہ رہی کہ تم کس سے اور کیا بات کر رہی ہو۔'' عمرانہ غصے سے بھڑکیں۔

''ہوش میں آؤ عمرانہ تم سسرال میں لڑ جھگڑ کر اتنی ماہر ہوگئی ہو کہ اب تمہیں یہ بھی احساس نہیں رہا کہ کس سے لڑنا

چاہیے اور کس سے نہیں۔ کل ان لوگوں سے لڑتی تھیں آج ہم سے بھی ایسے ہی لڑ رہی ہو۔" رضوانہ نے غصے سے چیختے ہوئے بیٹی کی طرف داری کی۔

"مما، چلیں اب ہمارا یہاں رکنا بے عزتی ہے۔" مائدہ نے ماں کا ہاتھ تھاما اور وہاں سے نکل گئیں کسی نے انہیں روکنے کی زحمت بھی نہ کی تھی۔

○......❖❖......○

ٹریفک کی روانی کم ہوئی تھی ساتھ ہی اس نے کار کی اسپیڈ کم کی تھی اے سی کی کولنگ کی وجہ سے اندر کا ماحول ٹھنڈا تھا اور اس ٹھنڈک میں بھی نوفل کی پیشانی پر ننھے ننھے قطرے چمک رہے تھے۔

"آخر اس زبردستی کا مقصد کیا ہے، کیا ملا آپ کو روڈ پر تماشا کر کے آخر اپنی اہمیت و حاکمیت جتانے کا شوق کیوں ہے آپ کو؟"

"تماشہ میں نے نہیں تم نے کیا...... میں نے بہت خلوص سے تمہیں آفر کی تھی کیا آج سے قبل میں نے تمہیں ڈراپ نہیں کیا تھا تم اس طرح ری ایکٹ کر رہی تھیں گویا ہم ایک دوسرے کو جانتے ہی نہیں۔" اس کے انداز میں سخت برہمی و غصہ تھا۔

"ہمارے درمیان کوئی ایسا فرینڈلی ریلیشن نہیں ہے کہ جب آپ چاہیں گے میں آپ کے ساتھ چلی جاؤں گی، آپ کی نگاہوں میں خواہ میری کچھ بھی ویلیو ہو لیکن میں ایک عزت دار لڑکی ہوں۔"

"ہونہہ...... خوب میں تمہیں ڈیٹ پر لے جا رہا تھا۔" اس کے لہجے کی تپش مزید بڑھ گئی تھی۔ بہت منہ توڑ جواب ملا تھا وہ کچھ کہہ نہ سکی چند لمحے توقف کے بعد چبھتے ہوئے لہجے میں گویا ہوئی۔

"کوئی دنیا میں ایسا پیدا نہیں ہوا جو مجھے ڈیٹ پر لے جانے کی آفر کرے۔" نوفل نے ایک جلتی ہوئی نگاہ اس پر ڈالی اور پھر استہزائیہ مسکراہٹ سے بولا۔

"میں ایسے اخلاق باختہ چیلنج قبول نہیں کرتا ورنہ......!" وہ کہہ کر خاموش ہو گیا، اس کی استہزائیہ مسکراہٹ میں کچھ ایسی ہی کاٹ تھی کہ اس کی احساس کمتری مزید بڑھ گئی تھی۔

"ورنہ کیا ہاں...... ورنہ کیا مقصد کیا ہے آپ کا؟"

"ورنہ کا مقصد تم اچھی طرح سمجھ رہی ہو بحث مت کرو۔"

"بہت غرور ہے آپ کو اپنی دولت و جائیداد پر؟" نوفل کا لہجہ ٹھنڈا تھا اور اس کے لہجے کی آگ انشراح کے لفظوں میں سمانے لگی تھی کہ وہ اس کی دکھتی رگ چھیڑ گیا تھا۔

"میں کردار کو اہمیت دیتا ہوں پیسہ کردار پر کبھی فوقیت حاصل نہیں کر سکتا لیکن عورت کے لیے کردار سے زیادہ امپورٹنس دولت و جائیداد کی ہوتی ہے جس کی خاطر وہ سب کچھ کر سکتی ہے مجھ سے زیادہ عورت کے کردار کو کوئی جان ہی نہیں سکتا میں نے سب بھلا کر تم سے دوستی کی تھی، میں سمجھتا تھا میں غلط ہوں۔" اس کی نگاہوں میں آہستہ آہستہ ایک چہرہ ابھرنے لگا تھا۔

"آج تم نے بلاوجہ تماشہ کر کے ثابت کر دیا میں غلط نہیں تھا عورت صرف ماں کے روپ میں مقدس ہوتی ہے یا بہن کے روپ میں قابل عزت، مگر عورت...... عورت کے روپ میں صرف عورت ہوتی ہے بغض و حسد سے بھرپور بے رحم و بے مروت بے وقوف اور زمانے بھر کی کوڑھ مغز۔" اس کی آواز میں ایک عجیب سی گونج تھی ایک سہما ڈالنے والی ہیبت جو مقابل کو مفلوج کر دے۔

جواباً اس نے بھی حملہ کرنا چاہا مگر زبان اکڑ کر رہ گئی تھی۔
مغرب کی اذانوں کی پُرکیف صدائیں فضا میں گونجنے لگی تھیں معاً اس نے ایک ٹیکسی اسٹینڈ پر کار روکی اور سخت لہجے میں کہا۔
''اترو میری گاڑی سے۔'' پھر اس کے اترتے ہی زن سے گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔

O......❖❖......O

صوفیہ عمرانہ کو ایک عرصے بعد دوبدو جواب دے کر مطمئن تھیں، پھر آج جس طرح انہوں نے منور اور زمرد سے بدتمیزی کی تھی سب کا ہی دل مکدر کر دیا تھا کہ ایک عرصہ سے وہ اس کی زبان کی چکی میں پس رہے تھے مگر ہر ظلم کی ایک حد ہوتی ہے جواب ختم ہوگئی تھی۔ عمرانہ لڑ جھگڑ کر مائدہ کے ساتھ جا چکی تھی اور جانے سے قبل بڑھا چڑھا کر ہر بات زید کو کال کر کے بتا گئی تھیں زید جو شاہ زیب کی زبانی باپ کی بگڑتی طبیعت کی وجہ سے بہت ڈسٹرب تھا۔ ماں کی باتوں نے اسے متاثر نہیں کیا تھا کیونکہ ماں کو وہ اب مکمل طرح پہچان گیا تھا گھر آ کر تایا اور تائی کی زبانی سچائی جان کر اس کا دل دکھ سے بھر گیا تھا یہ سوچ کر اس کی ماں ایک ناپسندیدہ اور ناقابل برداشت عورت ہے جس نے تمام زیست صرف اپنی انا اپنی ذات کو ترجیح دی ہے اور جواب میں وہ ناقابل برداشت ہستی بن گئیں۔ دنیا لینے اور دینے کے اصول پر چلتی ہے گلاب دینے والوں کو گلاب ملتے ہیں اور خار بانٹنے والوں کو کانٹے ہی ملتے ہیں۔ بدلحاظ، موقع پرست خود کو اہمیت دینے والے تنہا رہ جاتے ہیں انسان کے مزاج کو گلاب کے پھول کی مانند ہونا چاہیے جو ان ہاتھوں میں بھی خوشبو چھوڑ جاتا ہے جو اسے مسل کر پھینک دیتے ہیں۔
''مما کو اپنی ضد چھوڑنی پڑے گی تایا جان میں آج شاہ زیب سے ملا تھا پاپا کی صحت کے متعلق بات چیت ہوئی ہے میں چاہتا ہوں اس مہینے میں ہی بائی پاس کرا لیں زیادہ ٹائم دینا رسکی ہوگا۔'' پہلی بار انہوں نے اس کے منہ سے باپ کا نام بڑے ادب و محبت سے سنا تھا بڑی تڑپ و محبت تھی اس کے انداز میں یہ بہت خوش آئند احساس تھا وہ تینوں ہی اس کی واپسی پر خوش ہوگئے تھے پھر ان کے درمیان کافی دیر مدثر صاحب کو راضی کرنے پر گفتگو ہوتی رہی کیونکہ وہ لوگ سمجھا سمجھا کر چپ ہوگئے تھے اور مدثر نے ان لوگوں کو کسی نہ کسی بہانے سے ٹال دیا تھا۔
''پاپا میرے کہنے سے بھی راضی نہیں ہوں گے میں نیچر جانتا ہوں ہاں البتہ ایک فرد ایسا ہے اس گھر میں جس کی بات وہ کسی بھی صورت ٹالنے کا سوچیں گے بھی نہیں۔'' وہ آہستگی سے بولا۔
''ہوں...... سودہ کی بات کر رہے ہیں وہ بھی کہہ چکی ہے۔''
''تائی جان آپ لوگوں کی اجازت ہو تو میں سودہ کو اپنے ساتھ لے جاتا ہوں یہاں انہوں نے انکار کیا ہے وہاں نہیں کریں گے مجھے پکا یقین ہے۔'' وہ ان کی طرف دیکھتا ہوا پُریقین لہجے میں بولا۔
وہاں موجود منور صاحب زمرد صوفیہ اور بوا کے چہروں پر تو خوشی پھیل گئی تھی آج کا دن خوشیوں بھرا ثابت ہوا تھا سالوں کے بچھڑے باپ بیٹے کا ملن ہونے والا تھا گھر کی روٹھی خوشیاں ملنے والی تھیں کسی کو کوئی اعتراض ہی نہیں تھا سودہ کو اس کے ساتھ بھیجنے پر کچھ دیر بعد ان کی کار سیاہ چمکدار سڑک پر رواں دواں تھی۔
''تم اب بھی مجھ سے اسی طرح خوف زدہ رہا کرو گی؟'' وہ اس کی طرف مسکرا کر دیکھتا ہوا بولا جو حسب عادت سراسیمہ سی گردن جھکا کر فرنٹ ڈور سے چپک کر بیٹھی تھی۔
''میں...... میں خوف زدہ تو نہیں ہوں۔'' وہ بوکھلا کر بولی۔
''اچھا خوف زدہ نہیں ہو صرف ڈر رہی ہو؟'' اس کے خوب صورت چہرے پر بڑی اجلی مسکراہٹ ابھری تھی

جواباً وہ مسکرا بھی نہ سکی تھی زید نے پھر سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

''سو وہ ایم سوری...... رئیلی سوری مما نے جتنی بھی تمہیں تکلیفیں دی' برا بھلا کہا' میں ان سب کی تم سے معافی مانگتا ہوں پلیز معاف کردینا۔'' وہ حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی زید بہت بدلا بدلا لگ رہا تھا مسکرا بھی رہا تھا آنکھوں میں نمی بھی چمک رہی تھی۔

''جس انسان کے پاس جو ہوتا ہے وہی ہر کسی کو دیتا ہے مما کے پاس دکھ' محرومیاں و ٹینشن ہے وہ سب میں یہی بانٹتی ہیں میری تم سے ریکوئیسٹ ہے پلیز مما کو معاف کردو۔''

''میں گلٹی فیل کررہی ہوں زید بھائی پلیز آپ ایسی باتیں مت کریں۔'' وہ شخص جو کبھی سیدھے منہ بات کرنا گوارا نہ کیا کرتا تھا آج معافی مانگتا بہت کمزور سا لگ رہا تھا ٹوٹا' بکھرا ہوا کسی آئینے کی مانند۔

''میں چاہتا ہوں تم گھر سے رخصت ہو تو مما کے لیے دل میں محبت نہ سہی احترام و عزت لے کر جاؤ انہیں معاف کردو۔'' جب سے وہ کسی کی امانت ہوئی تھی نظر بھر کر تو کیا بے ساختہ نگاہ بھی اس پر نہیں اٹھتی تھی یہ الگ بات تھی کہ دل کی سلطنت جہاں کسی کی نہیں چلتی تھی اس کے تخت پر وہ ہی حکمران تھی۔

''میرے دل میں ممانی جان کے لیے کوئی ناراضگی و خفگی نہیں آپ یقین کریں زید بھائی میں ان سے بالکل بھی گلہ نہیں رکھتی جو ہوا وہ نصیب کا لکھا قبول کرکے بیٹھ گئی ہوں۔'' گھر سے رخصتی کے نام پر وہ آبدیدہ ہوگئی اور آنسو بھل بھل آنکھوں سے بہنے لگے تھے۔

''رو کیوں رہی ہو؟ میں نے رونے والی تو کوئی بات نہیں کی۔'' غبار اس کے دل میں بھی ابھر آیا تھا اس کی جدائی کا خیال دل مضطرب کو اور بھی تڑپا گیا تھا۔

(زندگی کبھی خوشیوں سے بھرپور نہیں رہی کسی کانٹوں بھرے جنگل کی مانند ہی رہی جہاں جسم ہی نہیں روح بھی زخمی ہوگئی ہے ایک تیرا وجود تھا جو مرہم کا کام دیتا تھا اور اب یہ مرہم بھی مرحوم ہوچکا تھا)

''پلیز اپنے آنسوؤں کو پونچھ لو ابھی ہمیں پاپا کے پاس جانا ہے تمہارے آنسو وہ کہاں برداشت کرپاتے ہیں تمہیں بھی ان کو کنوینس کرنا ہے تمہیں ساتھ لانے کی وجہ بھی یہی ہے۔''

''وہ میری بات مان لیں گے۔'' وہ آنسو صاف کرتی بولی۔

''بات ہی وہ تمہارے مانتے ہیں تمہیں ابھی تک معلوم نہیں ہوا؟''

''جی ماموں نے مجھے کبھی یہ محسوس ہونے نہیں دیا کہ میں یتیم ہوں' میرے پاپا نہیں ہیں' شاید میرے پاپا بھی مجھ سے اتنی محبت نہیں کرتے۔'' پھر یہ کہہ کر وہ خاموش ہوگئی تھی۔

دونوں اپنی اپنی سوچوں میں گم تھے زید کو معلوم تھا کہ وہ ایک ایسی کٹھن راہ پر چل پڑا ہے جہاں خار ہی خار ہیں ماں سے کیے گئے عہد و پیماں توڑے تھے ادھر باپ کی زندگی بھی مٹھی میں دبی ریت کی مانند پھسلتی جارہی تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ شمارے میں)

جب جب راتیں اپنا آنچل کھولنے لگتی ہیں
کیوں پلکیں اشکوں کے موتی رولنے لگتی ہیں
جب میں تنہا ہوتی ہوں اور کوئی ساتھ نہیں
مٹی گارے کی دیواریں بولنے لگتی ہیں

کچھ دن نہیں گئے کہ ہر طرف لہلہاتے کھلیان نظر آتے تھے مگر اب دیکھو تو صرف گھاس کے قالین بچھے رہ گئے تھے۔ مونجی کی فصل کٹ کر منڈیوں تک پہنچ چکی تھی۔ بس گھروں کے بھڑولوں تک پہنچنے کی کسر رہ گئی تھی کیونکہ ابھی مونجی گیلی تھی۔ ابھی تو عورتیں روز چھتوں اور صحنوں میں صبح سویرے بچھائی گئی پلیوں پر مونجی سے بھری بوریاں الٹتیں اور سارا دن انہیں الٹ پلٹ کرتی رہتیں اور سر شام پھر واپس سمیٹ لیتیں کہ آج کل رات کو پڑنے والی تریل ''اوس'' میں بھیگ کر مونجی خراب ہوسکتی تھی۔

الیاس ملک نمبردار کے گھر کی بڑی سی چھت پر آج وہ اکیلی ہی اس کام میں جتی ہوئی تھی۔ یوں تو سارے پنڈ والے جانتے تھے اس کا بڑا نخرہ ہے۔ وہ کسی کے گھر کام نہیں کرتی۔ کیا ہوا جو اگر اب وہ ذرا ماڑے ''غریب'' ہوگئے تھے۔ تھے تو وہ ذات کے راجپوت۔ گئے زمانوں میں ان کے آباء کی بھی اپنے علاقوں میں خوب چودہراہٹ تھی۔ لیکن پھر گزرتا وقت جیسے سب ایوانوں پر مٹی ڈالتا چلا گیا۔ وہ سب کہیں گم ہوتا گیا۔ پراپے کو سب یاد تھا کچھ سنا کچھ آنکھوں دیکھا۔ اسی لیے تو وہ اپنے گھر کی زنانیوں کے آلتو فالتو کہیں آنے جانے کے سخت خلاف تھا۔ پر نمبردار کے بڑے بیٹے جاوید ملک کی زنانی عمارہ کے بلانے پر ابا انہیں کبھی روکتا نہیں تھا کیونکہ وہ بھی راجپوتن تھی۔ نوشین کو تو پکا پتا تھا پراپے کو ایک ایک حرف حفظ تھا کہ وہ کیسے اور کہاں سے ان کی رشتے دار لگتی ہے۔ دوسرے وہ دل اور ہاتھ کی بھی بڑی کھلی تھی۔ دانے' چاول' پھل سبزی روپے پیسے دیتے کبھی تنگ نہ پڑتی۔ باقی نمبر دارنیاں تو اس طرح سے کام لیتیں گویا گلے کی جان لے کر ہی چھوڑیں گی۔ پھر دینا دلانا بھی پورا پورا۔ جب کہ عمارہ کام کرواتے وقت بھی ساتھ برابر کھڑی رہتی۔ نوشین کی تو اس سے خوب بنتی تھی بلکہ اسے اپنے بچپن کی سب سکھی سہیلیاں اتنی چنگی نہ لگتی تھیں جتنا کہ باجی عمارہ۔

گڈی چل دی اے رے رے
اگے ماہیا روز مل دا
ہن مل وا اے جمعے دے جمعے

''تو ایک واری راضی ہوتے ہو۔ آیاں روز مل لواں گے۔''

وہ اپنے دھیان میں بے گاتی کام میں مگن تھی کہ شوخ سی مردانہ آواز پر سر اٹھایا۔ نمبردار کا سب سے چھوٹا بیٹا دلدار ملک سیڑھیوں کے پہلے قدمچے پر کھڑا اسے والہانہ نظروں سے تک رہا تھا۔ نوشین نے بے اختیار زیر لب ''درنٹے منہ'' کہتے گردان میں ڈالا دوپٹہ کھینچ کر سینے پر پھیلایا۔ زہر لگتا تھا اسے یہ ایک نمبر کا چھچھورا۔ ماں پیو نے نام دلدار کیا رکھ دیا تھا شوہدے کا دس نہیں چلتا تھا پورے پنڈ کی کڑیوں کا دلدار بن بیٹھے۔ کوئی لڑکی ایسی نہ تھی جو اس کی بری نظر سے محفوظ رہ جاتی۔ نوشین پر تو اس کی خاص نگاہ تھی۔ سارے پنڈ کی کڑیوں میں اس کا صرف نخرہ ہی وکھرا نہیں تھا۔ اسے صورت بھی رب نے بڑھ کر دی تھی۔ یہ اونچا لمبا قد' گورا رنگ' تیکھے نین نقش۔ جب وہ غصے میں تیکھی سی ناک چڑھا کر بلی سی سبز آنکھوں سے گھورتی تو سمجھو اگلے کی جان ہی کھینچ لیتی۔ دلدار تو اس سے تمام عمر دلداریاں کرنے پر آمادہ تھا۔ نمبردار کا بیٹا تھا۔ اس کے رشتے سے کون انکار کرتا۔ مگر یہ بھی نوشین راجپوت کی جرأت تھی جو انکار اس کے منہ پر مار دیا تھا۔ وہ بھلا کیوں حامی بھرتی۔ اس کا رشتہ تو اس کے پیدا ہونے پر ہی اپنے مامے کے منڈے اورنگ زیب سے پکا تھا اور دونوں ہی اس نسبت کو دل و جان سے مانتے تھے۔ وہ مر جانے کو ترجیح دے گی۔ پر رنگو سے بے وفائی نہ نہ..... توبہ۔

''اوئے اتنی ساری مونجی تو نے کلی نے سمیٹنی ہے؟ نی ملو کے کیوں ظلم کرتی ہے اپنی جان پر کم اتنا کیا کر جتنا تیرا نازک پنڈا سہہ سکے۔ چل میں کراتا ہوں تیرے ساتھ اور یہ مہربانی بھی صرف تیرے لیے ہے ورنہ دلدار ملک کبھی ہل کر پانی نہیں پیتا۔'' وہ آگے بڑھ آیا۔ نوشین نے ہونہہ کر کے گردن کو جھٹکا ساتھ ہی ہاتھ سے اسے وہیں رکنے کا عندیہ دیا۔

''رہن دے..... رہن دے۔ اپنی مہربانی اپنے کول

رکھ، میں کرلوں گی باقی کام بھی۔ ایڑی وی نازک نہیں
ہیں۔ ابھی تو جانتا نہیں ہے مجھے۔" اور اس کی یہی نڈر
ادائیں تو دلدار کو جی جان سے پیاری تھیں۔
اس نے قہقہہ لگایا۔ نیچے صحن میں کمرے سے نکلتی
عمارہ ٹھٹھک کررکی۔ دلدار کی ہنسی کی آواز اور وہ بھی چھت
پر سے؟
"میں ہی تو جاننا چاہتا ہوں تجھے۔ پر تو پکا پا ہی نہیں
دیتی۔" اس نے بے باکی سے ایک آنکھ دبائی۔ نوشین
کے پیروں سے سر تک آگ لگ گئی۔
"میں نے باجی عمارہ کو واج (آواز) مار دینی ہے۔
اگر میرے نال زیادہ شوخا ہونے کی کوشش کی تو۔" وہ اس
سے ڈرتی بالکل بھی نہیں تھی۔ کیونکہ یہ اسے باجی عمارہ نے
ہی سمجھایا تھا۔ عورت جہاں ذرا سی کمزوری دکھاتی ہے۔
مرد وہیں اپنی اصلیت پر اتر آتا ہے اور خاص طور پر اس
جیسے مرد جو ہوتے ہی لاتوں کے بھوت ہیں، انہیں کبھی
باتوں سے سدھانے کی بھول نہیں کرنی چاہیے۔ اسی
لیے وہ ہمیشہ اس کے سامنے بازو کس کے رکھتی تھی۔
"مار دے واج۔ میں کوئی ڈرتا ہوں تیری باجی عمارہ
سے۔" وہ اطمینان سے پلاسٹک کی کرسی پر جا بیٹھا۔
زمانے بھر کی مٹھاس نظروں میں سمو کر اس کے دلکش
چہرے کو دیکھا۔
"میں چاہوں ناں تو تیری یہ کلائی پکڑ کر ایک جھٹکے
میں اپنی طرف کھینچ لوں۔ کوئی مائی کا لعل روکنے والا نہیں
ہے مجھے۔ پر اللہ جانے کیا جادو پڑھتی ہے تو۔ تجھے دیکھتے
ہی میرا اپنا دل میرا نہیں رہتا۔ دغا بازی پر اتر آتا ہے۔ ایسا
کمینہ ہے۔ میرا نہیں رہتا تیرا ہو جاتا ہے۔ یہ تجھے صرف
تیری مرضی سے مانگتا ہے۔ اوئے جادوگرنیے کچھ ترس
کھا۔ ایسا سونے جیسا دل اور کہیں نہیں ملے گا تجھے۔
مان لے میری بات۔" وہ ایک بار پھر منت کرنے لگا تھا۔
"ان شاء اللہ حسرت ہی رہے گی تجھے۔" نوشین نے
دانت کچکچائے۔
"پکی قصائن ہے۔ ہر واری میرے دل کے ارمانوں
پر بے دردی سے ٹوکے ہی چلاتی ہے تو۔ میری محبت مجھے
مجبور کرتی ہے ورنہ...... دلدار ملک نے کبھی کسی کے ترلے
نہیں کیے۔ میری خواہش کوئی جھوٹی نہیں ہے کہ حسرت
بن جائے۔ آخر کب تک بھاگے گی مجھ سے۔ زور آور
کے آگے کمزور کو گھٹنے ٹیکنے ہی پڑتے ہیں۔ اچھا چل چھڈ
ساریاں گلاں چھیتی نال آ کہ جتی لا میری۔" دلدار نے
دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پھنسا کر ہاتھ سر کے
پیچھے باندھے اور ٹانگیں سامنے کو پسارتے اس سے بڑے
لاڈ سے کہا۔
"اللہ نے دو ہتھ دیئے ہیں۔ آپی لا لے۔" وہ کوئی اس
کی خادمہ نہیں تھی کہ حکم پر لپک کر جاتی۔ تڑخ کر کورا
جواب پکڑاتے موجی وہیں چھوڑ چھاڑ سیڑھیوں کی جانب
بڑھی۔ وہ اسے پکڑنے کو لپکا تھا کہ آدھی سیڑھیوں میں
کھڑی عمارہ کو دیکھ کر وہیں ٹھہر گیا۔ نوشین اس کے پاس
سے نکلتی چلی گئی تھی۔ عمارہ نے اسے جاتے دیکھا اور وہ
کندھے اچکاتا مڑ گیا۔

✿......✿......✿......✿

"شینا...... نی شینو کتھے ایں......" خدیجہ کی آواز اسے
کبھی اتنی بری نہیں لگی تھی جتنا ابھی۔ صبح سے سارے ٹبر
کے کپڑے دھو دھو کر اس کے بازو اکڑ گئے تھے۔ بے بے
گھٹنوں کا درد ستا کر پاسے ہو جاتی تھی۔ خدیجہ کا نکا دودھ
پیتا تھا۔ سو ان دونوں نے تو جان بچالی تھی۔ جب سے
موسم نے ذرا کروٹ بدلی تھی۔ پانی والے سارے کام
اس کے ذمے آ گئے تھے۔ برتن تو دونوں وقت وہ رو پیٹ
کر دھو ہی لیتی تھی۔ مگر پتا تب لگتا جب ہفتے بھر کے
کپڑے دھونا پڑتے۔ پھر تو دو دن تک اس کا نعرہ ہوتا کہ
اب اسے کوئی آواز نہ دے۔ بستر پر ہی کھانا منگواتی۔
چائے، لسی بے بے اور خدیجہ کو پھر خوب اس کا رعب سہنا
پڑتا اور تو اور بجو اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے اس
کے بازو بھی دباتا۔ آخر کو ان کے اسکول کی وردی بھی تو
وہی دھو کر دیتی تھی اور اس کے طفیل انہیں استانی سے
شاباش ملتی تھی۔ سارا کام ختم کر نہا دھو کر وہ کوئی پندرہ منٹ

پہلے ہی تو آ کر لیٹی تھی کہ اب یہ پکار......

"اف ضرور بھابی کا نکا رونا ہوگا۔ وہی پکڑائے گی مجھے۔ بچے خود پیدا کرتی ہے پھر کوشش ہوتی ہے سارا گھر پالے۔ میں نے بھی کوئی نہیں پکڑنا۔ روتا رہے میری بلا سے۔" اس نے پکے ارادے کے ساتھ کھیس مزید سر تک کھینچا۔

"وئی شنیو دی بچی۔ جیوندی وی ایں کے اگے ٹرگئی۔" (اے شنو کی بچی زندہ بھی ہے کہ مرگئی) خدیجہ باب کمرے کے دروازے میں کھڑی تھی۔

"اسے لے شوہدی جئی ناہووے تے۔ سارے گھرنوں صاف کرلیا اور اپنے اندر (کمرہ) کھلا سمیٹا ہی نہیں۔ نی چل اٹھ چھڈ منجی بستر اٹھ کے صفائی کرا در کی۔ پھر تجھے پتا ہے ناں اپنی ساس کا کیسے منہ پر باتیں مارتی ہے وہ۔"

"ساس......" نوشین کے کان کھڑے ہوئے۔ نکے کے رونے کی آواز تو نہیں آرہی تھی۔ اس کا مطلب مسئلہ کوئی اور ہے۔ اس نے کھیس سے منہ باہر نکال ہی لیا۔

"کی ہویا پابی کی آفت چکی ہوئی اے۔"

"اوہ افت میں نے کی چکنی اے۔ آفت تیری سس چکے گی۔ تیرا کمرہ دیکھ کے اور سن میں نے بلو کو بھیج کر گوشت منگوایا ہے اٹھ کر ہانڈی کا مصالحہ بنالے۔ پچھلی دفعہ مامی نے بڑے نقص نکالے تھے۔ میرے ہاتھ کے پکے کھانے میں۔ اب تو جان اور تیرا سسرال۔ مجھے پتا ہے تو نے آج بہت کام کیا ہے۔ میں تجھے نہ اٹھاتی اگر مامی اور رنگو نہ آرہے ہوتے۔ چل شاوا۔ اب چھتی آجا باہر۔" خدیجہ پلٹ کر کمرے سے نکل گئی۔ اس کی آنکھوں میں اٹکی نیند اور وجود میں بھری تھکن بھک سے اڑی تھیں۔ کھیس پرے۔ دھڑ دھڑ کرتے دل کو سنبھالتے لپک کر آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ بکھرے بال سمیٹنے کو ہاتھ اٹھائے تو گالوں پر بکھرتے گلال سے خود ہی شرما گئی۔ گو کہ اسے مصنوعی سہاروں کی ضرورت تو نہیں تھی مگر جب محبوب طویل رتوں کے بعد ملنے آرہا ہو تو پھر اس کے سواگت کے لیے کچھ ہار پھول تو درکار ہوتے ہی ہیں۔ ہلکے سے غازے اور کاجل کی دو دھاروں نے ہی اس کے حسن کو بے مثل کر ڈالا تھا۔ لگے ہاتھوں کمرہ صاف کر کے آئی تب تک بلو بھی گوشت لے آیا تھا۔

"باجی وی رج کے کنجوس ہے۔ نرا گوشت منگا کے احسان چڑھا دیا ہے میری نسلوں پر۔ بندہ پوچھے مہمانوں کے آتے انہیں نلکے کا پانی پلانا ہے کیا۔ پھر کہتی ہے مامی باتیں کرتی ہے۔ اوئے وہ باتیں نہ کریں تو کیا پھر گانے گائے۔"

"وے بلو ٹھہر ایدر آ...... بھج کے وڈی بوتل اور بسکٹ وی لے آ۔" نوشین نے پلو سے بندھے دو نوٹ اس کے حوالے کیے۔

"لو دسو بھلا بوتل تے بسکٹوں کا کی جوڑا ہوا؟" بلو حیران تھا۔

"اوئے باندرا۔ باجی عمارہ ایسے ہی کرتی ہے۔ دور سے آئے مہمانوں کو پہلے ٹھنڈا پانی پلاتی ہے۔ پھر ذرا ٹھہر کے چائے بسکٹ۔" اس نے اپنی طرف سے بہت بڑی دلیل پیش کی تھی۔ مگر آگے بھی اس کا ہی بھائی تھا۔ جس کی حیرت دوچند ہوئی۔

"پھر کھانا کیوں پکا رہی ہو۔ وہ کب کھلاؤں گی انہیں؟"

"وہ بھی کھلا دوں گی تو اویں ہلکان نہ ہو اور جا کام کر۔ اور ہاں سن بوتل ٹھنڈی لے کے آئیں اور سفید کالی بوتل مامی نہیں پیتی۔ بسکٹ بھی چنگی کمپنی کے لانا۔ اگر پیسے بچ جائیں تو دو تین سموسے وی پکڑ لینا۔" بلو کے دروازے پر پہنچنے تک اس کا ہدایت نامہ جاری تھا۔ وہ بھنا کر پلٹا۔

"اتنے سے پیسوں میں اتنی شاپنگاں نہیں ہوتیں۔ جا آپے جا کہ لے آ چاہے فضلو کی پوری دکان۔"

"اوہ اچھا کوڑ کیوں کھاتا ہے۔ چل جو بھی آتا ہے لے آ بھاگ کے اور جلدی آئیں۔" وہ باورچی خانے میں جا گھسی تھی۔

باورچی خانہ بھی کیا تھا۔ اوپن کچن کا ڈھانچہ ہی سمجھو۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

مٹی سے لپے چولہے میں اپلے توڑ کر ڈال لے۔ جب تک پیاز کٹی تب تک اپلوں نے آگ پکڑ لی تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁ ...... ❁

"میں تے آکھیا سی اس کرماں والے نوں کہ چار دن کھلو جا' خیر نال تیرا دیاہ ہوئے گا تے موٹر سائیکل تیرے سوہرے تجھے دیں گے۔ اوبھئی رواج اے اپنے علاقے دا۔ کوئی گل تے ہیں۔ پر نہ جی۔ اس نے تو ات چکی ہوئی تھی۔ ادھر کمیٹی ہاتھ میں آئی۔ ادھر بھاگ کے لے آیا نویں موٹر سائیکل۔ پورے پینتالی ہزار کی (پینتالیس ہزار کی)۔" مامی نے بسکٹوں سے بھری پلیٹ اپنے آگے کھسکائی عابدہ اور خدیجہ نے بے اختیار ایک دوسرے کو دیکھا۔

"میرا تو ارادہ تھا ایک ہور نسلی گائے لے لیتے۔ کوئی اٹھ دس کلو دودھ دیتی۔ دہاڑی کا تو چار پیسے ہی جمع ہوتے ناں...... پر اس منڈے نے میری ایک نئی سنی۔ اب کرے کا روز کا خرچا۔ اب آتے ہوئے پورے سو روپے کا تیل ڈلوا کر آئے ہیں اس نمانی کے ٹڈ پیٹ میں۔" ماں کی لن ترانیاں تو ختم نہیں ہونی تھیں۔ اورنگ زیب خفیف سا ہوتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"اوہ تو کتھے چلا ایں؟" بے شک مامی بسکٹ اور سموسوں سے پوری تندہی سے انصاف کر رہی تھی مگر ایسی بھی غافل نہ تھی کہ وہ چپکے سے کھسک لیتا۔

"بے بے میں بھا تنویر کو دیکھوں کدھر ہے۔"

"تو بیٹھ آرام سے آ جائے گا تنویرا دھر ہی۔ تو نے فون تو کیا تھا ناں آنے سے پہلے۔" ان سے بھلا کوئی جیت سکتا تھا۔ قبل اس کے کہ وہ دبک کر بیٹھ جاتا خدیجہ جلدی سے بولی۔

"رات بتی نہیں تھی تو موبائل چارج نہیں تھا۔ تنویر شہر جاتے موبائل گھر ہی چھوڑ گئے تھے۔ فون تو میں نے سنا تھا رنگو کا۔ انہیں تو آپ لوگوں کے آنے کا پتا ہی نہیں ہے بلکہ تو ایسا کر رنگو جا کہ پتا تو کر تیرے بھا اب تک آ گئے ہوں گے شہر سے۔ وہیں کھیتوں میں ہوں گے۔" اور رنگو کو اتنی ہی کمک کافی تھی۔ دہلیز پار کرنے میں ایک لمحہ نہیں لگایا تھا اس نے ہاں ذرا سائیڈ میں ہو کر سامنے ہی ست رنگا دوپٹہ لپیٹے بڑی تابعدار بنی بیٹھی نوشین کو اشارہ کرنا نہیں بھولا تھا۔ جو اس کے ساتھ ہی بیٹھی خدیجہ نے بھی دیکھ لیا اور بمشکل مسکراہٹ ضبط کی۔ اب نوشین ایسی بھی بیوقوف نہ تھی کہ فوراً ہی اس کے پیچھے اٹھ کھڑی ہوتی۔ سب کی دو دو آنکھیں ہوتی ہیں۔ پر مامی کی پوری چار۔ اسے پکا یقین تھا۔ بے چین تو وہ بڑی تھی مگر کوئی موقع تاک کر ہی اٹھنا تھا ناں۔ خدیجہ ایک بار پھر بولی۔

"نی شینو بھاگ کر دیکھ کہیں ہانڈی نہ لگ جائے۔"

اور شینو بی بی بڑی فرماں برداری سے فرمانے لگیں۔

"لے او تے میں کدوں دی پکاوی لئی۔" مگر صد شکر کہ اس نے خدیجہ کی آنکھ کا اشارہ دیکھ لیا اور بے اختیار جی چاہا بھابی کا جھائیوں سے بھرا منہ چوم لے۔ لیکن ایسی ہمت پھر کسی وقت۔ ابھی تو وہ یوں باہر کو لپکی گویا ہانڈی لگ ہی چکی ہو۔ آڑ میں کھڑے رنگو نے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔

"تجھے بھی اندر ہی وڑ کے بیٹھنا تھا۔ پورے گھر میں اور کوئی جگہ نہیں تھی تیرے بیٹھنے کے لیے۔" اس کے غصے میں بے تابیاں بھری تھیں۔ اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے نوشین نے بمشکل خود کو گرنے سے بچایا۔ ایک خفگی بھری نظر اس کے چہرے پر ڈالی۔ مگر آنکھوں سے چھلکتی وارفتگیوں نے ساری خفت اڑا دی اُلجا کر الگ ہوئی۔

"اور کہیں بیٹھ کر میں نے مامی سے باتیں سننا تھیں۔ اب بھی بہانے سے اٹھایا ہے بھابی نے اور اتنے دن بعد آئے ہو۔ تمہیں ذرا بھی یاد نہیں آتی میری۔" اب اٹھلا کر اس نے گلہ کیا۔ رنگو نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑا اور پچھلے صحن میں لے آیا۔

"پاگلے تو مجھے بھولتی ہی کب ہے۔ جو تجھے یاد کروں۔ ہر وقت کسی بھوتنی کی طرح میرے دماغ سے چمٹی رہتی ہے۔" اس کے تعریف کرنے کا بھی اپنا انداز تھا۔ نوشین اب کہ سچ مچ خفا ہو گئی۔ وہ ہنس رہا تھا۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

"اوہ جھلیے مخول کررہا تھا میں۔ اچھا سن آج میں تیرے لیے بڑی خاص چیز لے کر آیا ہوں قسمے دیکھے گی ناں تو خوش ہوجائے گی۔"

"میں نے کوئی نہیں دیکھنی۔ رکھ لے اپنے کول ہی۔" وہ ہنوز بگڑی ہوئی تھی۔ لیکن اورنگ زیب نے جو چیز جیب سے نکال کر ہتھیلی پر رکھی تھی وہ سب نخرے بھول گئی۔ پسلیاں ساکت‘ دل مدھم اگر بروقت منہ پر ہاتھ نہ رکھ لیتی تو گمان غالب تھا کہ ایک چیخ تو مار ہی دیتی۔

"مت پوچھ کتنا تنگ کرتی ہے تو مجھے سوتے جاگتے‘ اٹھتے بیٹھتے‘ مجوں کو پٹھے ڈالتے چارہ کاٹتے‘ کام کرتے‘ بس ہر ویلے تیری ہی یاد۔ پاگل ہونے لگتا ہوں میں۔ کسی کام میں دل نہیں لگتا۔ کوئی بات اچھی نہیں لگتی۔ دن میں بھوک نہیں لگتی۔ رات میں نیند نہیں آتی۔ کبھی کبھی دل کرتا ہے سب چھوڑ چھاڑ تیرے پاس آجاؤں...... مگر ہائے مجھے تو یہ اداسیاں مار ہی نہ ڈالیں۔ تجھے روز دیکھ نہیں سکتا مگر اب تیری آواز ضرور سن سکتا ہوں۔ یہی سوچ کر یہ گفٹ لایا ہوں تیرے لیے۔ بہت سنبھال کر رکھیں پتا نہ چلے کسی کو اور بے بے کا تو پتا ہی ہے تجھے۔ جان کو آجائے گی میری۔" وہ لے تو آیا تھا مگر ماں کا ڈر بھی تھا۔ نوشین نے بھیگتی پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"تو نے تو بن کہے میرے دل کی آس پوری کردی..... تو کتنا اچھا ہے رنگو۔" اورنگ زیب نے مسکراتے ہوئے پلکوں پر اٹکے موتی ہتھیلی پر چنے۔

"اسی کو تو محبت کہتے ہیں جھلیے‘ جیسے میں تیرے لیے تڑپتا ہوں مجھے پتا ہے ویسے ہی تو بھی مجھے یاد کرتی رہتی ہے۔ تیرا بھی دل کرتا ہے مجھ سے بات کرنے کو۔ اب یہ فون ساری دوریاں مٹا دے گا۔ ہم روز ایک دوجے کی آواز سنا کریں گے ڈھیر ساری باتیں کریں گے۔ دل کی اپنے خوابوں کی‘ پھر بولتے بولتے سو جایا کریں گے اور وہ کیسی میٹھی نیند ہوا کرے گی۔ قسمے مجھے تو سوچ کر ہی سکون آنے لگا ہے۔" وہ خوب سرشار تھا۔ اس کے بنائے گئے تصور نے نوشین کو بھی مسرور کردیا تھا۔ دو چار سہیلیوں

کے پاس سیل فون تھے اور انہیں دیکھ کر ہر بار ایسی حسرت ہوا کرتی بے اختیار دل چاہتا کاش کبھی وہ بھی دن آئے کہ میرے پاس بھی اپنا فون ہو اور آج یہ خواہش یوں چپکے سے پوری ہوئی تھی کہ اسے یقین ہی نہیں ہو رہا تھا۔ بار بار الٹ پلٹ کر موبائل کو دیکھتی۔ خوشی کا عالم جدا تھا وہیں ایک دھڑکا بھی جاگا۔

''ہائے اللہ رنگو جب اس کی گھنٹی بجے گی تو سب کو پتا چل جائے گا۔''

''نہیں بجتی...... میں نے اسے سائیلینٹ موڈ پر رکھ دیا ہے۔ ساری سیٹنگ کر کے لایا ہوں۔ تو نے بس یہ بٹن پش کرنا ہے اور پھر مجھ سے بات۔'' وہ اسے سمجھا رہا تھا۔

''ہائے ربا...... ہم بات کس ویلے کیا کریں گے؟ سارا دن تو اماں مجھے کاموں سے فرصت نہیں لینے دیتی اور رات کو بجو اور زارا میرے کمرے میں سوتے ہیں۔'' اسے ایک نئی فکر نے گھیرا۔

''دھت تیرے کی۔'' رنگو نے ماتھے پر ہاتھ مارا' پھر چند لمحوں بعد بولا۔

''اوہ چلو وہ بچے ہی تو ہیں۔ وہ جب سو جایا کریں تو مجھے مس کال کر دیا کرنا۔ میں ادھر سے فون کر لوں گا۔''

''ہائے مطلب مجھے اس میں پیسے بھی ڈلوانا ہوں گے۔ مجھے تو اماں اتنے پیسے ہی نہیں دیتی۔ وہ تو مجھ سے ایک ایک پائی کا حساب......''

''او بس کر دے شینو...... تو کن فکروں میں پڑ گئی ہے۔ میں ہوں ناں...... میں تجھے بیلنس بھی کروا دیا کروں گا۔ تجھے کسی بھی طرح کی پریشانی نہیں ہوگی۔ تو نے بس مجھ سے بات کرنا ہے اور خوش رہنا ہے۔'' رنگو کی تسلی نے اسے مطمئن کر دیا۔

''یہ موبیل بھی اچھا ہے...... پر جو باجی عمارہ کے پاس ہے ناں وہ تو بڑا ہی زبردست ہے۔ اس میں تو کوئی بٹن ہی نہیں۔ وہ تو اسے انگلیوں سے چلاتی ہے۔ ایسے...... ایسے۔'' وہ سیل کی اسکرین پر انگلی پھیر کر بتا رہی تھی۔

''ہاں اسے ٹچ موبائل کہتے ہیں۔ اب تو سب ہی کے پاس ہے۔ کوئی نئی چیز نہیں لیکن تو ابھی اس پر ہی گزارہ کر۔ میرا وعدہ ہے شادی کے بعد لے دوں گا۔ بلکہ منہ دکھائی میں تیرا بہترین سا ٹچ موبائل پکا۔ اب خوش۔'' وہ جگر جگر کرتی آنکھوں سے پوچھ رہا تھا۔ نوشین بے حد شرما گئی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁ ...... ❁

ابھی کچھ دن پہلے باجی عمارہ کے بھائی کی شادی ہوئی تھی۔ کل اس کے ہاں سارے میکے والوں کی دعوت تھی۔ جس کے سلسلے میں تیاریاں کئی روز پہلے سے ہی شروع تھیں۔ وہ آج صبح سے ہی حویلی آئی ہوئی تھی۔ پہلے سارے کمروں کی دھلائیاں اور صفائیاں کیں۔ کل کے لیے ان سب کے کپڑے استری کیے۔ پھر عمارہ نے سلنڈر پر کبابوں کا مصالحہ چڑھا دیا اور اسے نگرانی کے لیے چھوڑ گئی۔ اسے باجی عمارہ کا یہ چھوٹا سا کچن بہت ہی اچھا لگتا تھا۔ بالکل شہری اسٹائل سے بنا ہوا۔ لکڑیوں اور اپلوں کے استعمال کے لیے حویلی میں بھی بھٹی۔ صحن میں کھلا سا کچن موجود تھا۔ جہاں بڑے بڑے پکے چولہے بنے تھے اور اس کچن میں گیس کا سلنڈر رکھا تھا۔ جو چھوٹے موٹے کاموں کے لیے استعمال ہوتا۔ اس چولہے پر پکی چائے کا بھی اپنا ہی مزا تھا۔ نوشین جب بھی حویلی آتی عمارہ سے فرمائش کر کے سلنڈر پر بنی چائے پیتی۔ لکڑیوں پر پکی چائے میں تو ایک عجیب سا کڑوا اور کسیلا دھواں بھر جاتا جو نہایت بدمزا لگتا۔ وہ بھی اپنے کچن میں ایسا ہی گیس کا سلنڈر ضرور رکھے گی۔ ''رنگو بہت اچھا ہے۔ ہر بات بن کہے مان لیتا ہے۔ وہ میرا بہت سا خیال رکھے گا' میری ہر فرمائش پوری کرے گا۔'' انہی خوش کن خیالوں میں کھوئے اس نے مگ میں چائے انڈیلی۔ کیبنٹ سے جار نکال کر ایک پلیٹ میں چند بسکٹ نکالے۔ کچن میں ہر چیز وافر مقدار میں موجود ہوا کرتی اور اسے کھلی اجازت کہ جو چاہے استعمال کرے۔ کبابوں کا مصالحہ بھی تیار ہو چکا تھا۔ اب ان کی ٹکیاں بنانی تھیں۔ اس نے پرات میں مصالحہ نکال کر ٹیبل پر ٹھنڈا ہونے کے لیے رکھا اور

چھوٹی سی ٹرے اٹھانے کو مڑی۔

"آج تو بڑی خوشبوئیں آرہی ہیں۔ کیا پک رہا ہے بھرجائی۔" کچن کے کھلے دروازے میں دلدار کھڑا پوچھ رہا تھا۔ اس نے عمارہ کا سوٹ پہن رکھا تھا۔ اسی لیے وہ بھرجائی کہہ گیا۔ وہ تو جب نوشین نے ادھر رخ پھیرا تو وہ آنکھیں سیکڑ کر بغور دیکھتا اندر چلا آیا۔

"اوئے تو...... میں سمجھا بھرجائی ہے، ویسے اچھی لگ رہی ہے۔ بڑا جچ رہا ہے تجھے یہ رنگ۔ اس کا مطلب اچھے کپڑوں میں تو اچھی لگے گی۔"

"میں اپنے کپڑوں میں بھی اچھی لگتی ہوں۔" وہ تنک کر کہتی ٹیبل کے پاس رکھے اسٹول پر بیٹھ گئی۔

"آہو...... پتا ہے مجھے۔ تیرے اچھے لگنے سے کس کافر کو انکار ہے۔ تو...... تو مجھے اپنے مندے مندے کپڑے میں بھی بڑی اچھی لگتی ہے۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ تو جب قیمتی لباس پہنے گی تو اور پیاری لگے گی۔ بس ہوگیا فیصلہ۔ میں جب اگلی وار شہر گیا ناں تو تیرے لیے بڑا مہنگا جوڑا لے کر آؤں گا۔" دوسرا اسٹول کھینچ کر وہ اس کے مقابل آبیٹھا۔ بے تکلفی سے ایک بسکٹ اٹھا کر منہ میں رکھا۔

"بڑی مہربانی وہ مہنگا جوڑا اپنی زنانی کے لیے سنبھال کر رکھ لینا۔ وہ تو آج میں نے سارے گھر کی صفائی کی تھی تو کپڑے گندے ہوگئے۔ باجی عمارہ نے زبردستی اپنا سوٹ پہننے کو دے دیا۔ ورنہ میں نے کبھی کسی کی اترن نہیں پہنی۔ مجھے اپنے مندے کپڑے ہی ٹھیک لگتے ہیں۔ کسی کا احسان لینی ہے میری جوتی۔" حسب سابق اسے تپ چڑھ گئی تھی۔

"اوئے بڑی ہی بے مروت ہے تو...... بھلا دس میں کسی کب سے ہوگیا۔" دلدار نے بڑا ہی معصوم سا منہ بنا کر کہتے دوسرے بسکٹ کے بعد چائے کا کپ بھی اٹھا لیا۔ نوشین نے بل کھاتے ہوئے کہا۔

"بات سن دلدار۔"

"اوئے صدقے جاؤں۔ کنا سوہنا لگتا ہے تیرے منہ سے میرا نام۔ ہولی جی ایک واری فیر لے۔" وہ تو گویا جھوم اٹھا۔ نوشین کا بس نہ چلتا تھا کہ اٹھا کر ٹرے سر پر دے مارتی۔ بھنا کر بولی۔

"میں اس حویلی میں بھا جاوید اور باجی عمارہ کی وجہ سے آتی ہوں کیونکہ وہ عزت کرنے والوں کی عزت کرنا جانتے ہیں۔ میں صرف ان کے منہ کو دیکھ کر چپ کر جاتی ہوں۔ ورنہ تیرے جیسے شوخے کو ٹھیک کرنا چنگی طرح آتا ہے۔ اب آرام سے اٹھ کے چلا جا...... نہیں تو......"

"نہیں تو کیا نہیں تو۔" دلدار نے اپنی بڑی بڑی آنکھیں مزید کھولتے اسے دیکھا۔ پھر ہنس دیا۔ جیسے اس کی بات کا مزا لیا ہو۔

"ویسے سچی بڑی جی دار ہے تو اور تیری یہی جی داریاں تو مجھے اچھی لگتی ہیں۔ یعنی میرے گھر میں بیٹھ کے مجھے ہی تڑیاں لگا رہی ہے۔ یعنی تو مجھے اتنا ہی تابعدار سمجھتی ہے کہ تو کہے گی چلا جا اور میں اٹھ کے چلا جاؤں گا؟" وہ بولا تو نوشین اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اچھا ٹھیک ہے...... تو بیٹھا رہ اپنے گھر میں، میں ہی اٹھ کے چلی جاتی ہوں۔" ابھی ایک قدم بھی نہیں اٹھا پائی تھی کہ نازک سا ہاتھ دلدار کے بھاری ہاتھ نے جکڑ لیا۔

"چھوڑ میرا ہاتھ۔" اسے رج کے تاؤ آیا۔ جھٹکے سے ہاتھ کھینچا لیکن وہاں بھی گرفت ایسی کوئی ڈھیلی نہ تھی۔ اس نے اور کس لیا۔ ساتھ ہی چہرے پر جان جلاتی مسکراہٹ در آئی۔

"سکون سے بیٹھ جا یہاں۔ نہیں تو میں نے یہ سارا مصالحہ اٹھا کر نیچے فرش پر پھینک دینا ہے اور بھرجائی سے کہہ دوں گا تو نے جان بوجھ کے گرایا ہے۔"

"اور جیسے باجی عمارہ تیری بات کا یقین کرلے گی۔ اسے پکا پتا ہے میرا میں کوئی فضول حرکت نہیں کرسکتی اور تجھے بھی چنگی طرح جانتی ہے وہ۔ یہ اپنی دھمکی اپنے پاس رکھ اور آج تو میں برداشت کر گئی ہوں لیکن اگر آئندہ تو نے ہاتھ لگایا ناں تو اچھا نہیں ہوگا۔" مارے غصے کے اس کے رخسار دہک رہے تھے۔ جی میں آئی کہ کس کے ایک

چھیڑ اس کے بوتھے پر دے مارے۔ مگر پھر کچھ سوچ کر رک گئی۔ اس چول کی حرکتیں بڑھتی ہی جارہی تھیں۔ بھا جاوید سے شکایت کرنا ہی پڑے گی۔

دلدار پر تو اس کے غصے کا کیا خاک اثر ہوتا۔ وہ مسکراتا اپنے ہاتھ کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اسے دیکھا۔

"تیرے ہاتھ کتنے ٹھنڈے ٹھنڈے سے ہیں شنو۔ ایمان سے مزا ہی آ گیا۔ ذرا ایک واری فیر پکڑا میری رجّ ہی پوری نہیں ہوئی۔"

"میری جتی وی بڑی ٹھنڈی ہے۔ کہے تو باقی کی رنجیں اس سے پوری کردوں۔" نوشین اور ترنت جواب نہ دے ایسا تو ہو نہیں سکتا تھا۔ دلدار ہنس کر دوہرا ہوگیا۔ وہ منہ ہی منہ میں گالیاں بکتی کچن سے نکل گئی۔ پیچھے وہ اپنی بھونڈی آواز میں سروں کے جادو جگا رہا تھا۔

جے دیوا جازت تے
سوہنیو...... دل تہاڑے ناویں لا دیئے
جے کروا شارہ تے
اسی جان دی بازی لا دیئے

❀......❀......❀......❀

دو راتیں ہوگئی تھیں اور نگ زیب کا فون نہیں آیا تھا۔ نہ ہی کوئی میسج۔ اس سے بات کرنے کی ایسی عادت ہوگئی تھی کہ مارے بے چینی اور پریشانی کے انتظار میں جاگ جاگ کر آنکھیں لال بوٹی سی نکل آئیں۔ سویرے وقت پر آنکھ نہ کھلی تو اماں سے جھاڑیں الگ پڑیں۔

"اوہ بس کردے تائی۔ نہ ڈانٹ وچاری کو۔ دو دن سے تو میں بھی دیکھ رہی ہوں۔ ادھر ادھر گرتی پھر رہی ہے۔ اس کی شکل تو دیکھ لے پہلے۔ لگتا ہے موسم کا اثر ہے تاپ چڑھ رہا ہے اسے۔" بستر کو تہہ لگاتی خدیجہ کو اس کی صورت پر ترس آیا تھا۔ ساس کو ٹوکا۔ انہوں نے بھی بغور جائزہ لیا۔ رت جگوں کی غمازی کرتیں سوجی آنکھیں۔ سیاہ حلقے پیلا پڑتا رنگ۔ بیزار صورت۔

"کی گل اے طبیعت نہیں چنگی تے چل آ میرے نال حکیم صاحب سے دوا لے دوں۔"

"اوہ نہیں اماں۔ ٹھیک ہے طبیعت کوئی تاپ واپ نہیں۔ بس پتا نہیں کیوں سر میں درد ہے میرے اور ہاں میں اپنے حصے کے سارے کام کردوں گی۔ بس تھوڑی دیر سو لینے دو مجھے۔ اب کوئی اٹھانے نہ آئے۔" دوپٹے کی بکل مارتی وہ پھر کمرے میں جا گھسی تھی۔ اماں دائیں بائیں سر مارتی کہہ رہی تھی۔

"ہو نہ ہو کل ثریا تائی کے ساتھ آئی پروینی کی نظر لگ گئی ہے اسے۔ وہ بار بار کہہ رہی تھی 'کنی سوہنی کڑی اے تہاڈی' ہزار واری اسے سمجھایا ہے کہ ایویں ہر کسی کے سامنے نہ آجایا کر، پتھر توڑ نظر ہوتی ہے لوگوں کی نی خدیجہ لال مرچیں کدھر رکھی ہیں۔ لاکے دے مجھے اس کی نظر اتاروں بلکہ ابھی جاتی ہوں حافظ صاحب سے پانی بھی دم کرا کے لاتی ہوں۔ بڑا ہی ہلکا خون ہے اس نمانی کا بچپن میں بھی ایویں نظر لگ جاتی تھی اسے۔" اور پھر اماں نے سات مرچیں وار کر چولہے میں جھونکیں۔ پانی بھی دم کرا کر لائی۔ اپنے ہاتھوں سے پلایا۔ مگر اس کی نظر تب تک نہ اتری جب تک کہ رنگو کا فون نہ آگیا۔

"تجھے ذرا بھی فکر ہے میری۔ ایسے لاپروائی کرتے ہیں تیری بلا سے میں مرجاتی۔ اب بھی نہیں کرنا تھا فون۔" وہ چھوٹتے ہی خبر لینے لگی تھی۔

"اوہ شہزادیے...... میری وی سنے گی کہ اب اپنی ہی بولتی جائے گی۔ بس کردے اب مریں تیرے دشمن۔ تیری پریشانی کی فکر ہے تبھی تو فون کررہا ہوں ناں۔ اب تجھے کیا پتا کیسی پریشانی آپڑی ہے ایک دم۔ آج کل ہاتھ بڑا ہی تنگ ہے۔ دو جے بھوری بھینس یک دم بیمار پڑگئی ہے۔ شہر سے ڈاکٹر لے کر آنا پڑا۔ چنگا بھلا خرچہ ہوگیا۔ اتنی مہنگی دوائیں لے کر آیا ہوں اس کے لیے وہ بھی ادھار پکڑ کے۔ دعا کر وہ جلدی ٹھیک ہوجائے۔ گھر کا آدھا خرچ تو اس کے دودھ سے ہی پورا ہوتا ہے۔ ہم ساروں کو تو سدھ بدھ ہی بھول گئی ہے قسم سے۔ اوپر سے آپا فضیلت کی نند کا ویاہ بھی سر پر آگیا ہے۔ بے بے تو ادھر جانے کے لیے جوڑ توڑ کرتی پھر رہی تھی کہ اس نئے

خرچے نے گھما کر رکھ دیا۔ سمجھ نہیں آرہی سب کیسے ہوگا۔"

"اللہ خیر کرے گا۔ سب ٹھیک ہوجائے گا۔ تو گھبرا نا...... میں بہت ساری دعائیں کروں گی تیرے لیے۔"

اس کی اپنائیت پر نوشین کا دل پسیج گیا جھٹ تسلی دینے لگی۔

"ہاں تو دعا کرتی رہنا۔ اللہ سب ٹھیک کردے اور فکر نا کریں ہوسکتا ہے میں اگلے چار پانچ دن فون نہ کرسکوں۔ ویسے بھی یہ کال پیکج بڑا مہنگا ہوگیا ہے۔ بڑے پیسے لگ جاتے ہیں میرے۔ میرا دوست ہے ایوب وہ بتا رہا تھا کسی دوسرے نیٹ ورک کا۔ اس کے پیکج کافی سستے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں چار پیسے آتے ہیں ناں تو نئی سم لے لوں گا۔ پھر اس پر لمبی بات کیا کریں گے۔ اپنا خیال رکھنا اور پریشان بالکل نہ ہونا۔ تیرا رنگو ٹھیک ہے۔ بس میرے مسئلے ختم ہوجائیں۔"

"ان شاء اللہ سارے مسئلے حل ہوجائیں گے تو بھی پریشان نہ ہونا۔" گو کہ اس رات رنگو نے جلدی فون بند کردیا زیادہ بات نہ ہوسکی لیکن اب وہ مطمئن تھی۔ سو کچھ ہی دیر بعد نیند بھی آگئی۔ دن چڑھے تک وہ خوب سوئی۔ اماں نے کمرے میں جھانک کر دیکھا۔ اس کے چہرے پر سکون نظر آیا۔

"شکر ہے آج رونق ہے میری بچی کے منہ پر اتر گئی نظر پانی نے اپنا اثر دکھایا ہے۔ اللہ بھلا کرے حافظ صاحب کا۔" دروازہ بھیڑ کر وہ واپس پلٹ گئیں۔

❀ ...... ❀ ...... ❀ ...... ❀

اور پھر کچھ ہی دن بعد رنگو نے اچھی خبر دی تھی کہ اس نے نئی سم لے لی اور ساتھ ہی بری خبر یہ تھی کہ اس کے نام پر لی جانے والی سمز کی مقررہ تعداد اس سم کے ساتھ پوری ہوچکی ہے۔ سو وہ اپنے نام پر اس کے لیے سم نہیں لے سکا۔ اب نوشین کا اپنا آئی ڈی کارڈ تو اب تک بنا ہی نہیں تھا۔ یہ بھی اچھا رواج ہے۔ دیہاتوں کا۔ لڑکی کا آئی ڈی کارڈ اس وقت تک نہیں بنتا جب تک کہ اس کی شادی نہیں ہوجاتی یا پھر اگر بن جائے تو اس کی وجہ اکثر ہی

ملک میں ہونے والے الیکشنز ہوتے ہیں کیونکہ پھر اس کی وجہ کسی نہ کسی پارٹی کے نمائندے بنتے ہیں۔ جو ووٹ لینے کی خاطر دیہاتوں میں آتے ہیں اور جن کی عمر ہونے کے باوجود کارڈ نہیں بنے ہوتے پھر پکڑ دھکڑ کر ان کے کارڈ بنوا دیتے ہیں۔ نوشین کی عمر تقریباً بیس سال ہوچکی تھی۔ لیکن کارڈ بنوانے کا تو ابھی تک کسی نے بھی نہیں سوچا تھا۔ اب وہ دونوں ہی پریشان ہو رہے تھے۔

"تو اب میں کیسے بات کروں گی تجھ سے۔ اس طرح سے تو دوسرے نیٹ ورک پر فون کرنے سے بڑے پیسے لگیں گے تیرے۔"

"اوہ تو کیوں گھبراتی ہے میری جان۔ اس کا بھی حل ہے میرے پاس۔ پتا ہے کیا۔" اور پھر جو حل اور رنگ زیب نے بتایا اس نے نوشین کے ہاتھوں کے طوطے اڑا دیئے۔

"کک کیا کہہ رہا ہے...... نن...... نہیں۔ میں نہیں کرسکتی اماں سے بات تجھے پتا نہیں ہے اس کا۔ اس نے تو سیدھے ہی میری گت پکڑ لینی ہے۔"

"اوئے کچھ نہیں کہتی تجھے اور تجھے کوئی ہاتھ تو لگائے۔ پھر میں ہوں ناں۔ پھر اتنی بھی سخت نہیں جتنا تو ڈر رہی ہے۔ اچھا چل چھوڑ تو بات نہ کرنا۔ میں خود آتا ہوں میں سمجھا لوں گا پھوپو کو۔"

"لل...... لیکن...... رنگو۔"

"اوئے ہوئے۔ تیرا دم نکل رہا ہے۔ میں کوئی غیر تے نہیں۔ تیرا منگیتر ہوں۔ کچھ ہی عرصے میں شادی ہونے والی ہے ہماری۔ ہمارا آپس میں بات کرنا گناہ تو نہیں۔ پھر کسی کی جیب سے پیسے نہیں لگتے۔ میں نے خود تجھے لے کر دیا ہے فون۔ میں آپ کرتا ہوں سارا خرچا۔ تجھے اگر اپنی اماں کا ڈر ہے تو مجھے بھی اپنی بے بے کی خبر ہے۔ اب اگر یہ سم والا مسئلہ نہ پڑتا تو میں پاگل تھا جو کسی کو بتاتا۔ پر اب ہماری مجبوری ہے گھبرا دیئے تو بات کو سمجھ میں پھوپو کی منت کرلوں گا۔ مجھے یقین ہے وہ بات کو سمجھ جائے گی۔"

"لیکن اس سارے کام کے لیے تو شہر جانا پڑے گا۔

ابا سے کیا بہانہ کریں گے۔" اس نے نیا نکتہ اٹھایا۔

"کوئی نہیں جانا پڑے گا شہر۔ گاؤں گاؤں وہ نیٹ ورک والے ریوڑیوں کی طرح مفت سمیں بانٹتے پھر رہے ہیں۔ میں نے بھی اپنے پنڈ سے ہی لی ہے۔ گاڑی بھر کے ادھر آئے تھے وہ لوگ۔ ہوسکتا ہے آج کل میں تمہارے پنڈ میں بھی آجائیں۔ اسی لیے میں کل سویرے ہی آکر پھوپو سے بات کرتا ہوں۔ انہیں کچھ نہیں کرنا پڑے گا۔ بس وہاں جاکر ایک انگوٹھا لگانا ہوگا اور سم ان کے نام پر ہوجائے گی۔"

"پر وہاں تو پنڈ کے بہت سارے لوگ ہوں گے۔ ابے کو پتا چل گیا تو......"

"اوئے ہوئے شینے ایک تو تو جرح بڑی کرتی ہے۔ یہ ہوجائے گا وہ ہوجائے گا۔ تو پہلے ہی اس فکر سے مرنے والی ہوجا۔ کچھ نہیں ہوتا۔ تیرا ابا ہے وہ کوئی آدم خور نہیں اور ہم اسے پتا لگنے دیں گے تو تب ناں۔ میں یہ عذر بھی اپنے سر لے لوں گا۔ اگر پتا لگ بھی گیا تو کہہ دوں گا میں نے نکلوائی ہے اپنے لیے اور اب خوامخواہ کی فکر میں نہ گھلتی رہنا سو جا آرام سے صبح آتا ہوں۔ اچھا یہ بتا کیا پکائے گی میرے لیے؟" وہ بڑے اشتیاق سے پوچھ رہا تھا۔ اس نے بھی پیار سے کہہ دیا۔

"جو تو فرمائش کرے وہ پکالوں گی۔ بتا کیا پکاؤں؟"

"بس اچھا جیا منہ بنالینا میرے لیے۔" وہ مسکرا رہا تھا۔ نوشین بھی کھلکھلا کر ہنس دی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁ ...... ❁

اماں کا ایک ہاتھ سینے پر تھا دوجا ہونٹوں پر آنکھیں پھٹنے کی حد تک کھلی ہوئیں۔ صد شکر اس نے اور نگ زیب کی بات یونہی بت بنے سن لی تھی اور یقیناً سمجھ بھی لی تھی۔ جب ہی تو اس کے پوچھنے پر کہ پھر ٹھیک ہے ناں پھوپو...... انہوں نے ہلکا سا سر ہلا دیا تھا۔ وہ سرشار سا ان کا ہاتھ چوم کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کسی ضروری کام سے شہر جانا تھا۔ اسی لیے سلام دعا لے کر چلتا بنا۔ ہاں جاتے ہوئے اسے انگوٹھا دکھا کر سب اوکے ہونے کا اشارہ دے گیا تھا۔

"لے میں ایویں اتنا ڈر رہی تھی اماں تو کچھ بھی نہیں بولی۔" وہ بھی مطمئن سی ہوکر کام میں مصروف ہوگئی مگر یہ اس کی بھول تھی اماں کا سکتہ تو وقتی تھا۔ جب سب کاموں سے فارغ ہوکر وہ کمرے میں آئی تو پیچھے ہی وہ بھی چلی آئیں۔ لال انگارہ آنکھوں سے اسے گھورتے ہوئے آغاز کیا۔

"بے شرمئے بے حیائے ماں پیو کی آنکھوں میں مٹی ڈالتے تجھے ذرا دی لج نہیں آئی۔ نی اتنا وڈا دھوکہ دیتی رہی ہے تو ہمیں۔ میں سمجھتی تھی میری دھی بڑی معصوم ہے۔ اس میں آج کل کی کڑیوں والی ہوشیاریاں نہیں ہیں۔ پر تو تو بڑی چلتر چالاک نکلی۔ پانچ مہینے ہوگئے تو نے ہم میں سے کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہونے دی۔ اوئے ایسی دیدہ ور۔ تجھے ذرا ڈر نہ آیا۔ تیرے ویر اور باپ کو پتا لگ جاتا تو کیا ہوتا تیرے ساتھ؟"

"اماں اس نے خود فون دیا تھا مجھے اور پھر وہ کوئی اوپرا تو نہیں۔ منگیتر ہے میرا۔" وہ منمنائی۔

"منگیتر ہے خصم نہیں ابھی تیرا۔ جس سے تو ساری ساری رات لک چھپ کے باتیں کرتی رہی ہے۔ منڈے تو ہوتے ہی بے حیا ہیں پر تجھے تو کوئی عزت کا پاس ہونا چاہیے تھا۔ اس کی ماں کو خبر ہوگئی ناں اس سارے کھیڈ کی تو پھر آئے گا تم دونوں کو مزا۔ وہ اسے ایک چونی فالتو نہیں خرچ کرنے دیتی۔ اس نے جتنے پیسے تجھے فون کرنے میں لگائے ہیں اس نے آکر سارے تیرے حلق سے نکال لینے ہیں۔ اوبے غیرتے کیوں میرے چٹے چونڈے میں سواہ پڑوائے گی۔ اس عمرے ذلیل کروائے گی مجھے۔ بھرجائی کے ہتھوڑی تے اپنے پیو کے بھی۔ اس نے تو مجھے ہی لتر مارنے ہیں ناں کہ کدرے اتنا عرصہ سوئی رہی ہے جو دھی کے کرتوتوں کی خبر نہیں ہوئی۔ جانی شیتو تے مان ہی توڑ دیا میرا۔" وہ بولتے ہوئے رو پڑیں۔

ہر ماں کی خواہش ہوتی ہے کہ اولاد ہمیشہ اچھا عمل

کرے مگر جب کہیں کوئی بچہ توقع کے خلاف کوئی کام کر گزرتا ہے تو پھر دکھ تو ہوتا ہے اور پھر وہ اولاد جس سے کسی غلط حرکت کا گمان ہی نہ ہوا گر وہ کسی غلطی کا ارتکاب کر بیٹھے پھر تو رنج عظیم تر ہوجاتا ہے۔ یہی حالت ان کی تھی۔ اس کی تربیت انہوں نے اکلوتی بیٹی ہونے کے باوجود بڑے کڑے انداز سے کی تھی۔ اچھے برے کا بتاتی رہی تھیں۔ ہوش سنبھالتے جب اسے اپنی اور اورنگ زیب کی نسبت کا پتا چلا تھا وہ تب سے ہی اسے ہر اونچ نیچ سمجھاتی آئی تھیں۔ پھر اس کے باوجود انہیں اس سے ایسی بیوقوفی کی امید نہیں تھی جب کہ وہ اپنے ماں کا مزاج بھی خوب جانتی تھی۔ نوشین کو اندازہ تھا وہ بہت غصہ ہوں گی کوئی بعید نہیں بار بھی لگادیں مگر جس طرح مارے بے بسی کے وہ رو پڑی تھیں اس سے سر نہیں اٹھایا جارہا تھا۔ بے حد شرمندہ تھی وہ۔ اپنی ذات کی خوشی کے لیے ماں کے اعتماد کو ٹھیس لگاتی رہی تھی۔ اب یہ احساس ان کے سامنے نظر نہیں اٹھانے دے رہا تھا۔ بڑی ہمت کرکے وہ ان کے قدموں میں آ بیٹھی۔ گھٹنے پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ بے دردی سے جھٹک دیا گیا۔

"چل پراں ہو۔ کسی دوسرے کی اولاد سے کیا شکوہ کرنا۔ میری تو اپنی ہی اولاد نے سر نیواں کردیا ہے میرا۔ اس نے اگر تجھے فون دیا بھی تھا تو مجھے نہیں بتاسکتی تھی اور اب یہ نیا سیاپا۔ کتنے آرام سے وہ کہہ گیا ہے کہ میں اپنے نام پر سم نکلوا کر تجھے دے دوں۔ جیسے یہ کوئی ٹافی لاکر دینے کی بات ہے۔ اگر تیرے باپ کو پتا چل گیا تو کیا وہ مجھ سے پوچھے گا نہیں۔ اسے کیا جواب دوں گی میں ہائے او میرے ربا چنگا پریشان کردیا۔ بیٹھے بٹھائے تم دونوں نے۔ حد ہی ہوگئی بے غیرتی کی دیدوں کا پانی مر گیا ہے اتنی ہی جلدی پڑی ہوئی ہے تو کہتی ہوں تیرے باپ سے دو بول پڑھا کر رخصت کردیتے ہیں تجھے۔ وہاں جاکر دن رات باتیں کرتی رہنا اس سے۔ اللہ مارے انگریزوں نے بھی کیسی کیسی مصیبتیں بنادی ہیں۔ ماں پیو کے لیے عذاب شرم حیا ختم ہوگئی دنیا سے ایسی چیزوں کے پیچھے۔ اللہ برباد کرے بنانے والوں کو سو سو بیماریاں لگیں۔ قبروں میں کیڑے پڑیں ان کی اور سن اب کہیں کسی پٹی میں پھینک دے اسے۔ ایویں گھر میں کسی اور کو پتا لگ گیا تو فیر خیر نہیں تیری۔ سارے تیری ماں نہیں جو پردہ ڈال دیں گے تیری اس غلطی پر۔" وہ اسے گھورتے ہوئے اٹھ کر باہر نکل گئیں۔ نوشین وہیں بیٹھی فرش پر انگلی سے لکیریں کھینچ رہی تھی۔

❋ ...... ❋ ...... ❋ ...... ❋

اس بات کے کوئی دو دن بعد ہی سارے پنڈ میں رولا پڑ گیا تھا۔ وہی نیٹ ورک والے یہاں بھی مفت سمیں بانٹنے آگئے تھے۔ ایک تو فری سم اوپر سے مزید پُر کشش آفرز لوگ یوں بھاگ بھاگ کر لے رہے تھے گویا تبرک بٹ رہا ہو۔ نوشین نے چپکے سے اورنگ زیب کو فون کردیا۔ یہ اس کی ہدایت تھی کہ جس دن وہ لوگ ادھر آئیں تم بس مجھے اطلاع کردینا پھر میں جانوں اور میرا کام۔ وہ خود تو پھر اس موضوع پر دوبارہ اماں سے کوئی تذکرہ چھیڑنے کا حوصلہ ہی نہ کرسکی تھی۔ آتے جاتے ان کی گھوریوں نے سانس الگ خشک کیے رکھا۔ وہ سخت خفا تھیں لیکن آخر کب تک۔ یہی تو خاصیت ہوتی ہے ماں کی اس کی خفگی کی تہہ میں بھی تلخی نہیں بلکہ نرمی چھپی ہوتی ہے۔ بس ذرا سا کریدنے کی ضرورت ہوتی ہے اور چھپا خزانہ ہاتھ میں۔ اسے پوری امید تھی رنگو انہیں راضی کرلے گا اور یہ امید کچھ ایسی غلط بھی نہ ثابت ہوئی۔ بیٹی کو تو وہ ڈانٹ بھی سکتی تھی اور غصہ بھی دکھا سکتی تھیں لیکن بھتیجے اور پھر ہونے والے داماد کو بھلا کیا کہتیں اور جب وہ سامنے آکر بیٹھ گیا اور انہیں قائل کرنے لگا۔

"اس میں برائی ہی کیا ہے پھوپو؟ میں تیرا بھیجا ہی نہیں تیرا بیٹا بھی ہوں۔ تجھے مجھ پر کوئی بے یقینی و بے اعتباری ہے کیا؟ نوشین میری ٹھیکرے کی منگ ہے۔ اس سال نہیں تو ان شاء اللہ آتے سال ہمارا ویاہ ہوجائے گا۔ بس رفعت کی کہیں چنگے تھاں بات پکی ہوجائے تو بے بے کا ارادہ اکٹھے ہی شادی کرنے کا ہے۔ پھر ہم بات

کرتے ہی کیا ہیں؟ میں شینو سے خیر خیریت ہی تو پوچھتا ہوں تم ساروں کی۔ اپنوں کے حال احوال سے باخبر رہنا چاہیے۔ ویسے بھی یہ تو کار ثواب ہے خدانخواستہ اگر کوئی مسئلہ بن جائے تو میں فوراً آ سکتا ہوں تم لوگوں کے پاس۔ ایسے ہی اگر مجھے کوئی ضرورت پڑ جائے تو تم لوگ پہنچ سکتے ہو میرے پاس۔ اس فون کا فائدہ ہی ہے کون سا کسی کی ذات کا نقصان ہے۔ وہ پہلے والی سم بڑی مہنگی پڑنے لگی تھی مجھے۔ بڑا خرچا ہو جاتا تھا اس پر۔ اب اس میں کم پیسے لگیں گے میرے۔ پھر میں جو بھی بچت کروں گا کل کو وہ تیری شینو کے ہی کام آئے گی۔ آج کچھ جوڑ لوں گا تو کل کو ہمارا ہی کچھ بن جائے گا ناں پھوپو۔‘‘ اور پھر اتنی تاویلوں کے بعد پھوپو بے چاری کچھ کہنے جوگی رہی ہی کہاں تھی۔ ویسے بھی ابا تو سویرے سے شہر گیا ہوا تھا۔ تنویر اپنے کام پر۔ دو دن سے خدیجہ بھی میکے سدھاری ہوئی تھی۔ یعنی کوئی فکر نہ تھی۔ ان کا آئی ڈی کارڈ نوشین نے دو دن پہلے ہی ڈھونڈ ڈھانڈ کر سنبھال لیا تھا۔ فوراً نکالا۔ رنگو نے پوری ڈیوٹی دی خود ان کے ساتھ گیا۔

اب یہ ان کی قسمت کہ اماں کا آئی ڈی کارڈ تین ماہ پہلے ایکسپائر ہو چکا تھا۔ یہ تو وہاں جا کر پتا چلا۔ ایک کرخت سی شکل والے پان چباتے لڑکے نے ان سے انگوٹھا لگوالیا تھا۔ پھر الٹ پلٹ کر کے دیکھتا کراری سی آواز میں بولا۔

’’اوہ بے بے تیرا کارڈ تو ختم ہو گیا ہے۔ اب تیرے نام پر سم ویری فائی نہیں ہو سکتی۔ جا گھر جا کے کسی اور کا کارڈ لے آ۔‘‘ اس خبر سے رنگو کا ہاتھ بے اختیار سر پر گیا تھا۔ اماں بکتی جھکتی گھر واپس آ گئی تھیں۔

’’ایویں مجھے گھسیٹ کر لے گئے۔ اڈے پڑھے لکھے تم دونوں۔ پہلے کارڈ تو دیکھ لیتے دھیان سے۔ یہ تو وہاں جا کر مشین پر پتا لگا کہ یہ کارڈ اپنا ٹیم (ٹائم) کب کا پورا کر چکا ہے اور ہم بے خبروں کو خبر ہی نہیں۔ تیرے ابے کا اور میرا کارڈ اکٹھا ہی بنا تھا۔ اس کا مطلب اس کے کارڈ کا ٹیم وی پورا ہو گیا ہے۔ لو دسو ایک نیا سیاپا۔ پہلے ہی خرچے جان نہیں چھوڑتے اب یہ ایک اور خرچا پڑ گیا۔ ہمارے ماں پیو نے تے اپنی زندگی میں ایک واری ہی یہ کارڈ بنوائے تھے۔ وہی ان کی ساری حیاتی تک چلتے رہے۔ اب ہمیں یہ اچھی مصیبت ہے۔ بار بار بنواؤ۔ بندہ پوچھے اس چکر بازی کا ہمیں کیا فائدہ۔ ہمارے تو پیسے لگتے ہیں اور سارا فائدہ سرکار کو ہوتا ہے۔ چنگا خون نچوڑتے ہیں عوام وچاری کا۔ کھانے پینے کے سب طریقے ہیں اور کیا بے ایمان، بے ہدایت ناہوں تو۔‘‘ ان کے غصے کی دھار اب دوسری طرف مڑ گئی تھی۔ نوشین کا منہ اترا ہوا تھا۔

’’اوہ تو کیوں پریشان ہوتی ہے۔ میں کرتا ہوں کچھ کسی دوست کا منت ترلا کرتا ہوں۔ ہو جائے گا مسئلہ حل تو فکر نہ کر اچھا۔‘‘ رنگو نے اس کا ہاتھ تھپکا تھا اس نے سر ہلا دیا۔

دو چار دن بعد رنگو اپنے کہے کے مطابق کسی دوست کے نام پر سم نکلوا کر اسے دے گیا تھا۔ یوں اب پھر ان کی وہی طویل باتیں تھیں۔ رنگوں کی، خوابوں کی کبھی آج کی کبھی کل کی۔ کبھی مقصد کی تو کبھی یونہی بے مصرف سی۔ لیکن اب موسم بدل رہا تھا۔ راتوں کی طوالت گھٹ رہی تھی۔ دن کا قد بڑھ رہا تھا۔ درختوں کے پتے جھڑ رہے تھے۔ کھیتوں میں مٹر کی فصل پک کر تیار ہو چکی تھی۔ اب چنائی کا وقت تھا اور نوشین کو صبح سویرے اٹھ کر اماں کے ساتھ جانا ہوگا۔ پھر اجرت کے جو پیسے اکٹھے ہوتے تھے اس سے وہ اپنے اچھے سے دو جوڑے بنالیا کرتی تھی، اور رنگ زیب سے اس نے کہہ دیا تھا اب رات میں زیادہ بات کرنے کے بجائے دوپہر میں فون کرلیا کرے اور وہ مان گیا تھا۔

❀ .... ❀ .... ❀ .... ❀

اور اس دن صبح بڑی کھلی کھلی سی تھی۔ سورج اپنی سنہری کرنوں کی چادر دھیرے دھیرے ہر منظر کو اوڑھاتا جا رہا تھا۔ اماں تپتے تندور میں دھڑا دھڑ روٹیاں لگاتی جا رہی تھیں۔ کتنے ہی کوے اپنا حصہ لینے منڈیر پر آ بیٹھے تھے۔

اب کائیں کائیں کرتے شور مچارہے تھے خدیجہ لپک جھپک بچوں کو اسکول کے لیے تیار کررہی تھی۔ نوشین نے ناشتا ابا کے سامنے لاکے رکھا تھا مکئی کی روٹی ساگ اور لسی کا بھرا ڈونا۔

"پتر تم لوگ بھی آکے چھیتی سے ناشتا کرلو۔ کدرے اسکول سے دیر نہ ہوجائے۔" ابا نے ان کو آواز دی۔ دونوں بچے ان کے دائیں بائیں آبیٹھے۔ جلدی جلدی دو چار نوالے کھا کر لسی کا آدھا گلاس پیتے اپنے بستے اٹھاتے وہ اسکول کے لیے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ابا بھی ناشتے کے بعد باہر نکل گئے۔ نوشین برتن سمیٹ رہی تھی۔ جب دروازے پر زوردار دستک ہوئی۔ نلکے پر منہ دھوتے تنویر نے پوچھا۔

"اوہ کہیڑا اے (کون ہے)۔"

"پولیس۔" باہر سے آنے والے جواب نے جیسے جادو کی چھڑی گھمادی۔ سب ہی اپنی اپنی جگہ ساکت ہوگئے۔

"اللہ خیر کرے۔ سویرے سویرے پولیس ہمارے گھر پر۔" تنویر جلدی جلدی صافے سے منہ پونچھتا دروازے کی جانب بڑھا۔

"عابدہ بی بی زوجہ عزیز راجپوت کا گھر یہی ہے۔" کوئی پاٹ دار آواز میں پوچھ رہا تھا۔

"آ...... آہو جی۔" ہٹے کٹے چار پانچ پولیس والوں کو دیکھ کر تنویر ہکلا سا گیا۔

"ہٹو دروازے سے ہمیں اندر جانا ہے۔ عابدہ بی بی کے گرفتاری کے وارنٹ ہیں ہمارے پاس۔ اغوا کا پرچہ درج ہے اس پر۔" اس کے منہ سے نکلے الفاظ تھے یا کہیں بم پھٹا تھا۔ تنویر نے زندگی میں پہلی بار محسوس کیا پیروں تلے سے زمین نکلنا کسے کہتے ہیں۔

"ہائے میں مرگئی۔" خدیجہ کے ہاتھ سے ساگ سے بھری پلیٹ اور اماں کے ہاتھوں سے پیڑا ایک ساتھ چھوٹے تھے۔ نوشین نے لڑکھڑا کر دیوار کا سہارا لیا۔

"یہ...... یہ...... کک...... کیا کہہ رہے ہو جی؟ اغوا پرچہ...... مم......"

"مگر......" تنویر سے بات نہیں ہو پارہی تھی۔

"باقی تفصیل آکر تھانے سے پوچھ لینا۔ ابھی ہمیں اپنا کام کرنے دو ہٹو راستے سے۔" ایک نے اسے پرے دھکیلا اور گھر میں گھس آئے۔

اماں تندور کے پاس ہی لڑھک گئی تھی۔ خدیجہ اور نوشین چیختی ہوئیں انہیں پکڑنے کو لپکیں۔

پولیس کی گاڑی کا گاؤں میں آنا کوئی معمولی بات نہیں ہوتی اور پھر وہ بھی عزیز راجپوت جیسے شریف آدمی کے دروازے پر۔ جس کی ساری زندگی ہی عزت بنانے میں گزری ہو۔ کسی نے بھاگ کر انہیں اطلاع دی۔ وہ کھیتوں میں تھے گرتے پڑتے الٹے پیروں واپس پلٹے پھر جو کچھ سنا اور اس نے کھڑے قدموں گرادیا۔

"نہیں...... نہیں یہ نہیں ہوسکدا...... یہ بکواس ہے...... جھوٹا الزام ہے نرا۔ اوہ میری زنانی تو کبھی پنڈ سے باہر نہیں نکلی۔ اس نے اغوا کیسے کرنا ہے۔" ابا دہائیاں دے رہے تھے۔ سارا محلہ اکٹھا ہوگیا۔ سب ان کی ہاں میں ہاں ملارہے تھے۔

"لیکن ہم کیسے مان لیں۔ ہمارے پاس سارے ثبوت ہیں۔ جو عابدہ بی بی کے خلاف جاتے ہیں۔" پولیس والے اپنی کہے جارہے تھے۔ کوئی سیانا جاکر نمبردار کو لے آیا۔ دلدار منہ میں مسواک پھنسائے گلی میں کھڑا اسکول جاتی لڑکیوں کو تاڑتا آنکھیں سینک رہا تھا۔ وہ بھی ان کے پیچھے ہی چلا آیا۔ پھر بات نوشین کے گھر کی تھی۔ اس سے تو سن کر رہا ہی نہیں گیا۔ اور ان پولیس والوں کو دیکھ کر وہ بے اختیار گرم جوشی سے ایک کی طرف بڑھا۔

"اوہ طفیل چاچا جی آپ۔" طفیل چاچا نے بھی اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو تھام کر شانے پر تھپکی دی۔

"کیا حال ہے دلدار پتر تو ادھر۔"

"اوہ ہاں جی یہ ہمارا علاقہ ہے ناں۔ اپنا پنڈ ہے ہمارا اور یہ گھر جہاں آپ کھڑے ہیں سمجھیں میرا ہی ہے اور یہ میرے ابا جی ہیں۔ اس علاقے کے نمبردار الیاس ملک

صاحب اور ابا جی وہ میرا شہر والا دوست ہے ناں جمیل ٹوانہ یہ اس کے چاچا جی ہیں بڑے اچھے آدمی ہیں۔ آئیں جی آپ اطمینان سے بیٹھیں چائے پانی پئیں اور تسلی سے بتائیں معاملہ کیا ہے؟" وہ پنڈ والوں کو بھی اتنا سمجھ دار نہیں لگا تھا جتنا کہ آج۔ اب بات چائے پانی کی آ گئی تھی تو پولیس والے بھی بیٹھ گئے تھے اور معاملہ تو نہایت ہی گمبھیر تھا۔ لڑکی کی گمشدگی کا معاملہ تھا۔ جواب اللہ جانے اپنی مرضی سے گھر سے بھاگی تھی یا کسی نے اغواء کیا تھا اس کے فون نمبر کے ریکارڈ سے جو ڈیٹا حاصل کیا گیا تھا۔ اس کے مطابق جس کالر سے اس کی آخری بات چیت ہوتی رہی تھی۔ وہ نمبر عابدہ بی بی کے نام پر تھا۔

"لیکن جی یہ تو بہت ہی سادہ اور ماڑے سے لوگ ہیں۔ عزیز ہمارے علاقے کا بندہ ہے۔ ساری عمر اس کی یہیں گزر گئی۔ دن رات ہمارے سامنے ہی ہوتا ہے۔ اس کی عورت بھی گھر کی چار دیواری میں رہتی ہے۔ وہ تو بلا ضرورت گھر سے نکلتی ہی نہیں ہے۔ اس کے پاس تو سرے سے کوئی فون ہی نہیں ہے۔ وہ غریب تو استعمال نہیں کرنا ہی جانتی۔ وہ کیسے کسی لڑکی کے اغواء میں شامل ہوسکتی ہے۔" نمبردار الیاس ملک انہیں یقین دلا رہے تھے۔

"دیکھیں نمبردار صاحب یہ تو آپ کہہ رہے ہیں ناں۔ آپ کے علاقے کے لوگ ہیں۔ یہ آپ کی اچھائی ہے کہ آپ انہیں اچھا سمجھ رہے ہیں۔ لیکن اندر کھاتے کا کسی کو کیا پتا۔ اکثر بڑے معصوم لوگ ہی برے کاموں میں ملوث ہوتے ہیں۔ ہمارا تو کئی سالوں کا تجربہ ہے جی۔ اینٹ کے نیچے بچھو کا ہونا ناممکن نہیں ہوتا اور گر یہ بے قصور بھی ہے تو پھر بھی ہمیں تفتیش تو مکمل کرنا ہوگی اور اس کے لیے ہمارا باضابطہ کارروائی کرنا بے حد ضروری ہے۔" وہ بھی اپنی جگہ پر سچے تھے۔

اماں کو ہوش تو آ گیا تھا مگر ایسا ذلت بھرا صدمہ کہ سکتہ ہی ہوگیا تھا۔ خدیجہ اور نوشین بھی رو رو کر بے حال تھیں۔ ابا فرش پر بیٹھے تھے۔ عمر بھر کی ایک ہی تو پونجی تھی۔ آج وہ بھی داؤ پر لگ گئی۔ ایسی کڑی آزمائش۔ آنکھوں سے ٹپ ٹپ برستے آنسوان کی داڑھی میں جذب ہوتے جا رہے تھے۔ تنویر بدحواس سا کبھی پولیس والوں کا منہ تکتا کبھی نمبردار صاحب کا۔

"دیکھیں جی پھر بھی کوئی حل نکالیں یہ ہمارے علاقے کا معاملہ ہے۔ ہم کیسے اپنے پنڈ کی زنانی کو تھانے بھیج دیں۔ جب کہ ہم سب کو اس کے بے قصور ہونے کا پکا یقین ہے۔ یہ ضرور کسی غلط فہمی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ آپ ساری چھان پھٹک کریں پہلے۔"

"چھان پھٹک کرنا ہی تو تفتیش کرنا ہوتی ہے۔ نمبردار صاحب۔ آپ بھی کچھ سمجھ داری کا ثبوت دیں۔ اب اگر یہ معاملہ سامنے آیا ہے تو کسی وجہ سے ہی بنا ہوگا ناں اور ہمیں وہی وجہ ڈھونڈنی ہے۔ اب یہ عورت مجرمہ یا ملزمہ یہ تو اب کارروائی کے بعد ہی پتا چلے گا۔ ہمیں اپنا کام تو شروع کرنے دیں۔"

تندور کے پاس پڑے چھابے سے کوے روٹیاں نوچ نوچ کر لے گئے تھے آج کسی نے انہیں نہیں روکا تھا۔ خدیجہ رو رو کر فون پر اپنے میکے والوں کو ساری بپتا سنا رہی تھی۔ نوشین دیوار سے کمر ٹکائے یوں بیٹھی تھی گویا موم کا مجسمہ رکھا ہو۔

نہ ہی کہیں سے آندھی اٹھی تھی اور نہ ہی کوئی طوفان آیا تھا۔ صبح بھی وہی تھی جیسی ہمیشہ سے ہوتی آئی تھی۔ سورج بھی وہی تھا۔ لیکن آج اس کی کرنیں کیوں ایسی لگ رہی تھیں جیسے ہر سو آگ لگی ہو۔ آفت اور کسے کہتے ہوں گے۔ وبال کا اور کیا مطلب ہوتا ہوگا۔ مصیبت کا ٹوٹنا سب یہی تو تھا جو ابھی ہو گزرا۔

اللہ...... اللہ ایسی ذلت ایسی رسوائی۔ ان کی تو گزری سات پشتوں میں سے کسی نے تھانے کا منہ نہ دیکھا تھا اور آج اماں کے ساتھ ساتھ ابے اور تنویر کو بھی اس جگہ جانا پڑ گیا تھا کہ ان دونوں کے لیے اماں کو اکیلے پولیس والوں کے ساتھ بھیج دینا گویا موت کے برابر تھا۔ پیچھے وہ بھانت بھانت کی بولیاں سننے کو رہ گئیں تھیں۔ جتنے منہ

اتنی باتیں۔ سب نے اپنے اپنے قیاس کے گھوڑے دوڑائے تھے۔ کوئی ہمدردی کر گیا کوئی طنز۔ کاش کہ یہ سب کوئی بھیانک خواب ہوتا آنکھ کھلتی اور وہ لاحول ولا قوۃ پڑھ دیتی۔ بائیں طرف تھوک دیتی۔

مگر نہیں جو بھی ہوا وہ حقیقت تھی اور حد درجے بھیانک۔ ان کا پورا خاندان ایک بہت بڑی عفریت کا شکار ہو چکا تھا۔ صرف اماں ہی نہیں وہ سب ہی کسی بہت بڑی مشکل میں پھنس چکے تھے مگر کیسے، کس وجہ سے؟ نوشین کا دماغ بالکل ماؤف ہو چکا تھا۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ آخر یہ مصیبت آئی کہاں سے اور اب اس سے نکلا کیسے جائے گا۔

''رونا حوصلہ کر سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں بات کرتا ہوں اپنے دوست سے۔ نکالتے ہیں مسئلے کا حل۔'' دلدار جاتے ہوئے اس کے پاس ٹھہرا اور تسلی دے کر گیا تھا۔

مگر وہ کیسے نہ روتی۔ اس کا تو پل پل اذیت کے پل صراط پر طے ہو رہا تھا۔ پھر وہاں ابے بھا تنویر اور اماں پر جانے کیا بیت رہی ہوگی۔ اس کا سب حوصلہ بہہ گیا تھا۔ وہ یک لخت اٹھی۔ اسے پیروں میں رلتے دوپٹے کی بھی پروا نہیں تھی۔ خدیجہ آوازیں ہی دیتی رہ گئی اور وہ دروازہ پار کر گئی تھی۔

❁......❁......❁......❁
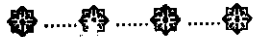
شکر ونڈا رے۔

مورا پیا موسے ملن آئیو۔

چھت پر چڑھ کر پتنگ اڑاتے دلدار نے اسے دور سے ہی آتے دیکھ لیا تھا۔ نیچے اتر کر پرتپاک خیر مقدم کیا۔ اس کے گلابی چہرے پر آج حزن نے ڈیرہ ڈال رکھا تھا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو اسے تڑ سے جواب دیتی۔ مگر اسے کسی اور چیز کا ہوش ہی کہاں تھا۔ شدید بے تابی سے پوچھا۔

''تت...... تم کہہ رہے تھے اپنے دوست سے بات کرو گے۔ پھر کی ہے تم نے بات؟ کچھ بتایا اس نے...... کس کے دھوکے میں لے گئے ہیں اماں کو؟''

''اے لے میں تو بھول ہی گیا۔ اباجی نے آتے ہی کام میں لگا دیا تھا۔ حساب کتاب میں یاد ہی نہیں رہا۔ تو بیٹھ جا آرام سے میں ابھی فون کرتا ہوں اسے۔'' اور وہ سر پر پلو ڈال کر دعاؤں میں مشغول ہو گئی تھی۔ آنکھیں میچے اس کا رواں رواں اماں کی خیر اور سلامتی کے لیے محو مناجات تھا۔ سیل فون دلدار کے کان سے لگا تھا اور آنکھیں اس کے تربتر چہرے پر ٹکی تھیں۔

''واہ کیا کھیل ہیں قدرت کے بھی۔ کئی بار دل نے ایسے لمحوں کی خواہش کی تھی۔ ہر بار وہ ہی سوالی بن کر اس کے آگے کھڑا ہوتا تھا اور آج یہ کیسی کایا پلٹی تھی کہ کاسہ اب اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ چہرہ جس پر اس کا سامنا ہوتے ہی ہمیشہ بیزاری آ جاتی تھی۔ اب وہاں صرف بے بسی اور لاچاری تھی۔ دلدار کا شدت سے جی چاہا ان ریشمی گالوں پر پھسلتے موتیوں کو اوک میں بھر لے۔ وہ موڑھا کھسکا کر اس کے نزدیک ہوا۔ ابھی ہاتھ بڑھانے کو تھا کہ نوشین نے پلکیں کھول لیں۔

''اف پانی سے بھری وہ آنکھیں تھیں کہ جھیل۔'' دلدار جہاں کا تہاں رہ گیا۔

''ہوئی بات کیا بتایا اس نے؟'' وہ حد درجے بے چینی سے پوچھ رہی تھی۔ وہ ہوش میں آتا سیدھا ہوا۔

''میں نے اسے سارا مسئلہ سمجھا دیا ہے۔ تھانے سے تفصیل لے کر ابھی بتاتا ہے وہ لیکن ایک بات کی سمجھ نہیں آ رہی وہ موبائل نمبر چاچی کے نام پر کیسے تھا؟ کہیں تم لوگوں کا کبھی کوئی فون تو چوری نہیں ہوا تھا۔ یا سم گم ہو گئی ہو۔ جو ان کے نام پر تھی؟''

''نہیں ایسا تو کبھی نہیں ہوا؟ اماں کے نام پر تو کبھی کوئی فون کنکشن لیا ہی نہیں۔ پچھلے سال ہی تو بھا تنویر نے دو نمبر لیے تھے اپنے ہی نام پر۔ جو اس نے ایک اپنے پاس رکھا دوسرا ابا کو دے دیا۔''

''دیکھو پھر بھی یاد کرو۔ جمیل بتا رہا تھا کہ اس طرح کا مسئلہ تب ہی بن سکتا ہے کہ اگر کبھی فون چوری ہو جائے یا فون کی سم گم ہو جائے اور اسے فوری طور پر بند نہ کروایا گیا

ہو یا اس کی رپورٹ نا کی گئی ہو اور وہ فون یا سم غلط لوگوں کے ہاتھ میں چلی جائے اور اس کے ذریعے کوئی جرم ہوجائے تو پولیس پھر سب سے پہلے اسے ہی پکڑتی ہے جس کے نام پر وہ فون کنکشن ہوتا ہے۔ اب اگر بھی تم لوگوں نے چاچی کے نام پر کبھی سم لی تھی اور وہ چوری یا گم ہوگئی تو تم لوگوں کو چاہیئے تھا اسے فوری طور پر بند کروا دیتے۔ اب پولیس ساری تفتیش کرے گی۔ کوئی سرا ہاتھ لگے گا۔ وہ چور تک پہنچیں گے تو پھر کہیں جا کر معاملہ ٹھنڈا ہوگا۔"

"میں کہہ تو رہی ہوں۔ اماں کے نام پر کبھی کوئی فون یا سم نہیں لی۔ وہ تو......" اور اس کے دماغ میں کوندا سا لپکا تھا۔ اسے کچھ یاد آیا۔ یہی کوئی تین ماہ پہلے کی تو بات تھی۔ زیادہ پرانی تو نہیں۔

"ہاں لیکن وہ ایک بار اماں سم لینے گئی تھی۔ اس کا آئی ڈی کارڈ ہی ختم ہوگیا تھا۔ سم اس کے نام پر چڑھی ہی نہیں تھی۔"

"اور یہ کب کی بات ہے اور کہاں لینے گئی تھی وہ؟"

دلدار مزید سیدھا ہو بیٹھا۔

"ادھر ہی پنڈ کی۔ یہ اس دن کی بات ہے جب......" اس نے ساری تفصیل کہہ سنائی۔ علاوہ اس کے کہ اماں کس کے کہنے پر وہاں گئی تھی۔ وہ تھوڑی کھجاتا پورے دھیان سے سنتا رہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں یہ بات فوری طور پر چاچے طفیل کو بتانی چاہیئے۔ مجھے لگ رہا ہے ہو نہ ہو یقیناً ادھر ہی سے کوئی گیم شروع ہوا ہے۔" اور دلدار کا خیال بالکل ٹھیک تھا۔ یہ کیس اپنی نوعیت کا کوئی پہلا کیس نہیں تھا۔ اس طرح کے کئی اور کیسز بھی سامنے آچکے تھے۔ بے ضمیر بدقماش لوگوں نے باقاعدہ کاروبار بنا رکھا تھا۔ ناخواندہ اور سادہ لوگوں کی ناسمجھی اور غفلت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ لمبی لمبی رقمیں بٹور رہے تھے۔ اماں کو تو ان بدبختوں نے کہہ دیا تھا کہ آپ کے نام پر سم نہیں ہوسکتی۔ لیکن دراصل وہی سم انہوں نے کسی جرائم پیشہ کو ہزاروں میں بیچ دی تھی اور اس کے کرتوت اب وہ بے گناہ لوگ بھگت رہے تھے اور اسی طرح جانے کتنے اور لوگ بھی اندھے کنوؤں میں گر پڑے ہوں گے۔

"اب کیا ہوگا...... اب اماں کیسے گھر واپس آئے گی؟" نوشین کے آنسو پھر رخسار بھگو رہے تھے۔ ایسی بڑی مصیبت کا تو کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا اور اس پر یہ احساس کہ اس عذاب کے لانے میں رنگو اور وہ حصہ دار بنے ہیں اس کی اذیت میں کئی گناہ اضافہ ہوا تھا۔

"جو بھی ہوا ہے بہت برا ہوا ہے۔ چاچی وچاری سادہ سی عورت بہت بڑے جنگل میں پھنس گئی ہے۔ بھلا ایسی کیا ضرورت آن پڑی تھی کہ اس روز اسے وہاں بھیج دیا۔ چاچا اور تنویر خود نہیں جاسکتے تھے۔" دلدار افسوس بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ نوشین کی ہچکی بندھ گئی۔ یاد آ گیا اماں تو جانا ہی نہیں چاہ رہی تھی۔ انہیں تو رنگو نے مجبور کیا تھا۔ دل پر بڑھتا بوجھ بے اختیار ہی نوک زباں تک چلا آیا۔ عام حالات میں تو وہ اس سے کبھی پوری بات کرنے پر راضی نہ تھی اور اب ایسی حالت ہوئی کہ اپنا سب سے بڑا راز عیاں کرگئی۔

"بیڑہ تر جائے رنگو کا۔ نہ وہ اس دن ضد کرتا۔ نہ آج ہمیں عذاب دیکھنا پڑتا۔ ہائے میری اماں۔" وہ پچھاڑیں کھا رہی تھی۔

"سیانے سچ ہی کہتے ہیں برے کاموں کے برے نتیجے۔ اب دیکھ لو تم دونوں۔ سارے خاندان کی عزت مٹی میں رل گئی ہے جا اب بھی کرا سے فون اور کہہ اپنے رانجھے سے جا کر بچائے تیری ماں کو۔" دلدار کا تو رویہ ہی بدل گیا یکسر۔ یہ سب سن کر ایسی تپ چڑھی کہ حد نہیں۔ اور رنگ زیب اس کا منگیتر ہے وہ جانتا تھا مگر دونوں میں ایسے رابطے ہوں گے یہ کبھی تصور بھی نہ کیا تھا۔ چاچا اور چاچی دونوں بڑے سخت مزاج ہیں اسے تسلی تھی۔ نوشین تو کبھی اس کے سامنے بھی نہیں آتی ہوگی مگر اندر خانے یہ کرتوت۔ وہ تو کھول کر رہ گیا۔

"تجھے اللہ کا واسطہ ہے دلدار تو ایک بار پھر اس پولیس

والے سے بات کر۔ اس سے پوچھ۔ اماں کو ہم گھر کیسے لے کر آئیں وہ کوئی حل بتائے۔ میں مر جاؤں گی اس دکھ سے۔ مجھ سے نہیں برداشت ہو رہی یہ تکلیف۔" اسے یوں بلکتے اور منتیں کرتے دیکھ کر دلدار کا جوش ذرا کم ہوا۔

"اچھا...... اچھا تو حوصلہ کر۔ ہو جائے گا مسئلہ حل۔ چاچی کو میں یوں گھر لے آؤں گا جیسے مکھن سے بال نکل آتا ہے۔ تو فکر نہ کر۔ مگر دیکھ اب بات پولیس کے ہاتھ میں ہے اور ان پر دباؤ ان لوگوں کا ہے جن کی لڑکی اغواء ہوئی ہے۔ اب یہ معاملہ خالی رونے دھونے سے سیدھا نہیں ہوگا۔ اگلوں کا منہ بند کرنے کے لیے کچھ مال پانی بھی چاہیے ہوگا۔"

"مال پانی......" اس نے منہ اٹھا کر دلدار کو دیکھا۔

"آہو مال پانی۔ اب یہ بتا چاچا اور تنویر فوری طور پر کتنے پیسوں کا بندوبست کر سکتے ہیں۔ اب چاچی کو وہاں تو نہیں چھوڑ سکتے۔ کچھ دے دلا کر اسے تو گھر لائیں۔ باقی پھر دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔"

اور نوشین کے آنسو ٹھہر سے گئے تھے۔ ان کے گھر میں کون سے خزانے دبے تھے۔ ابا اور بھا تنویر دہاڑی دار مزدور تھے۔ روز کی آمدن روز ہی خرچ ہو جاتی تھی۔ بچت کا تو کہیں نام و نشان بھی نہ تھا۔ اماں کو عادت تھی کہیں نہ کہیں کوئی کمیٹی اڑا لیتی۔ پیٹ کاٹ کاٹ کر پیسے بھرتی۔ ارادہ تو ہوتا کہ بیٹی کے لیے کوئی چیز بنا لے گی۔ مگر ہر بار کوئی نہ کوئی ایسی مصیبت آپڑتی کہ سب وہیں خرچ کرنا پڑ جاتا۔ اسے سوچ میں پڑے دیکھ کر دلدار کے تاثرات مزید نرم ہوئے۔

"تو اگر کہے تو یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔" نوشین نے اسے یوں دیکھا جیسے کہہ رہی ہو۔ اب میں اور کیسے کہوں؟ میں یہی تو رونا رو رہی ہوں۔" اور اس نے سنجیدگی کا چولا یک دم اتار پھینکا۔ چمکتی آنکھیں اس کے چہرے پر مرکوز کرتے ٹھنڈے لہجے میں کہا۔

"تو اگر صرف ہاں کہہ دے۔ تو پھر یہ سارا مسئلہ میرا۔" وہ کمینہ ہے وہ جانتی تھی مگر ایسا ازلی کمینہ ہوگا اب

اندازہ ہوا۔ ہمیشہ کی طرح اسے پلٹ کر جواب بھی نہ دے سکی۔ دکھ میں تو اپنے بھی نہیں ساتھ نہیں دیتے۔ وہ تو پھر غیر تھا۔ کوئی کسی کا درد کوئی مول نہیں لیتا۔ جس پر پڑے وہی سہے۔ اس نے خود پر ہی لعنت بھیجی۔ بھلا وہ اپنی مصیبت اسے کیوں سنانے آ گئی تھی۔

وہ واپسی کے لیے اٹھ گئی۔ دلدار نے اسے روکا نہیں تھا جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ ماتھے پر سوچ کی لکیر تھی۔ اس کا لنگوٹیا زبیر ملنے آ رہا تھا۔ نوشین کو ادھر سے نکلتے دیکھا تو حیران سا تیزی سے اندر چلا آیا۔

"اوئے یہ اپنی شینو تھی ناں چاچے عزیز کی کڑی۔"

"ہوں۔" بند ہونٹوں سے آواز نکالی۔

"قسمے اج پورے ترے (تین) سالوں بعد دیکھا ہے اس کا منہ۔ بڑے چرچے سنے تھے۔ یہ تو ایمان سے آئٹم بن گئی ہے۔ بڑی سوہنی ہو گئی ہے۔ سنا ہے بڑی بری ہوئی ہے ان کے ساتھ۔ یہ تیرے پاس کیا لینے آئی تھی۔"

"مدد۔"

"او کیا بات ہے۔ بڑی ٹوراں نے شہزادے دیاں۔ ایک پری مدد لینے آئی تھی اور تو ادھر بیٹھا ہے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کے۔ اوئے اٹھ ثواب کما۔ جا اس کے پیچھے۔"

"پاگل ہوا ہے۔ میں بھلا کیوں پیچھے جاؤں۔ اب وہ آئے گی میرے پیچھے۔ ایمان سے بڑی نک (ناک) کی لکیریں نکلوائی ہیں اس کڑی نے میری بڑے ترلے ڈالے پر قابو ہی نہیں آئی تھی۔ اب مزا آئے گا۔ اب آئی وہ ویلنے میں۔ اب میں نے منت نہیں کرنی۔ تو دیکھتا جا اب منت یہ کرے گی میری۔" دلدار کے چہرے پر سکون آمیز مسکراہٹ تھی۔

"اوئے شاوا...... او شاوا۔ کیا بات ہے اپنے شہزادے کی۔" زبیر اس کا شانہ تھپک رہا تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁ ...... ❁

ہائے اور با۔ یہ کیا ہو گیا ہمارے ساتھ۔ ہائے کون سا گناہ آگے آ گیا۔ بیٹھے بٹھائے مصیبت پڑ گئی۔ اوہ

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

پولیس والے تو سگی ماں کے نہیں بنتے وہ کسی اور کی ماں کی لکھ عزت رکھیں گے۔ ہائے او عابدہ کی بنے گا تیرا۔" مامی کے طنز دل چیرے دے رہے تھے۔ خدیجہ منہ پر ہاتھ رکھے رو رہی تھی۔ سر جھکائے بیٹھی نوشین کے اندر آندھیاں چل رہی تھیں۔

"سنا ہے پولیس والے بڑا برا مارتے ہیں۔ کسی کا لحاظ نہیں کرتے۔" دوپٹے سے گال رگڑتے انہوں نے ایک اور شوشا چھوڑا۔ پاس بیٹھی ایک پڑوسن نے فٹ تائید کی۔

"تے ہور کی۔ ہمارے کمالے کو پھڑ کے لے گئے تھے ایک بار۔ ایویں جھوٹے الزام میں۔ ظالموں نے مار مار کے کوئی پاسا نہیں تھا چھوڑا۔ نیل و نیل تے زخم و زخم کر دیا تھا کمالے کو۔"

"ہائے نی عابدہ۔ تجھے تو کبھی بھا عزیز نے نہیں مارا تھا۔ اوہ تو کیسی بدنصیب اب غیر مردوں سے مار کھائے گی۔" مامی کف افسوس مل رہی تھیں۔

"اوہ بے بے بس کردے۔ چپ کر جا۔ تو حوصلہ دینے کے بجائے اور پریشان کر رہی ہے۔ اللہ کا واسطہ کچھ ہوش کر۔" رنگو نے بے اختیار ماں کو ٹوکا۔ سب کے دماغ پہلے ہی صدمے نے ماؤف کر رکھے تھے اوپر سے ان کی آہ وزاری۔ وہ شدید بیزار ہوا۔ مامی نے خشک آنکھوں سے اپنے لعل کو گھورا جو تنویر کو فون ملا رہا تھا۔ مگر قسمت کے ساتھ ساتھ آج سگنل بھی خراب تھے۔ کال مل کر نہیں دے رہی تھی۔ وہ بار بار کوشش کرتا۔ نوشین سرخ آنکھوں سے اسے دیکھتی جا رہی تھی۔ پھر جانے کیا ہوا۔ وہ بھوکی شیرنی کی طرح اس پر جھپٹی۔

"پرے پھینک اسے یہی اصل مصیبت ہے، فساد کی جڑ نہ تو یہ وبال میرے گلے ڈال کر جاتا نہ آج یہ دن دیکھنا پڑتا۔ سب اسی کی وجہ سے ہے۔ ہماری تھوڑی دیر کی خوشی کی چاہ نے نگل لیا ساری عمر کی خوشیوں کو۔ ایسی بدنامی لگ گئی ہماری عزت پر جو تمام زندگی نہیں مٹے گی اب۔ تو نے ظلم کمایا رنگو۔ بڑا برا کیا ہمارے ساتھ۔ اللہ پوچھے گا تجھے۔" وہ اس کا گریبان پکڑے ہوئے تھی۔

"ہائے ہائے پاگل ہوگئی ہے۔ دورہ پڑ گیا ہے تجھے۔ اوہ اس میں رنگو کا کیا گناہ چھوڑ اسے۔" مامی خدیجہ لپک کر اٹھیں اسے پرے کرنا چاہا۔ لیکن وہ تو جیسے سچ میں ہی پاگل ہوگئی تھی۔ کوسنے اور دہائیاں دیتے وہ ایک ہی بات کر رہی تھی۔ جو مامی کی سمجھ میں آئی تو ایک نیا طوفان مچ گیا۔

"ہائے اوہ میریا ربا۔ وے رنگو۔ تیری اتنی جرأت۔ اوئے اتنا بڑا کھیل کھیلتا رہا ہے تو۔ میں پیسے مانگتی تھی تو تیری جیب سے نکلتے نہیں تھے اور اپنی اس (گالی) کو فون کرنے کے لیے بڑے بڑے نوٹ تھے تیرے پاس۔ وے بے غیرتا۔ ماں کو دھوکا دیتا رہا ہے تو۔ ہائے اور کیا کیا کھلاتا پلاتا رہا ہے اسے۔ آج سارا کچھ بتا مجھے؟" وہ ایک نیا کھاتہ کھول کر بیٹھ گئیں۔

"اوہ بے بے صدمہ لگ گیا ہے اس کے دماغ کو۔ وہ خوامخواہ انٹ شنٹ بولے جا رہی ہے۔ تو اس کی حالت دیکھ تو لے۔ میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ کچھ نہیں دیا میں نے اسے۔ سچ کہہ رہا ہوں۔" وہ انہیں صفائیاں دے رہا تھا۔ غصے میں بپھری نوشین نے اندر سے فون لا کر بیچ صحن میں پھینکا۔

"لے جا اپنی سوغات۔ چولہے میں ڈال دے اسے۔ یہ نحوست ہے۔ مجھے نہیں کرنی تجھ سے بات۔ جا میری اماں کو لے کر آ...... نکل جاؤ سارے۔ اماں کو لے کر آؤ۔ وہ مر جائے گی ادھر۔" وہ چیخ چیخ کر رو رہی تھی۔ مامی کا بس نہیں چل رہا تھا کہ جوتی اتار کر بیٹے کی مرمت کر دیتی۔ اسے عابدہ کا رونا بھول گیا اپنی مصیبت پڑ گئی۔ رنگو اب کیا کیا وضاحتیں دیتا اس نے کھسکنے میں ہی عافیت جانی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁ ...... ❁

دھوپ صحن سے اپنا پلو سمیٹ کر دیواروں پر چڑھ گئی تھی۔ زندگی نے کبھی اتنا وحشت زدہ نہیں کیا تھا جتنا کہ آج۔ ایک ایک پل وزنی بوجھ بن کر دل پر نقش ہوتا جا رہا تھا۔ نڈھال سا بلو سر گرائے دہلیز میں بیٹھا تھا۔ باہر سے آتا تنویر ٹھٹھک کر رکا۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

"بھا تو اکیلا آیا ہے اماں کہاں ہے؟" وہ ہڑبڑا کر اس کی ٹانگوں سے لپٹ گیا۔ جس نے بمشکل خود پر قابو پا کر اس کے گال تھپکے۔

"آ جائے گی تو دعا کر۔ اماں کا لاڈلا پتر ہے۔ دل سے دعا کرے گا ناں۔ اللہ تیری جلدی سنے گا۔" خدیجہ اس کی آواز پر جلدی سے اٹھی۔ مگر شوہر کا اترا منہ دیکھ کر کچھ پوچھنے کی جسارت نہ کر سکی۔

"پانی پلا مجھے۔" وہ تھکا ماندہ چارپائی پر آ بیٹھا تھا۔ وہ لپک کر گلاس بھر لائی۔ منہ پر ابھی بھی قفل لگا تھا۔ کیا پوچھے اور کس دل سے ہمت ہی نہیں پڑ رہی تھی۔ اندر نفل پڑھتی نوشین نے سلام پھیرا اور بے قراری سے اٹھی۔ لیکن اس کے باہر نکلنے سے قبل ہی تنویر پانی پی کر پھر دروازے کی جانب بڑھ گیا۔

"اب کہاں جا رہے ہو؟" خدیجہ بے اختیار پوچھ بیٹھی۔

"دو جی زنانی کے پاس۔ چول جئی نہ ہووے تے۔ یہ کوئی بات ہے پوچھنے والی۔ دماغ خراب کر رہی ہے میرا۔ تجھے نہیں پتا کیا وخت پڑا ہوا ہے ہمیں۔ پہلے چار بندوں کے ترلے کر کے آیا ہوں۔ کچھ نہیں بنا۔ اب پھر جا رہا ہوں کسی کے پیر پکڑنے۔ اوہ میری بے گناہ ماں قید میں پڑی ہے۔ کہیں سے چار پیسوں کا بندوبست کروں گا تو ہی اسے گھر لا سکوں گا ناں۔ وہ پولیس والے میرے مامے نہیں لگتے۔ جو اب اپنا خرچا پانی نکالے بغیر آنے دیں گے اسے۔" وہ بگڑ کر مڑا اور سارا غصہ اس پر نکال گیا۔ جاتے ہوئے بلو کو بھی دھکا مار دیا۔

"اوہ شام پڑ رہی ہے۔ تو بھی اٹھ دروازے میں سے۔ چل اندر۔" خدیجہ بے دم سی چارپائی پر جا گری۔ بلو آنکھیں رگڑتا اٹھ کر کمرے میں گھس گیا۔ نوشین جہاں کھڑی تھی وہیں تھم گئی۔ تنویر کی بھرائی ہوئی آواز بار بار اس کے سر پر ہتھوڑے کی طرح برس رہی تھی۔

"اوہ میری ماں قید میں پڑی ہے۔ کہیں سے چار پیسوں کا بندوبست کروں گا تو ہی اسے گھر لا سکوں گا ناں۔"

اور ڈھلتی شام اس کی وحشت میں دم بہ دم اضافہ کرنے لگی۔ اماں کا چہرہ آنکھوں کے سامنے سے ہٹتا نہ تھا۔ وسوسے جان نکالنے کے درپے ہونے لگے۔ پتا نہیں کیا سلوک کیا ہوگا ان پولیس والوں نے اماں کے ساتھ۔ اس کا دل کوئی مٹھی میں دبوچے ہوئے تھا۔ ایسی ذلت یا اللہ...... اماں کہیں اس اذیت سے مر ہی نہ جائے۔ اسے کسی پل چین نہیں تھا۔ اضطراب اتنا بڑھا کہ وہ سب کچھ بھلائے ایک بار پھر دیوانہ وار باہر کو دوڑی۔ خدیجہ پھر آوازیں دیتی رہ گئی اور اس شام کئی لوگوں نے اسے ننگے سر اور ننگے پاؤں بھاگتے ہوئے دیکھا۔ اس کا رخ نمبردار کے ڈیرے کی طرف تھا۔

دلدار دوستوں میں گھرا بیٹھا خوش گپیوں میں مشغول تھا۔ گیٹ کی جانب اس کی پشت تھی۔ وہ تو زبیر نے دیکھا تو اس کا گھٹنا ہلایا۔

"اوہ وہ دیکھو شینو پھر آ رہی ہے۔ کمال ہے شہزادے تو سچ کہہ رہا تھا۔" دلدار نے مڑ کر دیکھا۔ حال سے بے حال نوشین۔ لگ رہا تھا اندھی ہوگئی ہے۔ اسے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ گرتی پڑتی اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ دلدار نے فاتحانہ نظروں سے سب دوستوں کو دیکھا۔ نوشین اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھائے پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ ایک طرف عزت تھی تو دوسری طرف ماں تھی جس کے لیے وہ اپنے سفید پنے کالے کرنے کے لیے تیار تھی۔

عشنا کوثر سردار قسط نمبر 01

وقت کی دھوپ بہت تیز تھی، یوں پاؤں جلے
ہم ٹھہر ہی نہ سکے پیار کی چھاؤں کے تلے
وہی راہیں تو مجھے کہکشاں لگتی ہیں
جن پہ انسان محبت کا علم لے کے چلے

''تم میری زندگی کی ناقابل تقسیم اکائی ہو اور ہمیشہ یک گرفتہ عنصر رہو گی۔ میں زندگی کے کسی جمع تفریق کے عمل سے گزرنے سے قبل محبت کو گہرے راز کی مانند تمہاری سماعتوں کو سونپ دینا چاہتا ہوں کہ اس کے بعد زندگی میں ضرب و تقسیم کی کبھی کوئی ضرورت نہ رہے۔'' سیاہ چادر سے چہرہ چھپائے وہ ہجوم میں تنہا کھڑی تھی۔ ہر چہرہ فکر و یاسیت کی تصویر تھا جیسے تھکے ماندے دکھ سے بھرے لوگوں کا کوئی جہاں تھا جس کے کناروں پر بے سرو سامانی کے سوا کوئی وسیلہ باقی نہیں تھا۔ وہ اجنبی چہروں کو خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔ سرمئی آنکھوں میں حیرت کے سوا کچھ نہ تھا اور حیرت بھی جیسے گہری اداسی میں لپٹی تھی۔ وہ ہر چہرے کو بغور یوں دیکھ رہی تھی جیسے کسی بچھڑے ہوئے کو ڈھونڈ رہی ہو۔ اس کے مٹی سے اٹے پاؤں جوتوں سے بے نیاز گرم زمین پر تھے' مگر اس کے چہرے اور آنکھوں میں اس حدت یا تمازت کا کوئی شائبہ نہ تھا جیسے وہ بے حسی کی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ جلتے سورج کی تمازت میں وہ گرم تپتی ہوئی زمین پر ننگے پاؤں قدم بقدم چلتی ہوئے ہر ایک چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

''بیٹی......'' اس اجنبی ماحول میں کسی نے پکارا تھا۔ اس نے اس آواز پر پلٹ کر یوں دیکھا جیسے اسے گمان ہو کہ یہ لہجہ یہ آواز اس سے مخاطب نہیں اور وہ بس فطری تجسس سے پلٹی ہو۔

''کھانا کھاؤ گی؟'' خاتون نے ہمدردی سے اس کی طرف دیکھا جواب میں وہ کچھ نہیں بولی اور وہ خاتون اس کا ہاتھ تھام کر چلنے لگی جب کسی خوف سے گھبرا کر اس نے ہاتھ کھینچ لیا۔

''نن...... نہیں۔'' وہ خوف سے سر انکار میں ہلانے لگی۔ تب خاتون نے اس کی سمت حیرت سے دیکھا۔

''کیا ہوا؟'' خاتون شاید اس کی کیفیت پر چونکی اور پوچھا۔ مگر اس نے سر انکار میں ہلا دیا۔

''بھو...... بھو...... بھو...... ک...... نہیں۔'' اس نے اپنا چہرہ مزید چھپایا۔ خاتون نے اسے ہمدردی سے دیکھا۔

''ہم بے سرو سامانی کے عالم میں کھلے آسمان تلے اللہ کی زمین پر بیٹھے ایک ہی حالات سے نبرد آزما ہوتے لوگ ہیں بیٹی...... ہمیں کسی سے کیا خطرہ ہو سکتا ہے؟ ہم تو بہت کچھ لٹا کر آئے ہیں' اب باقی کیا بچا ہے' جس کا ڈر ہو؟'' خاتون کی آواز دکھ کی شدت سے بھیگ گئی تھی۔

''ہم سب ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں...... آؤ میں تمہیں کھانا کھلا دوں۔'' خاتون نے کہا مگر وہ اپنی جگہ سے اٹھی نہیں۔ تیز ہوا سے اس کے آنچل کا کنارہ اس کے چہرے سے یک دم سرکا اور خاتون اس کا زخموں سے بھرا چہرہ دیکھ کر ششدر رہ گئی تھیں۔

''یا اللہ......! یہ کیسے ہوا' کس نے زخمی کیا تمہیں؟'' خاتون نے پوچھا مگر وہ آنچل سے چہرہ لپیٹتی ہوئی تیزی سے پلٹ کر اس ہجوم میں گم ہو گئی۔

''یا اللہ اس بچی کو اپنی امان میں رکھنا۔'' خاتون نے صدق دل سے دعا دی تھی۔

❁......❁......❁......❁

''فاطمہ بی بی......'' وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی جب اس کے اندر ابھرنے والی ایک آواز نے اس کے قدم روک لیے تھے۔

''تمہارا چہرہ تر و تازہ گلاب ہے' جس پر تمازتیں کبھی اثر انداز نہیں ہوں گیں۔ تمہارا حسن لازوال ہے' چاند گہنا سکتا ہے مگر تمہارا حسن نہیں۔'' کوئی آواز اس کے کانوں میں ابھری تھی اور درد کی شدت سے نمی اس کی آنکھوں میں آن رکی تھی۔

''فاطمہ یہ آنکھیں ہمیشہ اپنی ضیا باقی رکھیں گی' یہ چہرہ ہمیشہ آفتاب کی مانند روشن رہے گا اور میں ہمیشہ تم سے محبت

کرتا رہوں گا۔'' لہجہ شدت سے بھرپور تھا آواز جذبوں سے مخمور تھی۔

''حسن کہا جاتا ہے حسن اتنا بڑا حوالہ نہیں۔'' اسے اس کی خود کی مدھم سی آواز سنائی دی تھی اور کسی کی ہنسی۔

''نواب وقار الحق دنیا آپ کے تابع نہیں نا ہی وقت کو آپ قید کر سکتے ہیں۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

''ہاں مگر ہم فاطمہ بی بی کو تو قید کر سکتے ہیں ناں؟'' بھاری آواز ابھری تھی وہ چونک کر دیکھنے لگی۔ تبھی نواب وقار الحق نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

''ہم آپ کو نظروں میں قید کرلیں گے فاطمہ دل میں آباد کرلیں گے۔ آپ وقت کی قید سے آزاد ہوجائیں گی اور وقت ششدر سا ہاتھ ملتا رہ جائے گا۔'' نواب وقار الحق نے کہا اور اس کا چہرہ کان کی لوؤں تک سرخ ہوگیا تھا۔ نظروں میں گرمئ شوق لیے اور وہ نگاہ پھیر گئی تھی۔

''کہاں ڈھونڈوں آپ کو نواب وقار الحق؟ آپ تو ہمیں قید کرنے کے خواہاں تھے اور اب کہاں خود وقت کی طرح الجھا ہوا سوال بن گئے ہیں۔ کہاں تلاش کریں ہم آپ کو؟'' چہرے کے زخموں کے باعث جو تکلیف تھی وہ اس احساس سے نبرد آزما ہوتیں وہیں بیٹھ گئی تھیں اور درخت کے تنے سے سر ٹکا دیا تھا۔

''ہم منتظر ہیں نواب وقار الحق...... کہیں سے نکل کر آواز دیں' اس اجنبی دنیا میں اجنبی نظروں کے درمیان ہم کسی اپنے کو دیکھنے کے خواہش مند ہیں۔'' اس کی مدھم سی آواز ابھری اور نظریں پھر کسی کو تلاشنے لگی تھیں۔

❁......❁......❁......❁
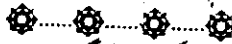
دادی جان نے اس کو عینک کے اس طرف سے آنکھیں سکیڑ کر گھورا تھا۔

''فاطمہ بی بی...... سورج کو کیا آرسی لے کر دیکھتے ہیں؟ خواجہ ناظم الدین کی بیٹی ہیں آپ' حد ادب لازم ہے آپ پر' بیٹا سورج خاک ڈالنے سے نہیں چھپتا' آپ درسگاہ نہیں جاسکتیں' آپ کو پڑھنا ہے تو کسی انسان کا بندوبست کردیا جائے گا' فی الحال اس سے زیادہ نہیں سوچا جاسکتا' مگر آپ اس پہلو کو دقیانوسیت کے زمرے میں ہرگز شمار نہ کیجیے گا' موا زمانہ بدل رہا ہے' ہمارے خاندان کی بیٹی کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر دیکھے' ہمیں گوارہ نہیں۔'' فاطمہ نے قصداً سر ہلا دیا۔

''ٹھیک ہے' آپ درست فرماتی ہیں دادی جان مگر خواتین کو اس طرح گھر بٹھا دیں گے تو ہم دقیانوسی کہلائیں گے وقت تو بہر حال بدل ہی رہا ہے۔ کتنی ہی خواتین اور لڑکیاں سیاست کا حصہ بھی بن رہی ہیں اور آپ کو پتہ ہے ہمارا دل بھی چاہتا ہے' ہم ابا جان کی طرح سیاست میں قدم رکھیں۔'' فاطمہ نے خواہش بیان کی مگر دادی جان کی خشمگیں نظروں کو دیکھ کر خاموش ہوگئی تھی۔

''سیاست میں قدم رکھنا چاہتی ہیں آپ؟ خاندان کی عزت پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ لینا چاہیے۔ فاطمہ ہوش کے ناخن لیں آپ' قد کاٹھ دیکھیے اپنا۔ عقل نام کو نہیں......'' دادی اماں نے گھورا اور وہ اندر کی سمت بڑھ گئیں تھیں۔

فاطمہ ابا جان کے کمرے کے پاس سے گزر رہی تھی جب اماں کی آواز کان میں پڑی تھی۔

''میں تو کہتی ہوں آگ لگے منہ جلے' بجز پڑے برات۔ بی اماں کو تو گویا ہر بات میں روکنے ٹوکنے کی عادت ہوگئی ہے اور آپ کی وہ کیفیت ہے کہ بکری کے سینگوں کو چر گئے' بیری کے پات۔ ہر بات پر خاموش رہنا کہاں کی دانش مندی ہے؟ وہ کہتے ہیں نا جو کام حکمت سے نکلتا ہے وہ حکومت سے نہیں نکلتا۔ بی اماں کو بتا دیجیے' بچی پر سختی اور بندش ٹھیک نہیں۔ مانا بی اماں عمر اور عقل و دانش۔ مدی میں بڑی ہیں مگر اب ایسا بھی کیا اپنے آپ کو شاخ زعفران سمجھنا گویا دوسروں کی عقل تو گھاس چرنے چلی گئی ہو۔ ہم کہے دیتے ہیں' گ اور بیری کو کم نہ جھیے' ابا جان مرحوم کے گزرنے کے بعد پوری ملکیت سنبھالی بیٹھی ہیں بی اماں' مجال ہے جو بٹوارے کا نام لیں...... ان کو تو اتنی پروا نہیں جتنی اور پر سفیدی' یہ تو

وہی بات ہوگئی دوسرے کو نصیحت اپنے تئیں فصیحت۔" اماں خاصی خفا دکھائی دی تھیں' ابا نے سر ہلا دیا۔

"فکر مند نہ ہوں بیگم! اماں جان سے بات کروں گا۔ آپ تو اماں جان کی عادت سے واقف ہیں۔ پرانے مزاج کی ہیں۔ وہ محض مخالفت کررہی ہیں مگر ان کا ارادہ غلط نہیں۔" خواجہ ناظم الدین نے کہا۔

اماں جان نے جانے کیا کہا تھا' کھٹکا ہوا تھا' شاید اماں باہر کی طرف آرہی تھیں جب فاطمہ نے وہاں سے ہٹنا مناسب جانا تھا۔

کمرے میں' آ کر وہ کئی لمحوں تک سوچتی رہی تھی' پڑھنا دقیانوسیت کیوں ہے اور لڑکیوں کا باہر نکلنا اتنا معیوب کیوں؟" ابا پڑھے لکھے اور آزاد خیال تھے' شمس بھائی نے مرضی کی شادی کی تو انہوں نے کوئی مخالفت نہیں کی تھی۔

"خواجہ ناظم الدین بیٹا فرنگن بیاہ لایا اور تم نے سرے سے کوئی مخالفت ہی نہیں کی؟ خاندان کی عزت کا جنازہ نکال کر رہو گے تم۔" دادی جان نے احتجاج کیا تھا مگر ابا جان سر ہلاتے ان کے پاؤں دبانے لگے تھے۔

"اماں جان بیٹوں کی تعلیم ضروری ہے اور بیٹیوں کی بھی۔" ناظم صاحب نے کہنے کا قصد کیا ہی تھا کہ اماں جان نے انہیں گھورا۔

"رہنے دو میاں تعلیم اتنی ہو کہ بس خط و کتابت سمجھ میں آنے لگے۔ ہم نے کون سا افسری کرانا ہے بیٹیوں سے؟ اور تعلیم کے ساتھ تربیت بھی ضروری ہے۔ تربیت تو کیا خوب کی آپ نے کہ صاحب زادے فرنگن بیاہ لائے؟ غیر قوم..... غیر مذہب..... توبہ توبہ..... دنیا تو گئی' آخرت بھی خراب کرلی۔ وہ ہمارے ہمراہ رہے گی' ہمارے دسترخوان پر کھائے پیئے گی' اب ایسا ہوا کرے گا؟ نکاح سے قبل کلمہ ہی پڑھوالیتا اس فرنگن سے۔" دادی اماں کا اپنا مزاج تھا اور ناظم صاحب سر ہلانے لگے۔ جیسے وہ ماں کی مخالفت نہیں کرسکتے تھے۔ فاطمہ دروازے کی اوٹ سے دیکھتی رہی تھیں۔

"بیسویں صدی میں زمانہ کیا سے کیا ہوگیا میاں' ہم تو ورطۂ حیرت میں مبتلا ہوگئے۔ فرنگی ملک پر راج کرنے کیا آگئے ہماری قوم کو بے راہ روی کا شکار کردیا۔ کالج اور اسکول بننے لگے اور تو اور انگریزی پڑھنے اور بولنے کو بھی وطیرہ بنالیا ہے کہا جارہا ہے مسلمانوں کی ترقی انگریزی زبان کے پڑھنے اور بولنے میں ہے۔ اے لو..... اتنے بڑے بڑے علماء گزرے انہوں نے انگریزی کے بنا ہی فاتحین میں نام درج کروائے ناں؟ انگریزی کے بنا کیا ناممکن تھا..... ماہر ارضیات' ریاضیات' فلکیات' کن کن شعبوں میں جھنڈے نہ گاڑے گئے' انگریزی اتنی اہم ہوتی تو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہوتے سب اور بند عقلوں سے اندھیرے میں دیواروں سے سر ٹکرارہے ہوتے۔ میاں ہوش کے ناخن لو آدمیت اور شے ہے' علم ہے کچھ اور چیز..... لاکھ طوطے کو پڑھایا وہ حیوان ہی رہا....." دادی اماں نے طنزاً کہا۔ ابا جان مخالفت نہیں کرسکے تھے۔

"آپ درست فرمارہی ہیں اماں جان' آپ میری جنت ہیں اماں..... آپ کو خفا نہیں کرسکتا..... ماں کو خوش رکھو تو رب بھی خوش رہتا ہے۔" ابا نے ماں کو خوش رکھنا مقدم جانا۔ فاطمہ گہری سانس لیتی ہوئی دروازے کی اوٹ سے ہٹ گئی تھی۔ ایسی پابندیاں..... روک ٹوک..... دادی جان غلط نہیں تھیں مگر زندگی کے متعلق مختلف سوچ رکھتی تھیں' ابا جان رات کو اس کے پاس آن بیٹھے اور شفقت سے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔

"میری لاڈلی بیٹی کیا چاہتی ہے؟" انہوں نے پوچھا' فاطمہ ان کی طرف دیکھنے لگی۔

"ابا جان آپ کو جو مناسب لگے' ہم آپ کی مخالفت کرنا نہیں چاہتے..... آپ جو کہیں گے ہم ضرور مانیں گے۔" فاطمہ نے کہا' ناظم صاحب مسکرا دیئے تھے۔

"بیٹا تعلیم میں کوئی برائی نہیں..... آپ کی دادی جان پرانی سوچ کی ہیں مگر ان کا نقطہ نظر بھی درست ہے۔" ناظم

الدین صاحب کہہ کرر کے فاطمہ بی بی نے خاموشی سے ابا کی طرف دیکھا تھا۔
''جیسا آپ مناسب سمجھیں ابا جان...... ہمیں کوئی اعتراض نہیں' نا ہمارا ارادہ آپ کی رائے سے اختلاف رکھنے کا ہے۔'' وہ سعادت مندی سے سر جھکا کر بولی۔ ابا اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر مسکرادیئے تھے۔
''ہم چاہتے ہیں بیٹوں اور بیٹی کے درمیان کوئی تفریق نہ کی جائے اگر بیٹوں نے تعلیم حاصل کی ہے تو بیٹی کو بھی حق ہے۔ ہم چاہیں گے آپ اپنی تعلیم کو جاری رکھیں اور کالج میں ایڈمیشن ضرور لیں۔'' ناظم صاحب نے کہا اور اس نے چونک کر ان کی طرف دیکھا تھا۔
''لیکن ابا جان......!''
''اماں جان کی پروا مت کیجیے آپ' ہم ان کو سمجھادیں گے۔'' انہوں نے کہا تھا۔
''مگر ابا جان' دادی جان کی مخالفت ہم مول نہیں لے سکیں گے' ان کی مرضی کے خلاف جا کر ہم کیا پائیں گے؟ بزرگوں کی نامان کر ہمیشہ غلط نتائج دیکھنے کو ملتے ہیں۔'' وہ بولی تو ابا اسے حیرت سے دیکھنے لگے تھے۔
''ہماری بیٹی اتنی سمجھدار ہوگی' ہمیں اس کا اندازہ نہیں تو' نیک اور صالح اولاد بھی قسمت سے ملتی ہے۔ ہم اللہ پاک کے شکر گزار ہیں اس نے ہمیں نیک اور فرماں بردار اولاد سے نوازا......'' خواجہ ناظم الدین صاحب مسکرائے۔ فاطمہ سر جھکا گئی تھی۔
''ہم دادی جان کی مرضی اور اجازت کے ساتھ پڑھنا چاہیں گے' ورنہ یہ سلسلہ یہیں موقوف کردیں گے۔'' اس نے سر جھکا کر اپنا فیصلہ سنایا اور دوسرے دن ابا نے جانے کیا کہا تھا' دادی جان غصے سے کہہ رہی تھیں۔
''اے لو اونٹ برابر ڈیل بڑھایا پا پوش برابر عقل نہ آئی۔ میاں عقل کیا گھاس چرنے چلی گئی؟ فاطمہ بچی ہے' آپ تو خیر سے خردمندی رکھتے ہیں' مگر یہ تو وہی مثل ہوگئی' اتنی عقل بھی اجیرن ہوتی ہے۔ اب اس خاندان کی بچیاں درس گاہوں کے چکر کاٹیں گی؟ میاں فرنگیوں کا ایسا اثر ہوا آپ پر؟ گویا اچھے کی صحبت بیٹھیے کھایئے ناگریاں' برے کی صحبت بیٹھیے کٹوایئے ناک اور کان۔ انگلستان سے ہو کیا آئے' آپ تو فرنگیوں کے رنگ میں رنگ گئے۔ فرنگیوں نے تو عقل پر پردے ڈال دیئے آپ کے۔'' دادی جان نے گویا آڑے ہاتھوں لیا۔
''اماں رہنے دیجیے ناظم الدین کو اپنے بچوں کے لیے فیصلے لینے دیجیے' ان کے بچے جوان ہوگئے ہیں۔ اس طرح ڈانٹ ڈپٹ اب مناسب نہیں لگتی۔'' پاس بیٹھے کرم دین نے کہا تھا' دادی جان نے ان کو گھورا اور متانت سے بولیں تھیں۔
''کرم دین مکئی کے پودے جیسا عقل مند بن' کبھی غور کرا گر بھٹے پر کچھ دانے کم ہوتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ کچھ بیج بارور نہیں ہوئے۔ شاید اس لیے ان کے بال وقت پر نہیں اگے۔ کسان بھٹے کو دیکھ کر اندازہ لیتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ مٹی بہت خشک تھی' جو کسان اس بات کی پہچان رکھتا ہے وہ اس مسئلے کو حل کر کے اپنی پیداوار بڑھا سکتا ہے۔ اگر وہ موجودہ فصل میں بہتری نہیں لاسکتا تو وہ اگلی فصل میں بہتری ضرور لاسکتا ہے' انسانی عقل محدود ہے' جو دیکھتی ہے اس بات کو سمجھتی نہیں' اگر عقل کو صحیح معنوں میں بروئے کار لایا جائے تو بندہ نقصان سے بچ سکتا ہے۔'' دادی جان نے در پردہ جیسے کرم دین اور خواجہ ناظم الدین دونوں کو سمجھانا چاہا تھا اور کرم دین ان کی بات سمجھ گیا تبھی سر ہلا دیا تھا۔
''درست فرمایا آپ نے اماں جان...... آپ کی بات سے انحراف نہیں ہوسکتا' آپ ہمیشہ اپنے تجربے کی بنا پر بات کرتی ہیں۔'' کرم دین جیسے دادی جان کی مخالفت مول لینا نہیں چاہتا تھا تبھی بولا تھا اور اماں جان نے مسکراتے ہوئے کرم دین کو جتاتی نظروں سے دیکھا تھا۔ جیسے نظروں ہی نظروں میں بتارہی ہوں کہ وہ کس قدر درست ہیں۔ خواجہ ناظم

الدین نے اماں کی طرف دیکھ کر سر اثبات میں ہلایا اور اماں جان کی مسکراہٹ گہری ہوگئی تھی۔ اس مسکراہٹ میں عجیب تفاخر تھا۔

"خواجہ ناظم الدین' سخن فہمی عالم بالا معلوم شد..... آنکھ ناک سے درست ہے بیٹا' سیانے کہہ گئے ہیں' اندھے کو اندھا راستہ کیونکر بتائے؟ نگاہ رکھنے کی ضرورت تو اس ذرہ یا سیاہی جو آنکھوں کے آگے آ دے اس پر بھی ہوتی ہے' بیٹا بیٹیاں پرایا دھن ہیں' ان پر توجہ اور روپیہ پیسہ ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ یہ چڑیا کی طرح اپنے دیس سدھار جاتی ہیں' تم نے بیٹوں پر خرچ کیا ہم نے کچھ اعتراض کیا؟ بیٹی جو پرائی ہے اس پر حق کیا جتانا؟ تم نے تربیت کردی' تھوڑا بہت پڑھا دیا' اب آپ کی صاحب زادی محترمہ فاطمہ جناح بننے کے خواب دیکھتی ہیں تو وہ بننے سے رہیں..... بھئی تربیت کے ساتھ وقت پر اس کا نکاح کرنا فرض ہے۔ پڑھانے کی بجائے بیٹی کا رشتہ دیکھو..... تمہارے بڑے بھائی کے بیٹے قابل ہیں' مصالحوں کا کاروبار خوب چل رہا ہے..... دل میں چرچے نہیں' اگر وہ بات نہیں کرتا تو میں بات چھیڑوں؟" اماں نے سمجھایا' ناظم صاحب دیکھ کر رہ گئے تھے۔

❁.....❁.....❁.....❁
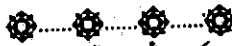
"خواب اہم نہیں ہوتے..... ان کی تعبیریں بھی اہم نہیں ہوتیں' دراصل خواب کوئی حقیقت رکھتے ہی نہیں..... سو جو شے حقیقت نہیں رکھتی اس کے متعلق کیا سوچنا؟ ہمیں کوئی حق نہیں ہم خواب دیکھیں..... اور ابا جان کی عزت پر کوئی حرف آئے..... ایسا کوئی کام نہیں کرنا ہمیں' تھوڑا بہت پڑھ لیا' کافی ہے۔ ولایت جا کر پڑھ کر ہم بھلا کیا تیر ماریں گے؟ محترمہ فاطمہ جناح کی طرح ڈاکٹر تو بننے سے رہے۔ ہاں دل چاہتا ہے' ہم بھی پڑھیں' محترمہ فاطمہ جناح کی طرح مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کریں' آزادی کے لیے کام کریں' اس جدوجہد میں اپنا حصہ ڈالیں مگر یہ سوچ اگر ابا جان کا سر جھکاتی ہے تو ہم پڑھنا نہیں چاہتے۔" فاطمہ نے اماں کے سامنے کھڑے ہو کر کہا تھا اور اماں نے اسے کسی قدر حیرت سے دیکھا تھا۔

"فاطمہ' جدوجہد اور آزادی کے لیے اور اس تحریک کا حصہ بننے کے لیے تعلیم اضافی خوبی تصور کی جاتی ہے۔ اصل بات تو ارادہ اور عزم ہے' بی اماں کو دیکھو وہ بہت پڑھی لکھی نہیں مگر بیٹوں کو کیسے پڑھایا لکھایا اور کیسی تربیت دی کہ مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی جوہر کی والدہ تھیں' 1918ء کے آل انڈیا کے مسلم لیگ کے اجلاس میں بی اماں کی تقریر نے سامعین کو جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ اس وقت ان کے دونوں بیٹے جیل میں تھے۔ اس دوران بی اماں نے تحریک خلافت کے لیے پورے ملک کا دورہ کیا اور اس تحریک کو جلا بخشی..... ان کا نعرہ تھا..... بولی محمد علی کی اماں کہ بیٹا خلافت کے لیے جان دے دو' وہ عظیم ماں تھیں۔ انہوں نے ڈٹ کر حالات کا مقابلہ کیا اور بہت جوش و ولولے سے تحریک کو آگے بڑھایا..... زلیخا بیگم زوجہ مولانا آزاد باحوصلہ خاتون تھیں' انہوں نے بھی تحریک میں اپنا حصہ ڈالا..... تمام مصائب برداشت کرنے کے باوجود اپنے شوہر کا دست و بازو بنی رہیں۔ انہیں خانگی مسائل سے ہمیشہ بے فکر رکھا..... جب مولانا کو ایک برس کی سزا ہوئی تو زلیخا بیگم نے مہاتما گاندھی کو لکھا' میرے شوہر کو صرف ایک برس کی سزا ہوئی ہے جو ہماری امیدوں سے بہت کم ہے..... اگر ملک و قوم سے محبت کے لیے یہ سزا ہے تو اس کو انصاف نہیں کہا جائے گا' یہ ان کی اہلیت کے لیے بہت کم ہے۔" اماں جان اسے سمجھایا تھا۔

فاطمہ نے سر ہلایا اور مدھم لہجے میں بولی تھی۔

"مگر ہماری پسندیدہ محترمہ فاطمہ جناح ہیں۔ 1938ء میں جب فاطمہ جناح نے سیاست میں قدم رکھا اس وقت اگرچہ ہم ایسا شعور نہیں رکھتے تھے مگر ان کی خدمات نے ہمیشہ متاثر کیا۔ ہم ان کی طرح تو نہیں بن سکتے مگر ہم ان کی

طرح اس جوش و جذبے سے قوم کی اس تحریک آزادی کا حصہ بننا ضرور چاہتے تھے۔ جیسے وہ اپنے بھائی کے ہمراہ کھڑی ان کا حوصلہ بڑھاتی ہیں۔ ایسے ہی ہم بھی ابا جان اور بھائی جان کے ہمراہ مسلم لیگ کی اس تحریک کا حصہ بننا چاہتے تھے..... مگر شاید یہ خواب، بہت بڑا ہے اور ہم یہ خواب شرمندہ تعبیر ہوتے کبھی نہیں دیکھ سکتے۔ نہ ہم ان کی طرح ڈاکٹر بن سکتے ہیں۔ ہم ابا جان کا سر جھکتے نہیں دیکھ پائیں گے اماں جان۔ ابا جان بہت اچھے والد ہیں۔ وہ ہماری خواہش پوری کرنا چاہتے ہیں، ہم جانتے ہیں۔ مگر ہم اپنی خواہش کے لیے اپنے ابا جان کو رسوا نہیں کر سکتے۔ اماں جان ہم سے اپنے ابا جان کی تذلیل برداشت نہیں ہوگی، سو ہم نے ان خوابوں کو ایک گٹھری میں باندھ کر پرانی الماری میں رکھ دیا ہے۔ ساتھ ہم نے کچھ جگنو بھی باندھ دیئے ہیں۔ ہمارے خواب اندھیروں میں دفن نہیں ہوئے اماں جان، ہمارے خوابوں کا سفر روشنی کے ہمراہ ہوا ہے۔ ہمارے خوابوں کے ساتھ ان جگنوؤں کی روشنی زندہ رہے گی سو ہمیں افسوس نہیں۔ ہم فاطمہ ناظم الدین ہیں۔ ہم فاطمہ جناح نہیں بن سکتے۔ ہم نے یہ خواب دل میں رکھ لیا ہے، ہم مسلم لیگ کے لیے کام نہیں کریں گے تو کیا ہوا؟ کئی دیگر قابل خواتین مسلم لیگ کے ساتھ اس تحریک آزادی کے لیے کام کر رہی ہیں اور آزادی تک اس جوش وولولے سے مصروف عمل رہیں گی۔ ہم محترمہ فاطمہ جناح کو مسلم لیگ کے ساتھ منسلک دیکھ کر خوش ہیں..... بس یہ خوشی کافی ہے۔ اس آزادی کے سفر میں، تحریک میں ہم باضابطہ حصہ نہیں بنے گے تو کیا ہوا؟ ہم بہت سی دیگر خواتین کو اس جدوجہد کا حصہ بنا دیکھ تو رہے ہوں گے۔'' فاطمہ عجب یاسیت سے مسکرائی تھیں، ان کی آنکھوں میں لاتعداد جگنو چمک رہے تھے اور وہ مدھم لہجے میں کہہ رہی تھیں۔

''مسلمانان برصغیر کو آزادی کی نعمت دلانے کے لیے جو قدم اٹھ رہے ہیں ان سب کے ہمراہ ہماری دعائیں ہیں۔ یہ تمام لوگ اور خصوصاً خواتین ہمارے لیے اور تاریخ کے لیے ہمیشہ معتبر رہیں گی۔ مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کی پہلی خاتون بیگم مولانا محمد علی جوہر جو اپنے خاوند کی طرح بلند پائے کی مقررہ تھیں جو اپنی شعلہ بیان تقریروں کے ذریعے برصغیر کی خواتین میں ایک نیا جذبہ اور ولولہ پیدا کرتی رہیں یا بیگم نصرت عبداللہ ہارون آل انڈیا مسلم لیگ شعبہ خواتین کی صدر..... انہوں نے مسلم گرلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن اور ویمن نیشنل گارڈ جیسی تنظیموں کی بنیاد رکھ کر خواتین کو آزادی کی جدوجہد میں شمولیت پر مزید اکسایا۔ بیگم شائستہ اکرام اللہ نے بنگال میں تحریک پاکستان کو مضبوط کرنے کے لیے دن رات محنت کی۔ انہوں نے اپنی کوششوں کی بدولت بنگال کی بہت سی خواتین کو عملی سیاست میں متعارف کرایا..... بیگم جہاں آرا شاہنواز مسلم لیگ کونسل کی ارکن..... مسلم لیگ کی تنظیم نو میں بنیادی کردار ادا کرنے میں پیش پیش رہیں..... پنجاب میں خضر حیات کی وزارت اعلیٰ کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور بیگم حضرت محل زوجہ واجد علی کا نام تاریخ کیسے نظر انداز کرے گی؟ یہ جنگ آزادی کی اولین سرگرم عمل خاتون رہنما رہیں۔ جب برطانوی حکومت نے نواب واجد علی شاہ کو جلاوطن کر کے کلکتہ بھیج دیا اس وقت حضرت محل نے نظام حکومت سنبھالی اور ایک نئے انداز میں خدمات سرانجام دیں۔ انہوں نے محل میں بیٹھ کر پالیسیاں ہی نہیں بنائیں بلکہ جنگ کے میدان میں اتر کر اپنے جوہر بھی دکھائے اور اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کے سبب جدوجہد آزادی میں ایک عظیم قائد بن کر ابھریں۔ یہ تمام خواتین اور ان کے ارادوں میں ہمارا عزم بھی شامل رہے گا۔ ہم ان سب کی خدمات کو سراہ کر ان کو اپنی سوچوں میں زندہ رکھیں گے اور تاریخ ان کو زندہ جاوید کر دے گی۔ سو کیا فرق پڑتا ہے اگر فاطمہ ناظم الدین اس تحریک کا حصہ نہیں بنتی..... یہاں کئی نام ہیں اور مزید کئی نام ابھریں گے جو آزادی کی اس تحریک کو آگے بڑھاتے رہیں گے اور ان شاء اللہ ہم آزادی کا دن ضرور دیکھیں گے۔'' وہ ایک عزم سے بولی تھی اور اماں جان نے مسکراتے ہوئے فاطمہ کے سر پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔
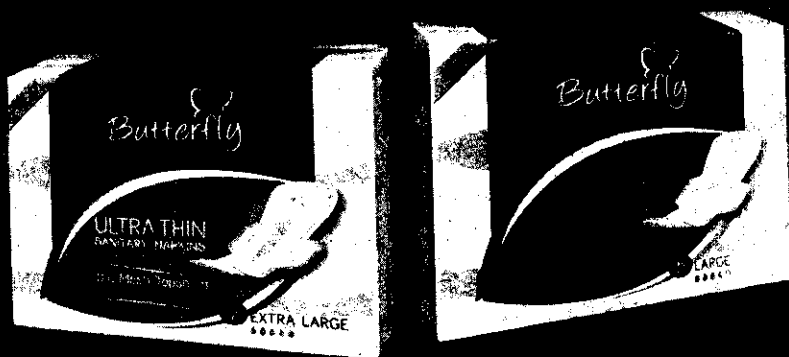
''میری بچی...... تمہارا عزم قابل دید ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری تمام جائز خواہشوں کو پورا کرے' آمین۔'' انہوں نے دل سے دعا دی۔ فاطمہ مسکرادی اور شرارت سے ان کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

''یہ بھی تو دعا کریں کہ ہمارے خوابوں کا شہزادہ بھی ہمیں کہیں سے آ کر مل جائے؟ خوابوں میں ممکن ہے تو خوابوں میں ہی سہی۔ ہم اس شہزادے سے ملنا ضرور چاہیں گے اماں جان۔'' وہ مسکراتی ہوئی بولی مگر ان آنکھوں میں کئی خواہشیں دم توڑ رہی تھیں۔

''ایسے کیا دیکھ رہی ہیں اماں جان؟ ارے ایسے بے وقوف تھوڑا نا ہیں ہم...... ابا جان کا نام ڈوبنے نہیں دیں گے نا ان کا سر جھکنے دیں گے کسی سے بھی نکاح کر لیں گے جسے آپ ہمارے لیے چنیں گے۔ شہزادہ جائے بھاڑ میں...... اتنا تھوڑی نا اہم ہے ہمارے خوابوں کا شہزادہ اب۔'' وہ مسکراتی ہوئی شرارت سے کہہ گئی اور اماں جان بھی مسکرادیں تھیں۔

''فاطمہ...... تم بہترین دختر ہو۔ اپنے والدین کی رضا سے ہر کام کرنا چاہتی ہو۔ اپنے والدین کی خوشی کو اہم جانتی ہو۔ ایسی دختر سے اللہ ہمیشہ راضی رہیں گے اور آپ کے نصیب کی خوشیاں آپ کی جھولی میں ڈالتے رہیں گی' آپ فرماں بردار بیٹی ہو فاطمہ' نیک اولاد...... اور نیک اولاد اللہ کا انعام ہوتی ہے۔ تم اللہ کا انعام ہو ہمارے لیے۔'' اماں جان نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور وہ آنسوؤں کو آنکھوں میں ہی کہیں مدغم کرتی ہوئی مسکرادی تھی۔

✿......✿......✿......✿
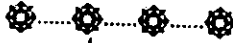
''سوں رب دی' رجت سنگھ' ناں ہے میرا' سانوں ایخ' عزت لئی مرنا آوندا اے تا کٹ کٹنا وی۔ سائیں بابا دے بھگت آں...... غلط اسیں نہ کر سکدے' نا گو جو کرنا ایں ذرا دیکھ کے...... رجت سنگھ پہل وار لئی صرف دسدا...... گل سمجھ چی آ گئی ہووے تا دس دیو۔ نئیں تا آپاں سمجھالیاں گے۔'' رجت سنگھ نے غصے سے راجندر سنگھ کو دیکھا تھا' اس کا ہاتھ اس کی شہ رگ پر تھا وہ ابلتی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا جب کرم دین نے اسے ترس طلب نظروں سے دیکھا۔

''بس کرو رجت پتر...... حساب میں جو گڑبڑ ہوئی سو ہوئی اب کیا جان لو گے اس کی؟ خزانے کا منہ کھلا دیکھ کر کسی کی بھی نیت بدل سکتی ہے اس میں اس بیچارے راجندر کا کیا قصور؟ ہمیں اس متعلق احتیاط کرنا ہوگی ورنہ اماں جان کی ڈانٹ سننا پڑے گی۔ وہ گھر میں بیٹھ کر بھی عقاب کی نگاہ رکھتی ہیں۔ ان کا حساب بہت کمال کا ہے' ان کی نظروں سے ایسی غلطیاں پوشیدہ نہیں رہتیں۔ تم پڑھے لکھے نوجوان ہو' حساب کتاب کا محکمہ تمہارے ذمے ہے' سو اس متعلق محتاط بھی تمہیں ہی رہنا ہوگا...... میں نے تمہیں ملازمت تو دے دی ہے' مگر اب اس ملازمت کو تم جاری رکھنے کے قابل ہو کہ نہیں یہ تم طے کرو گے۔'' کرم دین نے کہا' رجت سنگھ راجندر کو چھوڑ کر گہری سانس لیتے ہوئے کرم دین کو دیکھنے لگا۔

''آپ فکر نہ کریں کرم دین چاچا...... اماں جان کا اعتماد تو ہم جیت لیں گے۔ اس ملازمت کو جاری رکھنا بہت ضروری ہے۔'' وہ رسانیت سے بولا' کرم دین نے سر ہلایا تھا۔

''اتنے امیر باپ کے صاحب زادے ہو' تمہیں ملازمتوں کی کیا ضرورت؟ تم تو خوامخواہ جان جوکھوں میں ڈال رہے ہو۔ تمہارے والد چاہیں تو کیا نہیں کر سکتے تمہارے لیے؟ تمہیں پڑھانے کو انگلستان بھجوادیا' اتنا پیسہ خرچ کیا' کیا وہ بیٹے کو کاروبار میں حصہ دینے سے چوکیں گے؟ تم نے خوامخواہ اپنے والد محترم سے ناراضی مول لی۔ اگر اطاعت گزاری کرتے تو آج والد تمہیں ایسی چھوٹی ملازمت اختیار نہ کرنے دیتے۔'' کرم دین نے آڑے ہاتھوں لیا تو وہ سر ہلانے لگا۔

''بس چاچا' راجندر سنگھ نے پتاجی کو میرے خلاف بھڑکا دیا اور پتاجی کا دماغ تو آپ جانتے ہیں' اس بزرگی کی عمر میں بھی ان کا غصہ میرے غصے سے سوگنا ہے۔'' وہ مسکرایا۔ کرم دین خاموش رہے اور آگے بڑھ گئے۔ رجت سنگھ نے

کرسی پر بیٹھ کر سکون سے آنکھیں بند کیں اور ایک چہرہ نگاہ کو خیرہ کر گیا۔
کسی کا چہرے کو چھپائے قریب سے گزرنا..... اور یک دم ہوا سے نقاب کا سرک جانا..... وہ منظر جیسے وقت کی نبض روک دینے والا تھا اور ساتھ ہی رجت سنگھ کا دل بھی..... اس نے اعتراف کیا کہ زندگی میں اس سے زیادہ حسن اس نے نہیں دیکھا تھا۔ اس نے انگلستان گھوما تھا۔ دنیا دیکھی تھی مگر ایسا حسن جو نگاہ کو خیرہ کر کے ہوش گم کر دے ایسا حسن اس نے کہیں نہیں دیکھا تھا..... وہ عشق تھا کہ کچھ اور..... مگر اس دن کے بعد وہ اپنے ذہن سے ان آنکھوں اور اس تیز ہوا کے باعث ہٹتے نقاب سے آزاد ہوتا وہ چہرہ کبھی بھول نہیں پایا تھا۔
''سوں رب دی..... وہ غالب کی شاعری سے زیادہ دلکش ہیں اور میر کی شاعری ان کی آنکھوں کے سامنے ہیچ ہے.....

میر ان نیم باز آنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے

اف وہ نگاہ..... کہ زمانے ان پر لٹا دیں' وہ گداز لب..... جیسے گلابوں کی پنکھڑیاں اپنی تازگی ان سے مستعار مانگیں۔ وہ عارض..... جیسے..... اف..... ہم ان کی تعریف کہاں کر پائیں گے۔ ہم تو فقط ایک نگاہ دیکھ کر ہی اسیر ہونے لگے۔ سوچتے ہیں کبھی ان کو چھو لیں گے تو کیا زندہ رہیں گے؟ کیسا رعب حسن ہے کہ غرور خود پوچھے کہ ناز کی حد کیا ہے؟ اور ناز انگشت بدنداں سا تکتا رہ جائے..... جب سے ان کو دیکھا ہے بس ایک حیرت سی طاری ہے' تحیر کا شمار نہیں' ہم حیرت کا مرقع بن گئے ہیں۔ دل نے انگشت حیرت جیسے دانتوں میں رکھ لیا ہے۔ کیا یہ عشق کی کوئی سمت ہے؟ عشق ہونے کو ہے کہ ہو چکا؟ ہمیں عشق کی خبر کہاں..... مگر خوابوں کی سمتوں کو وہ آنکھیں اپنی سمت موڑ رہی ہیں اور ہم بے بس ہیں تو اس کا کیا مطلب ہے؟ رجت سنگھ کا دل موہ لینے والی کوئی عام لڑکی تو نہیں ہو سکتی..... ایک بار دیکھا ہے اور دوسری بار دیکھنے کی حسرت میں جی رہے ہیں ہم..... بس زندگی کی یہی کہانی ہے' اس کے سوا کیا ہے کچھ خبر نہیں۔''
رجت سنگھ نے بند آنکھوں کی پتلیوں پر تیرتی ان آنکھوں کو دیکھا تھا اور آہستگی سے آنکھیں کھول دی تھیں۔

گل کو محبوب ہم قیاس کیا
فرق نکلا بہت جو باس کیا
کچھ نہیں سوجھتا ہمیں اس بن
شوق نے ہم کو بے حواس کیا
عشق میں ہم ہوئے نہ دیوانے
قیس کی آبرو کا پاس کیا

رجت سنگھ اس وقت کسی اور عالم میں تھا۔
وہ کرم سے ملازمت کے سلسلے میں ملنے آیا تھا جب سر راہ وہ اپنی سہیلی کے ہمراہ جاتی دکھائی دی تھی۔ اس نے کرم دین چاچا کو سلام کیا تھا' جس سے اسے اندازہ ہوا کہ وہ کرم دین چاچا کو جانتی ہے۔ وہ نقاب سے چہرہ ڈھانپے ہوئے تھی' سیاہ نقاب اس سرخ و سپید رنگت کو مزید نمایاں کر رہا تھا۔ وہ جانے کیوں اسے دیکھے گیا تھا' وہ کنی کترا کر قریب سے گزر رہی تھی جب تیز ہوا کے باعث نقاب چہرے سے سرکا اور وہ اس چہرے کو اتنے قریب سے لمحہ بھر کو بغور دیکھ پایا تھا اور وہ ایک لمحہ جیسے اس کے اندر کہیں ٹھہر گیا تھا۔ وہ کون تھی وہ نہیں جانتا تھا' وہ قریب سے گزر گئی مگر اس کی روح کو اپنے ہمراہ باندھ لے گئی تھی۔ اس لمحے سے وہ اس چہرے کو دوسری بار دیکھنے کی حسرت میں جی رہا تھا' مگر وہ کرم دین چاچا

ابھی اس بابت دریافت نہ کر سکا تھا۔

❁.....❁.....❁.....❁

''چھوٹے نواب کی تعلیم مکمل ہوگئی ہے' ہم ان کو کاروبار کا مشورہ دے رہے ہیں مگر وہ انگلستان واپس جانا چاہتے ہیں۔ ہم مختلف دماغ کے لوگ رہے ہیں خواجہ ناظم الدین...... ہم غلامی میں جیتے رہے ہیں مگر ہماری آئندہ نسل اس غلامی میں جینا نہیں چاہتی...... چھوٹے نواب کا بھی یہی کہنا ہے کہ غلامی میں ہی جینا ہے تو پھر انگلستان میں رہ کر جی لیتے ہیں' ہم اس ہندوستان کی زمین پر ہی کیوں سانس لیں؟ سچ بات تو یہ ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی جو مسالہ جات کی خرید وفروخت کا سہارا لے کر برصغیر میں آئی تھی اب وہ مسالہ جات ہماری آنکھوں میں آنے کو ہیں۔ پوری فضا جیسے ان مسالہ جات کی خوشبو سے رچی بسی ہے اور آنکھوں کو یہ مسالہ چبھن دے رہے ہیں' مگر مثل وہی ہے کہ اب پچھتایا کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت...... ہم نے اس قوم کو تجارت کی راہ دے کر غلطی کی اب بھگتنا تو پڑے گا نا،......''

نواب زمان الحق نے کہا اور خواجہ صاحب مسکرا دیئے۔

''بس صاحب کیا کریں' یہ استحصال ہوتا آیا ہے اور انگلستان کا سورج تو پوری دنیا میں چمک رہا ہے' جہاں دیکھو ان کی کالونیاں آباد ہیں۔ معیشت پر راج کرنے کی چال ہے ان کی...... سب کو دکھائی دیتا ہے مگر ان کی طاقت کے آگے کوئی کچھ بول نہیں سکتا...... ہر جگہ ان کا سکہ چل رہا ہے اور ہم سب خاموشی سے سرنگوں ہو چکی ہیں یہ سامراجیت صرف برصغیر میں ہی نہیں' دنیا کی کئی ریاستوں کو نگل چکی ہے اس لالچ کا اختتام کبھی نہیں ہونے والا۔'' خواجہ صاحب بولے۔

''آپ اپنی بچی کا داخلہ کروانا چاہ رہے تھے اس کا کیا بنا؟'' نواب زمان الحق نے پوچھا۔

''اماں جان نہیں مان رہیں نواب صاحب...... آپ ان کا مزاج جانتے ہیں۔ وہ اپنی منوانا چاہتی ہیں اور اسی باعث دونوں بڑے بھائی اپنی اپنی راہ لے کر نکل لیے ہیں۔ اب ایک لکھنو میں بیٹھے ہیں اور دوسرے لاہور میں۔ لکھنو والے تو پھر بھی کبھی خبر لے لیتے ہیں مگر لاہور والے تو پلٹ کر پوچھتے بھی نہیں اور ہم درمیان میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اماں کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتے...... اگرچہ اماں اب بھی بہت مضبوط خاتون ہیں' کاروبار دیکھ رہی ہیں' ابا کے بعد جس طرح انہوں نے مرد بن کر ہمیں پالا...... گھر سنبھالا اس سے ان کا مزاج بدل گیا۔ وہ حاکمیت والا دماغ رکھتی ہیں اب...... اور ان کی اولاد اس حاکمیت کو جھیلنا نہیں چاہتی' آگے پیچھے دس ملازم ہوں' وہ حکم صادر کریں تو کوئی انکار کی ہمت نہ رکھے۔ وہ ایسا چاہتی ہیں مگر دنیا اپنے وطیرے سے کام کرتی ہے' ہم اماں جان کی عزت کرتے ہیں' ان کی خدمت بھی کرتے ہیں مگر وہ فیصلوں پر اثر انداز ہوتی ہیں' وہ نہیں چاہتیں کہ فاطمہ آگے پڑھے...... اگرچہ اب سوچ بدل رہی ہے اور لوگ بیٹیوں کو بیٹوں کی طرح پڑھانا چاہتے ہیں مگر اماں جان کی سوچ پرانی ہے۔'' خواجہ ناظم الدین نے کہا تو نواب صاحب سر ہلانے لگے۔

''اماں جان کو بچپن سے جانتے ہیں' ہم آپ کے والد محترم اور ہمارے ابا حضور اچھے مراسم رکھتے تھے۔ آپ کے والد محترم کی وفات کے بعد جس طرح آپ کی اماں جان نے گھر اور کاروبار سنبھالا اس کی داد دینا پڑے گی۔ اگرچہ وہ زیادہ پڑھی لکھی بھی نہیں تھیں مگر انہوں نے ایسا ممکن کر دکھایا۔ سو شاید اسی باعث ان کو تعلیم ضروری نہیں لگتی...... مگر بہر حال اب ابتدائی تعلیم والا دور گزر چکا ہے۔ اب تو سیاست میں بھی ماشاء اللہ بچیاں اور خواتین بڑھ چڑھ کر کام کر رہی ہیں۔'' نواب صاحب نے کہا' خواجہ ناظم نے سر ہلایا۔ تبھی نواب چونکتے ہوئے بولے۔

''ایک کام کرتے ہیں' ہم اماں جان سے خود اس متعلق بات کرتے ہیں اور آپ کی اجازت ہو تو ایک مشورہ بھی دیتے ہیں کہ فاطمہ بیٹی کو پڑھانے کی ذمے داری چھوٹے نواب کے سپرد...... اور یہ عمل مکمل باپردگی میں ہوگا۔ چھوٹے

نواب فاطمہ بیٹی کو گھر جا کر پڑھا دیا کریں گے۔ آپ پردے کا انتظام کروا دیں..... آپ کو مناسب لگے تو ہم اماں جان سے بات کرلیں گے۔" نواب زمان الحق کے کہنے پر خواجہ صاحب سوچ میں پڑ گئے تھے۔

❁.....❁.....❁.....❁
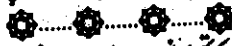
نواب زمان الحق نے اماں جان سے بات کی تھی کہ نہیں' خواجہ صاحب نہیں جانتے تھے' مگر بات کسی طرح اماں کے کانوں تک پہنچ گئی اور وہ آگ بگولہ ہوگئیں۔

"اے لو..... اب اس گھر کے فیصلے کوئی اور کرے گا؟ سیانے کہہ گئے' نادان کی دوستی بالو کی بھیت' ناظم الدین ضعیف الحافظہ ہوگئے ہیں آپ' نواب زمان الحق کے صاحب زادے انگلستان سے پڑھ کر آئے ہیں' ان کا مزاج کیسا بے راہ ہوگا' آپ کو خبر ہے؟ گویا آپ آتش کو ماچس کے قریب رکھنا چاہ رہے ہیں۔ انگلستان کے آزاد ماحول میں پڑھنے والے نوجوان سے کیا امید رکھتے ہیں آپ؟ کیا اخلاص ہوں گے ان کے پاس؟ اور ان کے ابا حضور کی عمر تو طوائفوں کے گیسوؤں میں گزر گئی بیٹے کو کیا سکھایا ہوگا؟ نواب زمان الحق کی خود کی تربیت ڈھنگ سے نہ ہوئی تو ان کے سپوت سے کیا امید رکھی جاسکتی ہے؟ میاں عقل کے ناخن لو..... اپنا تو شاہ اپنا بھروسا والی مثل ہے سن تو رکھی ہوگی؟ جوتا پہنے سائی کا بڑا بھروسا بیاہی کا..... آپ دنیا کی سنتے ہیں' اپنی عقل تو آپ نے بیوی کے پلو میں باندھ کر رکھ دی ہے' گرہ کھولیں تو کچھ خبر ہو ناں' آس بگانی جو تکے وہ جیوت ہی مر جائے..... سیانے یوں ہی نہیں کہہ گئے میاں' مگر آپ کی عقل میں تو بات آتی نہیں' اعتبار کرنے چلے ہیں' ان حضرت پر جن کو خود کا اعتبار نہیں۔ آس بڑھاپا آیاں ہوا سوت کسوٹ یا ہو پیسہ گانٹھ کا یا ہو پوت سپوت۔ زمانہ کیا چل رہا ہے خبر ہے؟" اماں نے آڑے ہاتھوں لیتے ہوئے گھورا' خواجہ ناظم الدین ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئے۔

"اماں جان فاطمہ کی تربیت پر ہمیں ناز ہے۔ دیکھیے جب آپ نے منع کیا تو اس نے صاف کہہ دیا کہ اگر دادی جان نہیں چاہتیں تو ہم مزید تعلیم حاصل کرنا نہیں چاہیں گے' جبکہ ہم ان کو کالج بھیجنے کو تیار تھے۔ مگر انہوں نے آپ کی بات کا مان رکھا۔ اب جب گھر پر رہ کر پڑھائی کرنے کا موقع مل رہا ہے تو آپ تب بھی رضامند نہیں؟ اماں جان ہم سب آپ کے حکم کی مخالفت نہیں کرتے' نا آپ کی تابعداری سے انحراف کر رہے ہیں مگر ایک بات کہنا چاہیں گے کہ ایسی بے جا سختی ٹھیک نہیں۔" ناظم الدین نے ماں کو سمجھانا چاہا اور اماں جان نے چشمے کے پیچھے سے فقط ان کو گھورنے پر اکتفا کیا تھا۔

❁.....❁.....❁.....❁

فاطمہ پودوں کو پانی دے رہی تھی جب اماں جان پاس آن رکیں۔ فاطمہ چونک کر مڑی اور اماں جان کو دیکھا۔

"دادی جان آپ کو کسی شے کی ضرورت ہے کیا؟" فاطمہ نے ادب سے پوچھا۔ اماں جان نے جانچتی نظروں سے اسے دیکھا' فاطمہ کے ہاتھ پاؤں سرد پڑ گئے تھے۔ پانی کا پائپ ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔

"ایسے کیا ڈر رہی ہو فاطمہ بی بی..... اچھا آؤ ہمارے ہمراہ بیٹھو ذرا۔" اماں جان کے کہنے پر وہ ان کے ہمراہ چل دی اور ان کے تخت پر بیٹھنے کے بعد وہ کنارے پر بیٹھ گئی۔ اماں جان نے انہیں بغور دیکھا' وہ سر جھکائے منتظر تھی۔

"کیا ارادہ ہے؟" دادی جان نے پوچھا تو وہ چونک کر دیکھنے لگی۔

"ک..... کوئی ارادہ نہیں دادی جان....." اس نے ڈرتے ہوئے نگاہ اٹھا کر انہیں دیکھا۔ دادی جان نے اسے چشموں کے پیچھے سے گھورا اور بولیں۔

"اپنے ابا جان کو تم نے کہا ہے کہ گھر بیٹھ کر پڑھ لوں گی؟ یعنی میرے کہے کی کوئی وقعت نہیں ناں تمہارے لیے؟"

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

دادی جان نے کہا وہ سرنفی میں ہلانے لگی۔

"ایسا نہیں دادی جان! ہم آپ کی مرضی کے خلاف جائیں گے ایسا کیسے سوچ لیا آپ نے..... آپ کے کہے کی وقعت ہے دادی جان کبھی ہم نے اماں سے کہہ دیا تھا ہمیں نہیں پڑھنا ہم نے ابا جان سے پڑھنے سے متعلق کچھ نہیں کہا۔" اس نے صاف گوئی سے کہا۔ دادی جان جواباً اسے خاموشی سے دیکھنے لگی پھر گہری سانس بھر کر بولیں۔

"تخم تاثیر صحبت کا اثر۔ جیسی صحبت ہو بندہ ویسا ہوتا ہے خیر ہم نے تو سمجھا دیا یہ خواجہ ناظم الدین کچھ کروا کر دم لے گیں۔ جب خاک سر پر پڑے گی تو عقل آئے گی ان کو..... ہمیں کیا..... ہم نے تو مشورہ دے دیا صاف کہہ دیا کہ نہیں پڑھواؤ بیٹی کو مگر سنتے نہیں تو نہ سہی....." دادی جان نے کہا۔ فاطمہ نے ان کی سمت دیکھا پھر بولی۔

"دادی جان! ہم عزت کے معنی سمجھتے ہیں۔ اپنے ابا جان کی عزت کا ہمیں احساس ہے ہم مر جائیں گے مگر ابا جان کے سر کو جھکنے نہیں دیں گے۔ آپ کے دل میں جو بھی خدشے ہیں وہ بے بنیاد ہیں اور ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ ایسا ہم ثابت نہیں کریں گے..... وقت خود ثابت کرے گا۔ ہم نے ابا جان سے نہیں کہا کہ ہم پڑھنا چاہتے ہیں اگر انہوں نے کوئی متبادل راہ نکالی ہے تو ہم اس سے واقف نہیں۔" اس نے مضبوط لہجے میں کہا دادی جان اسے دیکھ کر رہ گئی تب وہ اپنے کمرے کی طرف چلی گئیں۔

❁......❁......❁......❁

"ابا حضور آپ نے ہمارا نام کیوں لیا..... ہم کیا پڑھائیں گے؟ ہمارا مطلب ہے ان کی دادی جان کا مزاج جانتے ہیں آپ؟ ہم تو ان کے گھر سے دس میل دور سے بھی نہ گزریں۔ کیسی بدمزاج خاتون ہیں۔ آپ نے ہم سے پوچھے بغیر کیسے فیصلہ کر لیا کہ ہم ان چڑچڑی خاتون کی پوتی کو پڑھانے جائیں گے۔" نواب وقار الحق بولے تو زمان الحق نے ان کو ہاتھ اٹھا کر خاموش کروا دیا۔

"ایسا نہیں کہتے بیٹا وہ بزرگ ہیں اکثر بزرگ اس عمر میں ایسے ہی چڑچڑے ہو جاتے ہیں وہ دل کی صاف ہیں تھوڑا مزاج برہم ہے مگر ہم نے خواجہ صاحب سے وعدہ کر لیا ہے آپ کو ان کی بچی کو پڑھانا ہوگا علم بانٹنے سے اور بڑھتا ہے اس سے فرق نہیں پڑتا۔" نواب صاحب نے سمجھایا تو وقار الحق دیکھ کر رہ گئے۔

❁......❁......❁......❁

"اماں جان..... آپ جیسی مضبوط خاتون نہ دیکھی نہ سنی..... ہمیں یاد ہے ابا حضور آپ کو رضیہ سلطانہ کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ آپ بلاشبہ ایک جی دار خاتون ہیں۔ جس طرح آپ نے زندگی کو گزارا وہ قابل قدر ہے۔" نواب صاحب نے کہا تو اماں جان مسکرا دیں اور پان پر چونا لگاتی ہوئی بولیں۔

"مطلب کی بات کرو زمان الحق اپنے ابا حضور کی طرح باتوں کی جلیبیاں نہ بناؤ ٹامک ٹوئیاں نہ مارو..... ہم تو زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھنے والے لوگ ہیں جو ہے ہمیشہ اسی پر شیر و شکر کیا ہے کیونکہ گدھا پیٹنے سے گھوڑا نہیں ہو جاتا۔" اماں نے پان میں گل قند رکھ کر نواب صاحب کو پیش کیا۔ نواب صاحب مسکرائے۔

"پھر بھی اماں جان..... آپ کی تعریف تو زمانہ کرتا ہے۔ آپ اپنے وقت کی بہترین مثال ہیں۔ اماں حضور تو اکثر آپ کے ذکر پر چڑ جایا کرتی تھیں۔ ہمیں علم نہیں خواتین میں یہ حسد کیونکر در آتا ہے۔ مگر سنا ہے کہ خواتین کی طبیعت میں ناز و ادا کے ساتھ حسد کا پایا جانا بھی ضروری ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ حسن تو دیا ہی دیا عقل بھی بے شمار دی۔ آپ کی پوتی فاطمہ آپ ہی کا پرتو ہیں شاید۔" نواب صاحب نے مسکراتے ہوئے کام کا مدعا چھیڑا اماں جان اپنی تعریف سن کر مسکرا دیں اور نواب صاحب کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

''جانے بھی دو میاں' آپ کی اماں حضور کی قصیدہ خوانی کرتے تو آپ کے ابا حضور تھکتے نہ تھے۔ یوں بھی حسن کی کیا مثال...... ہماری نظر میں تو ہر حسن یکتا ہے مگر اصل بات تو عقل ہی ہے' آپ کے ابا حضور اور خواجہ صاحب یک جان دو قالب تھے۔ گھنٹوں بیٹھ کر گپیں ہارا کرتے تھے' خیر جانے دیجیے' آپ سنایئے کس کام سے تشریف آوری ہوئی۔'' اماں جان مدعے پر آئیں۔ نواب صاحب مسکرا دیئے۔

''آپ کے ہاتھ کا گلوری والا پان یاد آ رہا تھا اماں جان سو وقت نکال کر حاضری دے دی۔ اچھا فاطمہ بیٹی سے یاد آیا' کہاں ہیں وہ؟ ماشاء اللہ بہت ذہین اور ہونہار طالبہ ہیں' ان کو بہترین نتیجہ لانے پر ٹرافی ہمارے ہی ہاتھوں دلوائی گئی تھی۔'' وہ مسکرائے۔

''پڑی ہوگی کمرے میں کہیں' ضد کیے بیٹھی ہے کہ کالج جانا ہے' اب ہمارے خاندان کی عزت در سگاہوں میں خوار ہوگی کیا؟ ہماری مثال سامنے ہے میاں' کہاں کی بڑی سند تھی ہمارے پاس؟ مگر کاروبار سنبھال کر بتایا ناں نوکروں کی فوج کو سنبھالا' بچوں کو پالا...... حساب کتاب' کھاتے داری ہر بات پر نظر رکھی' ہم نے کون سا ولایت سے سند لی تھی؟ پڑھائی تو جتنا بھی کرلو کرنا تو وہی چولہا چوکی ہی ہے ناں...... مگر یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی' خیر جانے دیں' آپ وہ نہر والی زمین بیچ رہے ہیں؟ کیا دام لگا رہے ہیں؟'' اماں نے موضوع بدلنا چاہا مگر نواب صاحب نے فوراً کہا۔

''اماں جان آپ پر ایسی کئی زمینیں قربان' آپ کا ارادہ ہے تو ہم تحفتاً آپ کو دے دیں گے' دراصل ہم فاطمہ بیٹی کی بات کرنے آئے تھے' اس دن سر راہ نواب صاحب سے بات ہوئی تھی' خبر ہوئی کہ آپ فاطمہ کو مزید پڑھنے پر قدغن لگا رہی ہیں' ہم نے حل نکالا کہ وقار الحق انہیں گھر آ کر پڑھا دیا کرے' آپ درمیان میں پردے کا انتظام کروا دیں' گھر کے بچے ہیں' ہمیں یہ باہر جا کر تعلیم جاری رکھنے سے مناسب لگتا ہے کہ پردے میں تعلیم جاری رکھیں' آپ کا کیا خیال ہے؟'' نواب صاحب نے کہا تو اماں جان نے ان کو سوچتی نظروں سے دیکھا۔

''اس زمین کی دستاویز آپ کو بجھوا دوں گا اماں جان' ہمارے لائق اور کوئی خدمت ہو تو عرض کریں؟'' نواب صاحب نہایت ادب آداب سے بولے' اماں جان مسکرا دیں۔

''اپنے والد مرحوم پر گئے ہو بالکل' وہی جلیبی والی مٹھاس اور وہی جلیبی جیسے بل' مگر آدمی کھرے ہو۔'' اماں جان کا مسکرانا کیا معنی رکھتا تھا نواب صاحب جانتے تھے سو مسکرا دیئے۔

❁......❁......❁......❁
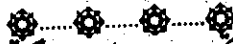
سو جو بیل منڈھے چڑھتی دکھائی نہ دیتی تھی بالآخر وہ پھلنے پھولنے لگی تھی۔ چھوٹے نواب وقار الحق' فاطمہ ناظم الدین کو پڑھانے گھر آنے لگے اور وہ بھی مکمل پردے میں۔ پردے کے ایک طرف نواب زادے تشریف فرما ہوتے اور دوسری طرف فاطمہ ناظم الدین...... درمیان میں ایک مضبوط لکڑی کا تختہ ہوتا...... جس میں باریک جھریاں ہوتیں جس سے دیکھنا یا جھانکنا تقریباً ناممکن یوں بھی ہوتا کہ اس پر سفید رنگ کا پردہ پڑا ہوتا' چھوٹے نواب جو آزادی ماحول سے پڑھ لکھ کر تشریف لائے تھے ان کے لیے ایسے ماحول میں فاطمہ کو تعلیم دینا ایک انوکھا تجربہ تھا۔ اتنے پردے کے باوجود کوئی نہ کوئی ملازمہ ہمراہ بیٹھی ان پر نظر رکھے ہوتی' یا پھر اماں جان گاہے بگاہے چکر لگتی رہتیں۔

''بچوں میں فکر مند ہو رہی تھی' رانو بچوں کو چائے پیش کی کہ نہیں' خالی دماغ تو گھسائے نہیں جا رہے؟'' اماں جان کڑی نظر ڈالتے ہوئے دونوں بچوں کو دیکھتیں...... دونوں خاموش رہتے سو وہ اطمینان کرتی ہوئی لوٹ جاتیں۔

چھوٹے نواب وقار الحق کو اس ماحول میں خاصی گھٹن ہوتی مگر وہ خاموشی سے اپنا کام کیے جاتے...... انہوں نے اس دوران کبھی فاطمہ کی شکل نہ دیکھی...... اکثر اس کی آواز بھی سنائی نہ دیتی اور ملازمہ اس کی کہی بات کو اپنے انداز میں

آگے بڑھاتیں۔

"فاطمہ بی بی! آپ کے منہ میں زبان ہے تو آپ اس قدر بخل سے کام کیوں لیتی ہیں؟ آپ کو اپنی بات کہنے کا ہنر تو معلوم ہونا چاہیے۔" چھوٹے نواب چڑ کر بولے لیکن دوسری طرف فاطمہ گویا دانتوں تلے زبان دبائے بیٹھی رہی تھیں۔

"ہم نے کسی کو اس طرح پڑھانے کا تجربہ کبھی نہیں کیا' فاطمہ بی بی اگر آپ اس طرح گونگی بہری بنی بیٹھی رہیں گی تو ہم اس عمل کو شاید جاری نہ رکھ سکیں گے۔" وقار الحق چڑ کر بولے جب فاطمہ کے لیے بولنا گویا ناگزیر ہو گیا تھا۔

"ہم..... ہم..... سن رہے ہیں آپ کو..... ہماری سمجھ میں سب آ رہا ہے۔ اس لیے..... بولنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔" اس نے بامشکل مدعا بیان کیا۔ حلق تھا کہ خشک ہوا جا رہا تھا۔ وقار الحق کی بھاری آواز ان کی سماعتوں میں پڑتی تھی تو جیسے ان کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہونے لگتے تھے۔ لگتا تھا ابھی اماں جان اس آواز کے سننے پر ان پر کوئی پہاڑ توڑ ڈالیں گی یا ان کے سانس لینے پر بھی پابندی عائد کر دیں گی۔

دادی جان کے اس عمل نے ان کے اعتماد کو کچل ڈالا تھا اور خود اعتمادی کا قتل عام کر دیا تھا۔ سخاوت بیگم ساس کے سخت رویے کو زائل کرنے کے لیے اور بیٹی کو اعتماد دینے کی غرض سے اکثر آس پاس رہتیں اور اماں جان کی نگاہ پڑتی تو وہ سخاوت بیگم کو گھورنے لگتیں۔

"آپ خود تو جیسے ولایت سے پڑھ کر آئی ہیں' مشکل سے دس جماعت جانے کیسے پاس کر ڈالیں' اب بیٹی کو تو پڑھنے دیں' قسمت سے موقع ملا ہے اس میں مداخلت نہ کریں۔" اماں جان بہو کو گھورتیں تو وہ اپنا سا منہ لے کر رہ جاتیں۔

"فاطمہ بی بی! ہمیں لگتا ہے ہم کسی کے گھر بلا اجازت کود پڑے ہیں اور چوری کرتے ہوئے پکڑے گئے ہیں۔ اگرچہ ہم نے کوئی چوری نہیں کی مگر آپ کو پڑھانے کے دوران ہمیں دھڑکا لگا رہتا ہے کہ ہم اب پکڑے جائیں گے اور آپ کی دادی جان' ہم پر کوئی فتویٰ لگا دیں گی۔ یا اللہ کس قسم کی خاتون ہیں..... ہم تو سو کوس دور سے گزر جائیں ان کی سمت دیکھے بنا۔" چھوٹے نواب نے الجھ کر کہا۔ وہ ملازمہ کی موجودگی میں انہیں بولنے سے باز رکھنا چاہتی تھیں مگر جب طریقہ کار سمجھ نہیں آیا تو فوراً بولیں۔

"آپ اتنے ذہین ہیں چھوٹے نواب ہے آپ تحریک میں حصہ کیوں نہیں لیتے۔ آپ جیسے قابل لوگوں کو تو مسلم لیگ کا حصہ ہونا چاہیے۔" دیوار کے اس طرف سے فاطمہ کی بات سن کر چھوٹے نواب چونکے۔

"سیاست کی خبر ہے آپ کو؟ ہم تو سمجھے ان سات پردوں میں تو آپ کو دنیا کی کچھ خبر بھی نہ ہوگی، ویسے کیا سانس لینے کی بھی اجازت ہے آپ کو کہ نہیں؟" وقار الحق پھر اس سمت پلٹے جہاں سے فاطمہ انہیں موڑنا چاہتی تھیں ملازمہ کان لگائے بیٹھی تھیں ان کو ڈر تھا کہ وہ دادی جان کے کان نہ بھریں ملازمہ کو بٹھانے کا مقصد بھی خیر ان دونوں پر نظر رکھنا ہی تھا سو وہ دادی جان کو کوئی موقع نہیں دینا چاہتی تھیں اللہ اللہ کر کے ان کے علم حاصل کرنے کی راہ ہموار ہوئی تھی اور وہ اس راہ کو پھر سے مسدود کرنا نہیں چاہتی تھیں۔

❁.....❁.....❁.....❁

"رجت سنگھ تمہارے والد صاحب سے سر راہ ملاقات ہوئی تھی ان کی طبیعت ان دنوں کچھ ٹھیک نہیں تمہیں ان کی طرف چکر لگانا چاہیے۔" کریم دین نے اطلاع دی تو رجت سنگھ ان کو دیکھ کر رہ گیا۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو میاں ماں باپ سے بڑھ کر اور کچھ نہیں قدر کرو ان کی ان کی دعاؤں کے خزانے سمیٹ لو اس سے قبل کہ وقت....."

"ایسی باتیں نہ کریں کرم دین چاچا پتاجی اور ماتاجی کا خیال ہے ہمیں ہم ان کو تکلیف نہیں دے سکتے، اسی لیے گھر چھوڑ دیا تاکہ وہ خوش رہیں جہاں تک دعاؤں کی بات ہے ہمیں یقین ہے ان کی دعائیں ہمارے لیے ہی ہیں بھی تو ہم سانس لے رہے ہیں۔" رجت سنگھ نے کہا۔

"رجت سنگھ یہ خفگی اور جھگڑے زندگی کا حصہ ہیں جب تک زندگی باقی ہے ایسا چلتا ہی رہتا ہے مگر رشتوں کی قدر کرنا چاہیے ورنہ صرف پچھتاوے باقی رہ جاتے ہیں۔" کرم دین نے کہا اور رجت ان کو دیکھ کر رہ گیا۔

"ہم پتاجی کے خلاف ہیں مگر ہمیں لگا ان کو ان کے بھائیوں کے ہمراہ چھوڑ دینا مناسب ہے ان کو اپنے بھائیوں کی قدر زیادہ ہے ہمارا وجود یا ہماری رائے ان کے لیے اہمیت نہیں رکھتی بہرحال ان کا خیال ہے اور ہم ان سے ملنے ضرور جائیں گے۔" رجت سنگھ نے کہا اور کرم دین نے سر ہلا کر تائید کی۔

❁......❁......❁......❁

"اول درجے کی نالائق اولاد ملی ہے ہمیں۔ جانے یہ اماں جان کی بددعاؤں نے آن گھیرا ہے ہمیں، پورے لکھنو میں خوب نام روشن کر دیا ہے آپ کے سپوت نے ہمارا۔" توقیر نے بیگم کو ڈپٹا۔

"آپ کی اولاد ہے توقیر صاحب، کسی اور کے سر کیا الزام دینا۔" بیگم نے الٹا ان کو لتاڑ ڈالا۔

"بیگم تربیت بھی کوئی شے ہوا کرتی ہے۔ آپ تربیت سرے سے دینا بھول گئیں ہیں۔ اپنے صاحب زادے کے شوق دیکھیے، ہنر دیکھیے اور کون سی بری عادت ہے جو ان میں نہیں۔ جوا، شراب اور کیا کیا گناؤں، ایسے بچے کو کون رشتہ دے گا؟ لکھنو میں تو ایسا ہونے سے رہا، ان کو وہیں کھپایا جا سکتا ہے جس جگہ ان کو کوئی نہیں جانتا ہو جو ان کے کرتوتوں اور عیبوں سے واقف نہیں، مگر یہ بھی کسی کی بچی کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔" توقیر صاحب نے بیگم کو موردِ الزام ٹھہراتے ہوئے بیٹے کے عیب گنوائے۔

"ساری ذمے داری بیوی کی نہیں ہوتی...... کچھ ذمے داری شوہر کی بھی ہوتی ہے، آپ کو ہوش ہی کہاں تھا جو توجہ دیتے۔ باپ اپنے زعم میں بیرسٹر بنے بیٹھے رہے تو ایسا تو ہونا ہی تھا ناں۔ آپ نے کب پلٹ کر پوچھا کہ بیٹا کیا کر رہے ہو۔ پڑھائی کیسی جا رہی ہے؟" بیگم نے الزام ان کے سر ڈال دیا اور وہ گہری سانس لیتے ہوئے تھک کر بیٹھ گئے۔

"بیگم ہیں واقعی صاحب زادے کے لیے فکر مند ہوں، سمجھ نہیں آ رہا ان کو کیسے سمجھاؤں، شادی کی عمر کے لائق ہو گئے ہیں اور عقل نام کو نہیں۔" توقیر صاحب نے کہا۔ بیگم نے ان کی طرف دیکھا۔

"ارے تو پکڑ کر نکاح کروا دیں۔ ذمے داری سر پر پڑے گی تو خود ہی سدھر جائیں گے۔ لوگوں کے بچے خراب نہیں ہوتے کیا؟ آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں جیسے شہر کا شہر پارسا ہے اور دنیا جہان کے عیب بس آپ کے معصوم صاحب زادے میں ہی ہیں۔" بیگم نے بیٹے کی طرف داری کر کے ڈپٹا۔ توقیر صاحب نے انہیں دیکھا۔

"موصوف کے رشتے کی بات چلائیں کہیں پر۔" توقیر صاحب سوچ کر جیسے دور کی کوڑی لائے تھے۔ بیگم اچھل پڑی۔

"یہ لو...... ہم کہاں سے رشتے کی بات چلائیں؟ ہم فارغ ہیں کیا؟ یا شہر بھر کی بچیاں فالتو ہیں؟ آپ خود کہیں بات چلائیں۔ کئی لوگوں سے ملنا ملانا ہے آپ کا۔" بیگم نے الٹا ان کے سر ڈال دیا۔ توقیر صاحب کچھ سوچتے ہوئے بیگم کی طرف دیکھنے لگے۔

"آپ کے بھائی صاحب کی لڑکی بھی تو ہیں ان کے بارے میں کیا خیال ہے؟" توقیر صاحب کے کہنے پر بیگم نے

باضابطہ ناپسندیدہ نظروں سے انہیں دیکھا۔
''آپ کو قسمت پھوڑنے کو میری ہی بھتیجی ملی ہے؟ اللہ نہ کرے جو میری بھتیجی کا نکاح ایسے کسی جواری شرابی سے ہو۔ وہ تو نیک سیرت ہیں آپ اپنے بھائی کی بیٹی کیوں نہیں دیکھتے؟ بقول آپ ذمے داری ڈالنے سے آپ کے سپوت کو سدھر تو جانا ہے ناں؟ تو بے خوف خطر بات چلائیں اور بھتیجی گھر لے آئیں..... گھر کو سنبھال لے گی اور آپ کے صاحب زادے کو بھی۔'' بیگم نے مشورہ دیا۔

''آپ کی خاطر اب دوڑا دوڑا لاہور جاؤں؟ ان کی بیٹی تو وکیل بن رہی ہیں وہ کہاں دیں گے ہمارے نکھٹو صاحب زادے کو۔'' توقیر صاحب نے خدشہ ظاہر کیا۔

''اے لو وہاں لاہور کہاں پہنچ گئے آپ؟ ذرا نزدیک بھی نظر گھمالیں آپ کے ہونہار بیرسٹر بھائی کی بیٹی بھی تو ہے۔'' بیگم نے نظریں گھماتے ہوئے یاد دلایا۔

''کون؟'' توقیر چونکے۔ ''ناظم بھائی؟'' توقیر فخر الدین نے کہا۔

''جی..... خیر سے ان کی بیٹی بھی جوان ہوگئی ہیں اور پڑھی لکھی بھی ہیں بات ڈالیے۔'' بیوی نے مشورے سے نوازا۔

''فاطمہ..... وہ اتنی قابل بچی ہے اور آپ کے صاحب زادے سے تو خاصی چھوٹی بھی ہیں عمر میں ابھی تو انہوں نے ہائی اسکول ختم کیا ہے کہاں کا جوڑ ملا رہی ہیں آپ بیگم.....'' توقیر نے بیگم کو گھورا مگر بیگم مسکرادیں۔

''بھائی ہے آپ کا' فاطمہ کو اس سے اچھا رشتہ کہاں ملے گا۔ لکھنوی باتیں دلی کہاں جاتی ہیں۔ آپ کے بیٹے کی شہرت ایسی بری بھی نہیں اب اور یوں بھی اپنوں کو اپنے ہی ڈھانپتے ہیں۔ آپ کے چھوٹے بھائی ہیں ناظم' وہ رشتہ نہیں دیں گے تو اور کون دے گا؟'' بیگم نے آنکھیں گھماتے ہوئے کہا۔ توقیر صاحب ان کو دیکھ کر رہ گئے۔

❁.....❁.....❁.....❁
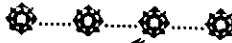
''ساری ملی بھگت ہمارے صاحب زادے اور ان کے لنگوٹیے یار نواب صاحب کی ہے' مگر ہم بھی چپ ہیں کہ چلو ہونے دو ورنہ ہماری مرضی کے بنا پرندہ پر نہیں مار سکتا۔'' اماں جان نے چائے رکھتے ہوئے بہو کو دیکھتے ہوئے کہا۔ بہو کو ان کی بات بری تو لگی مگر کڑوا گھونٹ پی کر مسکرادیں۔

''اماں جان آپ کی اہمیت سے بھلا کون انکار کرسکتا ہے' بزرگوں کے باعث ہی تو گھر میں رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ ناظم کو اپنی اماں جان کو اداس کرنا کہاں پسند' ان کا کہنا ہے کہ ماں کو خفا کرنا اللہ کو خفا کرنے کے مترادف ہے۔'' بہو بیگم کے ساتھ اماں جان بھی مسکرادیں۔

''سخاوت بی بی بات تو ٹھیک کہی' رحمت تو بزرگوں سے ہی ہوتی ہے اور حکمرانی کا وصف بھی بزرگوں کو ہی ملتا ہے۔ اب ہمارے ہوتے ہوئے آپ کی تو سنی نہیں جائے گی' مگر گھر پڑھوانے کا عندیہ دے کر ہم نے بھی روشن خیالی کا ثبوت دے ہی دیا..... اب ہم کو کوئی دقیانوسی سوچ کی حامل نہیں کہے گا۔ باقی آگے جو بھی فیصلہ صادر کرنا ہے اس کا حق تو ہمارے ہی پاس ہے۔'' اماں جان چائے کا سپ لیتی ہوئی مسکرائیں مگر یک دم منہ بگاڑا۔

''اے اس چائے میں شکر کی جگہ نمک انڈیل دیا ہے بہو بیگم؟''

''نہیں اماں جان چمچ بھر بھر کر شہد انڈیلا تھا' مگر کڑواہٹ بھی ایسی بیماری ہے کہ جاتی ہی نہیں۔'' اماں کہہ کر مڑ گئیں اور اماں جان بہو کو دیکھ کر رہ گئیں۔
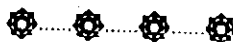
❁.....❁.....❁.....❁

”ہائے اللہ۔۔۔۔ اماں جان تو ذبح کر دیں گی۔“ ملازمہ نے فوراً آگے بڑھ کر پردہ دوبارہ تان دیا۔
”معذرت چھوٹی بی بی! اس واقعے کا ذکر اماں جان سے مت کر دیجیے گا ورنہ وہ ہمارا حشر کر دیں گی۔“ ملازمہ کا جیسے خون خشک ہو رہا تھا‘ فاطمہ نے سر ہلا دیا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا‘ کچھ فاصلے پر کھڑی اماں جان دیکھ چکی تھیں اور فاطمہ کو خشمگیں نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ اس کا دل دہل کر رہ گیا تھا۔

❁.......❁.......❁.......❁
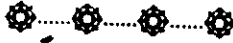
وقار الحق بے چینی سے اپنے کمرے کی بتی جلاتے بجھاتے رہے تھے مگر وہ چہرہ نگاہ سے اوجھل نہیں ہو رہا تھا۔ حسن تو کئی دیکھے تھے مگر فاطمہ جیسا حسن...... انہوں نے غالباً تصور بھی نہیں کیا تھا کہ صندل کی دیوار کے اس طرف بیٹھی وہ لڑکی اس قدر خوب صورت بھی ہوگی۔

”یہ کیا ہوا ہمیں‘ وہ چہرہ نگاہ سے محو کیوں نہیں ہو رہا...... ایسا کیا خاص تھا ان کے چہرے میں؟“ چھوٹے نواب نے الجھ کر خود سے پوچھا مگر کوئی جواب نہیں ملا تو وہ اٹھ کر چھت پر آ گئے۔ تیز ہوا میں کھل کر سانس لی مگر ہر سمت جیسے فاطمہ بی بی کا چہرہ ہی دکھائی دے رہا تھا‘ کیسا پُرنور چہرہ تھا‘ وہ کوئی استعارہ یا مثال ڈھونڈ نہیں پائے تھے۔ وہ نہ ستاروں کی طرح تھیں نا چاند سی‘ ان کا حسن اپنی مثال آپ تھا۔ وہ جیسے ملکوتی حسن تھا۔ نظروں کو خیرہ کر دینے والا...... فاطمہ بی بی کا چہرہ نظروں سے ہٹا نہیں تھا‘ انہوں نے سوچ...... سوچ بدلنے کی بھرپور کوشش کی تھی‘ وہ شب بھر جاگتے رہے مگر وہ چہرہ جاگنے میں بھی خواب دکھاتا رہا تھا۔

”یہ کیسا حسن ہے...... جاگتے میں بھی خواب دکھاتا ہے؟ ہم نے تو ایسا حسن دیکھا نا سنا...... کئی حسن والے دیکھے مگر ایسا حسن کہیں اور نہیں دیکھا۔ کیا خاص بات ہے فاطمہ بی بی میں؟“ وہ خود سے کیا گیا سوال کئی بار دہراتے ہوئے سوچتے چلے گئے مگر کوئی ڈور ہاتھ نہیں آئی‘ دوسرے دن وہ فاطمہ کو پڑھانے گئے مگر ذہن یکسوئی میں ناکام رہا‘ وہ الجھے الجھے دماغ سے صندلی دیوار کو دیکھتے ہوئے جانے کیا کیا بولتے رہے تھے۔
اخلاقیات یا فلسفہ اخلاق یا اعلاقی قدروں کے متعلق بحث ہے اور توجہ کسی شے پر مرکوز نہ کر پا رہے تھے کیا کہہ رہے تھے خود نہیں جانتے تھے درست کہا بھی کہ نہیں...... وہ خاموشی سادھ گئے تھے۔ دوسری طرف فاطمہ خاموش سی منتظر رہی تھیں...... مگر چھوٹے نواب بولے۔

”ہم کچھ سوچ نہیں پا رہے فاطمہ بی بی‘ ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا‘ ہم کیا بول رہے ہیں یا کیا بولنا چاہ رہے ہیں۔ ہمیں کچھ علم نہیں آپ کو دیکھ کر فقط اتنا یاد رہ پایا ہے کہ جمالیات فلسفہ ایک صنف جو فن کے حسن اور فن تنقید کی قدروں اور معیاروں سے بحث کرتی ہے وہ آپ کے سامنے خاموشی سے ہاتھ باندھے کھڑی ہے اور فلسفہ انگشت بدنداں سا سراسیمگی سے آپ کو تکتا جاتا ہے۔“ اس کی باتوں پر وہ چونک پڑیں۔
”کیا...... کیا مطلب چھوٹے نواب...... ہم سمجھے نہیں؟“ فاطمہ الجھ کر بولی۔ چھوٹے نواب نے صندل کی دیوار کو دیکھتے ہوئے شانے اچکا دیئے۔

”فاطمہ بی بی‘ دوسری بار دیکھنے کی ہوس نہیں ہے‘ مگر چاہ ضرور ہے کہ اس قدر ہوا چلے کہ ایک بار یہ سفید پردہ اس صندل کی دیوار سے ایک بار پھر سرک جائے اور ہم آپ کو ایک بار مزید بغور دیکھ سکیں۔ دراصل جو دیکھا وہ نظر کا گماں تھا یا محض ہمارا وہم؟ ہم اس کا یقین کرنا چاہتے ہیں۔“ وقار الحق بنا ملازمہ کی پروا کرتے ہوئے اپنی بات کہہ گئے اور فاطمہ کی آنکھیں جہاں کھلی رہ گئیں تھیں وہیں ملازمہ کا منہ بھی کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔ وہ مارے حیرت کے فاطمہ کو دیکھے جا رہی تھیں اور فاطمہ کا تو وہ حال تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

ان کا چہرہ دھلے لٹھے کی مانند سفید پڑ چکا تھا' خوف کے مارے عجیب کیفیت تھی۔ انہوں نے کھلے منہ والی ملازمہ کو نظروں ہی نظروں میں جیسے درخواست کی کہ اس گفتگو کا احوال دادی جان کو نہ سنایا جائے مگر ملازمہ اٹھ کر وہاں سے فرار ہوگئی۔ فاطمہ نے سر پیٹ لیا۔

"اب خیر نہیں...... دادی جان کو خبر ہوگئی تو اس پڑھائی پر پابندی لگا دیں گی اور وہی ہوا جو ڈر تھا' اس سے تو بہتر تھا ہم دادی جان کی مخالفت مول لے کر درسگاہ پڑھنے کو چلے جاتے۔" وہ بڑبڑائی۔ صندل کی دیوار کے اس طرف چھوٹے نواب متجسس ہوئے۔

"خیریت فاطمہ بی بی' کیا ہوا...... آپ خیریت سے ہیں؟" چھوٹے نواب نے دریافت کیا' فاطمہ نے نفی میں سر ہلایا اور خشک حلق کو تر کرتے ہوئے بولی۔

"برائے مہربانی فی الحال آپ یہاں سے جایئے۔"

"کیا مطلب' آپ کو پڑھنا نہیں کیا؟" وہ پریشان ہوئے۔

"اب خبر نہیں دادی جان پڑھنے دیں گی کہ نہیں...... فی الحال جایئے آپ۔" فاطمہ نے کہہ کر کتابیں سنبھالے بنا وہاں سے دوڑ لگا دی۔ چھوٹے نواب نے فاطمہ کے قدموں کی دور جاتی آواز کو سنا اور حیرت سے سوچنے لگے تھے مگر ان کو سبب نہیں سمجھ میں آیا۔ تب وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

✿......✿......✿......✿

دادی جان نے غصے سے فاطمہ کی طرف دیکھا۔

"ہمارا کوئی قصور نہیں ہے دادی جان...... ہم نے تو کچھ نہیں کیا۔" فاطمہ نے مارے خوف کے کہا۔ دادی اماں نے گھورا۔

"آتش کے قریب شرارہ نہیں رکھتے' مگر غلطی ہوگئی' ہم نے کہہ دیا تھا مگر آپ کے ابا جان کی سمجھ میں ہماری بات آئی نہیں...... خیر اب جو ہوگا سو ہوگا۔" دادی جان کی بات سن کر فاطمہ کے ہوش اڑ گئے۔

"دادی جان ہمارا کوئی قصور نہیں۔ وہ پردہ تو خود بخود سرک گیا تھا' ہم نے تو کچھ نہیں کیا۔" فاطمہ نے خوف کے مارے کہا اور دادی اماں نے خشمگین نگاہوں سے گھورا اور باہر نکل گئیں۔ فاطمہ وہیں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنے لگی تھی۔

"یا اللہ کرم کرنا...... دادی اماں کے فیصلوں کا کچھ پتہ نہیں۔"

✿......✿......✿......✿
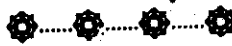
"اماں جان' ہمیں نہیں لگتا یہ ایک غلط عمل ہے اور آپ نے اجازت یوں بھی ہمارے کہے پر نہیں دی تھی' آپ نے نواب صاحب کے کہنے پر اس پڑھائی کے سلسلے کی اجازت دی تھی اور یوں بھی پردہ سرک جانا کوئی بڑی بات نہیں' یہ محض اتفاق تھا' اس بات کو جواز بنا کر کوئی لائحہ عمل مرتب نہیں کیا جاسکتا...... فاطمہ ہماری بچی ہے' ہمیں یہ بات قبول نہیں کہ آپ ان پر اس طرح الزامات لگائیں۔ آپ کا ہی کہنا ہے نا اماں جان جو جانور بنا چابک کے سیدھا چلتا ہو اس پر بلاوجہ چابک کا استعمال نہیں کرتے' آپ نے تو زمانے برتے ہیں دنیا دیکھی ہے اپنے بچوں پر اعتبار کیجیے' کسی بات کے ہونے سے قبل آپ کو ان کو اعتماد میں لینا چاہیے' آپ کی بے جا سختی کے باعث ریحان گھر چھوڑ گیا اور کامران بھی بیوی کو لے کر چلتا بنا' اب فاطمہ باقی بچی ہی' ہمیں ڈر ہے اس سختی سے عاجز آ کر کہیں وہ بھی اس گھر کو خیرباد نہ کہہ جائیں۔ اس سختی نے کیا دیا اماں جان؟ پہلے آپ کی اولاد نے آپ کو تنہا کردیا' پھر ہماری اولاد نے ہمیں تنہا چھوڑ دیا۔ ہماری

مجبوری ہے اماں جان' ہم آپ کو تنہا چھوڑ کر دوزخ کی آگ نہیں کما سکتے...... ہم نافرمان نہیں بن سکتے۔ سو ہم اس گھر میں ہیں' مگر آپ فاطمہ کو اس بے جا سختی کا نشانہ خدارا نہ بنایئے۔ یہ مناسب نہیں' فاطمہ بہت سلجھی ہوئی بچی ہیں۔ یہ سختی مناسب نہیں۔" وہ نرمی سے بولے جھک کر احتراماً اماں کا ہاتھ چوما اور پھر پلٹ کر باہر نکل گئے۔ اماں جان ناظم الدین کو دیکھتی رہ گئیں تھیں۔

❁......❁......❁......❁
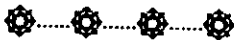
"آپ نے رشتے کی بات ڈالی؟" بیگم نے پوچھا۔ توقیر چائے کے سپ لیتے ہوئے چونکے۔

"کس منہ سے رشتہ مانگیں؟ بیگم تم نے کبھی ہمارے خاندان سے ہمیں ملنے نہیں دیا' جب سے گھر چھوڑا اس کے بعد پلٹ کر نہیں پوچھا۔ کئی عیدیں شب براتیں گئیں ہم نے پلٹ کر خاندان کو پوچھا نہیں' کس حال میں ہیں اماں جان کے مزاج سے تو واقف ہیں ناں آپ؟ ان کو خبر ہوگئی کہ ہم اپنے نکھٹو بیٹے کے لیے رشتہ مانگ رہے ہیں تو کھری کھوٹی سنائیں گی' آپ جانتی ہیں اماں سے کچھ چھپا نہیں رہ سکتا۔ ان سے جھوٹ بولنا بے کار ہے۔" توقیر نے کہا تو بیگم گھورنے لگیں۔

"آپ تو اپنی طرف سے اپنی ماں کو ہلاکو خان بنائے بیٹھے ہیں۔ یہ لو اماں نہ ہوئیں' جادو کی چھڑی والی لمبے ناک والی جادوگرنی ہوگئیں' جن کو چھڑی گھماتے ہی سب پتہ چل جاتا ہے' ارے نہ ملنے پر مصروفیت کا رونا رو دینا' معذرت کرلینا' کہنا وقت نہیں ملا' رہی بات آپ کے سپوت کی تو لکھنو کے معاملات تو آپ کی اماں کی آنکھوں میں نہیں' اب ایسی بھی جاسوس نہیں وہ...... آپ بات تو ڈال کر دیکھیں۔ ضروری تو نہیں کہ ویسا ہی ہو جیسا آپ سوچ رہے ہیں۔" بیگم نے توقیر صاحب کو حوصلہ دیا۔ انہوں نے تھک کر فون اٹھایا اور کریڈل کان سے لگا کر مطلوبہ نمبر ملایا۔

❁......❁......❁......❁
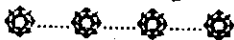
"ہے...... لو...... موا آواز نہیں آرہی چیخے جارہے ہیں ہم' بول کیوں نہیں رہے کرم دین تم؟ حلق میں مینڈک اٹک گیا ہے کیا؟" اماں جان نے فون پر دوسری طرف کرم دین کو ڈپٹا۔

"اماں جان' آپ سے اس ماہ کے کھاتے کے متعلق بات کرنا تھی' معذرت چاہتے ہیں گلا ذرا خراب ہے سو بول نہیں سکتے۔" کرم دین نے دوسری طرف سے جواب دیا۔

"کرم دین' تم نے ہمارے گلے کا کام تمام کردیا آج تو...... بہر حال' تم آؤ ہم نے بھی ضروری بات کرنا تھی۔" اماں جان نے کہہ کر فون کا سلسلہ منقطع کیا تھا اور چلتی ہوئی فاطمہ کی طرف آئیں جہاں وہ صندل کی دیوار کے اس طرف بیٹھی چھوٹے نواب سے پڑھ رہی تھی' وہ بنا کچھ کہے یا جتائے کافی دیر وہاں کھڑی بغور جائزہ لیتی رہی تھیں۔ فاطمہ کی نگاہ پڑی تو اس نے چونک کر دیکھا' تب خلاف توقع اماں جان مسکرائیں اور آگے بڑھ کر فاطمہ کے سر پر شفقت سے ہاتھ بھی رکھا۔

"ماشاء اللہ بڑی ہونہار بچی ہے' اللہ تمہارے علم میں مزید اضافہ فرمائے۔" انہوں نے بلائیں لیتے ہوئے نرمی سے کہا اور پلٹ گئیں تھیں۔ فاطمہ ان کے رویے پر ان کو دیکھتی رہ گئی تھی' یہ اماں جان کو کیا ہوا تھا؟ اسے حیرت ہوئی۔

❁......❁......❁......❁
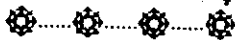
چھوٹے نواب نے فاطمہ بی بی کے متعلق سوچتے ہوئے ایک بار پھر خود کو روکا مگر ان کے پاس ان کو سوچنے اور سوچے جانے کا جواز اب بھی نہیں تھا۔ وہ چہرہ تھا کہ نگاہ سے ہٹ نہ رہا تھا اور جانے کیا ہوا تھا کہ اگلے دن جب وہ ان کو پڑھانے گئے انہوں نے فوراً مدعا کہہ دیا تھا۔

''آپ ہم سے مل سکتی ہیں فاطمہ بی بی؟'' اوران کے اس سوال پر وہ بھونچکا ہی تو رہ گئی۔
''جی......! کیا مطلب؟'' فاطمہ بی بی کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔
ملازمہ جو پاس بیٹھی تھی اس کو چھوٹے نواب نے چائے لینے بھیجا تھا اسے خبر نہیں تھی کہ چھوٹے نواب نے یہ اقدام گویا دانستہ کیا تھا۔
''آپ کے جواب کے منتظر ہیں فاطمہ بی بی جواب دیجیے۔'' وہ عجلت سے بولے جیسے انہیں یقین تھا ابھی ملازمہ آن ٹپکیں گی۔
''ہم......ہم......نن......نہیں......مل سکتے۔'' فاطمہ نے جواب دیا۔ وہ بنا سوچے بولے۔
''ہم کچھ نہیں جانتے فاطمہ بی بی! ہم آپ سے ملنے کے منتظر ہیں اور جانے کیوں لگتا ہے آپ انکار نہیں کریں گی۔'' وہ تردد کرتے ہوئے گویا ہوئے۔
''نہیں......ہم......ہم نہیں مل سکتے...... یہ کوئی جواز نہیں رکھتا......اس ملاقات کی کوئی دلیل نہیں نکلتی۔'' وہ سامنے نگاہ کرتی ہوئی کانپتی آواز میں بولیں۔
''دلیلوں اور وضاحتوں کو ہم نہیں جانتے فاطمہ ہمیں آپ سے ملنا ہے ہم صرف یہ جانتے ہیں اور آپ ایسا ممکن بنائیں گی۔'' وہ یقین سے بولے اوران کے یقین پر فاطمہ حیران رہ گئی تھیں۔
''یہ......ممکن......نہیں......!'' وہ مسلسل انکار کررہی تھی۔ سینے میں دل بہت تیزی سے دھڑکے جارہا تھا۔ شور اس قدر تھا کہ لگتا تھا دادی جان تک آواز پہنچ جائے گی۔ وہ چور نظروں سے اس طرف دیکھ رہی تھیں کہ کوئی اس مدعے کو سن نہ لے اوران کی پڑھائی پھر سے منسوخ نہ ہوجائے۔ ان کی آواز اور لہجے میں وہ ڈر صاف محسوس کیا جاسکتا تھا مگر دوسری طرف چھوٹے نواب سننے کو تیار نہیں تھے۔
''فاطمہ بی بی ہم کچھ نہیں جانتے یہ ملاقات ضروری ہے اور ہو کر رہے گی ورنہ کل سے ہم آپ کو پڑھانے نہیں آئیں گے۔'' چھوٹے نواب نے اپنا فیصلہ سنایا۔ آگے کنواں تھا اور پیچھے کھائی فاطمہ کی جان پر بن گئی۔ اگر وہ چھوٹے نواب کی بات مان لیتیں تو اماں جان ان کی پڑھائی بند کروادیتیں اور اگر وہ انکار کرتیں تو چھوٹے نواب پڑھانے سے انکار کررہے تھے اس نے عجب کشمکش میں چھوٹے نواب کو مخاطب کیا۔
''چھوٹے نواب ہماری زندگی سہل نہیں اسے مزید پریشانیوں میں مبتلا مت کیجیے ہم نے اس پڑھائی کے لیے اپنے خواب گنوائے ہیں ہم کالج جا کر پڑھنا چاہتے تھے مگر ہماری دادی جان نے ایسا ممکن نہیں ہونے دیا ہمارا خواب تھا ہم تحریک پاکستان میں حصہ لیتے مگر ایسا ممکن نہیں ہونے دیا گیا آپ خدارا ہماری مشکلات میں اضافہ نہ فرمائیں۔'' اس نے مدعا بیان کرتے ہوئے کہا مگر چھوٹے نواب ٹس سے مس نہ ہوئے۔
''ہم کچھ نہیں جانتے فاطمہ بی بی ہم مل کر رہیں گے ہم پائیں باغ میں آپ کا انتظار کریں گے آپ کی ایک جھلک دیکھنا ہمیں پاگل کررہا ہے ہم آپ سے مل کر بغور آپ کو دیکھنے کے خواہش مند ہیں اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں چاہتے ہم آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتے نہ پہنچائیں گے ہمیں بس آپ کو ایک جھلک بغور دیکھنا ہے۔ خدارا انکار مت کیجیے۔'' وہ درخواست کررہے تھے۔ فاطمہ کی جان پر بن گئی تھی۔
''کیسے سمجھائیں آپ کو چھوٹے نواب ایسا ممکن نہیں اور......!''
اس نے دیکھا ملازمہ سر پر پہنچ چکی تھی فاطمہ کے پاس ماسوائے خاموش ہوجانے کے اور کوئی راستہ نہ تھا۔ مگران کو ڈر تھا کہ وہ ملازمہ کے سامنے کچھ نہ کہہ دیں تبھی روانی سے بولیں۔

"لیجیے چھوٹے نواب آپ کی چائے آ گئی' تاریخ کل پڑھیں گے آج ہمارے سر میں بہت درد ہے ہم تھوڑی دیر آرام کرنا چاہیں گے سو آج آپ پڑھائی کو یہیں برخاست کیجیے۔" وہ نرمی سے کہتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئیں اور ملازمہ کی سمت دیکھے بنا کہ وہ کس درجہ حیرت سے انہیں دیکھ رہی ہے' وہ چلتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

❁......❁......❁......❁

چھوٹے نواب کی سماعتوں میں تا دیر فاطمہ کے نازک نفیس جوتوں کی آواز گونجتی رہی تھی' دور جاتی آواز......قدم تفاوت بڑھاتے ہوئے سنائی دیتے تو وہ الجھ کر رہ جاتے۔ انہوں نے غصے سے دیوار پر ہاتھ کا مکا بنا کر مارا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے ہمیں؟ کیوں سوچ رہے ہیں ہم اس قدر کیوں اصرار کر رہے ہیں؟ ان قدموں کی آہٹوں کو بھی بغور کان لگا کر سن رہے ہیں۔ ان کے قدموں کی آہٹوں کو گننے لگے ہیں' انہوں نے کتنے قدم اپنے کمرے تک جانے کے لیے اٹھائے اور کتنے قدم کمرے سے اس باپردہ ماحول میں آنے کے لیے......ہماری توجہ صندل کی دیوار سے ہٹتی کیوں نہیں؟ اور ہم اس ایک خیال سے آگے کچھ سوچتے کیوں نہیں......یہ کیا ہے......ہم کیوں سمجھ نہیں پا رہے......اس ایک جھلک میں کیا تھا؟ جھری کے اس طرف سے دیکھنا کیا اصرار رکھتا تھا کہ ہمیں ایک نا ختم ہونے والی کشش باندھ لے گئی۔" چھوٹے نواب تا دیر سوچتے رہے مگر کچھ سمجھ نہ آیا تھا' فاطمہ بی بی کا چہرہ نگاہ سے ہٹا نہ تھا اور ان کا لہجہ سماعتوں سے گیا نہ تھا۔

❁......❁......❁......❁
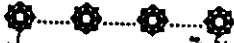
فاطمہ بے حد الجھن کا شکار تھیں' وہ گم صم سی بیٹھی تھیں کہ اماں جان پاس چلی آئیں۔ ان کا سر چوما اور شفقت سے سر پر ہاتھ رکھ کر بولیں۔

"کیا معاملہ ہے ہماری فاطمہ گڑیا ایسی پریشان کیوں ہیں؟ کیا بات ہے جو آپ کے ذہن میں اٹک کر رہ گئی ہے؟"

اماں جان نے پوچھا فاطمہ نے ان کو نگاہ اٹھا کر خاموشی سے دیکھا اور ان کے ساتھ لگ کر آنکھیں موند لیں۔ اماں جان ان کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگیں' پھر نرمی سے کہنے لگیں۔

"فاطمہ بیٹا......کیا مسئلہ ہے؟ ہم سے کہیے ہم تو آپ کی والدہ ہیں' آپ کو جنم دیا ہے ہم نے' جہاں تک ممکن ہوا آپ کی پریشانی کا تدارک کریں گے' ہم آپ کو پریشانیوں میں گھرا نہیں' خوش دیکھنا چاہتے ہیں۔" اماں جان کا لہجہ حلاوت سے پُر تھا۔ مگر فاطمہ کچھ نہیں بولی۔

"بیٹا......زندگی میں بہت کچھ جھیلنا اور برداشت کرنا پڑے تو اس آزمائش سے گھبرانا یا ہمت نہیں ہارنا چاہیے۔ ثابت قدم رہو' پڑھنا تمہارا خواب ہے اور اگر یہ خواب پورا ہو رہا ہے تو یہ بات خوش آئند ہے' خواب پانا آسان نہیں ہوتا اور نا ہی خوابوں کی تعبیر اس قدر آسانی سے ہاتھ لگتی ہے' تم ان چند خوش قسمت لوگوں میں سے ہو جن کو اپنے خواب پورے کرنے کا موقع مل رہا ہے' گھر بیٹھ کر ہی سہی تمہیں بہرحال پڑھنے کا موقع مل رہا ہے اور پڑھنا تمہاری اولین خواہش ہے۔" اماں جان نے بیٹی کو سمجھایا' فاطمہ ان کی گود میں سر چھپا گئی تھی۔

❁......❁......❁......❁

فاطمہ تعلیم کا سلسلہ ختم کرنا نہیں چاہتی تھیں اور دوسرے دن جب چھوٹے نواب آئے تھے اس نے ان سے صاف کہہ دیا تھا۔

"مگر تعلیم کی راہ عزت کی قبر سے ہو کر جاتی ہے تو ہم اس تعلیم سے ایسے ہی بھلے......عزت کی قبر سے گزر کر ہم تعلیم کا حصول نہیں چاہیں گے!" وہ مضبوط لہجے میں بولی تھیں' دوسری طرف چھوٹے نواب خاموش رہے تھے۔

”آپ سن رہے ہیں چھوٹے نواب؟“ فاطمہ نے تسلی کرنے کے لیے پوچھا۔

”ہاں ہم سن رہے ہیں فاطمہ بی بی! مگر ہم صرف آپ کو دیکھنا چاہتے ہیں اس میں کیا برا ہے؟ کیا ہم نے کہا کہ ہم آپ کو چھونا چاہتے ہیں؟ دور سے دیکھنے میں کیا قباحت ہے؟“ چھوٹے نواب نے سرسری لہجے میں اپنے کہا جیسے یہ اتنا بڑا مدعا نہ ہو اور اس کی نوعیت ثانوی ہو۔

”چھوٹے نواب آپ کے لیے یہ معاملہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا آپ کے لیے شاید سب ثانوی ہے کیونکہ آپ مرد ہیں اور آپ کے ذمے آپ کی عزت کی ذمے داری اس طور فرض نہیں ہوتی مگر ہم لڑکی ہیں اور ہم پر ایک خاندان کی عزت کا بوجھ اس طور لدا ہے کہ ہم گردن نہیں اٹھا سکتے' یہ بوجھ بھی نہیں ہے یہ ہماری ذمے داری ہے' ہر بیٹی پر یہ ذمے داری عائد ہوتی ہے' ہم کوئی انوکھے نہیں۔“ فاطمہ نے کہا' تبھی چھوٹے نواب بولے۔

”ہم آپ کی قدر کرتے ہیں فاطمہ بی بی! آپ کی سوچ قابل قدر ہے' ہم آپ کی عزت کرتے ہیں۔“ چھوٹے نواب نے نرم لہجے میں کہا۔

”خدارا آپ سے ملنا' یا آپ کو دیکھنا آپ کی عزت کو کم کرنا نہیں۔“ وہ سمجھانے لگا' فاطمہ ملازمہ کے آنے پر چپ ہوگئی تھی۔

”بس ایک بار...... فاطمہ بی بی...... چاہے لحہ بھر کو...... آپ کے گھر کے پائیں باغ میں......“ وہ ضدی لہجے میں بولا۔ فاطمہ نے خاموشی سے کتاب کھول لی اور بولی۔

”آج تاریخ کا تیسرا باب پڑھنا ہے' جو ہمیں بالکل بھی سمجھ نہیں آرہا۔“ وہ کہہ کر دانستہ ملازمہ کی طرف متوجہ ہوئیں' ملازمہ ان پر نگاہ رکھے مطمئن بیٹھی تھی' چھوٹے نواب پڑھانے لگے تھے۔

❁......❁......❁......❁

ضد اس کے لیے حیران کن تھی' اس نے کبھی زندگی میں کسی بات کے لیے ضد نہیں کی تھی' وہ نہیں سمجھ پائی تھی چھوٹے نواب کیوں اس قدر ضدی ہو رہے تھے' مگر اس کے لیے ان کی ضد کو پورا کرنا جیسے انتہائی مشکل تھا' مگر مجبوری کے تحت اس نے وہ قدم اٹھا لیا جس کے لیے وہ تیار نہیں تھی۔ وہ پائیں باغ میں آ گئی تھی۔ شام ڈھلنے کو تھی جب کہ چھوٹے نواب کا پتہ نہیں تھا' وہ شدید الجھن میں ٹہلنے لگی' جب مڑی تو سامنے سے وقار الحق آتے دکھائی دیے۔ فاطمہ کے دل کی دھڑکنیں تھمنے لگی تھیں۔ انہوں نے گھبرا کر رخ پھیر لیا تھا' دل تھا کہ دھڑکے گیا تھا' چھوٹے نواب بلا کے خوبرو تھے' اونچے لمبے' چوڑے شانے...... سرخ و سپید رنگت...... بھلا ایک مرد کے پاس اس حسن کا کیا جواز؟ ایسا حسن تو حضرت یوسف کے نام وقف تھا' مگر بلاشبہ چھوٹے نواب یوسف ثانی تھے۔ وہ دھڑکنوں کو سنبھالتی ہوئی رخ پھیرے کھڑی تھیں' چھوٹے نواب قدم قدم ان کی طرف بڑھ رہے تھے۔

❁......❁......❁......❁

ملازم نے جھک کر اماں جان کے کان میں کچھ کہا' اماں جان چونکی پھر سر ہلا دیا تھا اور ریسیور کان سے لگا لیا تھا۔

”بولو تو قیر الدین آج کیسے زحمت کر لی فون کرنے کی' ماں کی یاد آئی یا کوئی کام نکل آیا؟“ انہوں نے طنز کیا' دوسری طرف توقیر شرمندہ ہوئے۔

”معافی چاہتا ہوں اماں جان' شرمندہ ہوں' مزید شرمندہ نہ کریں۔“ اماں جان ہنس دیں۔

”کتے کی دم کو دس برس بھی بوتل میں ڈال کر رکھ دو تو نکالنے پر ٹیڑھی ہی ملتی ہے' توقیر الدین' چل چھوڑ مدعے پر آجاؤ' کیا کام ہے؟“ اماں جان نے کہا تو وہ خاموش ہوگئے۔

''اب بول بھی' کیا سانپ سونگھ گیا؟ فون کرنے کی زحمت کی ہے تو مدعا بھی بتا فضول کی رٹی باتوں میں وقت بھی کیوں صرف کرنا' حال احوال تو ٹھیک ہی ہیں' تبھی تو فون کیا ہے تم نے۔ کہنے کی ضرورت نہیں میاں مگر جانتی ہوں خون تو سفید ہی ہوگیا ہے آپ کا اور آپ کا ہی نہیں وہ آپ کے محترم لاہور والے بھائی صاحب بھی پورے آپ پر ہی گئے ہیں۔ شکر کرتے ہیں ہم ناظم الدین باپ کا پر تو نکلے......'' وہ طنز کرتی ہوئی غصے سے بولیں۔

''اماں جان! ہم نے رشتے کی بات کرنے کے لیے فون کیا ہے' ہمارے صاحب زادے ریحان کے لیے' ہمیں فاطمہ کا رشتہ درکار ہے' یوں تو ملنا ملانا ہوتا نہیں' رشتے داری بنے گی تو تعلق مضبوط ہوجائے گا اور......'' توقیر صاحب بول رہے تھے جب اماں جان نے ہنستے ہوئے ان کی بات کاٹ دی۔

''بیٹا...... ایک ماں کا رشتہ تو نبھایا نہ گیا تم سے اور کون سا رشتہ نبھانے کے قابل ہو تم؟ رشتوں کی بات تمہارے منہ سے عجیب لگتی ہے' بہرحال تمہارا بیٹا کرتا کیا ہے؟'' اماں نے دماغ کی مرمت کرتے ہوئے دریافت کیا۔

''وہ...... اماں...... تجارت کا آغاز کیا ہے' خوب کماتا ہے' سمجھ دار اور سلجھا ہوا ہے' ہر لحاظ سے فاطمہ کے لیے مناسب......''

''بس...... بس بہت تعریفیں ہوگئیں' جانتی ہوں تمہارے جیسے باپ کی اولاد کتنی نیک اور صالح ہوگی فون بند کرو اب' سوچ کر جواب دوں گی۔'' اماں جان نے حکم دیتے ہوئے ریسیور کریڈل پر واپس رکھ دیا اور کچھ سوچنے لگیں تھیں۔

❁......❁......❁......❁
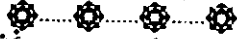
''ہماری طرف دیکھیے فاطمہ ہم آج آفتاب کا سامنا کرنے آئے ہیں۔ غم نہیں جو آتش ہمیں جلا دے' جلتے ہیں تو جل جائیں مگر ایک جھلک' اس ضیاء کی دیکھ تو لیں گے......'' چھوٹے نواب بولے۔ فاطمہ الجھ کر غصے سے پلٹیں۔

''چھوٹے نواب آپ کو کچھ خبر نہیں آپ نے ہمیں کس مشکل میں ڈال دیا ہے۔ ہم جان پر کھیل کر اس ملاقات کو آئے ہیں' دادی جان کو خبر ہوگئی تو ہماری خیر نہیں۔ آپ کی خاطر ہم نے آج عزت داؤ پر لگادی...... اور......!'' وہ الجھ کر رکیں...... مگر نواب وقار الحق انہیں خاموشی سے مبہوت سے دیکھتے گئے۔

''عشق ایسا ہوش ربا' دلربا...... ہوتا ہوگا سنا تھا آج دیکھ بھی لیا۔ ہم واحد ہوں گے جنہوں نے آتش کو اس قدر قریب سے دیکھا۔ تپش جلانے کو ہے مگر پروا نہیں ہے' اس چہرے کو ہم تمام زندگی دیکھنے کے خواہش مند ہیں' فاطمہ بی بی...... ایسا حسن...... ایسی دلکشی...... یہ حسن پردے میں چھپانے کا مستحق ہے...... میں بھی نہیں چاہوں گا کہ کوئی پرائی نگاہ اسے چھوئے...... میں بلا کا حاسد ہوں' میں بھی آپ کو سات پردوں میں چھپا کر رکھنا چاہوں گا۔'' چھوٹے نواب نے کہا۔

''کیا......؟'' فاطمہ حیرت سے دیکھنے لگیں تھیں۔

❁......❁......❁......❁

''کرم دین...... یہ ریحان الحق کے متعلق پتہ کرکے بتاؤ' ہمیں ان کی تمام چیدہ چیدہ معلومات درکار ہیں' الف سے ی تک تمام جاننا چاہتے ہیں ہم۔ چاہے ایک ہفتہ لے لو' مگر خود لکھنو جاؤ۔'' اماں نے کرم دین کو حکم دے کر فون کا سلسلہ منقطع کیا اور گہری سوچ میں پڑ گئیں تھیں۔

❁......❁......❁......❁
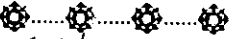
فاطمہ نے دل کی دھڑکنوں کو سنبھالتے ہوئے نگاہ اٹھا کر وقار الحق کو دیکھا اور پھر پلٹ کر دوڑتی ہوئی وہاں سے نکلتی چلی گئیں' وقار الحق خاموشی سے کھڑے۔ یہ انہیں دیکھتے رہے تھے۔ ایک لمحہ زندگی تھا جیسے جو انہوں نے اس پری وش کو دیکھ کر گزارا' گھر آ کر وہ ایک فیصلہ پر پہنچ چکے تھے۔

"ابا جان ہم آپ سے بہت ضروری بات کرنا چاہتے تھے۔" وقار الحق نے کہا۔
"بیٹا ہم بعد میں بات کریں گے فی الحال ہم میرٹھ جارہے ہیں۔ کچھ کاروباری مسئلہ ہے اسے سلجھانا ہے ہم تفصیل سے بات کریں گے۔" ابا جان اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ وقار الحق والد کو دیکھتے رہ گئے تھے۔

❁......❁......❁......❁
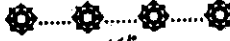
"بیٹا بیٹھو ایک ضروری بات کرنا ہے۔" اماں جان نے ناظم کو کہا وہ مؤدب سے ان کے سامنے بیٹھ گئے۔
"جی اماں جان...... کہیے۔" ناظم الدین نے کہا۔ اماں جان نے کچھ دیر سوچا اور نرم لہجے میں بولیں۔
"بیری اور بیٹی کب چھت سے جا لگے خبر نہیں ہوتی۔ ہمیں خبر ہی نہیں ہوئی ہماری فاطمہ کب اتنی بڑی ہوگئی کہ اس کے لیے رشتے آنے لگے۔" وہ مسکرائیں اور ناظم الدین چونکے۔
"کیا مطلب اماں جان؟" اماں جان کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔
"اے لو آسان سی تو بات ہے میاں...... تمہاری بچی کے لیے رشتہ آیا ہے ریحان کے لیے توقیر نے ہاتھ مانگا ہے گھر کا بچہ ہے اور تم دونوں بھائیوں میں بھی رشتہ مضبوط ہوجائے گا سو اور کیا چاہیے؟" اماں جان ہنوز مسکرائے جارہی تھیں۔ ناظم صاحب حیرت سے انہیں دیکھنے لگے۔
"لیکن اماں جان؟"
"ارے کیا لیکن ویکن میں تو سوچ رہی ہوں ہاں کردوں۔ انکار کا کیا جواز ہے۔ فاطمہ کے لیے اتنا اچھا رشتہ اور آ ہی نہیں سکتا۔" اماں جان نے کہا۔
"اماں جان ہم نے سنا ہے ان موصوف کی شہرت کچھ اچھی نہیں اور......!" ناظم صاحب نے کہنا چاہا اماں نے ٹوک دیا۔
"ارے بیٹا لوگوں کا کام تو بس منہ جوڑ کر باتیں کرنا ہی ہے کوئی بھی بات پھیلا دیتے ہیں ان باتوں پر کان مت دھرو...... تمہارے ابا جان کے متعلق کیا کیا نہ سننے کو ملا......؟ ہمارا رشتہ طے ہوا تو اگلے ہی ہفتے خبر ملی کہ موصوف تو دوسری عورت کے چکر میں مبتلا ہیں مگر ہمارے ابا جان نے کان نہیں دھرے پھر اس کے بعد سننے کو ملا کہ ان کی جائیداد بھائیوں نے ہتھیالی ہے ہمارے ابا جان نے تب بھی کوئی ردعمل نہیں دیا اور ہمارا نکاح مقررہ دن پر ہی ہوا اور دیکھو کیسی پُرسکون اور کامیاب ازدواجی زندگی گزاری ہم نے۔" اماں جان مسکرائیں اور ناظم الدین ماں کو دیکھتے رہ گئے تھے۔
(ان شاءاللہ باقی آئندہ شمارے میں)

❁

دل میں شکایتیں نہیں، لب پہ فغاں نہیں
جیسے اب اہلِ دل کا کوئی راز داں نہیں
بے اعتنائی سے مجھے صرفِ نظر نہ کر
منزل نما ہوں، گردِ رہِ کارواں نہیں

سنا تھا ہم نے بچپن میں
کبھی بھی یوں نہیں ہوگا
کہ گندم بو کے جو کاٹو
مگر ہم پہ جوانی میں
حقیقت یہ کھلی ہے کہ
بھلے کتنی خوشی بولو

محبت کی زمینوں سے
دکھوں کی فصل اگتی ہے

جگر توڑ تمازت نے عجب گرمی اور حرارت کا امتزاج جسم میں بھر دیا تھا کہ فی الفور سوتی چادر کو پرے سرکایا اور اندرونی چھت کے عین مرکز میں نصب پنکھے کو شکوہ کناں نگاہوں سے دیکھا پر مجال ہے کہ جو اس کے جسم بے جاں میں حرکت آئی ہو۔ اس سے پہلے کہ یہ ہمیں مزید جامے سے باہر کرتا ہم نے بغلیں جھانکتے دالان کی راہ لی۔ دالان میں قدم رکھتے ہی فرحت بخش سانس لیتی ہواؤں نے کونے میں ایستادہ نیم کے شجر پر ستائشی نگاہیں خود بخود ہی حفظ ماتقدم طبیعت کو لہرانے پر مائل کر گئیں۔ نصف گھنٹہ ہی بمشکل گزر پایا ہوگا کہ اماں کی آواز نے ہواؤں کی نرمی اور شائستگی کو پھر سے گرم کر دیا اور میں "روحیہ آفتاب" میں حاضر میں تابعدار کے مصداق اماں کے سامنے بھاگتی دوڑتی کچن میں جا پہنچی جہاں وہ پدر بزرگوار کے لیے قیمہ بھون رہی تھیں جس کی خوشبو نے مری لذت شامہ کو بیدار کر دیا تھا۔

"جی اماں۔" ہانپتے کانپتے استفسار کیا۔

"شام میں بڑی آپا آ رہی ہیں تمہاری ذرا زیادہ گوندھ لینا اور ہاں روٹیاں ذرا ستھری پکانے کی کوشش کرنا۔" جواب میں ایک مختصر "جی" کہنے پر اکتفا کیا۔

جہاں جون کا آغاز ہوا وہیں ہماری گھر کی دختر خاص بڑی آپا جان "سامان آرام" اپنے پانچ سپوتوں کے ہمراہ چھٹیاں گزارنے آ پہنچتی اور اس وقت نہ پوچھیے مجھ غریب، معصوم، لاچاری ننھی جان پر کئی ظلم بمعہ ستم ڈھائے جاتے۔ ستم بالائے ستم آپا جان کو اپنے بچوں سے فرصت نہ ملتی اور میں جسے سب پیار سے روحی کہتے تھے (پتا نہیں یہ کیسا پیار تھا؟ یا مجھے خاص بابائے قوم کے مقولے 'کام، کام اور کام' پر عمل کرنے کے لیے دنیا میں بھیجا گیا تھا) کاموں کی چکی میں گھن چکر بن جاتی۔ حق ہاہ...... بڑے خوب صورت تھے وہ ایام جب اماں کی کسی بھی اولاد کی شادی نہ ہوئی تھی ہمارے ابا جان کی بڑی خواہش تھی کہ ایک عدد بیٹا ہو جائے۔

یہ عرض عنایت پوری تو ہوئی مگر پانچ رحمتوں کے بعد یعنی پہلے پانچ بیٹیوں کی تشریف آوری کو یقینی بنایا پھر ایک بیٹا بصورت نعمت حاضر ہو گیا اور اس کے بعد؟ اس کے بعد نہ پوچھیے کہ کیا ہوا؟ پھر بھی بتاتا تو پڑے گا اس کے بعد روحی تشریف لے آئیں اور پھر...... پھر کیا جناب بریک لگ گئی۔

آفرین تھی ہماری محنتی، جفاکش اماں پر جو ہر وقت کام سے لگی رہتیں، پڑھائی کے علاوہ ہر فن میں طاق اور ماہر، کپڑوں کی سلائی سے لے کر کڑھائی ہو، گوٹہ کناری لگانا ہو، کشیدہ کاری کرنی ہو، جلدیں بنوانی ہو، صفائی ستھرائی اعلیٰ، پیوند کاری، لحافوں میں روئی بھرنا، پھول پودوں کی کانٹ چھانٹ، دیواروں پر مٹی سیمنٹ کا لیپ شاید ہی کوئی ایسا کام ہو جس سے اماں کی باریک بینی، سادگی، مہارت اور پرکاری ظاہر نہ ہو۔ ارے ہاں اور کھانے پکانے میں تو خاندان بھر میں بے نظیر ٹھہری ہوئی ہستی ہماری پیاری اماں جان "عائشہ آفتاب" ہر قسم کا چار، بڑیاں، کڑھی، دہی پھلکے کوفتے، نت نئی بریانیاں، فرنی، نہاری، پائے الغرض ہر محنت طلب کام ان کے آگے گھٹنے ٹیک دیتا پر وہ نہ تھکتیں۔ دوران کام بھی ابا حضور کی چائے کی وقفے وقفے سے ہونے والی فرمائش جاری رہتی اور یہاں پر بھی داد طلب مقام ہوتا کہ عائشہ آفتاب ہماری اماں بی کی پیشانی پر کبھی جو کوئی غم و غصے کی لکیر آ جائے۔ ساتھ اس کے اولاد کی بھی فکر کس کس نے کھانا کھایا اور کس نے نہیں کھایا۔ میں نے کبھی شب کے پہر کے علاوہ اماں کو آرام کرتے یا سوتے نہیں پایا۔ وہ ایک ایسی نادر خاتون کہ جن کے بارے میں کہا جاتا ہے جس گھر میں پیدا ہوئی وہاں بہن بھائیوں کی خدمت کی، سسرال میں ساس، نندوں کے فرائض خوش اسلوبی سے نبھائے اور پھر میاں جی کے بعد اولاد کو سنبھالنے میں مگن ہو گئیں۔ خود نہیں پڑھ سکی کہ زمانہ قدیم کی نانی کے بقول پڑھ لکھ کر دماغ خبطی ہو جاتا ہے معصوم لڑکیوں کا لہٰذا چولہا چوکی میں مہارت ضروری ہے۔

ہماری اماں بی لاتعداد خوبیوں کا مرقع تھیں، یہی وجہ تھی کہ اردو کسی حد تک پڑھ لکھ اور سمجھ لیتی تھیں۔ ایک بار پھر آفرین، داد طلب بات اپنی اولاد کو پڑھانے سے باز نہ رہ سکی عائشہ آفتاب...... سب سے بڑی آپا جمیلہ نے ایف اے کیا اور پھر جاب شروع کر دی۔ ابا کے توسط سے ان کے دوست کے آفس میں، شدید سردی ہو یا گرمی برقع میں جاتیں اور ایسے ہی جناب کی واپس ہوتی۔ اس کے بعد سوہا نے میٹرک کیا اور گھر میں ہی چھوٹا سا ٹیوشن سینٹر کھول لیا، تیسری آپا کوثر نے نہم سے چھوڑ دیا کہ پڑھائی میں دل ہی نہ لگتا تھا محترمہ کا سو گھر کے کام کاج کی ذمہ دار بصد خوشی سنبھال لی، چوتھی راحیلہ نے بھی میٹرک کیا پھر درسِ نظامیہ کا کورس اور پھر جس مدرسہ سے پڑھا وہیں پڑھانے کا فریضہ سر انجام دینے لگیں۔ پانچویں دختر زوہا میٹرک کے بعد ایف اے پرائیوٹ کرنے کی ٹھانی لیکن سیکنڈ پارٹ میں ٹائیفائیڈ کی لپیٹ میں آ گئیں۔ سیکنڈ سمسٹر مس ہو گیا پھر دوبارہ ہمت نہ کی یوں پڑھائی کا تعلیمی دورانیہ ادھورا رہ گیا۔ چھٹے نمبر پر سب کے لاڈلے اکلوتے بھائی جان فراز نے بی کام کے بعد سیلز مین کی ملازمت شروع کر دی، ساتھ ساتھ ہوم ٹیوشن کے لیے بھی

جاتے پھر آ جاتی ہے "رومی" سب سے چھوٹی کی باری جو بس گھر کے چھوٹے موٹے کام کرتی کہ باقی سب تو اماں اور بڑی بہنوں نے سنبھالا ہی ہوا تھا تو مزے سے کہانیاں پڑھتی ٹی وی دیکھتی۔ گڑیوں سے جی بھر کر دل بہلاتی اور پھر پڑھائی ان سارے مشغلوں کے باوجود ابا اماں اور بھائی بہنوں کے تعاون کی بدولت رومی صاحبہ نے میٹرک کے بعد ایف اے پھر بی اے اور یہاں تک کے پرائیوٹ ایم اے کی بھی تیاری شروع کردی۔ گھر کے مسائل تو تب محسوس ہوئے یا یوں کہیے وبال جان لگے جب سب بہنوں کی شادیاں ہوگئیں جس کے باعث ایک دم ہی بہت سے کاموں کا بوجھ مجھ پر لاد دیا گیا کہ اماں بی بیمار بھی رہنے لگی تھیں اور ابا میاں جو چپڑاسی کی ادنیٰ سی پوسٹ پر ایک سرکاری ادارے کے توسط فائز تھے وہ بھی ریٹائرمنٹ کے بعد گھر پر ہی ہوتے اور رومی کو اب پتا چلا کہ محنت کیا ہوتی ہے؟ ناپ کیسے کیا جاتا ہے؟ تمام ڈگریاں اس نے واجبی گریڈز میں حاصل کی تھیں۔

کبھی ضمنی امتحانات میں بھی رعایتی پاس ہوجاتی تو کسی نے شکوہ نہ کیا نہ لعنت ملامت اور نہ ہی ڈانٹ کا کوئی پیریڈ ہوا کبھی لہٰذا کبھی احساس ہی نہ ہوا کہ پاس سے آگے بھی جایا جاتا ہے پوزیشن لینی ہے اور تو اور اساتذہ کی باتوں کو بھی ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیا جاتا۔ احباب بھی اپنے جیسے طبقے سے تعلق رکھنے والے پائے تھے جو پاس ہوکر ہی سمجھتے کہ معرکہ سر کرلیا گیا ہے اسی لیے مری کسی پراگراس رپورٹ میں بہتری کے امکانات بیٹر سے گڈ تک رسائی نہ حاصل کرسکے۔

بی اے میں تو رومی جناب نے جی جان سے رو رو کر دعا مانگی کہ کسی طرح پاس ہوجاؤں اور بی گریڈ میں کامیابی کی سند آخر مل بھی گئی اسی دوران اس کی دوستی ثمن ذوالفقار سے ہوگئی جس نے اسے نہ صرف ایم اے کی طرف راغب کیا بلکہ معلومات کے وہ گراں قدر خزانے بھی فراہم کیے جن سے وہ پہلو تہی کرتی رہی تھیں۔ وہ رومی جو کچن میں صرف اشیاء رکھنے کی غرض سے داخل ہوتی تھی بس اب سارے کام یک دم اس کے حوالے کردیے گئے جتنی اس کی خواہش ہوتی کتابیں پڑھنے کی اتنا ہی کاموں کا بوجھ بڑھ جاتا۔ شادی شدہ بہنوں میں سے کوئی آ بھی جاتا تو مہمان بن کر کام تو اب گویا سب رومی کے لیے مختص کردیے گئے تھے۔

جونہی شب کی شروعات ہوتی وہ تھکنے لگتی حتیٰ کہ اتنا تھک جاتی کہ نیند کا حصار اپنی لپیٹ میں لے لیتا۔ سب بہنیں جیسے تیسے اپنے سسرال میں زندگی کی گاڑی دھکیل رہی تھیں اسے کسی کے مسائل سے آگہی تھی اور نہ ہی کوئی خاص سروکار تھا کہ اور بہت سے مسائل سوچنے اور حل کرنے کے لیے تھے۔ رومی کا منصوبہ تھا شاندار مارکس کے ساتھ ماسٹر کرنے کا لیکن ابھی سے پہلا سال ہی اب ماؤنٹ ایورسٹ کے برابر محسوس ہورہا تھا۔ کبھی کبھی تو بے بسی سے انگلیاں مسلتی بے بسی کی انتہاؤں سے گزرنے لگتی۔ اماں نے تو اب صاف کہہ دیا تھا۔

"تم چھوڑ دو بس پڑھائی اور گھر پر توجہ دو۔" پر وہ اس دل کا کیا کرتی جو ثمن کی مستقبل کی پیش قدمیوں کے حوالے سے تگ و دو کرنے پر بضد تھا۔ بقول ثمن کے "تعلیم اچھی ہوگی بمعہ ملازمت تو قابل شوہر کی ہمراہی بھی نصیب ہوگی" رومی کے خواب کوئی اونچے انوکھے نہ تھے نہ ہی وہ خود کو کوئی شہزادی تصور کرتی تھی مگر آئندہ آنے والے دنوں میں ایک پُرسکون ازدواجی زیست کی خواہش مند ضرور تھی۔

ان ہی دنوں رومی کے رشتے کی بات بھی چل رہی تھی۔ موصوف کی سائیکل کی اپنی ورکشاپ تھی پڑھائی صفر تھی بقول ابا کے "کسی بھی طرح کی بری صحبت کا شکار نہ تھا۔" بالآخر آخری پیس یعنی رحیلہ آفتاب کو بھی تھوڑی چھان بین کے بعد آصف نثار سے منسوب کردیا گیا اب چونکہ رومی صاحبہ بھی شادی جیسے مرتبے یعنی کسی کی زوجہ خاص بننے والی تھی تو ان پر بہت سے رازہائے خاندان آشکار ہوئے۔ اس کی سماعت میں عائشہ آفتاب کا دن میں بارہا کہا گیا جملہ ایک مسلسل ہونے والی بازگشت کی طرح صور پھونکتا رہتا۔ وہ جملہ کیا تھا؟ ہمارے معاشرے کی جڑوں کو کھوکھلا کردینے والا ایک المیہ حق باہ ایسا المیہ جس کی نحوست عائشہ آفتاب کے خاندان پر بھی نازل ہوچکی تھی۔

"ہر شخص کے ساتھ بیاہی لڑکی کا گزارہ ہوجاتا ہے لیکن نشئی اور شکی کے ساتھ گزارہ مشکل ہے۔" یہ فقرہ جو کئی بار مری سماعت پر دستک دیتا مجھے حفظ ہوگیا تھا۔ سوہا آپا کا میاں ایسا ہی تو نکلا تھا اور آخر کو وہ مطلقہ کی حیثیت سے پھر اسی گھر کی دہلیز پر تھیں جو اب پرایا ہوگیا تھا۔

"جب بیٹیاں شادی کے بعد پھر سے باپ کی دہلیز پر قدم رکھتی ہیں ناں تو نہ صرف رشتے ناطے بلکہ اس چوکھٹ کے در و دیوار بھی اجنبی بن جاتے ہیں۔ اس کی ساری مسرتوں کا کفن قبل از شادی اس پر دفن کردیا جاتا ہے کہ دوبارہ بصورت لغزش بھی وہ قدم پلٹ کر نہ آجائیں۔" اور سوہا آپا وہ تو شدید خواہش نا چاہتے ہوئے بھی پلٹ آئی تھیں۔ اماں نے کتنے دلاسے دیئے لیکن ان کو تو اب بس ایک غم کھائے جاتا کہ وہ تنہا رہ گئی اپنی پانچ سالہ ماہرہ کے ساتھ۔

"ہم سب تیرے ساتھ ہیں میرے بچے۔" اماں یہ کہتے ہوئے بھول جاتی تھیں کہ اب رہ ہی کون گیا تھا کہ ہادی اور رومی کی تاریخ ساتھ رکھ دی گئی تھی اور ہادی کے تو پہلے ہی طلب گار بہت تھے۔

سوہا کی طلاق کی بات مخفی رکھی گئی جلد از جلد معاملے کو نپٹایا جارہا تھا ہادی تو گویا اب تھک گیا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ابھی خود جاکر بارات لے آئے۔

"ہر شخص کے ساتھ بیاہی لڑکی کا گزارہ ہوجاتا ہے لیکن نشئی اور شکی کے ساتھ گزارہ مشکل ہے۔" اپنے ساتھ اس فقرے کی گونج کو اپنی یادداشت کے خانوں میں محفوظ کیے رومی اپنے سسرال آ پہنچی تھی۔ ثمن

کے منصوبے اور بیش بہا تجاویز بہت پیچھے رہ گئے تھے۔

شادی کے کچھ دنوں بعد ہی ہادی کے سسرال والوں کے علم میں سوہا کی طلاق کی بات آ گئی تو انہوں نے بری بھلی کچھ کہنے کی بھی کسر نہ چھوڑی۔ ہادی کی بیوی جو کہ بی کام میں اس کی کلاس میٹ بھی تھی اور ایم کام کے بعد بینک میں منیجر کی پوسٹ پر فائز بھی تھی اس نے فوراً ہی الگ گھر کا مطالبہ کر دیا۔ اس وقت دل گرفتہ آفتاب صاحب نے دل کو تھاما اور جب بولے تو گھر کی سیمنٹ میں پیوست دیواریں بھی آہ و بکا کرنے پر مجبور ہو گئی تھیں۔

"میں...... میں...... میری سوچ غلط تھی عائشہ میں غلط ثابت ہوا۔ اے کاش کہ میرا بیٹا ہی نہ ہوتا مری ساری کی ساری بس بیٹیاں ہی ہوتیں...... اتنا بڑا دکھ......" مزید اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ پائے تھے۔ ہادی خود غرض بنا پدر بزرگوار کی چوکھٹ جلد ہی پار کر گیا تھا کہ پیچھے دیکھا تو پتھر کا ہو جائے گا۔ آفتاب صاحب اس سانحے کی تاب نہ لاتے ہوئے شدید ہارٹ اٹیک کا شکار ہو گئے اور موقع پر ہی جان کی بازی ہار گئے پھر بھی ہمسایوں نے کسی طرح چیخ و پکار سن کر ٹیکسی منگوائی۔ ہسپتال پہنچنے پر وہی پتا چلا جس پر یقین کرنے کو دل نہ مانتا تھا کہ "وہ خالق حقیقی سے جا ملے ہے۔"

چھ بیٹیوں میں سے صرف تین باپ کا دیدار کر پائی تھیں کہ باقیوں کو دور بدلیس بیاہنے کے سبب کوئی نہ لینے جا سکتا تھا اور تھا ہی کون جو لینے جاتا۔ رومی تک کسی نہ کسی طرح اطلاع پہنچا ہی دی تھی۔ اس غم کے نیز سے نکالنے میں رومی نے ماں کا بہت ساتھ دیا تھا ورنہ عائشہ آفتاب بھی کب کا دم توڑ چکی ہوتیں پھر ان کے سامنے سوہا کی دو آنکھیں سوالیہ نشان بھی تو تھیں پھر کیسے وہ ہمت ہار دیتیں۔ ہجر جیسی صبر و تحمل سے پُر زندگی کچھ وہ گزار چکی تھیں، کچھ کے گر... پڑتے لمحے ابھی باقی تھے۔

پورے چاند کی آب و تاب نے فلک کو مزید کشادگی عطا کی تو تارے قطار در قطار الگ ہوتے سحاب سے چھیڑ چھاڑ کرتے زمین پر جھانکنے لگے۔ سوہا وسیع آسمان تلے اپنی دونوں ہتھیلیاں پھیلائے ماں کی مغفرت کے لیے دعا گو تھی جس نے شدید محنت طلب زندگی گزاری تھی وہ پیدا ہوئیں محنت کے لیے اور پھر محنت کرتے کرتے فنا ہو گئیں۔

آفتاب صاحب کے انتقال کے بعد آصف نے اپنے چچا زاد جو شادی شدہ عارف تین بچوں کا باپ تھا۔ عارف کی پیشکش رومی کے سامنے رکھ دی گئی۔ سادگی سے نکاح کی رسم ہوئی اور رخصت ہو کر سوہا ایک اور گھر چلی گئی تھی۔ عائشہ آفتاب تو تھیں ہی اس بات کے سبب ہمہ تن چشم انتظار سو خود کو ملک الموت کے حوالے کر گئیں۔

ایک دفعہ کی بند کی آنکھیں دوبارہ نہ کھولیں، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گئیں۔ رومی کا سسرال بس اس کا شوہر آصف ہی تھا اس نے ساس، نند، دیور سب کا کردار بخوبی ادا کیا تھا۔ جب سسرال کے مسائل سامنے آئے تو رومی کے علم میں آیا کہ آفتاب کی تو کوئی لاڈلی بیٹی سرے سے تھی ہی نہیں اور پھر وہ لاڈلی تھیں ہی کب، لاڈلا تو بس ہادی تھا جو بے حسی کا چوغہ پہنے بوڑھے باپ کو موت کے حوالہ کر گیا تھا جب اس کے ناتواں بازوؤں کو اس کی ضرورت تھی۔ ضرورت بھوک کو جنم دیتی ہے اور بھوک طلب کو جب طلب بڑھنے لگے تو خواہشات کا سمندر وجود میں آتا ہے۔

شادی کے دو ماہ بعد ہی آصف کا کاروبار ختم ہو گیا جو شراکت داری میں تھا ذاتی پیمانے پر نہیں تھا، رومی پے در پے آنے والی مشکلات کے باعث ایم اے بھی نہ کر سکی اور وہ رومی جس نے کبھی ہاتھ نہ پھیلائے تھے، مانگ کر نہ کھایا تھا اب اس کا شوہر اسے کھلا رہا تھا۔ وہ سارا دن تو پلنگ توڑتا رہتا اور اگر گھر سے جاتا بھی تو سو پچاس روپے کے علاوہ وہ کچھ نہ لاتا۔ نتیجہ...... ہفتے میں تین دن فاقہ، تین دن دو وقت کی روٹی نصیب ہوتی، رومی نے استاد کے پیشے سے منسلک ہونے کی کوشش کی تو پندرہ سو ماہوار پر اسے گھر کے قریبی اسکول میں ملازمت مل گئی۔

یہ بھی غنیمت تھا کہ نمبر بھی بس واجبی سے تھے صد شکر، کچھ دامن میں بطور ہتھیار موجود تھا۔ انہی تنگ دنوں میں ایک نحیف بچہ بھی رومی کی گود میں آ گیا اس کی تنخواہ تین برس میں تین ہزار ہو گئی لیکن اس کے میاں نے اپنی روش نہ بدلی وہ صبح ملازمت پر جاتے ننھی سی جان کو ہمسائی ذکیہ کے حوالے کر جاتی بدلے میں اس کے بھی ڈھیروں کام کر دیتی کہ مفت میں تو آج کل کوئی ذمہ داری نہیں لیتا۔ میاں کو کچھ سمجھانے لگتی تو نتیجہ جھگڑے کی صورت سامنے آتا، رومی کی تنخواہ سے بھی آدمی کسی نہ کسی طرح گانٹھ لیتا۔ سگریٹ نوشی الگ کرتا اور مارنے کے لیے ہاتھوں کا استعمال بے دریغ (مردانگی کا ثبوت دینا بھی تو ضروری ہوتا ہے ناں) پھر اس پہر اس لمحے اس گھڑی رومی کو اپنی اماں کا وہ فقرہ جو یادداشت کے کونے کھدروں میں کہیں محفوظ ہو کر رہ گیا تھا۔ ساری پرتیں کھولے سامنے آ جاتا۔

"ہر شخص کے ساتھ بیاہی لڑکی کا گزارہ ہو جاتا ہے لیکن نشئی اور شکی کے ساتھ نہیں۔"

آصف شک تو نہ کرتا تھا اور نہ ہی شراب جیسی لت میں مبتلا تھا لیکن وہ ہڈ حرام تھا اس پل رومی کا دل چیخ چیخ کر بس یہی پکارتا۔ اماں...... شرابی اور شکی کیا "ہڈ حرام" کے ساتھ بھی گزارہ نہیں ہوتا۔

نوٹ:۔ یہ صرف مدیحہ آفتاب کی رائے ہے ہر قاری کا اس سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

(بلاشبہ یہ مرض ہڈ حرامی ہمارے معاشرے کے اکثر مرد حضرات کو جونک کی طرح چمٹا ہوا ہے)

❀

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

تنہائی میں دل کا عالم ایسا لگتا ہے
بن بوگل، بن پانی بادل، جیسا لگتا ہے
تم پر بھی ایک دن بیتے گا، تم بھی جانو گے
کوئی نظر انداز کرے تو کیسا لگتا ہے

آمنہ نے مزیدار کیک بنایا تو زارا کو کال کر کے بلالیا' وہ کافی لے آئی اور پھر دونوں بات چیت کے دوران کیک اور کافی سے لطف اندوز ہوتی رہیں۔

"زارا...... تمہیں کچھ اندازہ بھی ہے کہ میرا دیور ابراہیم تمہیں کتنا چاہتا ہے۔" آمنہ نے جان بوجھ کر یہ ذکر چھیڑا۔

"سوری آمنہ مجھے اس موضوع پر کوئی بات نہیں کرنی۔" وہ ایک دم خشک انداز میں بولی۔

"پتا نہیں تم کیوں ایسے شخص کے ساتھ بندھی ہو جس کو تمہاری قدر نہیں۔" وہ زچ ہوئی اس معاشرے میں علیحدگی زندگی اور موت کا مسئلہ نہیں بنتا۔

"سوری آمنہ مگر ہم مشرقی عورتیں صرف اپنے شوہر کی محبت پر فخر کرتی ہیں۔" وہ تھوڑا کرک لہجے میں بولی۔

"تم اس شخص کے پیچھے اپنی زندگی برباد کرنے چلی ہو۔" اسے حقیقتاً اس پر حیرت ہوئی۔

"برباد ہونا ہے تو ایسا ہی سہی۔" زارا نے ہاتھ میں پہنی شادی کی انگوٹھی کو چھوا۔

"وہ شخص میرے نزدیک ایسا ہے جسے نہ محبت کرنی آئی' نہ ہی وہ کسی دوسرے کی محبت سنبھال سکتا ہے۔" آمنہ نے ایک بار پھر سمجھانا چاہا۔

"ہمم...... کوئی اور بات کریں۔" زارا نے موضوع بدلنے کی خاطر کہا۔

"وہ اب بھی تمہیں اپنانے کو تیار ہے۔" آمنہ کی بات پر زارا نے زور سے نفی میں سر ہلایا۔

"ایک بار ابراہیم کے بارے میں سوچ کر تو دیکھو' اس نے تمہاری وجہ سے اپنے ٹرانسفر کی درخواست دی ہے۔"

"مجھے اس کے یہاں رہنے یا جانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا' اگر تم میری سچی دوست ہو تو یہ بات اسے اچھی طرح سمجھا دینا کہ میں نے صرف ایک شخص سے محبت کی ہے اور اس کا نام ہے تابش علی۔" اس کا مستحکم لہجہ آمنہ کو اچھا لگا۔

"مگر تمہارا شوہر تمہاری جانب نہ لوٹا تو......؟" وہ نجانے کیا جاننا چاہ رہی تھی' زارا اسے دیکھنے لگی۔

"تب بھی میں اس کے نام پر تا عمر بیٹھ کر زندگی گزارنے کا حوصلہ رکھتی ہوں......" زارا کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ دل کچھ ہلکا ہو گیا تھا۔

"او زارا...... یو آر امیزنگ۔" اس کے ہونٹوں پر مبہم سی مسکراہٹ آ کر ٹھہر گئی۔

"ویسے بھی آمنہ میں نے زندگی کی ایک اور حقیقت جانی ہے۔" اس کا انداز فلسفیانہ ہوا۔

"وہ کیا؟" وہ فوراً بولی۔

"میں تابش کو حاصل ہو گئی ہوں تو اس کے لیے بے کشش ٹھہری اور ابراہیم کے لیے جب تک لاحاصل ہوں پُرکشش رہوں گی۔" زارا دھیمے انداز میں بڑبڑاتی ہوئی اٹھ گئی' آمنہ نے اس کے جانے کے بعد دیور کے کمرے کا رخ کیا تاکہ اسے بتا سکے کہ اس کی منشا کے مطابق آمنہ نے زارا کے کان میں بات ڈالی تو وہ صاف انکار کر کے چلی گئی۔

☆☆☆......☆☆☆

زارا' آمنہ کے گھر سے واپس لوٹی تو تابش کا موڈ بری طرح سے آف تھا۔

"مل گئی فرصت؟" تابش نے تپے ہوئے انداز میں بیوی کا استقبال کیا۔

"یہ پی لیں۔" زارا وجہ جانتی تھی اس لیے کوئی سوال جواب کیے بنا دودھ کا گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔

"سنو مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔" بیوی کی توجہ نہ پا کر وہ کمر پر ہاتھ رکھ کر اس کے مقابل آ گیا۔

"ایک منٹ میں فریش ہو کر آتی ہوں۔" اس سے بچنے کے لیے زارا بلاوجہ واش روم میں گھس گئی' واپس لوٹی تو تابش کو اسی پوزیشن میں کھڑا پایا۔

"اف...... تھک گئی ہوں۔" لوشن اٹھاتے ہوئے جتایا اور اپنے گلابی پیروں کا مساج شروع کر دیا۔

"ایک بات بتاؤ زارا؟" وہ اس کی بے نیازی پر گھورتے ہوئے چیخا۔

"آپ نے ابھی تک ہیٹر کیوں نہیں آن کیا؟" ٹھنڈ لگنے پر شوہر کی ناراضی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اس نے بات کی۔

"تم اتنی بداخلاق کیوں ہوگئی ہو؟" اس نے بھی جواب نہ دیا اور لوشن چھینتے ہوئے جرح شروع کی۔

"اب مجھ ناچیز سے کیا خطا ہوگئی ہے؟" برش اٹھا کر بالوں میں پھیرتے ہوئے پُرمزاح لہجے میں الٹا سوال کیا۔

"عیناں ہماری مہمان ہے مگر میں نے محسوس کیا ہے کہ اسے دیکھتے ہی تمہارا منہ بن جاتا ہے آج بھی وہ گھر پر تھی مگر تم نے اسے بتا کر جانے کی زحمت نہیں کی کہ کہاں جارہی ہو۔" تابش نے اس کے خلاف ڈھیر سارا مواد جمع کررکھا تھا۔

"میں اپنے معاملے میں آزاد ہوں، ویسے بھی عیناں کہاں آتی جاتی ہے کیا مجھے بتا کر جاتی ہے؟" اس کا لہجہ تیکھا ہوا تو وہ بغلیں جھانکنے لگا۔

"اب ایک سوال کا جواب آپ بھی دیں مجھے۔" اس نے تیکھے انداز میں شوہر کو گھورا۔

"ہاں پوچھو؟"

"عیناں ہماری مہمان کب سے ہوگئی.....؟" زارا نے بھنویں اچکائیں اور طنز کا تیر پھینکا۔

"میرا مطلب ہے کہ اگر تمہارے دل میں گنجائش نہیں تھی تو اسے یہاں رہنے کی اجازت کیوں دی۔" بیوی کے کاٹ دار انداز پر وہ گڑبڑایا۔

"دل میں جتنی گنجائش تھی اب تو بات اس سے کہیں آگے چلی گئی ہے۔" زارا کے چہرے سے غصہ واضح تھا۔

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"آپ جیسے اچھے میزبان کے ہوتے ہوئے۔ کسی کے ہونے یا نہ ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے؟" طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

"مگر عیناں کو تو عادت ہوگئی ہے میری چغلیاں لگانے کی۔" یہ بات اس نے صرف سوچی، بول نہیں سکتی تھی ورنہ ایک نیا جھگڑا شروع ہوجاتا۔

"وہ ہماری فیملی کی سب سے خوش اخلاق لڑکی ہے۔" تابش اسے سمجھانے کی کوشش کرنے لگا جبکہ وہ جانتا تھا کہ وہ یہ بات کبھی نہیں مانے گی۔

"اچھا تو پھر کیا میں اسے کسی ایوارڈ سے نوازوں؟" زارا نے بالوں کو جوڑے کی شکل دیتے ہوئے دل میں سوچا۔

"تم...... تم کیوں نہیں اس کی کمپنی انجوائے کرتی۔" تابش نے ایک نیا مشورہ دیا۔

"میں ایسے مصنوعی انداز اور بے پر کی باتوں سے کوسوں دور بھاگتی ہوں۔" اس نے بھی زچ ہوکر بے مروتی سے دل کی بات کہہ ہی دی۔

"تم جتنی بور اور ڈل ہوگئی ہو مجھے تم سے اسی قسم کے جواب کی امید تھی۔" تابش نے دانت کچکچائے۔

"سنیں میں وہ ہی زارا ہوں جس سے شادی کرنے کے لیے آپ پاگل ہورہے تھے اب تو یوں لگتا ہے جیسے میں آپ کی کسی توقع پر پوری نہیں اترتی۔" زارا کا لہجہ نم ہوا۔

"میرا دماغ خراب ہے، جو بلاوجہ تم جیسی ضدی لڑکی سے اپنا سر پھوڑ رہا ہوں۔" وہ بے زاری سے کہتا ہوا سونے کے لیے لیٹ گیا۔

تابش کے منہ سے اپنے لیے ایسے سخت الفاظ سننے کے بعد اس کے دل کو کافی ٹھیس پہنچی مگر ضبط سے کام لیتے ہوئے نائٹ بلب آن کرکے بیڈ کے دوسرے کنارے پر جاکر لیٹ گئی۔ آج کل ان دونوں کے درمیان فاصلے کافی حد تک بڑھ گئے تھے۔ کبھی کبھی قریبی رشتے انسان کو اتنا بے مایہ کردیتے ہیں کہ اپنے وجود کے ساتھ ساتھ تکلیفیں بھی بے حیثیت ہوجاتی ہیں۔

☆☆☆......☆☆☆

تابش یونی کی پارکنگ میں اس کا انتظار کررہا تھا، وہ بلیک جیکٹ پر بلیک جینز پہنے لمبے بالوں کی پونی بنائے آنکھوں پر گلاسز چڑھائے اپنی فرینڈز کے ساتھ باتیں کرتی اس کی جانب بڑھی تو وہ اسے دیکھ کر ایک بار پھر عیناں اور زارا کا موازنہ کرنے لگا تھا۔

"کہاں کھوئے ہوئے ہیں؟" اس نے فرنٹ سیٹ پر بیٹھ کر سیٹ بیلٹ باندھی اور اسے کھویا ہوا پایا تو اس کی آنکھوں کے سامنے اپنا ہاتھ لہرایا۔

"آں...... کہیں...... نہیں...... تم بتاؤ ورک شاپ کیسی

رہی؟" وہ چونک کر گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھنے لگا۔
"بہت دلچسپ۔" وہ اب تمام تفصیل بتانے لگی جسے وہ غائب دماغی سے سن رہا تھا۔
"چلو اچھا ہوگیا۔" وہ مسکرایا اور گاڑی کی اسپیڈ بڑھائی۔
"ہاں مگر ایک ٹیچر کا لیکچر کچھ زیادہ ہی طویل ہوگیا تھا۔" وہ بالوں میں سے بینڈ نکال کر انہیں انگلیوں سے سلجھانے لگی۔
"اچھا۔" تابش نے مڑ کر اس کے گھنے بالوں کو توصیفی نگاہوں سے دیکھا۔
"عینی مجھے ایک بات کہنی ہے۔" تابش بہت دنوں سے اعتراف کرنا چاہ رہا تھا۔ یہ موقع مناسب لگا تو دھیرے سے بولا۔
"جی بولیں۔" وہ اس کی طرف مکمل طور پر متوجہ ہوگئی۔
"تم بچپن میں بے تحاشہ موٹی ہوا کرتی تھی اور شاید میرے چھیڑنے پر ہرٹ بھی بہت ہوتی ہوگی مگر وہ جو میری شہہ پر کزنز نے تمہیں چھیڑنا شروع کردیا تھا۔ وہ کچھ زیادہ ہی غیر مناسب تھا۔ مجھے بعد میں ان سب باتوں پر افسوس بھی ہوا۔" وہ الفاظ ترتیب دیتے ہوئے کہہ رہا تھا جب کہ عیناں الجھ کر اسے بغور دیکھ رہی تھی۔
"اوہ...... وہ بات تو بہت پرانی ہے' میں تو سب بھول گئی ہوں۔" اس نے بظاہر لاپروائی دکھائی۔
"ویسے اب کوئی مجھے موٹی کہہ کر دکھائے۔" عیناں نے ایک ادا سے انگلی اٹھا کر اسے وارننگ دی تو تابش نے ایک ہاتھ سے کان پکڑا۔
تابش کی باتوں سے اندر کے زخم جیسے دوبارہ ہرے ہوگئے' وہ کھڑکی سے باہر نظاروں میں محو ہونے کی ایکٹنگ کرنے لگی تھی ورنہ اسے پرانی باتوں نے جھنجوڑنا شروع کردیا تھا۔ عینی کے وجود میں درد پھیلتا چلا گیا' یہ بات کتنی مشکل ہوتی ہے جب اس انسان کے منہ سے اپنی تضحیک سننے کو ملے' جس کو آپ نے دل میں سب سے الگ مقام دے رکھا ہو۔ منزہ کی امی خاندان میں تیز طرار مشہور تھیں' ان کے سامنے کسی کی ہمت نہیں تھی کہ وہ عینی کے لیے ایک لفظ بھی کہہ سکیں' اسی لیے ماں بیٹی کی لن ترانیوں پر سب پیچھے سے ہی مذاق اڑاتے تھے سامنے کچھ نہ کہتے مگر تابش وہ پہلا فرد تھا' جس نے اسے خوش فہمیوں کے چنگل سے نکالا اور حقیقت کا آئینہ دکھایا۔ لمحہ نہ لگا اور عینی کا زعم ٹوٹ گیا۔ وہ بڑا کڑا وقت تھا' اس دوران یہ سرپھری لڑکی خودکشی کے بارے میں سوچنے لگی مگر پھر اس کے اندر کی ضدی عینی نے سر اٹھایا اور خود کو دنیا کی نگاہوں میں منوانے کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہوگئی اور کامیابی اس کا نصیب ٹھہری۔

☆☆☆......☆☆☆

زارا نے ایان کی فرمائش پر پیزا بنانے کا ارادہ کیا' کیبنٹ میں سامان چیک کیا تو ناکافی نکلا' کچھ سوچ کر اس نے بیگ میں پیسے رکھے اور گھر لاک کرکے باہر نکل آئی' وہ اکثر پیدل ہی گروسری لینے قریبی سپر مارکیٹ تک چلی جاتی تھی' اس وقت بھی یہی ارادہ تھا مگر ذہنی خلفشار اپنے عروج تک جا پہنچا تھا' وہ تابش کو ٹوٹ کر چاہتی تھی' اسے خود سے دور جاتا دیکھ کر اذیت محسوس ہورہی تھی۔ اسے خبر ہی نہیں ہوئی کہ کوئی برابر میں چلتے ہوئے اس کے چہرے کے بدلتے زاویوں کا مشاہدہ کررہا ہے۔
"اب میں کسی سے کہوں بھی تو کیا؟" زارا نے غائب دماغی سے سائن بورڈ کی طرف دیکھتے ہوئے خودکلامی کی۔
"مجھ سے کہہ دیں ناں۔" اس کے دائیں جانب سے دھیمی سی آواز آئی' مگر زارا نے اپنا وہم سمجھ کر سر جھٹکا۔
"اگر وہ مجھے نہیں ملتا تو؟" اس نے چلتے ہوئے خود سے باتیں شروع کردیں۔
"تو شاید میں ادھوری رہ جاتی۔ نہ جانے میرا کیا بنتا۔" ہر بار کی طرح دل سے ایک ہی صدا آئی۔
"مگر اب......" اس نے ہول کر سینے پر ہاتھ رکھا۔
"وہ تو مجھ سے بہت دور ہوگیا ہے۔" اذیت سے آنکھیں میچ کر اس نے قدرے بلند آواز سے کہا اور بیچ سڑک پر کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔
"آر یو اوکے زارا؟" ابراہیم نے اسے سامنے سے آتی ہوئی گاڑی سے بچانے کے لیے کلائی پکڑ کر سائیڈ میں

کیا۔

"لیس مگر آپ؟" اس نے پھیکے انداز میں پہلے اثبات میں سر ہلایا پھر سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں میں' کافی دیر سے پیچھے آرہا ہوں مگر آپ ایسے مسئلوں میں الجھی تھیں کہ میرے ہونے کا احساس ہی نہ ہوا۔" وہ مسکرایا۔

"کیا مصیبت ہے۔ آپ میرا پیچھا کیوں کرتے ہیں؟" وہ چلائی۔

"سمجھیں تو ہمیشہ سے آپ کے ساتھ ہوں مگر آپ نے کبھی محسوس ہی نہیں کیا۔" اس نے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔

"شٹ اپ ابراہیم آپ جانتے ہیں کہ مجھے ایسی باتیں پسند نہیں۔" اس نے نروٹھے پن سے کہا اور دور ہوگئی۔

"کب تک خود سے جھوٹ بولیں گی مسز تابش؟"

"آپ کو میرے نجی معاملات میں دخل اندازی کا کوئی حق نہیں۔" وہ ہسٹریائی انداز میں چلائی۔

"زارا...... مان لیں کہ آپ اور مسٹر تابش ایک دوسرے کے لیے نہیں بنے ہیں۔" اس کے لہجے میں کچھ چونکا دینے والا تھا۔

"نہیں یہ سچ نہیں۔" زارا کے منہ سے سرسراتی ہوئی آواز نکلی' اعتبار کا خول چٹخنے لگا۔

"مجھے اب بھی آپ کا انتظار ہے۔ صرف ایک بار پکاریں تو......" وہ بولنے کے بعد رکا نہیں' کوٹ میں ہاتھ ڈال کر لمبے ڈگ بھرتا دور ہوتا چلا گیا' زارا بھی مڑ کر اپنے راستے پر چل دی اور سامنے سے آتی عیناں نے چونک کر بھرپور نگاہوں سے ان دونوں کو مخالف سمتوں میں جاتے دیکھا' اس کی آنکھوں کی چمک میں اضافہ ہوتا چلا گیا تھا۔

☆☆☆......☆☆☆

تابش کو لیٹ نائٹ موویز دیکھنے کا شوق تھا اور زارا اس کے اس معمول سے چڑتی تھی۔ وہ اسے ویک اینڈ کے علاوہ لیٹ نائٹ ٹی وی دیکھنے نہیں دیتی تھی' زارا جانتی تھی کہ اس طرح سے بچے ڈسٹرب ہوں گے انہیں اسکول کے لیے بہت صبح اٹھنا پڑتا ہے اسی لیے وہ جلدی سونے پر زور دیتی۔

مگر عیناں کے آجانے کے بعد سے تابش کے مزے آگئے وہ بھی اس کی طرح ایکشن موویز کی شوقین۔ تابش اکثر زارا کے بنائے ہوئے اصول کو توڑ ڈالتا اور وہ جل کر خاک ہو جاتی۔ زارا کو کبھی کبھی محسوس ہوتا جیسے عیناں جان بوجھ کر کوئی نہ کوئی ایسی مووی لگا کر بیٹھ جاتی جو تابش کی بھی فیورٹ ہوتی اور پھر وہ دونوں اس میں محو ہو جاتے اور زارا نظر انداز ہو کر رہ جاتی۔

زارا نے ماں کی ایک بات اپنی گرہ سے باندھ کر شادی شدہ زندگی میں قدم رکھا تھا کہ "خوشیوں کو دیرپا رکھنے کے لیے بلاوجہ کی تکرار سے بچنا چاہیے۔" وہ اس پر تا حال قائم تھی' اس کی محتاط اندازی نے ہی گھر کے ماحول کا توازن برقرار رکھا تھا ضبط ایک نقطہ پر آکر چٹخنے لگتا یا کبھی شیشے کی طرح کرچی کرچی ہو کر بکھرنے کو تیار رہتا۔ اس وقت بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ وہ تابش کے انتظار میں جاگ رہی تھی مگر وہ عیناں کے ساتھ مووی دیکھنے میں مگن تھا' زارا تھوڑی دیر تک تو اس کا ساتھ دینے کے لیے لاؤنج میں بیٹھی رہی' مگر کار ریسنگ کے بارے میں اس کی معلومات صفر تھی جبکہ عیناں یوں بڑھ چڑھ کر بول رہی تھی جیسے اسی مضمون میں "پی ایچ ڈی" کر رکھا ہو وہ اگلی پچھلی ہسٹری میں الجھی گلابی ٹی شرٹ اور بلیک ٹراؤزر میں تروتازہ کھلا گلاب سا دکھائی دی جبکہ وہ تھکی تھکی سی زرد لباس میں سرسوں کا مرجھایا ہوا پھول بنی ہوئی تھی۔

تروتازہ چہرے کے ساتھ دلکشی سے مسکراتے تابش کی سراہتی نگاہیں عیناں کے حسین چہرے سے بار بار جا ٹکراتی۔ یہ دیکھ کر زارا کا دل مٹھی میں جکڑنے لگا۔ وہ اپنے ہی گھر میں اجنبی ہوگئی' ان دونوں کے بیچ میں اسے اپنا وجود اضافی لگا۔ وہ تھک ہار کر مایوس سی لاؤنج سے اٹھ کر جانے لگی۔ امید تھی کہ شاید تابش اسے روکے گا مگر وہ تو فلم اور عیناں میں اتنا محو تھا کہ شاید اس کی غیر حاضری کا احساس بھی نہ ہوا۔

زارا نے بستر پر لیٹنے کے بعد بازو آنکھوں پر رکھ کر

آنسوؤں کا گلا گھونٹا چاہا' عیناں کے بارے میں سوچتے ہوئے نہ جانے کیسے اس کے خیالات کی رو ابراہیم کی طرف مڑ گئی اور ذہن کے پردے پر شام کو ہونے والی ملاقات کا منظر فلم کی طرح چلنے لگا۔ وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر اٹھ بیٹھی' ایک گلاس پانی پیا' آیت الکرسی پڑھ کر خود پر پھونکی اس کے بعد قرار ملا' دوبارہ لیٹ گئی' بہت دیر تک خیالوں کی دنیا میں کھوئی رہی آنکھوں کے دریچے جانے کب بند ہوئے اور وہ کب سوئی پتا ہی نہ چلا۔

تابش جب مسکراتا ہوا روم میں داخل ہوا تو بیوی کو سوتا دیکھ کر کوفت زدہ ہوا غصے میں جا کر صوفے پر لیٹ گیا کچھ دیر بعد خود بخود اس کے خیالوں کی رو اس دن کی طرف مڑ گئی' جب عیناں نے اس کے گھر میں قدم رکھا اور زندگی پر چھایا جمود ٹوٹ گیا ورنہ زارا کے ساتھ ایک روٹین لائف نے اسے بور کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس کے اور عیناں کے درمیان عمر کے فرق کے باوجود بھی کتنی ہم آہنگی تھی' یہ بات اسے حیرت میں مبتلا کر دیتی۔

☆☆☆......☆☆☆

لان کی کرسی پر ابراہیم ہاتھ میں اخبار لیے ہوئے بظاہر مطالعہ میں مشغول تھا لیکن یہ بات آمنہ اچھی طرح سے جانتی تھی کہ اس کی نگاہیں اخبار کے بجائے باڑ کے پار زارا کے مکان پر ٹکی ہوئی ہیں۔ وہ تپے ہوئے انداز میں قدم اٹھاتی آہستہ سے آ کر اس کے قریب کھڑی ہوگئی۔

''ابراہیم کہاں گم ہو؟'' اس نے دیور کو چونکایا۔

''ارے آپ کب آئیں؟'' ابراہیم نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ مڑ کر آمنہ کو دیکھا۔

''میں تو کچھ دیر پہلے یہاں آئی تھی مگر تم ہی خیالوں کی دنیا میں کہیں دور پہنچے ہوئے تھے۔'' آمنہ نے چوٹ کی تو وہ سنبھل گیا۔

''ایسی تو کوئی بات نہیں۔'' اس نے اخبار لپیٹتے ہوئے اطمینان سے جواب دیا۔

''دیکھو تم نے مجھ سے پرامس کیا تھا کہ زارا کو بھول جاؤ گے' مگر پھر بھی......'' وہ سخت جملہ کہتے ہوئے رک گئی۔

''یہ سچ ہے کہ میری دنیا کبھی زارا سے شروع ہو کر اسی پر ختم ہوا کرتی تھی مگر اب میں اچھی طرح سے یہ بات جانتا ہوں کہ زندگی بھر مجھے دشت تنہائی میں بھٹکتے ہوئے عمر کا باقی حصہ گزارنا ہے۔'' اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''اچھا تو پھر تم اب کیا سوچتے ہو؟'' آمنہ نے ٹھنڈی سانس لے کر کریدا۔

''وہ اب میرے لیے پہلے سے بھی زیادہ محترم ہستی ہے۔'' اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

''میں یقین کر لیتی ہوں مگر پھر بھی تمہیں وارن کروں گی کہ اگر تمہاری ذات سے زارا کو کوئی تکلیف پہنچی تو یہ اچھی بات نہیں ہوگی۔'' وہ زارا کی محبت میں بولی جبکہ یہ بھی جانتی تھی کہ ابراہیم ایسا کچھ نہیں کرے گا۔

''میں اس معاملے میں آپ کو یقین نہیں دلاؤں گا۔ آنے والا وقت خود یقین دلائے گا کہ میں زارا کا بدخواہ نہیں اور جو کچھ بھی ہوگا اچھا ہی ہوگا۔'' اس نے اٹھتے ہوئے بڑی متانت سے جواب دیا۔ آمنہ نے ابراہیم کو الجھی نگاہوں سے جاتے دیکھا' جس کے سینے میں درد کا طوفان مچل رہا تھا مگر چہرے سے ظاہر ہونے نہ دیا۔

☆☆☆......☆☆☆

ابراہیم کی باتوں نے زارا کے دل کو دہلا دیا تھا۔ وہ رات بھر بے چین رہی اور صبح اٹھتے ہی تابش کے ارد گرد منڈلانے لگی' اس وقت بھی ابراہیم کی باتیں ذہن میں کلبلانے لگیں زارا کچھ سوچ کر دو قدم آگے بڑھی اور تابش کے برابر میں آ کر کھڑی ہوگئی' آئینے سے جھانکتی اپنی شبیہہ کو ترس بھری نگاہوں سے دیکھا' دو بچوں کی پیدائش اور ان کی تربیت کی ذمہ داری اس کے کاندھوں پر تھی' چہرے پر چھائی بے رونقی' تفکر کی علامت تھی' بلیو جینز اور ہاف سلیوز کی ڈھیلی سی اورنج ٹی شرٹ میں آئینے میں اپنا پرانا عکس تلاش کرتی رہ گئی۔

''کوئی کام ہے؟'' تابش نے آئینہ میں بیوی کی پھیکی پڑتی صورت دیکھی تو پوچھا' آواز میں موجود ناگواری کا احساس اسے تڑپا گیا۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

"ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔" اس نے دھیرے سے لب کھولے اور ایک قدم پیچھے ہوئی۔

"آتا ہوں۔" تابش نے سر ہلایا۔

"اچھا زارا پلیز...... ایک کام کرنا۔" اسے پلٹتے دیکھ کر پکارا۔

"بولیں کیا ہوا؟" وہ افسردہ سی پیچھے ہٹتے ہوئے رک گئی دل کوئی اچھی بات سننے کو دھڑکا۔

"عیناں کو دیکھنا تیار ہوئی یا نہیں۔ اس لڑکی کی وجہ سے مجھے آج کل روزانہ دیر ہو رہی ہے۔" وہ بڑی بے تکلفی سے بولا۔

"غیر کے لیے لہجے میں ایسی تروتازگی۔" زارا کا دل چاہا کہ سامنے رکھا برش کھینچ کر شوہر کو مار دے۔

"اوں...... میں کوئی نوکر ہوں۔" الجھے بال کے گچھوں کو انگلیوں سے سیدھا کرتی ہوئی کمرے سے باہر نکلتے ہوئے بڑبڑائی۔

وہ دونوں صبح ساتھ نکلتے اور پھر ایک ساتھ ہی واپسی ہوتی۔ دانستگی یا نادانستگی میں عیناں نے مقابلے میں اسے نیچا دکھا کر شاید تابش کی کسی مردانہ حس کو تسکین حاصل ہو رہی تھی یا پھر وہ اپنے پچھلے رویے کا ازالہ کرنے کی کوشش میں عیناں کو زیادہ اہمیت دینے لگا تھا جو بھی تھا سب کچھ زارا کے دل پر لگتا تھا۔ ایک بار تو اس کا دل چاہا کہ ساس کو پاکستان فون کھڑکھڑا دے۔

زارا فی الحال اس معاملے میں منہ سے بھاپ بھی نکالنا نہیں چاہتی تھی کہ "کہیں ہونٹوں نکلی کوٹھوں چڑھی والی مثال صادق نہ آجائے" اور اس کی شادی شدہ زندگی خاندان بھر میں زیر بحث آجائے اس نے اپنی خواہش پر ضبط کے پہرے بٹھا دیئے ورنہ سسرال میں فون کر کے ایک بار تو ضرور پوچھتی کہ اس "بلا" کو ان کا ایڈریس دے کر کیوں بھیجا گیا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆

وہ کافی کا مگ تھامے گلاس وال کے پاس جا کھڑی ہوئی ہلکی روشنی میں باہر کا منظر بھیگا بھیگا سا لگ رہا تھا شفاف شیشے کے پار دیکھتے ہوئے ذہن کی یادداشت میں ماضی کی باتیں جھانکنے لگیں اور اسے کئی سال پیچھے لے گئیں۔ عیناں کے گھر کا ماحول شروع سے کافی کھلا ڈلا سا تھا نانا خواندہ منزہ انڈین فلموں کی رسیا تھی۔ چھوٹی سی عینی بھی ماں کے ساتھ ساری فلموں کو شوق سے دیکھتے ہوئے خود کو ہیروئن تصور کرتے خیالوں کی دنیا میں کھوئی رہتی ماں نے اکلوتی بیٹی کی بلاوجہ کی تعریفیں کر کے اس کا دماغ خراب کر دیا تھا۔ پہلی بار اس کا زعم تابش نے توڑا اور اسے بتایا کہ وہ اصل میں کیسی ہے؟

تابش اس وقت خاندان بھر کی بزرگ خواتین کی آنکھوں کا تارہ بنا تھا کنواری لڑکیاں جب محفلوں میں جمع ہوتیں تو ایک دوسرے کو تابش کے نام سے چھیڑتیں۔ پردیس میں رہنے والے شہزادے کی ماں نے ایک دن باتوں ہی باتوں میں ذکر کر دیا تھا کہ وہ تابش کی شادی برادری میں ہی کریں گی بس سب نے یہ بات گرہ سے باندھ لی۔ اس کی دلہن بننے کا خواب اکثر آنکھوں میں پروان چڑھنے لگا۔ فلموں کی رسیا عینی نے بھی لڑکیوں کی باتیں سن کر اپنے دل میں ایک امیج بنا لیا اور جب تابش چھٹیوں میں وطن لوٹا اور ان دونوں کا آمنا سامنا ہوا تو عینی کے دل کی کلی کھل اٹھی وہ تو بالکل ہیرو جیسا تھا۔

چھوٹی عینی کے بڑے دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی کہ وہ اس کا آئیڈیل ہے مگر دل کے ارمان آنسوؤں میں اس دن بہہ گئے جب اسے پہلی بار تابش کی زارا سے محبت کے بارے میں پتا چلا اور بن دیکھے ہی زارا کے لیے دل میں نفرت بھرے جذبات جاگ اٹھے۔ دراصل زرینہ بیگم خاندان بھر میں ہونے والی ہلچل سے باخبر تھی اسی لیے فہمیدہ کو بھی شادی ہونے تک یہ بات دونوں گھرانوں میں محدود رکھنے کی تاکید کی اور ویسے بھی وہ وقت سے پہلے بلاوجہ کے مسائل میں الجھنا نہیں چاہتی تھیں۔

اس دن جب عینی اپنی ماں منزہ کے ساتھ ان کے گھر آئی تو اس کی نگاہوں نے تابش کو ڈھونڈنا شروع کر دیا۔ اسے لان میں تابش تنہا دکھائی دیا۔ عینی نے اپنی ماں کو

زرینہ کے ساتھ باتوں میں مگن دیکھا تو باہر نکل آئی۔ کچھ سوچ کر تابش کی طرف مسکراتے ہوئی بڑھی۔ اچانک کانوں میں پڑنے والے جملے پر ٹھٹک کر رکنا پڑا۔

''اگر تم شادی کے لیے نہیں مانتی تو سچ مچ زبردستی اٹھا کر لے جاتا۔'' تابش کا شرارت بھرا لہجہ سے حیران کر گیا۔

''ہمت کی بات نہ کرو ڈیئر' ابھی تم نے مجھے آزمایا ہی کہاں ہے۔'' وہ کسی سے فون پر بات کرتے ہوئے اپنی بے پایاں چاہت لٹانے میں مشغول تھا' عینی کے کان نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی طرف لگ گئے۔

''کبھی نہیں سوچا تھا کہ میرے دل کا مقفل دروازہ یوں اچانک کھل جائے گا۔'' وہ اپنی محبت کا مان کسی اور کی جھولی میں ڈال رہا تھا' اس بات سے بے خبر کے کوئی اس کی باتیں سن رہا ہے اور عینی جو بہت کچھ سوچ کر اس کی طرف بڑھی تھی اس کی باتیں سن کر مایوس ہونے کے ساتھ اپنی ہی آگ میں جلنے لگی تھی۔

''زارا مجھے قابو میں کرنا کسی کے بس کی بات نہیں تھی' بس تمہاری آنکھوں کے جادو نے بے بس کر دیا۔'' اس نے بڑے انداز سے سراہا اور پھر دوسری طرف کی بات سن کر دلکش قہقہہ بلند ہوا۔ اس کے وجود کو ایک عجیب سی سرشاری نے اپنی گرفت میں لیا ہوا تھا' چند قدم کے فاصلے پر کھڑی عینی کو اس بات کا احساس ہو رہا تھا۔

''تم تو میرے دل میں ایسے براجمان ہو گئی ہو جیسے روز اول سے اس کی مکین ہو۔ پلیز اب کبھی چھوڑ کر نہ جانا۔'' اس کے لہجہ میں اتنی بے قراری اتنی محبت تھی کہ عیناں کی قوت گویائی گویا کسی نے سلب کر کے رکھ دی ہو۔ وہ کچھ کہنے کی خواہش کے باوجود گنگ سی کھڑی رہ گئی۔ اب وہ دھیمے سروں میں بات کرتے ہوئے مڑا تو عینی کو سامنے دیکھ کر ناگواری کی لکیریں ماتھے پر ابھر آئیں۔ جانے کیا ہوا وہ عجلت میں فون بند کرتا ہوا اس کے قریب آ گیا۔

''موٹو تم یہاں کیا کر رہی ہو؟'' اس نے تیز لہجے میں پوچھا' عینی اپنے بھاری وجود میں سمٹ گئی' ہتک سی دل میں جا گی۔

''کچھ..... نہیں..... بس..... ایسے..... ہی۔'' وہ ہکلائی۔

''ویسے یوں چھپ چھپ کر کسی کی باتیں سننا بہت بری بات ہے۔'' اس کا لہجہ تنبیہ لیے ہوا تھا' عینی کے دل و دماغ میں آندھیاں سی چلنے لگی۔

''آپ کس سے باتیں کر رہے تھے؟'' اس نے بڑی مشکل سے پوچھا۔

''چلو تم نے سن ہی لیا ہے تو بتا دوں تمہاری ہونے والی بھابی زارا سے باتیں کر رہا تھا۔'' اس نے بتایا۔

''ہونہہ۔'' اس کے انداز میں ناگواری تھی۔

''پتا ہے..... وہ اتنی پیاری ہے کہ ایک لحہ کو یہ چاند بھی اسے دیکھ کر ساکت رہ جاتا ہے۔'' اس نے آسمان پر چمکتے چاند کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنی محبت کو سراہا۔

عینی خاموش رہی آنکھوں میں غصہ اور بے بسی کی وجہ سے آنسو امنڈے پڑ رہے تھے۔ اس کے تو وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ تابش کسی اور کو چاہتا ہوگا۔

''کیا ہوا عینی' اتنی خاموش کیوں ہو۔'' وہ اس کے کچھ کہنے کا منتظر تھا۔

''تابش' اندر آ جاؤ کھانا لگ گیا ہے۔'' زرینہ کے دور سے پکارنے پر اس نے اندر کی جانب قدم بڑھا دیئے' مڑ کر بھی عیناں کو نہیں دیکھا۔

اتنی ذلت پر عینی کے وجود میں بے چینی اور ارتعاش نے جگہ بنالی اسے لگا جیسے درخت پھول پودے آسمان پر ٹمٹماتے ستارے کائنات کی ہر چیز اس کی قسمت پر آنسو بہا رہی ہو۔

☆☆☆......☆☆☆

رات تھم تھم کر برستی بارش کے بعد صبح کبھی دھوپ نکل آتی اور کبھی بادل چھا جاتے' دھوپ چھاؤں کی یہ آنکھ مچولی بھی اس کی توجہ حاصل کرنے میں ناکام رہی۔ بچوں کے اسکول میں مضمون نویسی کا ایک مقابلہ رکھا گیا تھا' جس میں حوصلہ افزائی کے لیے والدین کی شرکت لازمی تھی۔ اسکول کی جانب سے بھیجا گیا دعوت نامہ پڑھنے سے قبل ہی

تابش نے آفس میں کام کی زیادتی کا بہانا بنا کر جانے سے معذرت کرلی۔اب یہ ذمہ داری بھی ہمیشہ کی طرح زارا کے کاندھے پر آ گئی امریکا آنے کے بعد تابش نے پہلا کام یہ ہی کیا کہ اسے ڈرائیونگ سکھانے کے بعد لائسنس کے حصول کی کوشش شروع کردی۔ لائسنس حاصل ہوجانے کے باوجود کار چلانے کے لیے جس اعتماد کی ضرورت ہوتی ہے وہ کسی دکان سے خریدا نہیں جاسکتا تھا اسی لیے زارا اشد ضرورت کے تحت گاڑی لے کر نکلتی' مگر اسکول کا فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ تھوڑا پریشان ہوگئی۔ تیار ہونے کے بعد وہ دونوں بیٹوں کے ساتھ اپنی چھوٹی سی گاڑی کے پاس کھڑی سوچ رہی تھی کہ کرے تو کیا کرے۔اچانک تیز ہارن کی آواز پر مڑی۔ آمنہ کی بڑی سی گاڑی اس کے برابر میں آ کر رکی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر "ابراہیم" بیٹھا ہوا تھا۔ وہ رخ موڑ کر کھڑی ہوگئی' مگر آمنہ نے آواز دے کر ساتھ چلنے کی دعوت دے دی۔

"مما......آمنہ آنٹی کے ساتھ چلتے ہیں۔" بچوں کے شور مچانے پر وہ مجبوراً گاڑی کی پچھلی سیٹ پر تکلف سے بیٹھ گئی۔

آمنہ کی بیٹی اور اس کے بیٹے ایک ہی اسکول میں پڑھتے تھے' اس لیے اکثر وہ لوگ ایک دوسرے کو لفٹ دیتے رہتے تھے۔اس کا بڑا بیٹا ایان اور آمنہ کی بیٹی ماریا میں دوستی بھی خوب تھی۔ وہ دونوں فوراً ہی باتوں میں مگن ہوگئے۔ آمنہ نے کچھ دیر زارا سے بات چیت کی پھر آنکھیں موند کے بیک سیٹ پر سر ٹکا کر بیٹھ گئی۔ زارا نے کھڑکی سے باہر کے نظاروں سے دل بہلانا شروع کردیا۔

ایک احساس ہوا' جیسے وہ کسی کی مرکز نگاہ ہو' بے چینی سے چہرہ اٹھایا اور مرر سے جھانکتی ابراہیم کی نگاہیں خود پر مرکوز پائیں۔ زارا نے بھنویں اچکا کر اسے گھورا تو وہ مسکرا کر سیدھا ہوگیا اور اپنی توجہ ڈرائیونگ پر مرکوز کردی۔

بچوں کو سب سے پہلے ایک تھری ڈی مووی دکھانے کا انتظام کیا گیا تھا' جو پندرہ منٹ پر مشتمل تھی' یہاں بچوں کو کھیل کھیل میں فرض شناس شہری بننے کے کئی اصول سکھائے جاتے تھے' جس کے بعد انہیں اس بارے میں چھوٹا سا مضمون لکھنا تھا۔ ایان اور ارمان آمنہ کی فیملی کے ساتھ مووی دیکھنے ہال کی طرف بڑھ گئے۔ زارا نے ان سب کے اصرار کے باوجود ساتھ جانے کی حامی نہیں بھری۔ وہ اپنے لیے ایک پُرسکون گوشہ تلاش کرتی ہوئی دوسری سمت چلی آئی' جہاں پنڈال لگا کر بہت سارے اسٹال سجائے گئے تھے۔ اس نے ایک جوس بار سے مکس فروٹ جوس خریدا اور کونے میں کین کی خالی کرسی پر بیٹھ گئی اور آتے جاتے لوگوں کو دیکھنے لگی۔ اچانک ابراہیم اس کے سامنے والی کرسی پر آ کر بیٹھ گیا اور کافی کا کپ اس کی جانب بڑھا لیا۔ وہ غصہ سے کھڑی ہوگئی اور کپ ہاتھ سے گراتے ہوئے تیزی سے سینما کی جانب قدم بڑھا دیئے تھے۔

☆☆☆......☆☆☆

زارا تھکی ہاری گھر لوٹی تو بچے آتے ہی اپنے کمرے میں سونے چلے گئے' اس نے ٹی وی آن کیا' مگر دل بڑا بے چین سا تھا' ایک طرف ابراہیم کی حد سے بڑھتی توجہ دوسری جانب تابش کی بے رخی' دونوں ہی اپنی اپنی انتہاؤں تک جا پہنچے تھے۔

"تابش کو اپنے معاملے میں اتنا بے حس بنانے میں شاید میرا ہی ہاتھ ہے۔" زارا کی خود سے لڑائی شروع ہوگئی۔

"ان کی شخصیت تو دن بہ دن نکھرتی جارہی ہے۔" محویت سے ٹکٹکی باندھ کر اسے دیکھا۔ جو ابھی بھی مسکراتا ہوا گھر میں داخل ہوا' اس کے پیچھے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ سجائے عینا داخل ہوئی۔

"اُفوہ......تابش تو نئے سرے سے جوان ہورہے ہیں۔" اس کے ہاتھ ہلانے پر وہ مسکرا بھی نہ سکی' بس ایک ہی خیال آیا۔

"میں کیا سے کیا ہوگئی ہوں۔" زارا ٹھنڈے ہاتھوں سے اپنا چہرہ تھپتھپاتے ہوئے خود ترسی کا شکار ہوئی۔

"یہ بات بالکل سچ ہے کہ میں نے ہر جائز و ناجائز بات مان کر محترم کو اتنا بگاڑا ہے۔" اپنے اندر سے اٹھتی آواز کی زارا تردید کرتی بھی تو بھلا کیسے۔

"کبھی اپنے حق کے لیے آواز نہیں اٹھائی۔" اسے مخاطب کیے بغیر وہ دونوں فریش ہونے کے لیے اپنے اپنے کمروں کی طرف بڑھ گئے۔

"یہاں تک کہ مجازی خدا بنا کر سر آنکھوں پر بٹھالیا۔" وہ ابھی بھی تابش اور اس کے بدلے رویے کے حوالے سے سوچ رہی تھی جبکہ اپنے اوپر تو اس نے دھیان دینا اور اپنے بارے میں سوچنا تو اس نے کب کا چھوڑ دیا تھا اور یہ ہی اس کی سب سے بڑی غلطی تھی۔

☆☆☆......☆☆☆

عیناں کے یہاں آنے کے بعد سے تابش 'بدلے بدلے سے میرے سرکار نظر آتے ہیں' کی تفسیر بن گیا۔ پہلے اس کی ناک پر ہر وقت غصہ دھرا رہتا تھا اب وہ اچانک سے خوش اخلاق ہوگیا تھا۔ لبوں پر کھیلتی ہوئی دلکش سی مسکراہٹ...... زارا کو چونکانے لگی تھی۔

تابش کے شب و روز میں بھی ایک ان دیکھی تبدیلی واقع ہوگئی تھی' پہلے بھی وہ ہر وقت بن ٹھن کے رہتا تھا مگر اب تو خوشبو میں نہائے ہوئے رہنا۔ موبائل ہمہ وقت اپنے ساتھ رکھنا اور کسی کی کال آنے پر اٹھ کے کمرے سے باہر نکل جانا' ہر وقت مسکراتے رہنا...... اسے کچھ غلط ہونے کا احساس ہولا رہا تھا۔ وہ تو ان کے معاملات سے پہلے ہی کافی غافل تھا' اب تو جیسے گھر اس کے لیے ایک سرائے بن چکا تھا۔ شوہر کے بدلتے مزاج اور انداز پر زارا چونک اٹھی اور پھر دھیرے دھیرے وہ جیسے تابش کی لائف سے دور ہوتی چلی گئی یا اسے کردیا گیا۔

زارا میز پر ناشتہ لگا کر معمول کے مطابق تابش کو بلانے آئی تو حیران رہ گئی کمرے کی فضاء میں تیز مردانہ پرفیوم کی خوشبو بسی ہوئی تھی۔

"تابش پہلے تو اتنی تیز خوشبوؤں سے الرجک تھے آخر ایسا کیا ہوا جو اتنی تیز خوشبو؟" اس کے ذہن میں یہ سوال کلبلایا' دوسرا جھٹکا اس وقت لگا جب اس نے مڑ کے سامنے کھڑے شوہر نامدار کو مسلسل اپنے بال سنوارتے پایا۔

"ان کا تو مزاج بالکل ہی بدل گیا ہے۔" زارا نے بھنویں اچکا کر سوچا' تابش ہمیشہ سے رف اینڈ ٹف سا تھا' اس پر یہ انداز سوٹ بھی کرتا تھا۔

"آں...... ہاں۔" تابش نے خود کو آئینے میں ہر زاویے سے دیکھا' شاید اپنی تیاری سے مطمئن نہیں ہو پارہا تھا۔ زارا کی نگاہیں اس کے شاندار عکس پر مرکوز تھیں اور ذہن ایک ہی بات میں کھویا ہوا تھا۔

فان شرٹ پر بلیک جیکٹ اور بلیک پینٹ میں اس کی دراز قامت اور غضب کی اسمارٹنس بہت بھلی لگ رہی تھی۔ بلاشبہ وہ مردانہ وجاہتوں کا شاہکار تھا' آنکھیں اٹھا کر اس کے دیکھنے کا خاص انداز کسی کے دل میں بھی ہلچل مچا سکتا تھا' لڑکیوں کو گھائل کرنے کی بھرپور صلاحیتوں سے مالا مال تھا' شاید اسی لیے اپنے سے عمر میں کہیں چھوٹی عیناں کو بھی گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیا تھا۔ پچھلے چند مہینوں سے جو تماشہ وہ اپنے گھر میں دیکھتی آرہی تھی' حقیقت پر مبنی تھا یا صرف اس کا وہم فیصلہ کرنا مشکل ہوگیا۔

☆☆☆......☆☆☆

وہ دونوں ناشتے کے بعد جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے' زارا عادت کے مطابق شوہر کو دروازے تک چھوڑنے آئی' تابش نے اس کی جانب مسکرا کر دیکھا اور عیناں کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہوگیا' ان کے جانے کے بعد بھی زارا دروازے پر کھڑی ایک ہی سمت دیکھتی رہی۔

"تم ان کی ہر ناجائز بات پر خاموش کیوں رہتی ہو؟" اچانک ابراہیم کی آواز ابھری۔

"یہ آپ کیا میری چوکی پر مامور رہتے ہیں۔" وہ جھنجھلائی۔

"سوال پہلے میں نے کیا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے جتایا۔

"کیوں کہ وہ میرا مجازی خدا ہے۔" زارا نے جتایا۔

"بے وقوف لڑکی تمہیں اپنے حق کے لیے آواز اٹھانی چاہیے تھی۔" ابراہیم نے پیار بھرے غصے سے اپنی دوست کو دیکھا اور وہ شاید یہ ہی تو نہیں جان پارہی تھی کہ ان حالات

میں کیا کرنا چاہیے۔ ابراہیم کے احساس دلانے پر وہ اسے دیکھنے لگی تھی۔

"ہاں..... شاید مجھ سے یہ غلطی ہوئی ہے۔" زارا نے اعتراف کیا۔

"زارا ایسی غلطیاں کبھی کبھی بڑی خطرناک ثابت ہوتی ہیں.....؟" وہ اسے سمجھانے لگا۔

"میں کیا کرتی ابراہیم میری اماں نے مجھے سمجھایا تھا کہ کبھی غرور میں آ کر شوہر کو نیچا مت دکھانا اس کی انا کو مجروح ہونے نہیں دینا۔" وہ ایک عجیب سی کیفیت کا شکار دل کا درد بیان کرتی چلی گئی۔

"ان کا کہنا اپنی جگہ مگر خود کو مٹا دینا بھی کوئی عقل مندی نہیں۔" ابراہیم کو شیشے جیسی شفاف پیاری سی لڑکی پر ترس آیا۔

"میں کر بھی کیا سکتی تھی۔ مجھے ایسا لگا کہ میرے جھک جانے میں ہی میری شادی شدہ زندگی کی بقاء ہے۔" اس کا لہجہ گلوگیر ہوا۔

"اسی لیے تم مٹی میں رل گئی۔" وہ بے چینی سے ہاتھ ملتے ہوئے بولا۔

"مجھے لگا کہ اگر میں نے اس کے لیے خود کو مٹا دیا تو وہ میرا بن جائے گا۔" زارا کا انداز تھکا تھکا سا تھا۔

"اچھا تو پھر کیا وہ بن گیا تمہارا؟"

"ایک بات کہوں زارا۔" وہ ہمدردی کے تحت بولنا چاہتا تھا کہ وہ لڑکی چاہتے ہوئے بھی اس کی مدد قبول نہیں کرے گی۔

"ہونہہ۔"

"میں یہاں سے چلا جاؤں تب بھی زندگی میں جب بھی ضرورت محسوس کرو مجھے پکار لینا۔ میں تمہیں اسی مقام پر ملوں گا جہاں سے مجھے چھوڑ کر تم آگے بڑھ گئی تھی۔" اس کی ترغیبات پر وہ خفا خفا سی وہاں سے ہٹ گئی۔

"کیا واقعی ایسا ہے؟" کئی دنوں تک لاشعوری طور پر ابراہیم کی باتوں کے زیر اثر رہی۔ اسے اپنے اندر ہونے والی تبدیلیوں سے خوف آنے لگا عدم تحفظ کا احساس من میں جاگا تو وہ تابش کے اردگرد گھومنے لگی تابش کا رویہ جیسا بھی ہو مگر وہ اس کا شوہر تھا وہ اس کے سوا کسی اور سوچنے کی بھی قائل نہ تھی۔

☆☆☆......☆☆☆

"میں چند دنوں کے لیے نیویارک جا رہا ہوں۔" تابش نے جاگنگ سے واپسی پر انکشاف کیا۔

"خیریت...... ایسے اچانک کیوں؟" وہ جو اس کے لیے جوس لے کر آئی تھی حیرانی سے پوچھنے لگیں۔

"اس میں کیوں کی کیا بات ہے؟" اس نے بے نیازی سے تولیہ سے منہ پونچھتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا خیال ہے ہم سب بھی اس بار ساتھ چلیں۔" زارا نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں یار یہ تو ایک بزنس ٹرپ ہے وہاں تم لوگوں کا کیا کام۔" تابش نے نفی میں سر ہلاتے اورنج جوس کا گلاس تھاما۔

"آپ شاید بھول گئے ہیں کہ آپ نے ارمان کی سالگرہ نیویارک جا کر منانے کا پرامس کیا تھا۔" اس نے یاد دلانا چاہا۔

"بیگم میں تفریح کے ارادے سے نہیں جا رہا فیملی ساتھ ہوگی تو میری ٹینشن بڑھ جائے گی۔" وہ رعونت سے کہتا ہوا جوس ایک سانس میں ختم کرنے لگا۔

"تابی...... آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ ہمارا ساتھ آپ کو ٹینشن میں مبتلا کرتا ہے۔" اس سے چپ نہ رہا گیا بلبلا اٹھی۔

"میرا مطلب یہ ہے کہ میں وہاں کام کروں گا یا تم لوگوں کو گھما پھراؤں گا۔" وہ نارمل انداز میں بات کرتے اسے مطمئن کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

"تابی...... جب تک میری بات تھی میں خاموش رہی مگر اب بچوں کا معاملہ ہے آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے۔" اس نے منت بھرے انداز میں کہا۔ اچانک بلیو جینز اور پنک جیکٹ میں خوشبوئیں بکھیرتی عیناں لاؤنج میں داخل ہوئی اور سب کو نظر انداز کرکے تابش کی توجہ حاصل کرنے

کے لیے بے چین دکھائی دی مگر اس کی ساری توجہ زارا کی طرف تھی وہ سر کھجاتے ہوئے بیوی کی بات پر غور کرنے لگا۔ معاملہ بچوں کا جو آ گیا تھا۔ وہ ایک بار زارا کی بات رد کر سکتا تھا مگر دونوں بیٹوں کی ہر خواہش پوری کرنا اس پر لازم تھا۔

☆☆☆......☆☆☆

''ایک کام کرو تم بچوں کو لے کر یہاں پر ہی کوئی پک نک ارینج کرلو۔'' وہ لہجہ میں نرمی سمو کر بولا۔

''کون کہاں جارہا ہے؟'' اچانک عیناں تابش کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

''میں کام سے نیویارک جارہا ہوں۔'' اس کا موڈ خوشگوار ہوا مسکرا کر جواب دیا۔

''صرف آپ جارہے ہیں؟'' اس نے بڑی ادا سے پوچھا۔

''نہیں جہاز میں اور لوگ بھی ہوں گے۔'' اس نے اپنے تئیں مذاق کیا۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے، ہم بھی ساتھ چلیں گے۔'' عیناں کا قطعی انداز دیکھ کر زارا حیرت زدہ رہ گئی۔

''مگر......'' وہ کچھ کہتے ہوئے رکا۔

''اگر مگر کیا یہ بتائیں، آپ کا آفس کا کام کتنے دنوں میں ختم ہوجائے گا؟'' وہ کچھ سوچ کر بولی۔

''وہ تو ایک دن کا کام ہے۔'' تابش نے جواب دیا۔

''بس تو ٹھیک ہے ہمیں کسی ہوٹل میں چھوڑ کر آپ اپنا کام نمٹا لیجیے گا اس کے بعد ہم لوگ گھوم پھر لیں گے۔'' بڑے سادھے انداز میں اس نے پلان بنالیا۔

''ایسا ہو تو سکتا ہے۔'' تابش نے سوچتے ہوئے نیم رضامندی ظاہر کی۔

''ویسے بھی مجھے نیویارک دیکھنے کا بہت شوق ہے اس لیے ہم سب آپ کے ساتھ چل رہے ہیں، ٹھیک ہے ناں بھابی۔'' عیناں ٹھان چکی تھی دو خواتین کے آگے وہ بے بس ہوگیا۔

''چلو ٹھیک ہے ویسے بھی ارمان کی برتھ ڈے پر اسے کہیں لے کر تو جانا تھا۔'' تابش نے مسکرا کر سر تسلیم خم کیا۔

''لوتابی...... یو آر سو سویٹ۔'' عیناں نے خوشی میں تابش سے تابی کا سفر بھی منٹوں میں طے کرلیا تھا۔ زارا کی پرسوچ نگاہیں ان دونوں پر جم گئیں۔

''زارا...... ایسا کرتے ہیں، ویک اینڈ پر نکلتے ہیں، تم پوری تیاری کرلینا۔'' بیوی کے بگڑے تیور دیکھ کر تابش نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما۔ نہ جانے کیوں زارا کا دل بیٹھنے لگا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر کمرے کی جانب چل دی۔

''بڑی ناشکری عورت ہے کسی حال میں خوش نہیں ہوتی۔'' تابش نے بڑبڑا کر بیوی کو دیکھا جس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

تنہائی میں وہ اپنی ناکامی کا ایسا سبب تلاش کرنے لگی جس کی وجہ سے تابش اسے بھولتا جارہا تھا۔ زارا کے ہاتھ کپکپانے لگے، آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرتے چلے گئے۔

☆☆☆......☆☆☆

قسمت سے ہفتے والے دن موسم بہت اچھا ہوگیا، بارش رک گئی اور دو دن سے برف باری بھی نہیں ہوئی، ہلکی سی سنہری دھوپ پھیلی ہوئی تھی نہ ہی شدید سردی تھی اور نہ ہی گرمی، بڑی خوشگوار فضا تھی۔ یہاں کے رہائشی ایسے آئیڈیل موسم کے لیے ترستے تھے۔ زارا اور بچوں نے ناشتا کرتے ہی سامان گاڑی میں پہنچانا شروع کردیا۔ ان کا ارادہ بائی روڈ جانے کا تھا تاکہ راستے کے مناظر سے بھی لطف اندوز ہوسکیں۔

''تابی...... میں آگے بیٹھ جاؤں؟'' عیناں نے فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بظاہر اطلاع دی۔

''آں...... وہ...... زار......'' تابش نے گڑبڑا کر بیوی کو دیکھا۔

''بھابی...... آپ تو بہت بار نیویارک جاچکی ہیں، مگر میں پہلی بار جارہی ہوں ناں تو تابش مجھے ان علاقوں کے بارے میں بتاتے رہیں گے۔'' اس نے فرنٹ ڈور بند کرتے ہوئے مسکرا کر توجیہہ پیش کی۔

''کوئی اتنا ڈھیٹ کیسے ہوسکتا ہے؟'' زارا اس کے انداز

پر سوچتی حیرت زدہ رہ گئی۔

وہ دونوں آگے بیٹھ کر باتوں میں مصروف ہوگئے زارا کو اپنا وجود اضافی لگا ورنہ تابش کی قربت' نغمہ عشق سی نغمگی اپنے اندر سمائے اُسے ہمیشہ سرشار رکھتی مگر آج جانے کیوں محبت کے سُر نامکمل بکھرے ہوئے تھے۔

نیویارک پہنچ کر بھی وہ خوش نہ ہوسکی اُسے ہمیشہ سے ان برقی جھولوں میں بیٹھتے ہوئے بہت خوف محسوس ہوتا تھا' اسی لیے تابش عیناں اور بچوں کے ساتھ سر چکرا دینے والے جھولوں' اسپیڈ ٹرین میں بیٹھا تو کبھی ہائی اسپیڈ یا ڈاجنگ کار کے مزے لیتا رہا اور زارا دور دور سے یہ سب دیکھ کر کڑھتی رہی۔ اسے یقین ہوگیا کہ ان کے درمیان واقعی میں ایک اَن دیکھی خلیج حائل ہوگئی ہے۔

☆☆☆......☆☆☆

ان کی واپسی تین دن بعد ہوئی' رات گئے گھر لوٹے تو تھکان سے برا حال تھا' بستر پر لیسے پڑے کے کھانے کا بھی ہوش نہ رہا۔ اس کے بعد صبح سے جو زارا کی دوڑ شروع ہوئی تو پہلے گھر سمیٹا' بچوں کو اسکول بھیجنے کے بعد عیناں اور تابش کو ناشتہ بنا کر دیا۔ اب ویکیوم کرنے کے بعد گندے برتن سمیٹ کر بہت خراب موڈ سے ڈش واشر مشین میں لگائے اور تیز ہاتھوں سے باقی کا پھیلاوا سمیٹنا شروع کردیا۔ کئی گھنٹوں کی محنت کے بعد گھر ویسے ہی چمکنے لگا' جیسا عام حالات میں ہوتا تھا۔ زارا نے خالی پیٹ کام شروع کردیا تھا' اب بھوک کا احساس جاگا ساتھ سر درد سے چھٹکارا پانے کے لیے اس نے ایک کپ کافی کا بنایا اور ایک سلائس لے کر اپنے پیروں کو آرام دینے کے لیے کچن میں رکھی چیئر پر بیٹھ گئی۔ اس پوری ٹرپ میں عیناں نے عجیب حرکتیں کی' جب وہ واپسی کے لیے تیار ہوکر باہر نکلی تو شاک رہ گئی' عیناں پہلے ہی کار کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھی پاؤں ہلا ہلا کر میوزک سننے میں مشغول تھی۔ زارا ایک منٹ کھڑی اس کے پیچھے جانے کا انتظار کرتی رہی مگر اس بار بھی وہ ڈھیٹ بنی رہی۔ زارا نے خود ہی منہ کھول کر پیچھے بیٹھنا کا کہا' اس پر تابش نے بڑے پیار سے اس کا ہاتھ تھام کر پیچھے بٹھاتے ہوئے سمجھایا کہ بیک سیٹ پر وہ بچوں پر بہتر انداز میں نگاہ رکھ سکتی ہے ورنہ ان دونوں میں لڑائی شروع ہوجائے گی۔

زارا خود پر ضبط کرتی بیٹھ گئی خود کو گاڑی سے باہر کے ماحول میں گم کرنے کی کوشش کی۔ پورے سفر کے دوران ایک بار بھی شوہر کو مخاطب نہ کیا' یہ ناراضی کے اظہار کا بہترین طریقہ تھا' مگر وہاں کون سی پروا کی گئی۔ تابش بڑے جوش وخروش سے عیناں کو راستے کی ایک ایک چیز کے بارے میں معلومات دیتا رہا اور وہ خوشی کا اظہار کرتی اسے زہر سے بھی بدتر لگ رہی تھی۔

☆☆☆......☆☆☆

ارمان کو بخار ہوا تو زارا نے تابش کو کال ملائی تاکہ ڈاکٹر کے یہاں جانے کا پوچھے' مگر اس کی کال جب عیناں نے ریسیو کی تو زارا کے تن بدن میں آگ لگ گئی' اس نے کچھ کہے بنا ہی لائن کاٹ دی اور آمنہ کے ساتھ بیٹے کو لے کر خود ہی ڈاکٹر کی طرف چلی گئی۔ وہ گھر لوٹتے ہی اس کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی کمرے میں لے آیا۔

''تم نے کال کی تھی تو بات کیوں نہیں کی۔'' اس نے استفسار کیا۔

''میری مرضی...... ویسے آپ کا فون عیناں کے پاس کیا کررہا تھا۔'' زارا کے اعصاب اس بار جواب دے گئے اور وہ تیز لہجے میں بولی۔

''اف...... مجھے تم سے اتنی ناسمجھی کی امید نہ تھی یار جب تمہاری کال آئی تو میں ڈرائیونگ کررہا تھا' میں نے ہی عینی سے کہا تھا کہ تم سے بات کرے۔'' اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی بیوی کو صفائی دی۔

''خود بات کرلیتے تو کیا چلا جاتا؟'' وہ ضدی ہوئی۔

''ہاں کرلیتا مگر مشکل یہ ہے کہ اس کے بعد میرا چالان ہوجاتا۔ تم یہاں شاید بھول گئی ہو کے یہاں کے قانون میں گاڑی چلاتے ہوئے فون پر بات کرنا سختی سے منع ہے۔'' وہ ایک دم آگ بگولا ہوا۔ بات ختم نہیں ہوئی بڑھتی چلی گئی اور اتنی بڑھ گئی کہ اس نے عیناں کو یہاں سے نکالنے کا فیصلہ سنادیا' جس پر تابش بھڑک اٹھا۔

"زارا تم کتنا بدل گئی ہو کیسی باتیں سوچنے لگی ہو۔" اسے افسوس ہوا۔

"اور آپ؟" وہ تاسف سے بولی۔

"تمہاری منفی سوچ اس حد تک بڑھ گئی کہ اسے یہاں سے نکالنے پر تل گئی ہو۔" تابش بیوی کے تیز انداز پر ہتھے سے اکھڑ گیا۔

"آپ کسی غیر کی وجہ سے مجھ سے اکھڑے اکھڑے رہتے ہیں۔" آنسو اس کا راستہ روکنے لگے۔

"یہاں بات کسی اپنے یا غیر کی نہیں کوئی بھی انسان کب تک ایسی روتی دھوتی شکل دیکھ سکتا ہے۔" تابش نے اسے سمجھانا چاہا۔

"یہ باتیں ہم پھر کبھی کریں گے فی الحال آپ یہ بتائیں کہ عیناں کی رہائش کا انتظام کہیں اور کر رہے ہیں یا نہیں۔" اس نے ضدی انداز اختیار کیا۔

"ایسے ایک دم میں خود سے عیناں کو یہاں سے جانے کے لیے بھلا کیسے کہہ سکتا ہوں؟" وہ تند انداز میں اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔ اس کی مردانہ انا جاگ اٹھی تھی۔

"ویسے ہی جیسے رکھنے کے لیے کہا تھا۔" وہ بھی زچ ہو کر بولی۔

"جانتی بھی ہو امریکا سے پاکستان تک کھلبلی مچ جائے گی ہمارا خاندان مہمان نوازی کی روایت نبھانے کے لیے مشہور ہے۔"

"اچھا مہمان بھی تو مہمان بن کر رہے یہاں تو وہ میزبان بنی ہوئی ہے۔" زارا نے صاف گوئی کی انتہا کر دی۔

"مجھے تو لگتا ہے کہ تمہارے حواس کھو گئے ہیں۔" تابش نے غصہ سے بیوی کو دیکھا یہ پاکستان تو تھا نہیں ورنہ شاید بیوی پر ہاتھ بھی اٹھا دیتا۔

"نہیں تابی وہ جب سے یہاں آئی ہے میری زندگی کا چین وسکون کھو گیا ہے۔" زارا نے ٹوٹے لہجے میں کہا۔

"زارا تمہیں خود پر اعتماد ہونا چاہیے...... بلاوجہ میں کیوں کسی کے سامنے احساسِ کمتری کا شکار ہوتی ہو تم میری بیوی ہو۔" وہ جانے کیا سمجھانا چاہ رہا تھا مگر ہمیشہ کی طرح زارا نے روتے ہوئے ہاتھوں میں منہ چھپا لیا۔

"تمہاری ہر وقت کی روتی بسورتی صورت دیکھ کر اب میرا دل اوبنے لگا ہے۔" وہ طیش کے عالم میں کف اڑاتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆......☆☆☆

"ایک تو تم جیسی مشرقی لڑکیاں دماغ سے کم اور دل سے زیادہ سوچتی ہیں۔" آمنہ نے ساری بات سننے کے بعد الٹا اسی کا تمسخر اڑا لیا۔

"تم ہی بتاؤ کہ میں کیا کروں؟" زارا نے اسے مشورہ طلب نگاہوں سے دیکھا۔

"دیکھو زارا میں ایک دوست کی حیثیت سے کچھ کہنا چاہتی ہوں امید ہے کہ تم مائنڈ نہیں کرو گی۔" آمنہ نے کچھ کہنے سے پہلے اجازت طلب کی تو وہ اسے دیکھنے لگی۔

"مجھے تمہارے خلوص پر رتی برابر بھی شک نہیں تم ایزی ہو کر کہو۔" زارا سرد آہ بھر کر مسکرائی اندر سے وہ کافی اداس تھی۔

"میں نے بہت سوچا اور اس نتیجے پر پہنچی کہ معاملہ یہاں تک پہنچانے میں کچھ قصور تو تمہارا بھی ہے۔" اس نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔

"میرا قصور؟" زارا کے منہ سے بے ساختہ نکلا اور انگلی اپنی جانب موڑی۔

"ہاں...... تم نے انہیں خوش رکھنے کے لیے اپنی ساری صلاحیتیں لگا دیں اپنا آپ تج دیا مگر یہ بات بھول گئی کہ شوہر کو صاف ستھرے گھر مزیدار پکے ہوئے کھانوں کے ساتھ سولہ سنگھار سے آراستہ معطر بیوی کا وجود بھی درکار ہوتا ہے۔" آمنہ اسے اس کی لاپروائیوں کا احساس دلانے لگی۔

"اگر گھر کے اندر ایسا نہیں ہوتا تو مرد کو باہر کی خوب صورتی اپنی جانب کھینچ لیتی ہیں پھر وہ دوسری لڑکیوں کے ساتھ بیوی کا موازنہ کرنے لگتا ہے اسے کسی کی جسمانی ساخت تو کسی کے بات کرنے کا انداز...... کسی کے سلکی بال تو کسی کا

پہننا اوڑھنا' کسی کا شفاف چہرہ یا پھر ادائیں اچھی لگنے لگتی ہیں۔" آمنہ نے بہت باریک بینی سے سمجھایا۔

"ہاں مگر مجھ میں کس چیز کی کمی ہے؟" زارا نے زچ ہوکر پوچھا۔

"واقعی تم اب بھی حسن کی مورت ہو۔" آمنہ کی سراہتی نگاہیں اس پر جم گئیں۔

"تو پھر وہ کیوں نگاہیں بدل گیا ہے؟" زارا نے چڑ کر پوچھا۔

"کیوں کہ تم ایسی مورت ہو جس پر گرد و غبار کی تہہ جم گئی ہے اور جھاڑنے پونچھنے کی ضرورت درپیش آ گئی ہے اس پر تمہارا بکھرا روپ اسے خود بخود رعناں کی طرف دھکیل رہا ہے۔" آمنہ نے سیل فون سے اس کی تصویر کھینچ کر دکھائی۔

"شاید تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" اس نے اپنی تصویر دیکھی' زرد صورت' کھینچ کر باندھے ہوئے بال' سوجی ہوئی آنکھیں۔ اعتراف کرنے میں عار محسوس نہیں ہوا۔

"جب تمہیں خود اپنا آپ اچھا نہیں لگ رہا تو شوہر کو کیسے اچھا لگے گا۔" آمنہ نے مسکرا کر اس کے گال چھوتے ہوئے جتایا۔

"تابش کے محنت سے کمائے ہوئے ڈالرز بچانے کے چکر میں' میں نے خود پر توجہ دینا ہی چھوڑ دی ہے۔" وہ ایک دم کھلکھلائی۔

"ہاں تو پھر ہوجائے تھوڑی فضول خرچی تم سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔" آمنہ نے اس کا ہاتھ تھام کر اٹھایا۔

"ٹھیک ہے میں تابش کو نہیں کھو سکتی اس کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔" اس نے ایک فیصلہ کیا اور خود کو آمنہ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔

"چلو ایک نئی شروعات کرتے ہیں۔" وہ دونوں پہلے ایک ہیئر ڈریسر کے پاس گئیں اور آمنہ کی ہدایت پر اس کا ایک نیا ہیئر کٹ کروایا گیا۔

"کیا بات ہے...... زبردست۔" آمنہ کے سراہنے پر زارا نے گاڑی کے آئینے میں اپنا نیا ہیئر اسٹائل دیکھا جو بہت جچ رہا تھا۔

"یہاں سے جب تم نکلو گی تو خود کو ایک دم فریش محسوس کرو گی۔" آمنہ نے اسے ایک مشہور بیوٹی سلون کے سامنے لے جا کر کھڑا کردیا۔

"واہ...... بہت دنوں بعد اتنا اچھا محسوس ہورہا ہے۔" بھرپور مساج لینے کے بعد زارا خود کو تر و تازہ محسوس کرنے لگی۔

"ابھی معاملہ ختم نہیں ہوا' تمہیں کچھ نئے فیشن کے ڈریسز بھی خریدنے ہیں چلو...... تھوڑی شاپنگ کرتے ہیں۔" آمنہ اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک بڑے مال میں گھس گئی۔ دونوں نے کچھ نئے کپڑوں کی خریداری بھی کی اور جب زارا واپسی کے لیے اس کی گاڑی میں بیٹھی تو مرر میں خود کو دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی۔ چمکتے دمکتے چہرے کے ساتھ بالوں کے نئے اسٹائل میں یہ تو کوئی اور ہی زارا تھی۔

"تم واقعی میری دوست ہو۔" اس نے آمنہ کو تشکر آمیز نگاہوں سے دیکھا۔

"ابھی پتا چلا کیا......" آمنہ نے قہقہہ لگاتے ہوئے شوخی سے پوچھا۔

"پتا تو تھا مگر آج تمہارے مشوروں نے مجھے حالات سے لڑنے کے لیے نئی توانائی فراہم کی ہے۔" اس نے سچائی سے اعتراف کیا تو آمنہ نے اس کے گالوں کو پیار سے چھوا۔

☆☆☆......☆☆☆

زارا بہت سارا وقت گزار کر لوٹی تو تابش کی گاڑی پورچ میں کھڑی دیکھ کر سمجھ گئی کہ جناب کی واپسی ہوگئی ہے وہ خاموشی سے گھر کے عقبی حصے کی جانب بڑھی اور کچن کی طرف والا لاک کھول کر اندر داخل ہوگئی۔ سامان کچن ٹیبل پر رکھا اور لاؤنج سے متصل روم میں گھس گئی۔ تابش شروع سے ملے گلے شور شرابہ اور پارٹیوں کا شوقین تھا' مگر یہاں آ کر زارا اس کا ساتھ نہیں دے پاتی تھی' وہ فطرتاً سنجیدہ مزاج تھی' یہاں کی سوسائٹی اور گلیمر اس کے سادہ مزاج پہ کچھ خاص اثر انداز نہ ہوسکے تاہم آمنہ کے مشوروں پر اس نے شادی کے اتنے سالوں بعد خود کو تبدیل کرنے کا تہیہ کرلیا

تھا۔

اندر سے آتی آوازوں پر زارا نے کھڑکی کی جھری سے جھانک کر دیکھا۔ تابش اور عیناں صوفے پر بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے سامنے چپس کے پیکٹ اور جوس کے ڈبے کھلے پڑے تھے اس کے ہونٹوں پر خوشگوار مسکراہٹ پھیل گئی۔ بھوک سے بے حال ہوکر انہوں نے کچھ کھالیا تھا۔ یقیناً اس کا انتظار ہو رہا تھا مگر زارا کا آج ڈنر تیار کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا وہ وہیں کرسی پر بیٹھ کر اپنی نئی جینز اور ٹاپ چیک کرنے لگی۔

"یہ زارا کہاں ہے فون کر کے پوچھتا ہوں؟" اچانک تابش کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی دل کی دھڑکن نے شور مچایا۔

"فون کرنے کی کیا ضرورت ہے؟" عیناں نے بے چینی سے پہلو بدل کر اسے روکا۔

"پتا تو کروں وہ کہاں ہے؟" اس کی فکرمندی پر عیناں نے منہ بنایا۔

"وہ کوئی بچی تھوڑی ہیں آجائیں گی۔" عیناں نے اٹھلا کر کہا زارا نے دانت پیس لیے۔

"اس سے پہلے وہ اتنی دیر تک باہر نہیں رہی ناں۔" اپنی فکرمندی کی توجیہہ بھی پیش کرنا ضروری تھا۔

"اوں...... انہوں نے کہاں جانا ہے۔" عیناں کے مذاق اڑانے پر زارا جل بھن گئی۔

"ابھی تک بچے بھی نہیں آئے۔" تابش کے لہجے سے چھلکتی پریشانی اسے سرشار کرگئی۔

"آپ جب گیراج میں کار کھڑی کرنے گئے تھے تو اس وقت برابر والے بھائی کا فون آیا تھا۔" عیناں نے منہ بنا کر بتایا۔

"کیا کہہ رہے تھے؟" وہ چونک کر بولا۔

"عبداللہ بھائی بچوں کو پک کرکے اپنے گھر لے گئے ہیں ویسے ان کا بھائی ابراہیم کافی خوش اخلاق بندہ لگتا ہے۔" عیناں موضوع بدل کر ابراہیم کی بات کرنے لگی۔

"تم مجھے اتنی دیر بعد یہ سب باتیں بتارہی ہو۔" وہ ابراہیم والی بات پر تو جدیئے بنا ہی ایک دم چڑ کر کھڑا ہوا۔

"جلدی بتا دیتی تو کیا ہوجاتا۔" عیناں نے اس کی کیفیت سمجھے بنا ہلکے پھلکے انداز میں جواب دیا۔

"شٹ اپ عیناں...... بیچارے بچے اسکول سے تھکے ہارے آکر پڑوس میں ہیں اور میں یہاں فضول باتوں میں لگا ہوا ہوں۔" تابش نے غصہ دکھایا اور دھپ دھپ کرتا دروازے سے باہر چلا گیا۔

زارا کی ہنسی چھوٹ گئی اس نے کھڑکی کی درز سے جھانکا عیناں رونی صورت بنائے کھڑی تھی۔ وہ اب تک تابش کا خوشگوار موڈ برتتی آئی تھی مگر زارا جانتی تھی کہ تابش بیوی کے معاملے میں چاہے جتنا بھی لاپروا ہوجائے اپنے بچوں کے لیے وہ اب بھی مشرقی باپ تھا۔ ان کے حوالے سے ذرا سی بھی کوتاہی پر آسمان سر پر اٹھا لینے والا۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر زارا نے پھر جھانکا وہ سوتے ہوئے ارمان کو گود میں اٹھائے اور ایان کی انگلی تھامے دوبارہ گھر میں داخل ہوا۔ عیناں پر سرسری سی نگاہ ڈال کر بچوں سے توتلی زبان میں باتیں کرتا ہوا سیڑھی چڑھ کر اپنے بیڈ روم میں چلا گیا۔ عیناں کا چہرہ ایک دم اتر گیا تھا۔

"میری طاقت میرے بچے ہیں میرے معاملات تو زیادہ آسانی سے حل ہوجائیں گے۔" ایک سکون سا اس کے وجود میں پھیلتا چلا گیا اسے اب آمنہ کی سمجھائی ہوئی دوسری بات پر عمل کرنا تھا اور صبح بستر سے نہیں نکلنا تھا وہ مزے لیتی ہوئی کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

☆☆☆......☆☆☆

عیناں کی پکائی بدمزا چائے پی کر وہ آفس جانے سے پہلے بچوں کو آمنہ کے پاس چھوڑنے گیا زارا کی طبیعت خرابی کی وجہ سے جیسے اچانک گھر کا سارا نظام درہم برہم ہوگیا تھا وقت پر آنکھ نہیں کھلی بچوں کا اسکول ٹائم نکل گیا اسے ناشتہ نہیں ملا۔

"ہیلو مسٹر تابش...... اب زارا کی طبیعت کیسی ہے؟" اس نے بچوں کو اندر لٹانے کے بعد واپس آکر پریشانی سے پوچھا۔

”بس وہ بیڈ ریسٹ پر ہے سمجھ میں نہیں آیا کہ اچانک ہوا کیا۔“ تابش نے فکرمندی سے پوچھا۔

”اصل میں جب وہ کل میرے ساتھ شاپنگ پر گئی تھی تو اچانک اس کی طبیعت بگڑ گئی تھی‘ میں نے ڈاکٹر سے چیک اپ کروایا تو پتا چلا کہ اسے اندرونی کمزوری کا سامنا ہے سر میں مسلسل درد رہتا ہے جو کوئی اچھی علامت نہیں پھر جسم میں آئرن کی بھی کمی ہے۔“ آمنہ کی جو سمجھ میں آیا اسے بتانے لگی کیونکہ وہ اس بات کے لیے پہلے سے تیار نہیں تھی۔

”ہاں اس نے بھی یہی بتایا ہے میں نے اسے آرام کرنے کا کہا ہے۔“ وہ فکرمند ہو کر بولا تو عیناں نے دانت کچکچائے۔

”صرف ایک دن کا آرام نہیں بلکہ ڈاکٹر نے ہدایت کی ہے کہ اب زارا کو کم از کم پندرہ دن تک بیڈ ریسٹ کرنا ہوگا‘ ساتھ میں اچھی خوراک اور پُرسکون ماحول ضروری ہے۔“ آمنہ نے بات ختم کرنا مناسب سمجھا‘ کہیں چوری پکڑی نہ جائے۔

”اتنا کچھ ہوگیا اور زارا نے مجھے بتانے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی۔“ اس بار وہ تھوڑا برامان گیا۔

”آپ کے پاس اس کے لیے ٹائم ہی کہاں ہے۔“ آمنہ نے کڑی نگاہوں سے عیناں کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

”کیا مطلب؟“ اس نے چونک کر اپنی پڑوسن کو گھورا۔

”میرا مطلب ہے کہ جاب کی وجہ سے آپ کے پاس ٹائم ہی کہاں بچتا ہے۔“ آمنہ نے جلدی سے بات بنائی۔

”ہاں..... یہ تو ہے.....“ اس نے بیچارگی سے سر ہلایا اور عیناں کو دیکھا‘ جو منہ بنائے کھڑی تھی۔

”اب تو زارا کے لیے ٹائم نکالنا ہی پڑے گا‘ کہیں ایسا نہ ہو کہ اسپتال میں ایڈمٹ کرانے کی نوبت آجائے۔“ آمنہ بھی اپنے نام کی ایک تھی مزید کائیاں پن دکھایا۔

”او..... تو بڑا مسئلہ ہوجائے گا۔“ اس نے سر تھام لیا۔

”ایسا کریں چند دنوں کی چھٹی لے لیں۔“ اس نے مفت مشورہ دیا۔

”مسز خان فی الحال تو مجھے چھٹی ملنا مشکل ہوگا‘ میرا کھڑوس باس کبھی نہیں مانے گا مگر میں پھر بھی اپلی کیشن جمع کرا دیتا ہوں۔“ تابش نے گھڑی میں ٹائم دیکھتے ہوئے اپنا مسئلہ بتایا۔

”اوکے۔“ آمنہ نے کاندھے اچکائے۔

تابش عیناں کے ساتھ گاڑی کی جانب بڑھا تو آمنہ نے سکون کا سانس لیا‘ وہ گھبرا رہی تھی کہ کہیں اس کا جھوٹ پکڑا نہ جائے مگر تابش واقعی میں بیوی کے لیے پریشان دکھائی دیا۔

☆☆☆......☆☆☆

زارا پورے دن گھر سے نکلی نہیں‘ اس کے بچوں کی بے بی سیٹنگ کی ذمہ داری آمنہ نے اٹھالی اور تابش کے گھر آنے سے پہلے زارا انہیں واپس چھوڑ گئی وہ اور عیناں جب لوٹے تو گھر کی حالت دیکھ کر ششدر رہ گئے‘ ہر چیز پھیلی ہوئی تھی۔ بچوں نے باپ کو دیکھتے ہی کھانے کے لیے شور مچایا۔ مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق انہیں بہلاتا ہوا کچن کی جانب بڑھا‘ مدد طلب نگاہوں سے عیناں کو دیکھا تو وہ کاندھے اچکا کر لاپروائی سے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

بیٹوں کی انگلی تھام کر جب وہ کچن میں داخل ہوا تو اس کے چودہ طبق روشن ہوگئے‘ کچن کا حال اور برا تھا‘ ناشتے کے برتن چائے کے کپ سنک میں اوندھے پڑے تھے‘ اس کی صفائی پسند طبیعت پر یہ چیزیں بہت گراں گزریں‘ جیسے تیسے کر کے بچوں کے لیے سینڈوچ بنائے اس کے بعد آستین چڑھا کر برتن صاف کیے۔ اتنا کرنے کے بعد ہی وہ اس قدر تھک چکا تھا کہ زارا کو ایک کپ گرم دودھ دینے کے بعد کچھ کہے بناء جا کر بستر میں گھس گیا۔ عیناں کو حالات کا پہلے ہی اندازہ تھا اس لیے اس نے برگر خرید کر بیگ میں چھپالیا تھا سب کے سونے کے بعد مزے سے کھایا اور جوس پی کر سوگئی۔

☆☆☆......☆☆☆

دوسری صبح اس نے عیناں کی بدمزاج سے بچنے کے لیے اسے ناشتہ تیار کرنے کو کہا اور خود چائے پکائی۔ عیناں نے بے دلی سے ناشتہ بنایا جو بچوں کو بالکل پسند نہیں آیا ایک کو ٹوسٹ کڑک لگا دوسرے کو بریڈ کھانی ہی نہیں تھی۔ ان کے نخرے دکھانے پر اس کا منہ بن گیا۔ تابش کے پاس دلجوئی کا ٹائم ہی نہیں تھا وہ بچوں کو جلدی سے تیار کرکے اسکول لے کر بھاگا۔ اس چکر میں اس کا آفس بھی لیٹ ہوگیا۔ عیناں بھی ناراض ہوکر بس سے چلی گئی۔ تابش شام کو آفس سے لوٹا تو آمنہ کے گھر کے دروازے کی بیل بجانے پر مجبور ہوگیا۔

''زارا کی بیماری میں گھر کا انتظام چلانے کے لیے کسی نہ کسی کا ہونا ضروری ہے۔'' دروازہ کھلنے پر اس نے چھوٹتے ہی اپنا مسئلہ بیان کیا۔

''یہ بات تو ہے۔'' آمنہ نے اثبات میں سر ہلایا اسی پوائنٹ پر تو لاتا تھا۔

''آپ کا ایک فیور چاہیے اگر چند دنوں کے لیے کسی پارٹ ٹائم ہاؤس کیپر یا میڈ کا انتظام ہوجائے۔'' تابش نے مسکرا کر اپنا مسئلہ بیان کیا۔

''آپ شاید یہ بات بھول رہے ہیں کہ ہم مین شہر سے کافی دور رہتے ہیں اول تو اس علاقے میں اتنی آسانی سے آیا وغیرہ کا انتظام نہیں ہوسکتا اور اگر کوئی مل بھی جائے تو وہ اپنے کام کا اتنا خطیر معاوضہ مانگے گی کہ جو آپ کے لیے ناقابل قبول ہوگا۔'' آمنہ نے بڑے آرام سے سمجھایا۔

''یہ تو بڑا مسئلہ ہے۔'' تابش کو خود سے زیادہ بچوں کی فکر ہوئی۔ عیناں ان باتوں سے بہت بیزار دکھائی دی۔

''ارے عیناں اس دوران تم کیوں نہیں اپنی بھابی کا خیال کرلیتی ہو۔'' آمنہ نے سوچنے کی ایکٹنگ کی اور بھابی پر زور دیتے ہوئے تجویز پیش کی۔

''اوہ..... مگر میری تو یونی ہے۔'' عیناں نے گڑبڑا کر بہانہ بنایا اور مدد طلب کرنے کے لیے تابش کو دیکھا۔

''ہاں مگر کل سے تو تمہاری چھٹیاں شروع ہورہی ہیں۔'' اس کا ہوم ورک مکمل تھا سہولت سے جواب دیا۔

''کمال ہے مجھے یہ خیال کیوں نہیں آیا؟'' تابش یوں بولا جیسے کاندھے سے بڑا بوجھ اتر گیا ہو۔ عیناں کی تو جان ہی نکل گئی۔

''گڈ ویسے بھی تمہیں ہم سب کے معمولات کا پتا ہے کوئی نئی خاتون آئے گی تو ہفتہ بھر تو اس سے سر کھپانے میں لگ جائے گا۔'' تابش نے مطمئن انداز میں ہاتھ اٹھا کر بات ختم کی اور گاڑی اسٹارٹ کردی اس کی شکل رو دینے والی ہوگئی۔

''عیناں فکر نہ کرو میں ایجنسی میں ہاؤس میڈ کے لیے لکھوا دیتی ہوں۔ جیسے ہی کم معاوضے والی اچھی عورت مل گئی وہ ہم سے خود رابطہ کرلیں گے اس وقت تک کے لیے تم اپنی پیاری بھابی کا خیال رکھنا۔'' آمنہ نے بظاہر اس کا ہاتھ تھپتھپا کر تسلی دی مگر دل میں خوش ہوئی۔

''اوکے..... مسز عبداللہ'' عیناں نے گردن ہلا کر زبردستی خوش اخلاقی دکھائی۔

☆☆☆......☆☆☆

''منحوس..... گوری۔'' عیناں کا بس چلتا تو آمنہ کو گھر کے سامنے بننے خالی سوئمنگ پول میں اٹھا کر پھینک دیتی۔

''اب یہاں آئے تو پھر میں بتاتی ہوں۔'' اس نے ڈش واشر خالی کیا اور دل میں اسے کوسا۔

''اماں نے تو مجھ سے کبھی انڈا ابھی بوائل نہیں کروایا اور یہاں میں ماسی بنی ہوئی ہوں۔'' ویکیوم کرتے ہوئے آنکھ بھر آئی تابش کی محبت بھی ہوا ہونے لگی۔

''شاید زارا کو کمزوری کی وجہ سے سستی گھیرے رہے مزاج میں چڑچڑا پن بھی آجائے۔'' وہ آمنہ کی ایکٹنگ کرتے ہوئے کمر پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

''کیا مصیبت ہے ابھی تو ان نخریلے بچوں کا ڈنر بھی تیار کرنا ہے۔'' وہ خفگی کرنے کے بعد صوفے پر آرام دہ پوزیشن میں بیٹھی تو دیوار گیر گھڑی پر نظر گئی۔ ''میں ان کی نوکر نہیں ہوں۔'' عیناں کا غصہ بتدریج بڑھتا گیا اس نے جھلا کر گرم جیکٹ پہنی اور کسی کو بتائے بغیر کاندھے پر بیگ لٹکا

کر باہر چل دی۔

عیناں کو یہاں شفٹ ہونے پر صاف ستھرا کمرہ اور مزیدار پکی پکائی مل جاتی تھی۔ اس پر ادادس کا جال پھینک کر وہ تابش سے ناز برداری بھی کروالیتی مگر زارا کی طبیعت خراب ہونے سے لگتا تھا کہ رنگ میں بھنگ پڑ گیا ہو اب جو کام کرنا پڑ رہا تھا تو اسے یہاں وحشت ہونے لگی ساری طراری نکل گئی۔

☆☆☆......☆☆☆

زارا ناشتے کے بعد کسی کام کو ہاتھ لگائے بناء بستر پر لیٹ گئی اور آنکھیں موند لیں۔ ایک بھرپور نیند لینے کے بعد جاگی تو انگڑائی لے کر بستر چھوڑا۔

''مما...... مما......'' ہلکی سی آواز پر نگاہ دوڑائی ارمان کو بیڈ کے سامنے بڑی سی راکنگ چیئر پر جھولتے دیکھا تو لبوں کو مسکراہٹ چھوگئی۔

''آپ اٹھ گئیں میں کب سے ویٹ کر رہا تھا مگر پاپا نے آپ کو ڈسٹرب کرنے سے منع کیا تھا۔'' ماں کو اٹھتا دیکھ کر اس میں انرجی بھر گئی۔ جلدی سے لپکا۔

''جی مائی ڈارلنگ کچھ کھایا۔'' زارا نے بیٹے کو بانہوں میں بھر کر سینے سے لگایا۔

''نہیں۔'' اس نے ہونٹ نکال کر گردن ہلادی۔

''آپ نے آنٹی سے کیوں نہیں کچھ مانگا۔'' اس نے کریدا۔

''مما...... عیناں آنٹی گندی ہیں۔'' اس نے فوراً ہی شکایت لگائی۔

''کیوں بیٹا کیا ہوا؟'' زارا نے ایان کی طرف رخ کر کے بڑی توجہ سے پوچھا۔

''ہمیں اتنی بھوک لگ رہی تھی مگر انہوں نے چاکلیٹ ملک دیا۔'' اس نے بڑا معصوم سا منہ بنایا۔

''مائی گاڈ...... تم لوگ ابھی تک بھوکے بیٹھے ہو۔'' اس نے گھڑی پر نگاہ دوڑائی اور ارمان کو ساتھ لیے کچن کی جانب بڑھ گئی۔

زارا نے دونوں بچوں کے لیے ڈنر میں ان کی پسند کا چکن برگر فرنچ فرائز بڑے اہتمام کے ساتھ تیار کیے ساتھ میں اورنج جوس نکالا اور کچن سے ٹرے اٹھائے باہر نکل آئی۔ اتفاق سے تابش اسی وقت گھر کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

''کیا کرتی ہو ابھی سب گر جاتا۔'' زارا نے جلدی سے چہرے پر نقاہت طاری کی وہ تیزی سے آگے بڑھا اور اس کے ہاتھ سے ٹرے لے لی۔

''مما...... برگر یمی ہے۔'' ایان نے بائٹ لے کر تعریف کی۔

''زارا تم کچن میں کیوں گئی تھی؟'' اس نے بیوی کو ناراضی دکھائی۔

''میں بچوں کے کھانے کا انتظام کرنے گئی تھی۔'' زارا نے صوفے پر بیٹھ کر جتایا۔

''پاپا ہمیں بہت بھوک لگ رہی تھی۔'' ایان اس کے پیروں سے چٹ کر بولا۔

''بیٹا...... مما کو کیوں ڈسٹرب کیا اپنی آنٹی سے کہنا تھا ناں۔'' اس نے ایان کا سر چوما۔

''عیناں...... آنٹی نے ہمیں لنچ میں بسکٹ کے ساتھ بس ہاٹ چاکلیٹ ملک پلایا تھا۔'' ارمان کچھ زیادہ ہی خفا تھا۔

''او...... میرا بچہ تو آپ ان سے برگر بنانے کا کہہ دیتے۔'' اس نے ارمان کا ہاتھ پیار سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور گود میں اٹھالیا۔

''آنٹی اچھی نہیں۔'' ایان نے جواب دیا اور پھر لاپروائی سے ٹماٹو ساس چاٹنے لگا۔ زارا نے ہنسی ہونٹوں میں دبالی۔

''عیناں...... عیناں۔'' تابش نے خود ہی قدرے اونچی آواز سے اسے پکارنا شروع کردیا۔

''آنٹی...... تو ہم پر غصے ہونے کے بعد دوپہر سے کہیں باہر گئی ہوئی ہیں۔'' ایان نے فرنچ فرائز ساس میں ڈبو کر کھاتے ہوئے بتایا۔

''واٹ...... میں نے اپنی واپسی تک اسے سختی سے گھر میں رہنے کی تاکید کی تھی۔'' وہ ایک دم حیرت زدہ ہو کر بولا۔

''شاید اسے کوئی اہم کام ہوگا۔'' زارا کو تابش کے چہرے کے تاثرات پڑھ کر بہت مزہ آیا' دھیمے سے کہا۔

☆☆☆......☆☆☆

''تم نے ہمیشہ بے وقوفی سے کام لیا...... مگر شکر ہے میری صحبت میں کچھ تو عقل آئی۔'' آمنہ نے بیڈ کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ کر پیار سے کہا۔

''تمہیں پتا ہے ناں کہ اس بے وقوفی میں ہی میری شادی شدہ زندگی کی بقاء ہے۔'' زارا نے پھیکی سی ہنسی کے ساتھ جواب دیا۔

''بس اب عورت کی قربانی پر کوئی نیا لیکچر نہیں سننا۔'' اس نے ہنستے ہوئے ہاتھ جوڑ دیئے۔

''آمنہ مجھے آج کل بہت ڈر لگتا ہے۔'' زارا نے پریشانی سے اپنے بالوں کو سمیٹ کر کیچر لگایا۔

''کس بات سے؟'' آمنہ کو حیرت ہوئی کیونکہ اب تو تمام معاملات سنبھل گئے تھے۔

''کہیں...... میری بیماری کا بہانہ' تابش کی نگاہوں میں مجھے مزید بے توقیر نہ کردے۔'' زارا نے دھیرے سے لب ہلائے۔

''میرا خیال ہے کہ اس کا الٹ ہونے والا ہے اب اسے تمہاری زیادہ قدر آجائے گی۔'' آمنہ نے پیر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

''اور اگر اس نے مجھے چھوڑ دیا تو......؟'' زارا نے دماغ میں پلتے ایک اور خدشے کا اظہار کیا۔

''میرا دیور ہے ناں۔'' وہ شرارتی ہوئی۔

''شٹ اپ آمنہ۔'' زارا نے انگلی اٹھا کر وارننگ دی۔

''سوری یار مگر ایک بات بتاؤں' ابراہیم نے تمہیں جان بوجھ کر اتنا تنگ کیا' ورنہ وہ اس مزاج کا لڑکا نہیں تھا۔'' اس نے جلدی سے کان کی لویں چھوئیں اور ہنستے ہوئے انکشاف کیا۔

''مطلب؟'' وہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئی' آمنہ کا نرم تسلی دیتا ہاتھ' اس میں توانائی سی بھر گیا۔

''ایک بار جب تمہاری شکایت لگانے پر میں نے اس کی خوب کلاس لگائی تو اس نے انکشاف کیا کہ وہ تو تمہاری بہت زیادہ عزت کرتا ہے' تمہارے ساتھ کچھ برا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ مشرقی عورتوں کی نفسیات سے بھی اچھی طرح سے واقف ہے' اس لیے فضول باتیں کرکے تمہارے اندر کے عدم تحفظ کے احساس کو جگایا۔'' وہ بولتی چلی گئی۔

''اوہ...... مائی گاڈ۔'' زارا سر تھام کر بیٹھ گئی۔

''اسے تم پر پورا اعتماد تھا کہ تم اپنے شوہر کو جیت لوگی۔'' آمنہ نے ابراہیم سے کیا وعدہ توڑ دیا اور اس کی پوزیشن زارا کے سامنے کلیئر کردی۔

''میں یہ ہی سوچ رہی تھی کہ یونی میں تو ابراہیم کافی سنجیدہ مزاج ہوتے تھے اچانک اس طرح سے۔'' زارا نے پُرسوچ انداز میں جواب دیا۔

''ایک بات اور واضح کردوں' مسٹر تابش' تمہیں کبھی بھی نہیں چھوڑ سکتے۔'' آمنہ نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بڑی سنجیدگی سے کہا۔

''تمہیں اس بات پر اتنا یقین کیوں ہے؟'' زارا نے بے یقینی سے سر اٹھایا۔

''اس لیے کہ تم ان کی محبت ہونے کے ساتھ ساتھ بچوں کی بھی ماں ہو۔ جن سے وہ بے تحاشہ پیار کرتے ہیں' تمہاری بیماری والے ڈرامے کے دوران انہوں نے اپنی محبت کا ثبوت بھی دے دیا۔'' وہ ایک بار پھر کھلکھلائی۔

''یہ بات تو ہے۔'' زارا نے تائید میں سر ہلایا۔

''وہ تمہارے بنا نہیں رہ سکتے اور جہاں تک میرا خیال ہے' یہ تمہاری ہی غلطی تھی' تم نے گھر کے کاموں اور بچوں میں کھو کر انہیں نظر انداز کیا جو وہ عیناں کی جانب بڑھے تھے۔''

''اب دیکھنا...... عیناں ان کی زندگی اور اس گھر سے جانے میں زیادہ وقت نہیں لگائے گی۔'' آمنہ عجیب انداز میں مسکرا کر بولی۔

''وہ نہیں جانے والی۔'' زارا نے نفی میں سر ہلایا۔

''وہ جائے گی۔'' آمنہ نے مستحکم لہجے میں یقین دلایا۔

"اچھا کیسے؟" زارا نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔
"اس لیے کہ وہ اب تمہاری زندگی جی رہی ہے اور تم اس کی۔" آمنہ کی آنکھوں میں چمک ابھری۔
"یہ کیا بات ہوئی؟" زارا نے شگفتگی کا اظہار کیا۔ وہ ان دنوں اپنے اندر تازگی کا ذخیرہ چھپا ہوا محسوس کررہی تھی۔
"تم نے اپنے شوہر کو سلیقہ مندی دکھا کر جس قسم کے ماحول کا عادی بنالیا ہے وہ اس کے بغیر سکون محسوس نہیں کرتے' اس لیے وہ ویسے ہی سب کچھ اپنے اردگرد دیکھنا چاہتے ہیں' جو تم اپنی جانفشانی سے کرتی آئی ہو'ان کے قائم کردہ معیار کے پیمانے پر عیناں جیسی کاہل لڑکی مر کر بھی پوری نہیں اتر سکتی۔" آمنہ کا تجزیہ خاصی حد تک درست تھا۔
"یہ تو ہے۔" زارا کو اس معاملے میں خود پر فخر محسوس ہوا۔
"ایک مزے کی بات سنو جب میں اندر آرہی تھی تو' عیناں بال بکھرائے قدرے میلے حلیے میں گھر کی صفائی میں جتی ہوئی تھی' پھر بھی' وہ خوش دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ ایک ایک چیز میں کیڑے نکالتے ہوئے اسے مسلسل تنقید کا نشانہ بنائے جارہے تھے۔ جس کے بعد عیناں بھی سب کام چھوڑ کر منہ پھلا کر بیٹھ گئی اور دونوں میں بحث مباحثہ شروع ہوگیا میری انٹری ہوئی تو دونوں کو خاموش ہونا پڑا۔" آمنہ نے ہنستے ہوئے بتایا تو وہ حیران رہ گئی اور پھر مسکراہٹ اس کے لبوں پر بھی آگئی۔

☆☆☆......☆☆☆

زارا پورے ایک ہفتے بستر پر لیٹنے سے بیزار ہوگئی تو دھوپ سینکنے سیڑھیوں پر پیر لٹکا کر بیٹھ گئی۔ اس نے چرچراہٹ کی آواز پر سر اٹھایا تو ابراہیم گیٹ سے اندر داخل ہورہا تھا۔
"آپ۔" وہ حیران ہوئی۔
"جی یہ بھابی نے کچھ سینڈوچز اور کیک بھجوائے ہیں۔" ابراہیم نے ڈش اس کی جانب بڑھائی جو اس نے شکریہ کے ساتھ تھام لی اور لاتعلقی سے اندر جانے لگی پیچھے سے اس نے پکارا۔
"زارا میں آپ سے اپنی غلطی کی معافی مانگنا چاہتا ہوں۔" زارا نے پلٹ کر ابراہیم کو دیکھا اس کے تاثرات سے دل کا درد جھلک رہا تھا۔
"چھوڑیں' اب ان باتوں کا کوئی فائدہ نہیں۔" زارا حقیقت سے آشنا تھی اس لیے نرم لہجے میں بولی۔
"میرا ٹرانسفر نیویارک میں ہوگیا ہے' پتا نہیں میں پھر دل کی بات کہہ سکوں یا نہیں مگر ایک بات یاد رکھیے گا میں نے جو کچھ بھی کیا وہ جان بوجھ کر کیا۔" اس نے اپنی صفائی دینا ضروری سمجھا۔ زارا نے کچھ کہنے سے اجتناب برتا۔
"میں نے صرف آپ کے اندر کی مشرقی عورت کو جگانے کے لیے ایسی حرکت کی کیوں کہ مجھے پتا تھا کہ میں جتنا آپ کو تابش صاحب سے دور کرنا چاہوں گا' آپ اس قدر ہی ان کے قریب جائیں گی۔" ابراہیم کے چہرے پر دکھ کی چھاپ گہری ہوگئی وہ گردن جھکا کر بتاتا چلا گیا۔ عیناں جو باہر جانے کے لیے دروازے سے نکل رہی تھی' ان دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو بڑی محویت سے سننے لگی۔
"ہونہہ۔" اس نے سرد آہ بھری۔
"ویسے تابش خوش قسمت ہیں' جو ہماری یونیورسٹی کی سب سے پیاری لڑکی ان کا نصیب بنی۔" وہ مسکرایا۔
"پھر فضول بات۔" اس نے آنکھ دکھائی تو ابراہیم نے ڈرنے کی ایکٹنگ کی' زارا کی دلکش ہنسی فضاؤں میں گونج اٹھی۔
"مجھے یقین ہے میرے جانے کے بعد آپ ایک پُرسکون زندگی گزاریں گی۔" ابراہیم نے دھیرے سے مسکرا کر کہا اور وہاں سے چل دیا۔ عیناں اور زارا نے بیک وقت اس کی چوڑی پشت پر نگاہ جمائی مگر دونوں کے ذہن میں آنے والی سوچ ایک دوسرے سے الگ تھی۔

☆☆☆......☆☆☆

"زارا۔" آج کتنے دنوں بعد تابش نے اسے محبت سے پکارا تھا اس آواز پر چونک کر آنکھوں سے ہاتھ ہٹالیے۔

"یار...... جلدی سے اپنی طبیعت ٹھیک کرلو بس۔" تابش کا ملگجا سا حلیہ، بڑھی ہوئی شیو، بکھرا بکھرا سا وجود اس کے سامنے تھا۔

"میں مانتا ہوں کہ پچھلے دنوں تم کافی نظر انداز ہوئی مگر تمہیں جان بوجھ کر تکلیف پہنچانے کا میرا کوئی ارادہ نہ تھا۔" وہ اس کی شکایتوں کو سمجھتے ہوئے ہاتھ تھام کر اعتراف کرنے لگا۔

"اگر میں آپ کی جگہ ہوتی اور کسی مرد کے ساتھ یوں فری ہوتی تو کیا آپ سب کچھ بھول سکتے تھے؟" اس نے آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سوال کیا۔

"تم اپنے بارے میں ایسی باتیں کیسے کرسکتی ہو؟" وہ اس کی بات اور انداز پر حیران ہوتے ہوئے بولا۔

"میرے منہ سے ایسی بات سننا کتنا برا لگا سوچیں میں نے تو اتنے دنوں تک سہا ہے۔" اس کا ملامتی انداز تابش کے دل پر جا لگا۔

"تم غلط فہمی کا شکار ہوئی ہو۔ پلیز ان باتوں کو بھلا دو۔" تابش نے جذباتی ہوتے ہوئے اس کے بالوں پر اپنا سر ٹکا کر قائل کرنا چاہا، وہ ایک دم سے رو دی کتنے دنوں بعد وہ پہلے والا تابش بن کر اس کے پاس لوٹا تھا۔

☆☆☆......☆☆☆

"کیا ہوا جان؟" ایان کو اندر آتا دیکھا تو پیار سے پکارا۔

"عیناں آنی نے مارا ہے۔" اس نے ماں سے لپٹ کر شکایت لگائی۔

"کیوں کیا ہوا؟" اس نے بیٹے کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے غصے سے پوچھا۔

"مجھے فرنچ ٹوسٹ کھانے تھے، پاپا نے انہیں بنانے کو کہا تو انہوں نے سارے جلا دیے۔" وہ بلبلایا۔

"اچھا پھر؟" زارا نے ایان کو اپنی گود میں بٹھا کر پوچھا، اسے عیناں کی کیفیت کا بخوبی اندازہ ہو رہا تھا، وہ اپنی فرسٹریشن بچوں کے سامنے نکال رہی تھی۔

"میں نے بلیک ٹوسٹ کھانے سے منع کردیا۔" بیٹے نے ہونٹ نکال کر بتایا۔

"اس لیے...... وہ ناراض ہوگئی۔" زارا نے اندازہ لگایا۔

"ہاں بہت غصہ ہوئیں بولیں کہ ماں تو ڈرامہ کرکے بستر پر پڑ گئی ہے اور ساری مصیبت ان کے گلے پڑ گئی ہے۔" ایان کا لہجہ نم ہوا۔

"اس کی یہ ہمت۔" زارا نے ایک دم مٹھیاں بھینچ لیں۔

"میں نے انہیں کہا کہ میری مما کو کچھ مت کہیے گا تو انہوں نے مجھے ایک چانٹا مارا۔" بیٹے کی بات پر اس کا دل دکھی ہوا۔

"تو پھر؟" اس کے اندر کی ماں مچل اٹھی۔

"میں نے بھی شور مچانا شروع کردیا اور پاپا وہاں آگئے۔"

"تمہارے پاپا نے کیا کیا؟" اس کی نگاہیں بیٹے کے ہونٹوں پر مرکوز ہوگئیں۔

"پاپا نے انہیں بہت ڈانٹا اور کچن سے باہر جانے کو کہا پھر مجھے پیار کیا۔" ایان نے آنکھیں مٹکائیں۔

"او...... تو کیا آپ لوگ بھوکے ہو۔" اس نے بیٹے کا ہاتھ تھام کر چوما۔

"نہیں پاپا نے ہمارے لیے خود سے مزیدار ایگ سینڈوچ بنائے۔" ایان پوری کہانی سناتے ہوئے اس کے برابر لیٹا اور باتیں کرتے ہوئے سوگیا۔

"میں چند دنوں سے بستر پر کیا لیٹ گئی ان لوگوں کے ہوش ٹھکانے آگئے۔ تابش کو بھی کچن کا منہ دیکھنا پڑ رہا ہے۔ مجھے بہت جلایا ہے ناں اچھا ہے خود بھی تھوڑا بھگتیں۔" اس نے مسکرا کر سوچا۔

☆☆☆......☆☆☆

"زارا...... اب تمہاری طبیعت پہلے سے کافی بہتر لگ رہی ہے۔" تابش نے بڑی محبت سے اس کا ہاتھ تھام کر پوچھا۔

"بس سر کا درد نہیں جا رہا۔" اس نے جان بوجھ کر سر کو دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔

"اچھا۔" وہ ایک دم مایوس دکھائی دینے لگا، ہلکی ہلکی شیو اور رف سے حلیے میں وہ اور دنوں سے زیادہ اچھا لگ رہا تھا۔

"کیا ہوا..... تابی پریشان ہیں۔" اندر کی وفا شعار عورت جاگی۔

"ہاں یار تمہارے بیمار پڑنے سے جیسے گھر کا سارا سسٹم منجمد ہوگیا ہے۔" اس نے خشک ہونٹوں کو دانتوں تلے دبایا۔

"عنیاں ہے ناں آپ کی مدد کے لیے۔" زارا نے تجاہل عارفانہ سے کام لیا' ورنہ بچوں سے ان دونوں کے جھگڑوں کی ساری رپورٹ اسے مل رہی تھی۔

"ہاں مگر گھر کی مالکن اور بچوں کی ماں تو تم ہو اس لیے جس خوش اسلوبی سے تم سارے معاملات دیکھ سکتی ہو بھلا کوئی دوسرا کیسے دیکھے گا۔" اس نے سر کھجایا اور بیچارگی کا اظہار کیا۔

"میری طرف تو دیکھیے گا..... سچ بول رہے ہیں۔" زارا نے شوہر کا چہرہ موڑ کر آنکھوں میں جھانکا۔

"ہاں بھئی یہ عنیاں تو بڑی بے سلیقہ اور کاہل لڑکی ہے۔" وہ بے اختیار بولا۔

"کیوں ایسا کیا ہوگیا۔" زارا جان کر انجان بنی۔

"وہ کہتی ہے کہ اس نے کبھی روٹی نہیں پکائی' گھر کے کام نہیں کیے' میں نے تو تمہاری مثال دی کہ زارا جب یہاں شادی ہوکر آئی تھی کم عمری کے باوجود ہر کام میں طاق تھی۔ پتا نہیں منزہ آنٹی نے عنیاں کی تربیت کیسی کی ہے بس سج سنور کر گھومنا پھرنا' فلمیں دیکھنا آتا ہے مگر گھر سنبھالنا اس کے بس کا روگ نہیں۔ خاص طور پر بچوں کی تو اس سے اب ایک لمحے کو بھی نہیں بن رہی۔" تابش نے اپنے اندر کا غبار بیوی کے سامنے نکالا۔

"او..... مگر..... آپ تو اس کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتے تھے۔ عنیاں ایسی ہے ویسی ہے۔" زارا نے شرارتی انداز میں اس کا مذاق اڑایا۔

"ہاں مگر اب میری رائے مختلف ہے۔" اس کے چہرے پر شرمندگی تھی۔

"پلیز جلدی سے ٹھیک ہوجاؤ ناں..... ہر چیز ڈسٹرب ہوگئی ہے۔" تابش نے بیوی کی منت کی۔

"تابی..... کیا میں آپ کو صرف اس لیے عزیز ہوں کہ اچھی کک اور ہاؤس کیپر ہوں؟" زارا کے لہجے میں اداسی در آئی۔

"اب تم میرے منہ سے کیا سننا چاہتی ہو یہ سچ ہے کہ تمہاری جگہ کوئی نہیں لے سکتا..... نہ اس گھر میں اور نہ میرے دل میں۔" تابش نے اس کا ہاتھ تھام کر دل کے مقام پر رکھتے ہوئے اعتراف شکست کرنا چاہا مگر اس کا اتنی جلدی ماننے کا قطعاً ارادہ نہ تھا' اس لیے ہاتھ چھڑا کر وہاں سے اٹھ گئی۔

☆☆☆......☆☆☆

عنیاں اس طرح سے زارا کو شہزادیوں کی طرح بستر پر لیٹا دیکھتی تو اس کے اندر بھانبھڑ سے جل اٹھتے' ایک دن اس کی برداشت جواب دے گئی اور بلی تھیلے سے باہر آہی گئی۔ زارا نے بچوں کے ساتھ کی جانے والی بدسلوکی پر عنیاں کی کلاس کیا لگائی' الٹا وہ اس کے پیچھے پڑ گئی۔

"بھابی..... اپنے حوصلے اور آواز کو اتنا بلند کرنے کی ضرورت نہیں' اگر آپ کی حقیقت تابی کو پتا چل گئی تو سوچیں کتنا برا ہوگا۔" وہ ایک دم اس کے قریب آکر سفاک لہجے میں بولی۔

"کون سی حقیقت' تم کہنا کیا چاہتی ہو؟" وہ ایک دم ہتھے سے اکھڑ کر اسے گھورنے لگی۔

"وہ جو آپ پڑوس میں بھاگ بھاگ کر جاتی ہیں۔ مجھے سب پتا ہے کہ اس کے پیچھے کیا چکر ہے۔" اس کا انداز تمسخر اڑانے والا تھا۔

"اس میں چکر کی کیا بات ہے؟" اس نے عینی کو گھورا تو وہ تاؤ دلانے والے انداز میں ہنسی۔

"بھئی وہاں میری دوست آمنہ رہتی ہے میں اس کے پاس جاتی ہوں۔" اس نے سادہ انداز جواب دیا۔

"آمنہ کی آڑ میں ابراہیم سے جو تجدید تعلقات کیے جارہے ہیں مجھے اس بات کی پوری خبر ہے۔" وہ زہر آلود لہجے میں بولی۔

"تم یہ کیا کہہ رہی ہو؟" زارا نے غصہ سے پوچھا مگر

اس کی مکارانہ ہنسی پر ساکت سی رہ گئی۔

عیناں سمجھ رہی تھی کہ وہ زارا سے یہ بات کرے گی تو وہ ڈر اور خوف زدہ ہو کر اس کی منت کرے گی کہ یہ بات کسی صورت تابش کو مت بتانا لیکن جب ایسا کچھ تھا ہی نہیں تو وہ ڈرتی کیوں اس لیے وہ غصہ سے اسے جواب دے رہی تھی اور یہ ہی بات عیناں کو ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

"ویسے بھابی! آپ اتنی ستی ساوتری ہیں نہیں جتنا تابی کے سامنے بنتی ہیں۔" عیناں اس کے کردار پر کیچڑ اچھالنے لگی۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟" تابش اسی وقت گھر میں داخل ہوا اور بھونچکا سا ہو کر ان دونوں میں ہونے والی گفتگو کو سننے لگا۔

"چلیں خیر سے آپ کو بھی اپنی بیوی کے کرتوتوں کا پتا چل گیا۔" اس نے تابش کو جتانے والے انداز میں دیکھا۔

"شٹ اپ عیناں منہ سے ایک لفظ بھی مزید نکالا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔" تابش دھاڑا۔

"تابی یہ عورت قابل اعتبار نہیں اسے فوراً طلاق دے کر گھر سے نکال دیں۔" اس نے تابش کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بھڑکانے کی کوشش کی۔ زارا خاموش کھڑی تابش کو دیکھ رہی تھی۔

"تم...... تم...... نے میری بیوی کے بارے ایسا سوچا بھی کیسے؟" وہ چنگھاڑتا ہوا عیناں کی جانب مڑا۔ اس کی آواز اتنی بلند تھی کہ بچے بھی گھبرا کر اپنے کمروں سے نکل آئے۔

"تابش...... میں سچ کہہ رہی ہوں بھابی......"

"ایک مرد سے زیادہ اپنی بیوی کو کون پہچان سکتا ہے' زارا پر جھوٹا الزام لگانے سے پہلے یہ کیوں نہیں سوچا کہ وہ میری عزت ہے۔ اس بات پر میں تمہیں ہاتھ پکڑ کر اس گھر سے باہر بھی نکال سکتا ہوں۔" تابش نے غصہ سے اس کی بات کاٹی اور پھر کسی مروت اور لحاظ کے اسے جھاڑتا چلا گیا۔ عینی نے پہلی بار تابش کا ایسا روپ دیکھا تو گھبرا گئی۔

"میں نے کچھ نہیں کیا۔ یہ جھوٹ بول رہی ہے۔"

اچانک اس کے اندر جمع شدہ غبار آنکھوں کے ذریعے ابل پڑا۔

"مجھے پتا ہے۔" اس نے بیوی کا سر تھپتھپاتے ہوئے تسلی دی۔

"تابش...... سنیں آپ میرا یقین کریں' میں آپ کو سچائی بتانا چاہتی ہوں۔" عیناں نے اسے اپنے طلسم میں گرفتار کرنے کے لیے آنسو بہاتے ہوئے متوجہ کرنا چاہا۔

"عیناں...... بس اب ایک لفظ بھی منہ سے مت نکالنا۔" تابش نے اسے جھڑکا' اچانک اسے زارا کی طرف متوجہ ہونا پڑا جو دل پر ہاتھ رکھ کر گرتی چلی گئی۔

"زارا......" تابش نے گھبرا کر اسے بانہوں کی پناہ میں لیتے ہوئے پکارنا شروع کردیا۔

"پاپا...... مما" بچے روتے ہوئے ماں کی طرف دوڑے۔

"تمہاری مما کو کچھ نہیں ہوگا۔" تابش نے ایک ہاتھ سے بیوی کو سنبھالا' دوسرے سے بچوں کو اپنے ساتھ لگایا۔

ایسے میں عیناں کو اپنا وجود ان سب کے بیچ میں اجنبی سا لگا۔ بس یہ ہی ایک لمحہ تھا جب اسے حقیقت کا ادراک ہوا کہ وہ تو ایک سراب کے پیچھے بھاگ رہی تھی' جس تابش کو وہ اپنا سمجھتی تھی وہ تو کبھی اس کا تھا ہی نہیں' عیناں کے چہرے پر تاریک سایہ منڈلانے لگا جب تابش نے زارا کو بانہوں میں اٹھا کر صوفے پر لٹایا اور ایمبولینس کال کر کے بلوائی۔ وہ زارا کی حالت پر اتنا پریشان دکھائی دیا جیسے اس کی اپنی روح جسم سے جدا ہو رہی ہو۔

"تابش کی زندگی میں میری کوئی اہمیت ہی نہیں ہے تو پھر میرا اس کی زندگی میں رہنے کا کیا جواز ہے۔" اس نے بڑے دکھ سے سوچا اور الٹے قدموں پیچھے ہٹتی چلی گئی۔

گالوں پر پھسلتے قطروں کو ہتھیلی کی پشت سے صاف کرتے ہوئے وہ سمجھ گئی کہ تابش کی زندگی کی مثلث کا ایک کونا زارا' دوسرا اس کے بچے اور تیسرا وہ خود ہے' تینوں مل کر مکمل ہوتے ہیں تو پھر ان کے بیچ عیناں کی جگہ کہاں سے بنتی۔

☆☆☆......☆☆☆

دو دن آئی سی یو میں رکھنے کے بعد زارا کو روم میں شفٹ کردیا گیا اسے مزید ایک گھنٹہ آبزرویشن کے بعد گھر جانے کی اجازت ملی زارا کی بیماری نے ان کے درمیان کی خلیج کو جیسے پاٹ دیا۔ وہ جب تک ہاسپٹل میں رہی تابش سارا دن ساری رات اس کے پاس رہتا اس دوران بچوں کو آمنہ نے اپنے گھر پر رکھ لیا تھا۔ اسے اپنی سہیلی کی ایسی حالت پر کافی صدمہ پہنچا۔ اس دوران عیناں کا کچھ پتا نہیں تھا وہ ایک بار کھڑے کھڑے زارا کو دیکھنے آئی۔ ویسے بھی اس دن کے بعد سے تابش اس کی شکل دیکھنے کا روادار نہیں تھا۔ یہ سچ تھا کہ اسے عیناں کی کمپنی میں مزہ آتا تھا اور کبھی کبھی زارا کو جلانے کے لیے اسے کچھ زیادہ ہی اہمیت دیے دیتا اور کچھ اپنے پرانے رویئے کا ازالہ کرنے کی بھی ٹھانی تھی مگر اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ اس کی نرمی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے زارا پر بہتان لگائے وہ اس کی بیوی تھی اس کی عزت اور کسی کی اتنی جرأت نہیں تھی کہ اس کے سامنے زارا کی پاک بازی پر سوال اٹھائے۔

اس کے گھر آنے کے بعد بچوں کو ان کے کمرے میں سلانے کے بعد تابش کمرے میں لوٹا تو دروازہ کھلنے کی آواز پر چھت تکتی زارا نے آنکھوں پر بازو رکھتے ہوئے کمال مہارت سے اپنے چہرے کے تاثرات چھپا لیے۔ وہ اندر آیا بلاوجہ وارڈروب کھول بند کیا شاید اس کی توجہ حاصل ہوجائے مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ زارا نے آنکھوں کی جھری سے دیکھا تو وہ سر کھجاتا ہوا کمر پر ہاتھ رکھے اسے کھوجتی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا پھر وہ دھیرے دھیرے بیڈ کے قریب آیا اور اس پر جھکا زارا کا دل اچھل کر جیسے حلق میں آگیا تابش نے مزے سے اس کے قریب رکھا تکیہ اٹھایا اور بیڈ کے دوسرے کنارے پر جا کر لیٹ گیا۔ وہ انتظار ہی کرتی رہ گئی مگر جناب کی جانب سے منانے کی کوئی کوشش نہ کی گئی۔ وہ مایوس سی ہوکر آنکھیں بند کرکے سونے کی کوشش کرنے لگی اچانک تابش نے اس کا ہاتھ تھام کر محبت سے اپنی جانب کھینچا۔ زارا نے فوراً سے آنکھیں کھول دیں۔

''اچھا تو محترمہ جان بوجھ کر مجھے اگنور کررہی تھیں۔'' وہ چہکا۔

''مجھے آپ سے بات نہیں کرنی۔'' اس نے منہ موڑنا چاہا۔

''کیا سب کچھ پہلے جیسے نہیں ہوسکتا؟'' اس نے بڑا معصوم سا منہ بنا کر اس کا چہرہ اپنی جانب گھمایا۔

''نہیں بالکل نہیں۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''تم تو مجھ سے محبت کے بڑے بڑے دعوی کرتی تھی۔'' اس نے ڈھٹائی سے جتایا۔

''ایک منٹ دعوی تو آپ نے کیے تھے پھر مکر بھی خود ہی گئے پیار محبت کوئی کھیل تھوڑی ہے پہلے مجھ سے پھر اس سے پھر اس سے۔'' اس نے شکوہ کیا۔

''میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گا کہ اب بھی میری زندگی بس تم ہی ہو اور محبت بھی۔'' وہ اسے یقین دلاتے ہوئے بولا۔

''جھوٹ۔'' وہ منہ پھلا کر بولی۔

''میں جھوٹ کبھی بولتا نہیں...... جب تمہیں یقین آجائے تو آواز دے لینا اب سب کچھ تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔'' اس کی انا کو زک پہنچی دھیرے سے کہا۔ منہ دوسری جانب موڑ کر سونے کی کوشش شروع کردی۔ اس کے ایسے روٹھنے پر وہ ایک دم مسکرائی جس طرح سے اس نے عیناں کے لگائے ہوئے الزام جھٹلائے اور اس کی بیماری کے دوران تیمارداری کی اس کے بعد تو اس کی ساری خطائیں معاف ہوجاتی تھیں مگر وہ شوہر کو دوسرے دن سرپرائز دینا چاہتی تھی اس لیے آنکھیں میچ کر سوگئی۔

☆☆☆......☆☆☆

زارا نے سب کے جانے کے بعد بستر کو بائے بائے کہا اور پہلے گھوم پھر کر گھر کا جائزہ لیا ہر جگہ کی حالت بہت ابتر تھی خاص طور پر بچوں کے روم کو صفائی کی بہت اشد ضرورت تھی۔ اس نے ایپرن باندھ کر کام کرنے پر کمر کس لی۔ آمنہ بھی مدد کو آگئی۔ دونوں نے ہنسی مذاق کے دوران

جلدی جلدی کام نمٹائے۔ تابش کے آنے سے پہلے اس نے شاور لے کر خود کو تازہ دم کیا' پھر اپنا سب سے خوب صورت ٹی پنک کلر کا لباس نکال کر پہنا' بالوں کو برش کرنے کے بعد کھلا چھوڑ دیا اور کانوں میں تابش کی گفٹ کی ہوئی وائٹ گولڈ کی بالیاں نکال کر پہنیں۔ وہ ابھی مرر کے آگے بیٹھی ٹی پنک لپ اسٹک لگانے میں مصروف تھی کہ اچانک دروازہ کھلا اور تابش تھکا تھکا سا اندر داخل ہوا۔ صاف ستھرے کمرے کی معطر فضاء میں کھڑے ہو کر ایک طویل سانس لی۔ نگاہوں نے زارا کو ڈھونڈا۔ اسے سجا سنوارا دیکھ کر ساری تھکان اڑن چھو ہوگئی اور چاہت بھری نگاہوں سے اس کا عکس دیکھتا رہا۔

''کیا بات ہے آج تو بالکل نئی نکور لگ رہی ہو۔'' زارا کی پشت پر کھڑا ہوتے ہوئے شرارت سے لٹ کھینچی۔

''اب میں آپ کو ہمیشہ نئی نئی سی لگا کروں گی۔'' اس کی سرمئی آنکھوں کا نشہ کاجل سے کچھ اور تیز ہوا۔

''زارا...... کیا میری سزا ختم ہوئی؟'' اس کے کاندھے پر اپنی انگلیوں کا دباؤ ڈالتے ہوئے پوچھا۔

''جو گزر گیا سو گزر گیا۔'' وہ اسٹول سے اٹھ کر شوہر کے مقابل آگئی۔

''تم اچھی لڑکی' مخلص ماں اور پیاری بیوی ہو' یہ تمہاری خوبی ہے جو تم نے میری غلطیوں کو بھلا کر اپنے دل میں مجھے دوبارہ جگہ دی۔'' اس کا چہرہ انگلی سے اٹھا کر آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

''تابی کیا آپ مجھ سے پیار کرتے ہیں؟'' زارا نے اس کے بازو کو نرمی سے چھو کر پوچھا۔

''ہاں پہلے سے کئی گنا زیادہ۔'' اس کے کھلے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے والہانہ لہجے میں جواب دیا۔

''ویسے یہ لباس اور انداز تم پر بہت جچ رہے ہیں۔'' تابش نے اسے سراہا۔

''تھینک یو' چلیں باہر چلتے ہیں عیناں ہمارا انتظار کررہی ہوگی۔'' اس نے جان کر یہ ذکر نکالا۔

''نہیں میں نے آج ایک ہاسٹل میں اس کا داخلہ کروا دیا ہے' وہ وہاں شفٹ ہوگئی ہے۔'' تابش نے بڑے ہلکے پھلکے انداز میں انکشاف کیا۔

''کمال ہے مجھ سے ملنے بھی نہیں آئی؟'' زارا نے جتایا۔

''وہ یہاں سے چلی گئی ہے۔ اب ہمارے بیچ اس کا کبھی ذکر نہیں ہوگا۔'' اس کے نرم ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے تابش کے لبوں پر مسکراہٹ چمکی۔

زارا نے مسکراتی نگاہوں سے شوہر کو دیکھ کر اثبات میں سر ہلایا اور استحقاق سے اس کا بازو تھام کر باہر نکل گئی' تابش نے اسے بڑے پیار سے ڈنر پر چلنے کی آفر کی اور وہ مسکراتی ہوئی ساتھ چل دی۔ اس نے گاڑی میں بیٹھنے کے بعد زارا کے ہاتھ پر محبت بھرا دباؤ ڈالا۔ تابش کے من سے زارا کے لیے پیار بھرے سوتے پھوٹ پڑے' شاید قبولیت کے دروازوں پر بس ایک اجلی دستک کی ضرورت تھی۔ زارا نے اپنے سراپے پر شوہر کی نگاہیں مرکوز دیکھیں تو دل میں عہد کیا کہ وہ اپنے آپ پر بھرپور توجہ دے گی تاکہ پھر کسی اور کو اس کی شادی شدہ زندگی میں یوں ہلچل مچانے کا موقع نہ مل سکے۔ وہ دوریوں کو مٹا چکی تھی' ان نزدیکیوں کو اپنی عقل مندی سے قائم رکھنا' اس کے ہاتھ میں تھا۔ زارا کھل کر مسکرائی کیونکہ محبت کی بساط پر سجائی گئی بازی وہ جیت چکی تھی۔

چادر اور چار دیواری

انعم خان

غموں کی دھوپ ہو تجھ پر تو میں ہوا بن جاؤں
مثالِ اَبر بڑھوں، سرمئی ردا بن جاؤں
کسی کی شوخ نگاہوں کا یہ تقاضا تھا
سمٹ کے اپنے ہی پندار میں حیا بن جاؤں

''اللہ میں کیا کروں۔'' آنسوؤں سے تر آنکھوں کو میچ کر وہ پچھتاوے کی زد میں تھی۔ دل میں کسک' رملال تھا' خوف سے اس کا برا حال تھا۔ اپنے ہاتھوں سے سب کچھ مٹانا پہلے آسان تھا مگر اب جب سب کچھ ریت کی مانند بند مٹھی سے پھسلتا جا رہا تھا تب محض احساسِ شرمندگی کے سوا اس کی خالی ہاتھوں میں کچھ نہ تھا۔

جس اعتماد' یقین اور بھروسے کے ساتھ اس نے سمعان سے علیحدگی کا فیصلہ کیا تھا' وہی اعتبار و مان سالک عمران ابھی کچھ دیر پہلے نہایت سفاکیت سے روندھ کر چلا گیا تھا۔ وہ رو رہی تھی اور دل میں موجود محبت ہر لحاظ سے تشنگی میں لپٹی تڑپ و سسک رہی تھی۔ وقت نے بھی گویا اپنا حصہ ڈال کر اسی لمحے اس پر کڑا وار کیا تھا۔ عنایہ افتخار کرب سے گزر رہی تھی۔ آنسوؤں کا تسلسل ہنوز جاری تھا۔ دل بوجھل ہو چکا تھا۔ دماغ میں الجھتی' تڑپتی درد بھری سوچوں نے آنا فانا اپنا تسلط قائم کر کے اسے اذیت سے دوچار کر دیا تھا۔

محبت مذاق بن جانے پر درد سہہ رہی تھی۔

عنایہ افتخار کو اردگرد کا بالکل ہوش نہیں رہا تھا لیکن دروازے کی اوٹ میں کھڑی صباء احمد اس کا مکمل جائزہ لیتیں ماضی کی کتاب کے اوراق پلٹنے میں مصروف عمل ہو چکی تھیں۔

☆☆☆

آج سے ستائیس سال پہلے۔ ماں باپ کی وفات کے بعد افتخار احمد رفعت آرا کو دلہن بنا کر گھر لائے تھے۔ رفعت آرا کو انہوں نے عزت محبت اور وہ سب کچھ دیا تھا جو ایک بیوی کا حق اور شوہر کا فرض بنتا تھا۔ افتخار احمد طبیعتاً سادہ و نرم تھے۔ جبکہ رفعت آرا ان کے مقابلے میں بالکل الگ مزاج کی تھیں۔ لیکن افتخار احمد کے بے لچک رویہ اور گداز دل نے کبھی گھر کا ماحول متاثر نہیں ہونے دیا تھا۔ رفعت آرا بھی خوش تھیں۔ زندگی پُرسکون انداز میں گزر رہی تھی۔

صباء افتخار احمد کی اکلوتی بہن تھی۔ بھائی کی طرح نرم طبع اور محبت سے بھرپور دل کی مالک' خوب صورت بھی تھی۔ جس کو رفعت آرا کے بھائی عمران نے بہن کی شادی میں دیکھتے ہی کافی سراہا تھا۔ وہ صباء سے پہلی نظر میں محبت کر بیٹھا تھا۔ جسے کچھ عرصے کے لیے محسوس کرتے مگن رہا' مسرور رہا۔ آنکھوں سے دل میں اترا صباء کا پُرکشش چہرہ دھیرے دھیرے اس کے خواب میں آنے لگا تھا۔ جسے سچی محبت کا نام دے کر وہ صباء کی خواہش کرنے لگا تھا۔ اپنے بے قرار دل کی تسکین کے لیے صباء کو اپنی زندگی میں شامل کرنا اس کے لیے لازم بن گیا تھا۔ سو جب بہن میکے رہنے آئی تو ان کے سامنے اعتراف کیا۔ وہ بھی سن کر خوش ہوئی تھیں۔ صباء خوب صورتی میں اپنی مثال آپ تھی ہی لیکن اسے گھر داری میں بھی مہارت حاصل تھی۔ سلیقہ مند اور سمجھدار تھی۔ رفعت آرا نے بھائی کو فوراً حامی بھر کر بے فکر کر دیا۔ ماں بھی بیمار تھی۔ دور تک سوچ لیا کہ آتے ہی گھر اور ماں کو بھی سنبھال لے گی۔

''شکریہ آپا'' عمران کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ اسے سوچنے کی شدت میں اضافہ ہو گیا تھا۔ محبت بھی زور پکڑ گئی تھی۔

رفعت آرا بھی خوشی خوشی گھر واپس آئیں تھیں۔ نند کے روپ میں بھی صباء انہیں اچھی لگی تھی مگر اب جب اسے بھابی بنانے کا خیال دل میں آیا تو وہ اور بھی اچھی لگنے لگی تھی۔ صباء سے ملنے کے بعد وہ کمرے میں آئیں۔ ارادہ آج ہی افتخار احمد سے بات کرنے کا تھا۔ رات تک تو وہ مصروف تھے لیکن جب وہ فارغ ہو کر آرام کی غرض سے بیڈ پر لیٹے تو رفعت آرا نے مناسب طریقے سے بات ان کے گوش گزاری۔ صباء کے لیے بھائی کے جذبات سے بھی انہیں آگاہ کیا۔ جسے افتخار احمد

نے تحمل سے سنا اور سننے کے بعد اطمینان سے جواب دیا۔
"تمہاری سب باتیں اپنی جگہ عمران کی محبت بھی ایک طرف لیکن رفعت یہ سب ممکن نہیں۔ کیونکہ صباء کی نسبت بچپن سے ارسل کے ساتھ طے ہے۔ دونوں ایک دوسرے کو پسند بھی کرتے ہیں اور اگلے سال ان شاء اللہ دونوں کی شادی کا بھی ارادہ ہے۔ تم میری طرف سے اپنے گھر والوں سے معذرت کر لینا۔" سلیقے سے انکار کرتے ہوئے انہوں نے وجہ بھی بتائی۔ جسے سن کر رفعت بیگم کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔
"کیا آپ نے مجھے تو کبھی نہیں بتایا اس بارے میں؟" توقف کے بعد سنبھلیں تو اپنی حیرت کو زبان دی۔
"بتایا اس لیے نہیں کہ تم نے کبھی صباء کے بارے میں پہلے بات نہیں کی۔ نہ کچھ پوچھا مگر اب بتا تو دیا۔" افتخار احمد نے وضاحت دی۔
رفعت آرا چپ ہوگئی تھیں۔ ان کی خود کی شادی کو ابھی ایک مہینہ ہی گزرا تھا۔ ذہن میں عمران کا خیال آیا تھا۔ جس کی شدت اور طبیعت سے سب خائف رہتے تھے۔ پریشان بھی ہوئیں کہ حامی بھرنے کے بعد بھائی کو انکار کی بابت بتانا مشکل لگا تھا۔ ساتھ ہی تعجب نے بھی گھیر لیا کہ چلو اگر رفعت آرا نے کبھی صباء کے بارے میں پوچھا نہیں تو شوہر سمیت صباء نے بھی کبھی ان سے ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ وہ اپنا کافی سارا وقت رفعت آرا کے ساتھ گزارتی تھی اور ارسل کے گھر والوں یا باقی خاندان والوں نے اس بارے میں بات نہیں کی تھی۔
ارسل اور صباء خالہ زاد تھے۔ شعور میں قدم رکھتے ہی جب دونوں کو اپنے طے کردہ رشتے کے متعلق پتا چلا تب دونوں نے کسی بھی قسم کی حیرت کا اظہار کرنے کے بجائے اس رشتے کو دل سے قبول کر لیا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خوشی محبت میں بدل گئی تھی۔ البتہ دونوں نے کبھی باقاعدہ ایک ساتھ وقت نہیں گزارا تھا کہ خاندان میں شادی سے پہلے ملنا ملانا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ تین سال پہلے ارسل روزگار کے سلسلے میں بیرونِ ملک گیا تھا۔ صباء دل میں اس کی محبت کو سنبھالے اس کا انتظار کر رہی تھی اور اسی انتظار میں اس کی محبت خوب صورت یادوں سے آبیار ہو رہی تھی۔ ارسل کی سنگت میں ڈھیروں خواب آنکھوں میں سجائے محو تھی۔
اگلے کچھ دنوں میں رفعت آرا نے غور کرنے پر اس کی محویت کو محسوس کر لیا اور تب انہیں بہت برا لگا۔ ایک طرف بھائی کی انکار کی صورت میں تڑپ نظر آنے لگی تھی اور دوسری جانب صباء کی ارسل کے ساتھ بھرپور زندگی کا خاکہ ان کا دماغ الجھا گیا تھا۔
عمران کے سامنے اور جواب طلبی کے خیال نے میکے جانے سے ان کے قدموں کو روک لیا تھا مگر کچھ دن بعد جب عمران مسکراتے چہرے کے ساتھ ان کے سامنے آیا تب ان کے لیے فرار کی تمام راہیں مسدود ہوگئی تھیں۔ وہ مثبت جواب کا منتظر سوالیہ نظروں سے بہن کو دیکھ رہا تھا۔
"جو تم چاہتے ہو عمران وہ نہیں ہو سکتا۔" رفعت آرا نے ہمت کر کے بھائی کو صاف جواب دیا ساتھ ہی وجہ بتائی جسے سن کر وہ بری طرح چکرایا' دل میں جھکڑ چلنے لگے' دماغ کی نسیں پھٹنے کو تھیں' بس نہیں چل رہا تھا کہ اندر کا سارا غصہ نکال کر سارا غبار کم کر سکے۔
افتخار احمد اس وقت گھر میں نہیں تھے۔ صباء گھر میں تھی اور اسی کے لیے چائے پکار رہی تھی۔ رفعت آرا اسے آگ بگولہ ہوتا دیکھ کر بری طرح سٹپٹا گئیں۔ اسے قابو کرنا اس وقت بہت ضروری تھا۔ وہ کوئی وبال اپنے گھر میں نہیں چاہتی تھیں۔
"عمران...... سنبھالو خود کو۔" مگر اس پر بھوت سوار ہو چکا تھا۔ سننے کے بجائے سختی سے وارن کیا۔
"صباء صرف میری ہوگی۔"
"ہاں وہ صرف تمہاری ہوگئی' بس تم مجھے تھوڑا وقت دو

میں افتخار کو منالوں گی۔" رفعت نے بات ٹالنے کے لیے کہا۔ عمران قدرے مطمئن ہوا۔

رفعت آرا نے اسے تھوڑا شانت دیکھ کر دل ہی دل میں شکرادا کیا۔ ساتھ ہی ساتھ یقین دلانے لگیں۔ تھوڑی دیر میں صباء چائے لے کر آئی تھی۔ عمران بغور اسے دیکھنے لگا اس کی محبت پھر سے انگڑائی لینے لگی تھی۔ وہ کمرے میں آ کر کافی دیر تک اس کے بارے میں سوچتی رہی تھی۔

رفعت آرا نے سکھ کا سانس لیا۔ شام کو افتخار احمد کام سے واپس آئے تو پہلے دل چاہا انہیں سب بتا دے مگر خود سے ان کا تعلق خراب نہیں کرنا چاہتی تھیں سو دل کی بات دل میں ہی دبالی۔ البتہ عمران کے لیے انہوں نے ایک حل سوچ لیا تھا۔ کچھ دن یوں ہی گزرے تھے۔

سسرال میں عمران کی آمد ان کے لیے مثبت نہیں ہوسکتی تھی اس لیے ٹائم نکال کر میکے گئیں۔ عمران گھر میں ہی تھا۔ بہن کو دیکھ کر فوراً بے قرار دل کو سنبھالا اور پھر سے جواب چاہا۔

"افتخار سے میں نے بات کی ہے۔ وہ تمہارے اور صباء کے رشتے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن ان کی ایک شرط ہے۔" رفعت آرا نے بات کو ٹالنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لینا اس وقت مناسب سمجھا۔ عمران کے چہرے پر طمانت کے ہزار رنگ اترے تھے۔ اسے ہر شرط منظور تھی۔

"افتخار بھائی کی جو بھی شرط ہے مجھے سب منظور ہے آپا۔" خوشی و جوش سے کہا۔

"تمہارے پاس ابھی کوئی جاب نہیں ہے۔ افتخار چاہتے ہیں کہ تم دو تین سال کے لیے باہر جاؤ، کام کرو، شادی تک خود کو مالی لحاظ سے سیٹ کرو اور جب واپس آؤ گے تب وہ تمہاری صباء سے شادی کردیں۔" سوچی سمجھی تمام پلاننگ رفعت اسے بتا رہی تھیں۔ جسے سن کر وہ جنگ جیتنے کی سی خوشی کے تاثرات چہرے پر سجائے پُر وثوق لہجے میں بولا۔

"مجھے منظور ہے۔" رفعت آرا اس کے مثبت جواب سے مطمئن ہو کر بولیں۔

"افتخار یہ بھی چاہتے ہیں کہ تم یہ سب باتیں ابھی کسی کو مت بتانا۔ تمہارے جانے کے بعد وہ خود مناسب وقت دیکھ کر صباء کو بھی بتا دیں گے اور ارسل کے گھر والوں کو بھی انکار کردیں گے، کیوں کے تمہاری شادی وہ صباء سے تمہارے سیٹ ہونے کے بعد ہی کریں گے تو ابھی سے کسی کو بھی بتانا مناسب نہیں ہوگا۔" اپنے چالاک ذہن کا انہوں نے باخوبی استعمال کیا تھا۔

⟡......☆☆☆......⟡

اور عمران اپنے جذباتی پن کی وجہ سے باآسانی سب باتوں کے لیے تیار ہوگیا تھا۔ بہن کو بھی چپ رہنے اور سیٹ ہونے کا پورا یقین دلایا۔ وہ مطمئن ہو کر گھر واپس آگئیں۔ بھائی کی صباء کے لیے ہر بات ماننا انہیں سوچ کی ایک اور راہ میں ڈال گیا تھا۔ وہ بھائی کی محبت کو بے مول بھی نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ سو دل ہی دل میں اس کے لیے بھی بہتر حل تلاش کرلیا تھا جسے فی الحال ظاہر کرنا ضروری نہ تھا۔ سو چپ رہیں۔

صباء کو پانے کی جستجو عمران کے لیے ہر راہ ہموار کر رہی تھی۔ اس نے بیرون ملک جاب کے لیے اپلائی کیا جس کا کچھ ہی عرصے میں مثبت جواب آگیا اور یوں صباء کی محبت دل میں لیے وہ پردیس روانہ ہوا۔ رفعت آرا اس کے جانے کے بعد تھوڑی مطمئن ہوگئی تھیں۔ البتہ ان کا ذہن اگلی چال کے لیے ہر وقت تانے بانے بننے میں مگن رہتا۔ یوں ہی وقت اپنی رفتار کے ساتھ گزرتا رہا۔ بظاہر سب کچھ ٹھیک ہوگیا تھا۔ اس دوران رفعت آرا کے ہاں چاند سی بیٹی پیدا ہوئی۔ سب خوش تھے۔ افتخار احمد نے بیٹی کا نام عنایہ افتخار رکھا۔ گھر میں اس ننھی پری کے آتے ہی رونق ہوگئی تھی۔ صباء اس کا بہت خیال رکھتی۔ زندگی

معمول کے مطابق چل رہی تھی۔

ایک مہینے بعد ارسل بھی واپس آ گیا تھا۔ اس کے آتے ہی صلاح مشورے کے بعد دونوں طرف شادی کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں۔ صباء بہت خوش تھی۔ رفعت آرا اسے خوش و مطمئن مسکراتا دیکھ کر عجیب الجھن کا شکار ہوئی تھیں۔ انہیں عمران کا خیال آتا تو گھر میں جاری تیاری اور خوشی کا سماں برباد کرنے کو دل کرتا بھائی سے جو جھوٹ بولا تھا وہ اسی طریقے سے تو تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا تھا مگر جیسے بھی سہی پر انہوں نے پہنچانا ضرور تھا۔ سو شادی کی تیاری کے ساتھ ساتھ اپنا منصوبہ بھی انجام تک لے جانے میں مصروف تھیں۔

البتہ ارسل اور صباء کی شادی مقررہ وقت پر انجام پذیر ہو چکی تھی۔ صباء نئی زندگی کے آغاز پر خوش تھی۔ ہر لمحہ اپنی خوشی کو ارسل سے منسوب کرتی محسوس کرتی۔ دن یونہی گزرتے جا رہے تھے۔ وہ ارسل کے ساتھ وقت گزارنا چاہتی تھی۔ لیکن اسے ایسا محسوس ہوتا جیسے ارسل اس سے بیزار ہو۔ وہ صباء سے بات نہیں کرتا تھا۔ ہر وقت اکھڑا اکھڑا رہتا بات بہ بات اسے کچھ ایسا کہہ جاتا کہ اس کی روح تک سلگ جاتی۔ صباء کے لیے ارسل کی بے اعتنائی ناقابلِ برداشت تھی۔ وہ ارسل کے رویے سے کمزور ہونے لگی تھی۔ زندگی بھی گویا امتحان ثابت ہونے لگی تھی۔ وقت اپنی رفتار کے مطابق گزر رہا تھا۔ گزرتا وقت اس پر ارسل کے رویہ کی حقیقت واضح کر گیا تھا۔

ارسل کو اس پر شک تھا۔ اس کی محبت پر یقین نہیں تھا۔ محبت سے گندھے رشتوں میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی مگر جس رشتے میں شک آ جائے وہ پائیدار نہیں رہتا۔ ارسل ایک کمزور شخص تھا اور رفعت آرا پہلی بار اس سے بات کرنے کے بعد اس کی کمزوری بھانپ گئی تھیں سو دل کھول کے شک کا بیج بویا۔ ہر وہ حربہ آزمایا جس سے ارسل کا دل متنفر ہو سکے نتیجتاً ارسل نے اپنے رویے سے ہر وہ عمل کیا جو ان دونوں کے مابین رشتے کی جڑیں کھوکھلی کر گیا تھا۔ صباء نے اس کے دل میں موجود شک کی وجہ کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر ناکام رہی۔ ارسل نے شک کے ہاتھوں اپنے اندر جاری جنگ سے شکست کھائی تھی۔ شادی کے کچھ ہی مہینوں بعد صباء کو عمران کی ذات سے منسوب کر کے خود بری الزماں ہو گیا تھا اور صباء گلے میں طلاق کا طوق لیے واپس میکے آ گئی۔

صباء کا دل غم سے پھٹا جا رہا تھا۔ زندگی ایک دم سے تلخ لگنے لگی تھی۔ بے قصور ہوتے ہوئے بھی الزام ماتھے پر چمک رہا تھا۔ رفعت آرا نے اس کی خوب دل جوئی کی۔ وہ دونوں بہن بھائی رفعت آرا کی سچائی سے بے خبر تھے۔ جو ہمدرد بنی ان دونوں کے ساتھ آنسو بہا رہی تھیں۔

افتخار احمد بھی بہن کو واپس لے تو آئے تھے مگر اسے حوصلہ نہیں دے سکے تھے۔ خود بھی اندر سے ٹوٹ گئے تھے۔

☆☆☆

وقت کی رفتار انسان کو رکنے نہیں دیتی۔ جو ایک بہت اچھا فعل ہے۔ اگر انسان ماضی کو خود سے لپیٹ کر اذیت ناک یادوں کے خول میں قید کر لے تو شاید سانسیں گھٹن کا شکار ہو جائیں۔ سانسوں کی روانی وقت کے ساتھ چلنے سے مضبوط ہوتی ہے۔ صباء بے شک اپنی زندگی سے ارسل کی یادوں کو نکالنے میں ناکام رہی تھی مگر رفعت آرا اسے اسی جگہ رکنے نہیں دینا چاہتی تھیں۔ وہ رفعت آرا کے اصل مقصد سے تو بے خبر تھی اسی لیے انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتی۔ اپنا ہمدرد سمجھتی۔ جس کا رفعت آرا نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ شوہر کی نظر میں بھی عزت بنائی اور بے صبری سے اس وقت کا انتظار کیا جب عمران واپس آ کر صباء کو اپنی زندگی میں شامل کر کے اس کا احسان مند ہوتا۔ ماں بیچاری بھی طویل بیماری کے بعد پچھلے سال مر گئی تھی۔ اب گھر سنبھالنے کے لیے بھی کوئی نہ کوئی تو

چاہیے تھا۔

صباء نے خود کو گھر کے کاموں میں الجھالیا تھا۔ وقت بڑی تیزی سے گزر رہا تھا۔ عمران تین سال بعد واپس آیا۔ مالی لحاظ سے کافی مستحکم بھی ہو چکا تھا۔ دل میں صباء کی محبت زندہ تھی۔ آنکھوں میں اسے دیکھنے کی بیتابی تھی۔ محبت جوں کی توں برقرار تھی۔ آنے سے قبل رفعت آرا سے مسلسل رابطے میں رہتا تھا۔ وہ اسے یقین دہانی کرواتیں کہ سب ٹھیک ہے۔ وہ خوش ہو جاتا اور اب اس کے آنے کے اگلے دن رفعت آرا اس سے ملنے آئیں تھیں۔ وہ خوش دلی سے ان سے ملا تھا۔ ان کے لیے عنایہ کے لیے اور خصوصاً صباء کے لیے ڈھیر سارے تحائف لایا تھا۔ جسے رفعت آرا نے قبول کرنے کے بعد سنجیدگی سے صباء کی شادی اور طلاق کے متعلق اسے بتایا تھا۔ ساتھ ہی اپنا قصیدہ پڑھنا نہ بولیں کہ طلاق انہی کی وجہ سے ہوئی تھی۔

''لیکن آپ نے تو کہا تھا کہ افتخار بھائی اس کی شادی مجھ سے کروانا چاہتے تھے پھر اس کی شادی ارسل سے کیسے ہوگئی؟'' اس نے حیرانگی سے پوچھا۔

رفعت آرا ایک لمحے کو ہچکچاہٹ کا شکار ہوئیں مگر پھر جلد ہی خود کو سنبھال کر صفائی پیش کی۔

''افتخار اور میں نے صباء کو بہت سمجھایا تھا۔ مگر اس پر ارسل کے عشق کا بھوت سوار تھا۔ ہم کیا کرتے سارے خاندان میں تماشہ بنا رہی تھی مجبوراً شادی کروانی پڑھی۔ لیکن مجھے صرف تمہارا خیال تھا میں نے اسے بسنے نہیں دیا۔ صرف تمہاری خاطر۔'' رفعت آرا شاطر دماغ تھی۔ پل میں معاملہ سلجھا گئی۔ عمران نے سر جھکا۔ دل جیسے ٹوٹ سا گیا تھا۔ خواب بھی گویا چکنا چور ہو گئے تھے۔

''کیا ضرورت تھی آپا اگر اس کا گھر بس گیا تھا تو بسنے دیتیں۔'' مردہ دل کے ساتھ بولا۔

''اے لو سب تمہاری وجہ سے کیا۔ اتنا بڑا کھیل رچایا۔ اس کی شادی کو کامیاب نہیں ہونے دیا۔ صرف تمہارے لیے۔ اب تم پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔'' اس کی بات سے رفعت آرا کو گویا حیرت کا شدید دھچکا لگا تھا۔ سرعت سے بولیں۔ خبردار بھی کیا۔ پچھلے کچھ عرصے سے شوہر کو آگاہ بھی کر دیا تھا کہ عمران کو صباء کے بارے میں بتایا ہے جسے سن کر وہ بہت افسردہ ہوا ہے اور ان کے غم میں برابر کا شریک ہے اور صباء سے شادی کر کے ان کے دکھ کو کم کرنا چاہتا ہے۔ افتخار احمد سن کر عمران سے بے حد متاثر ہوئے تھے۔ بیگم کا بھی شکریہ ادا کیا اور اب انہیں شوہر کی نظر میں اپنی پوزیشن بھی مستحکم کرنی تھی۔ عمران مزید کچھ نہ بول سکا۔

رفعت آرا اسے تیاری کا کہہ کر واپس آگئیں۔ چہرے پر جھوٹی خوشی اور مسکراہٹ سجائے سب سے پہلے افتخار احمد کے پاس ہی گئیں تھیں۔ انہیں کہا کہ عمران جلد از جلد صباء سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ وہ مطمئن ہو گئے۔ راضی تو پہلے ہی تھے۔

''تم صباء کو بھی بتا دو ہو سکتا ہے وہ پہلے انکار کرے مگر ساری عمر یوں اکیلے گزارنا ناممکن ہے۔ اسے میری رضا مندی کا بھی بتا دینا۔'' افتخار احمد نے بیگم کو ہی بات آگے بڑھانے کی ذمہ داری سونپی۔

اور رفعت آرا تو سب کچھ پہلے سے ہی ذہن میں ترتیب دے چکی تھیں۔ ان کے کہنے پر صباء کے پاس گئیں۔ صباء نے اول تو ان کی سوچ کے مطابق انکار ہی کیا مگر رفعت آرا اپنے نام اور کام میں واحد تھیں۔ ہزار قابلِ قبول جواز پیش کیے۔

''عمران کی خواہش ایک طرف صباء اپنے بھائی کے بارے میں سوچو جو ہر وقت تمہارے لیے فکر مند رہتے ہیں۔ تمہارے مستقبل کے لیے اللہ سے دعا کرتے ہیں۔ تمہیں خوش دیکھنا چاہتے ہیں اور سب سے بڑی بات لوگوں کی باتیں سنتے ہیں۔ لوگ انہی کو برا بھلا کہتے ہیں

کہ وہ تمہاری پروا نہیں کرتے۔ تمہیں نوکرانی بنا کر خدمت کرواتے ہیں۔ افتخار کی خواہش ہے کہ تمہارا گھر بس جائے۔ اپنا نہ سہی ان کا خیال کرلو۔ ماں باپ کے بعد کتنی محبت سے انہوں نے تمہیں سنبھالا ہے۔ ان کی محبت کا پاس رکھ لو۔" انہوں نے جذباتی بلیک میلنگ بھی کی صباء انکار نہ کرسکی۔

رفعت آرا نے تشکر کا سانس لیا کہ جو بھی تھا سب لوگوں کی خواہش کے ساتھ ان کی ذاتی خواہش بھی پوری ہونے والی تھی۔ وہ صباء کو شوہر کی ذمہ داری سے نکال کر صرف اور صرف اپنی اولاد کی فکر کرنا چاہتی تھیں۔ یوں تمام معاملات جلدی سے طے پاتے گئے۔ صباء کا دل نارمل تھا اس نے کوئی خاص تبدیلی اپنے اندر محسوس نہیں کی تھی۔

دوسری طرف عمران نے بھی دل کی تسکین کے لیے صباء کو اپنا لیا تھا مگر جو صباء کی ارسل کے لیے بے تابی کا تذکرہ سن کر اس کی انا کو ٹھیس پہنچی تھی اس نے اس کے دل میں صباء کے لیے موجود محبت کو منوں مٹی تلے دفنا دیا تھا۔ عمران کا درد تازہ تھا۔ شادی کے کچھ ہی عرصے بعد سطحی سوچ بھی کھل کر سامنے آگئی تھی۔ ٹھکرائی ہوئی طلاق یافتہ عورت دھیرے دھیرے دل و دماغ پر بوجھ لگنے لگی تھی۔ عشق محبت کا فسانہ زندگی کی تلخ حقیقت بنا تو زبان بھی ہر لمحہ زہر اگلنے لگی۔ اسے ارسل کی ذات کے حوالے سے طعنے دیتا۔ اس کی کردار کشی کرتا۔ صباء کا صبر جواب دینے لگتا۔ ایک دو بار پلٹ کر اسے جواب دے دیتی جس سے اسے مزید غصہ آتا۔ جسے اتارنے کے لیے وہ زبان کے ساتھ ساتھ ہاتھ بھی چلانے لگتا۔

اس کی زندگی مکمل عذاب بن چکی تھی۔ ایسے میں وہ خود بالکل بے بس تھی۔ بس کبھی کبھی ماں کی باتیں یاد آتیں تو دل کھول کر روتی۔ مرنے سے پہلے وہ اسے شفقت سے پاس بیٹھا کر سمجھایا کرتیں تھیں۔

"بیٹا وہ عورت بیوقوف ہوتی ہے جو مرد کو غصہ دلاتی ہے۔ مرد کا غصہ وقتی ہوتا ہے۔ مگر مرد کی انا کسی چٹان سی ہوتی ہے جسے توڑنے کی کی جستجو میں عورت خود ٹوٹ جاتی ہے، بکھر جاتی ہے برباد ہوجاتی ہے شوہر اگر کچھ برا کہے تو پلٹ کر اس پر وار مت کرو۔ صبر سے کام لینا عقل مندی ہے ایک کامیاب زندگی کے لیے خود کو شوہر کی محبت، عزت اور حکم کا پابند رکھو۔ وہ تمہاری عزت کرے گا۔ وہ تمہاری عزت کی حفاظت کرے گا۔ تمہیں زندگی کا ہر سکھ تمہارے قدموں میں لا کر دے گا۔ اپنی بے لوث محبت دے گا اور عورت عزت اور محبت ہی کی تو پیاسی ہوتی ہے۔" وہ بہت دھیان سے ماں کو سنا کرتی تھی۔

"اور بیٹا جانتی ہو شوہر جیسا بھی کیوں نہ ہو بیوی کی چادر اور چاردیواری ہوتا ہے۔ شوہر بیوی کا اصل محافظ ہوتا ہے۔ اسے ایک مکان میں محفوظ چھت مہیا کرتا ہے۔ دن بھر مشقت کرتا ہے اس لیے نہیں کہ اسے احسان جتانے کا موقع مل سکے بلکہ اس لیے کہ اسے بیوی سے جڑے اپنے مقدس رشتے سے محبت ہوتی ہے اور اس کی ساری محنت اسی محبت کے فرض کو انجام دینا ہوتی ہے۔" دھیرے دھیرے ماں کے الفاظ اسے ضبط کرنا سکھا گئے تھے مگر اس کا ضبط ایک بار پھر عمران اسے رفعت آرا سے متعلق اس کی پہلی زندگی اجاڑنے کا قصہ غصے میں سنا کر آزما گیا تھا۔ تب حقیقتاً وہ بکھری تھی۔ اول تو اسے یقین ہی نہیں آیا تھا۔ خود کو بے بس محسوس کرتی وہ اس دن بہت روئی تھی۔ قسمت کی ستم ظریفی پر اس نے اللہ سے بہت گلہ کیا تھا۔ مگر اسی وقت خود کو سنبھال گئی تھی۔

جو ہوچکا تھا برا ہوا تھا مگر اب جو برا ہو رہا تھا اسے اس کو ٹھیک کرنا تھا۔ سو خود کو اندر سے مضبوط کرلیا۔ جانتی تھی اب کہ اگر اجڑ کر واپس گئی تو بھائی کی نظر میں بھی کوئی وقعت نہیں رہے گی۔ زندگی مزید تلخ ہوجائے گی۔ اسے اپنی زندگی کو مزید تلخ نہیں بنانا تھا۔ عمران جیسا بھی تھا۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

اس کا شوہر تھا۔ اس کی ''چادر اور چار دیواری'' تھا جو اس متنفر تو تھا مگر اس کا محافظ بھی تھا۔ وہ اسے اپنی توجہ اور محبت سے ٹھیک کرسکتی تھی۔ اس نے پختہ عزم کرلیا تھا۔

عمران کا رویہ ہنوز اس سے بدترین تھا مگر اس نے درد سہنے کی عادت پختہ کرلی تھی اس امید کے ساتھ کہ اس کی مسلسل کوشش بہتری کی نوید بن سکتی ہے' دکھ کو چادر میں لپیٹ کر اس نے ایک کونے میں رکھ دیا تھا۔

رفعت آرا مکمل باخبر تھیں مگر خود کو لاتعلق رکھا ہوا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ صباء کی زندگی کے بارے میں افتخار احمد کو کچھ بھی پتہ چلے اور وہ غلط روپ میں سامنے آئیں۔ سو ہمیشہ کی طرح جھوٹ کا سہارا لیتیں وہ انہیں اپنے اردگرد ہی مصروف رکھتیں کہ صباء کی طرف ان کا دھیان ہی نہ جاسکے۔ البتہ حقیقت جاننے کے بعد صباء ان سے متنفر ہوگئی تھی۔ جسے ظاہر کرنا اس نے ضروری نہیں سمجھا تھا۔ بس دل ہی دل میں بھابی کے کیے پر افسوس بہت تھا۔ نشیب وفراز کے ساتھ زندگی کی گاڑی رواں دواں تھی۔

اس دوران صباء کے ہاں سالک کی صورت میں خوشگوار تبدیلی آئی۔ وہ بہت خوش تھی۔ عمران بھی سالک کی آمد سے بہت خوش ہوا تھا۔ جس کا اظہار اس نے صباء سے بھی کیا۔ صباء اسے خوش دیکھ کر مطمئن ہوئی اور ہوتی بھی کیوں نہ پچھلے کچھ عرصے سے اس کا دیا ہر دکھ اذیت' طعنہ اور ذلت اسی دن کے لیے تو صبر سے برداشت کرتی آئی تھی۔ اپنے لبوں پر قفل اسی دن کے لیے تو اس نے ڈالے تھے کہ عمران تھک ہار کر بدل جائے۔ اس کے لیے دل سے کدورت نکال کر نرم جذبہ رکھے۔ نماز کی پابندی کے ساتھ کتنی دعائیں وہ اللہ پاک سے عمران کے اپنے حق میں اچھا ہونے کے لیے مانگتی تھی۔ اور اب جب عمران کا دیا ہر دکھ برداشت کرنے کے بعد سالک کی آمد کے ساتھ ہی اس کی ہر دعا مستجاب ہوئی تھی تو وہ اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوکر شکر گزار ہوگئی تھی۔

عمران نے اگرچہ اس سے اپنے کسی رویے کی معافی نہیں مانگی تھی مگر صباء کی ثابت قدمی و برداشت کے بعد اس کا جارحانہ رویہ وتمام بداخلاقی زائل ہوتی چلی جارہی تھی۔ غلط الفاظ کے ساتھ ساتھ اسے مارنا پیٹنا بھی چھوڑ دیا تھا۔ دل بھی ایک بار پھر اس کے لیے گداز ہونے لگا تھا۔ وہ چپ چاپ اپنی بدلتی کیفیت سے مطمئن تھا۔ ہاں اتنا سوچ چکا تھا کہ اب آگے اسے کوئی دکھ دانستہ نہیں دے گا۔ اس کا اس کی ضرورتوں کا خیال کرے گا۔ اسے ہر وہ خوشی دے گا جس سے آج تک وہ محروم تھی۔ اسے اس کا ہر وہ حق دے گا جس سے اس نے پچھلے کچھ عرصے سے کوتاہی برتی تھی۔ گھر میں ماحول بھی اس کی سوچ کے ساتھ بدلا تھا۔

صباء کے اداس مرجھائے چہرے پر سالک کی ہنسی کے ساتھ ساتھ مسکراہٹ شامل ہونے لگی تھی۔ مگر یہ خوشی اور مسکراہٹ اس کے نصیب میں زیادہ دیر کے لیے نہیں تھی۔ ایک دن عمران گھر کا سامان لانے کے لیے بازار گیا مگر راستے میں بھیانک حادثے کا شکار ہوگیا کسی نامعلوم گاڑی کی زد میں آ کر وہ زندگی کی بازی ہار گیا تھا۔ وہ دن صباء کی زندگی کا بھیانک دن ہی تھا جو اس کی اور سالک کی زندگی سوالیہ نشان بن کر گئی تھی۔ سب کچھ ایک لمحے میں تباہ ہوگیا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ عمران کا دیئے ہر زخم سے گہرا کربناک تکلیف دہ زخم اس کی موت کا دکھ تھا۔

اس کا دل کمزور ہوگیا تھا...... وہ بہت روئی تھی۔ ایک بار پھر وہ چادر و چار دیواری سے محروم ہوگئی تھی۔

بھائی کی موت سے رفعت آرا بھی دکھی تھی۔ لیکن افتخار احمد سے بہن کا دکھ اور رونا برداشت نہ ہوا۔ اس کی گود میں بلکتا بچہ تھا اور تن تنہا پہاڑ جیسی زندگی کی آزمائشوں کا ایک طویل سفر تھا۔ وہ بہن کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتے تھے۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

اس کے انکار کے باوجود اسے اپنے گھر لے آئے۔ بھائی کی موت کا دکھ اپنی جگہ مگر رفعت آرا‘ صباء کی بچے سمیت آمد پر ناخوش تھیں۔ جسے صباء نے محسوس کرلیا تھا۔ کچھ بھابی سے متعلق پرانی یادیں بھی ذہن میں تازہ ہوگئی تھیں۔ انہیں جب بھی نظروں کے سامنے دیکھتی اپنے اندر آلاؤ سا اٹھتا محسوس ہوتا۔ جسے باہر نکالنے کا دل چاہتا۔ ان کا ظاہری بناوٹی روپ زہر لگتا‘ دل تڑپتا‘ تو دماغ کی نسیں پھٹنے لگتیں جبکہ وہ خود کو کسی بھی قسم کے حالات و واقعات سے لاتعلق کیے اپنی زندگی بھرپور انداز میں بسر کررہی تھیں۔ صباء انہیں دیکھ کر الجھ جاتی تھی۔

یوں ہی دن‘ ہفتوں میں بدل رہے تھے‘ ہفتے مہینوں میں اور مہینے سالوں میں تبدیل ہوتے جارہے تھے۔ زندگی دکھ درد اس کے دل پر رقم کیے بہت آگے نکل آئی تھی۔

عنایہ اور سالک بھی جوان ہوگئے تھے۔ عنایہ سالک سے چار سال بڑی تھی مگر دبلی پتلی سی‘ نازک سراپا اسے سالک کے چوڑے قد آور وجود کے سامنے چار سال چھوٹا ظاہر کرتا تھا۔ ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے دونوں ایک دوسرے کے بے حد قریب آگئے تھے۔ جسے سب دوستی کی نظر سے دیکھتے مگر درحقیقت وہ دونوں دوستی کی حدیں عبور کرکے بہت آگے تک آگئے تھے۔ جسے ان دونوں کے بعد محسوس صرف صباء احمد نے کیا تھا اور جسے محسوس کرنے کے بعد برسوں پہلے الجھے ذہن کو سلجھانے کا خیال ان کے دل و دماغ میں کوندا تھا اور وہ خیال بہت واضح طور پر ہر الجھے دھاگے کو سلجھا گیا تھا۔

سچ ہے عورت کبھی اپنا ماضی نہیں بھولتی‘ اپنا دکھ نہیں بھولتی اور اپنی ہر اذیت کی اصل وجہ نہیں بھولتی۔ عورت بے شک نازک‘ ڈرپوک‘ کمزور ہو مگر جب وقت و حالات اسے الگ روپ دھارنے پر مجبور کرتے ہیں تب عورت سے زیادہ خطرناک کوئی نہیں ہوتا۔ برسوں بعد صباء احمد بھی اندرونی کیفیت و رفعت آرا کی اصلیت سے باخبر انتقام لینے کو تیار تھیں۔

چادر اور چار دیواری سے محرومی کا ازالہ رفعت آرا سے بدلہ ہی کرسکتا تھا اور اس بار وہ کھیل رچنے کو تیار تھیں۔ سالک کو عمران کی جگہ رکھ چکی تھیں۔ اب بس اسے ارسل کی تلاش تھی۔ جو چند دنوں میں ہی پوری ہوچکی تھی۔

رفعت آرا کی خالہ زاد نورین بیگم کا بیٹا سمعان ایک دن ماں کے کسی کام سے وہاں آیا تھا۔ تب صباء کی انتقامی نظروں نے اس کا بھرپور جائزہ لیا اور جائزے کے دوران جس حقیقت کا ادراک انہیں ہوا تھا وہ صباء کی دلچسپی مزید بڑھا گیا تھا۔ سمعان جتنی دیر وہاں تھا بس عنایہ کی ذات میں محو تھا۔ اسے دیکھ کر مسکرائے جارہا تھا۔ ایک آدھ بار افتخار احمد نے بھی اس کی نظروں کا تعاقب کیا مگر گھر آئے مہمان سے بازپرس انہیں مناسب نہیں لگا تھا۔ چائے وغیرہ پینے کے بعد جب وہ اجازت لے کر باہر آیا تب صباء نے اسے باہر آواز دے کر روک لیا۔

”سمعان۔“

”جی آنٹی؟“ وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

”تم عنایہ سے محبت کرتے ہو‘ اگر واقعی کرتے ہو تو اس میں کوئی برائی نہیں۔ میں تمہارے لیے افتخار بھائی سے بات کرسکتی ہوں لیکن اس صورت میں کہ اگر تم سنجیدہ ہو اور اپنے گھر والوں سے بات بھی کرو تو۔“ وہ بولیں۔

یہ پلان صباء نے اپنی زندگی سے تھوڑا مختلف بنایا تھا۔ جانتی تھیں سالک سے رفعت آرا عنایہ کی شادی نہیں کروائیں گی کیونکہ ابھی تک وہ بیروزگار تھا۔ جبکہ عنایہ کے لیے انہوں نے بیشمار سپنے دیکھ رکھے تھے۔ صباء ان سپنوں کو توڑنا چاہتی تھیں۔ انہیں عنایہ کی شادی اور فوراً طلاق کروانا تھی۔ جس کے لیے سمعان انہیں موزوں لگا تھا۔

”میں واقعی سنجیدہ ہوں آنٹی‘ آپ کے تعاون کا

شکریہ۔ میں آج ہی گھر میں بات کرلوں گا۔" جبکہ اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہا تھا۔

صباء اس کے جانے کے بعد بھائی کے پاس واپس آئیں اور بڑے طریقے سے ان سے بات کی۔ جسے ہمیشہ کی طرح انہوں نے بڑے تحمل سے سنا اور سننے کے بعد مثبت جواب بھی دیا۔

"ٹھیک ہے صباء اگر وہ رشتہ لے کر آئیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔" سمعان کا عنایہ کو دیکھنا ان کے فیصلے میں معاونت کا ذریعہ بنا تھا۔

اور یوں بات سے بات آگے نکلتی گئی۔ سمعان نے گھر والوں سے بات کی۔ بیٹے کی خوشی کی خاطر وہ بھی راضی ہوگئے۔ باقاعدہ رشتہ بھی لے کر آئے۔ پھر آنا جانا بھی لگا رہا۔ مناسب وقت بھی تھا۔ عنایہ کو جب علم ہوا تو باپ کے سامنے انکار نہ کرسکی۔ رشتہ طے کر دیا گیا۔ سالک بھی اتفاقاً دوستوں کے ساتھ ماں سے اجازت لے کر گیا ہوا تھا اس لیے جب عنایہ نے رشتے سے متعلق اس سے رابطہ کرنا چاہا تب اسے سخت مایوسی نے گھیرا اور سالک کی آمد سے قبل ہی صباء کی صلاح پر تمام کام جلدی سے نمٹائے گئے۔ منگنی کی سادہ سی رسم کی گئی تھی۔ عنایہ سالک کی غیر موجودگی میں مجبوراً چپ تھی۔ رفعت آرا بھی بیٹی کی سمعان کے ساتھ نسبت طے ہونے پر خوش تھیں۔ سمعان ایک خوش اخلاق خوبرو قابل لڑکا تھا۔ مالی لحاظ سے بھی مستحکم تھا۔

کچھ دن بعد سالک واپس آیا۔ عنایہ سے ملاقات سے قبل ہی صباء نے اسے روک لیا۔ ساتھ ہی جھوٹ کا سہارا لے کر اسے عنایہ اور سمعان کے رشتے کے متعلق بتاتے ہوئے عنایہ کی رشتے کے لیے دلی رضامندی کا بھی حال سنایا۔ جسے سن کر وہ پریشان ہوا۔

"بیٹا سمعان ہر لحاظ سے سیٹ ہے اور آج کل لڑکیاں بیروزگار لڑکے کے بارے میں بات تک کرنا پسند نہیں کرتیں چہ جائیکہ ساری عمر محبت کے نام پر سمجھوتہ کرتیں پھریں صرف محبت ہی سے تو زندگی نہیں گزرتی۔"

صباء نے ایک اور پہلو اس کے سامنے رکھا جبکہ سالک کی حیرت پر افسردگی غالب آگئی تھی۔ ایک لفظ مزید نہ بولا نہ کوئی سوال کیا۔ نہ عنایہ سے ملنے گیا۔ عنایہ کا فیصلہ اسے حقیقت سے قریب لگا۔ سمعان اور خود میں ہر لحاظ سے فرق نظر آیا تھا۔ اس کے نزدیک عمر کا فرق تو کوئی معنی نہیں رکھتا تھا لیکن ابھی تک وہ اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہوا تھا پھر کیسے ماموں سے اس کا ہاتھ مانگتا۔ اسی سوچ کی بے چارگی کے ساتھ کمرے میں بند ہوگیا تھا۔

☆☆☆

عنایہ کو اس کی واپسی کے متعلق علم نہیں تھا اور نہ وہ پہلی فرصت میں اس کے پاس دوڑی چلی آتی۔ البتہ میسج کے ذریعے سالک سے ملنے کا بار بار کہہ رہی تھی۔

"ہونہہ ملنے کا کیا فائدہ؟ معذرت کرنا چاہتی ہوگی کہ پیار محبت سب دل کی غلط فہمی تھا وہ سمعان سے شادی کرنا چاہتی ہے۔" سالک نے اس کے مدعے کا اندازہ لگاتے کسی بھی میسج کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ منگنی کے متعلق سننے کے بعد ایک بار بھی اس سے ملنے کا خیال اپنے دل میں لائے بغیر اس کی ذات اور اس سے متعلق سوچوں سے لاتعلق ہوگیا تھا۔

عنایہ اس کی قطع تعلقی پر حیران پریشان تھی۔ کئی بار پھوپو سے بھی اس کے بارے میں پوچھا لیکن صباء نے اسے کوئی بھی تسلی بخش جواب نہ دیا۔ وہ سخت بے چین تھی۔ کافی عرصہ گزر گیا تھا۔ گھر میں اس کی شادی کی تیاریاں شروع ہوچکی تھیں۔ وہ مایوس سی آزردہ افسردہ دل کے ساتھ خود کو حالات کے حوالے کیے آنے والی زندگی کے لیے تیار کر رہی تھی۔

☆☆☆

سمعان سے اس کی شادی کو دو ماہ گزر گئے تھے۔

وہ خود کو اندر سے نہیں بدل سکی تھی۔ دل میں سالک کی محبت اب بھی برقرار تھی۔ شادی کے بعد سمعان نے بھی اسے ہر ہر دن بغور دیکھا اور جائزہ لیا تھا۔ دونوں ایک ہی گھر میں ایک ہی کمرے میں ایک چھت تلے رہ رہے تھے مگر ایک نہیں تھے۔ دونوں ابھی تک ایک دوسرے سے اجنبی تھے۔ دونوں نے اپنے بیچ حائل اجنبیت کی دیوار کو پار کرنے کی ذرا سی بھی کوشش نہیں کی تھی۔ دونوں اپنے اپنے خول میں قید ایک دوسرے سے بیزار ہوتے جا رہے تھے۔ جس کا میکے آنے کے بعد عنایہ نے ماں کے بجائے پھوپو سے ذکر کیا تھا۔ شروع سے وہ صباء سے بے حد نزدیک رہی تھی۔

صباء احمد نے اس کا ایک ایک لفظ سننے کے بعد ڈھیروں سکون اپنے اندر اتارا تھا۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئی تھی۔ شادی کے دن سمعان کو عنایہ کی سالک سے محبت و تمام جذبات و احساسات بتا کر انہوں نے اس کے دل میں شک کا بیج بویا تھا۔ جسے عنایہ کی اس سے دوری و دانستہ فاصلے نے پروان چڑھایا تھا۔ عنایہ شاید سالک کو بھول جاتی اگر سمعان اس کی طرف پہل کرتا مگر سمعان کو صباء احمد کی باتوں کے بعد عنایہ کی چپ الجھا گئی تھی۔ وہ کسی قسم کا شک ذہن میں نہیں لانا چاہتا تھا مگر عنایہ کی بے خیالی اور الجھن زدہ چہرہ اسے الجھا کر اس سے بدظن کر چکے تھے۔

''پھوپو میں سالک سے پیار کرتی تھی۔ بلکہ ہم دونوں ایک دوسرے سے پیار کرتے تھے۔ سمعان سے میری شادی اتنی جلدی میں ہوئی کہ میں سالک سے بات بھی نہیں کرسکی۔ وہ بھی مجھ سے خفا ہوگیا۔ ایک دن بھی اس نے مجھ سے بات نہیں کی۔'' عنایہ صباء کی گود میں سر رکھے رونے لگی تھی۔

اس لمحے صباء نے رفعت آرا کا چہرہ یاد کیا اور انہی کی طرح مکر اپناتے ہوئے اس سے ہمدردی کا اظہار بھی کیا تھا۔

''اگر تم اور سالک ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے تو پہلے کیوں نہیں بتایا۔ سالک بھی چپ چپ رہتا ہے مگر اس بارے میں اس نے کبھی بھی کوئی بات نہیں کی۔ ہم اتنے ظالم تو نہیں تھے کہ تم دونوں کو ایک دوسرے سے دور کرتے۔'' انہوں نے نرم لب و لہجے سے شفقت سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

''پھوپو میں اب بھی سالک سے پیار کرتی ہوں۔'' وہ بیچارگی سے بولی۔

''تو بیٹا ایک آخری فیصلہ کرلو۔ اگر تم سمعان کے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو ٹھیک ہے ورنہ اس سے علیحدہ ہو جاؤ۔ میں بھائی سے بات کرکے تمہاری اور سالک کی شادی کروا دوں گی۔'' ایک لمحے کو یہ کہتے ہوئے انہیں رکنے پر مجبور کرگیا تھا مگر اگلے ہی پل رفعت آرا کا خیال انہیں سر جھٹکنے پر بے لچک انداز میں کہنے پر مجبور کرگیا۔

عنایہ کو گویا ان کی بات سے حوصلہ ملا تھا وہ مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلاتی اٹھی تھی۔ ساتھ ہی ہاتھ میں پکڑے موبائل سے سمعان کو میسج سینڈ کیا تھا۔

''مجھے آپ کے ساتھ نہیں رہنا' مجھے طلاق چاہیے۔''

صباء نے ترچھی نگاہ سے میسج پڑھا تھا۔ بدلہ پورا ہونے کے بہت نزدیک تھا۔ چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ در آئی تھی۔ اب بس اس لمحے کا انتظار کررہی تھیں جب سمعان اسے طلاق دیتا اور رفعت آرا کو اپنی سنگین غلطی کا احساس ہوتا۔

☆☆☆

''تم پاگل ہوگئی ہو کیا؟'' سالک نے جب عنایہ کی زبانی تمام قصہ سنا تو بے یقینی و دکھ سے چلایا۔

''میں تم سے پیار کرتی ہوں سالک۔'' محبت کی بے بسی عروج پر تھی۔ عنایہ اس کے سامنے معصومیت سمیٹ کر بولی۔

"لیکن میں اب تم سے کوئی تعلق روا نہیں سکتا۔" وہ عمر میں اس سے چھوٹا ضرور تھا مگر نہایت سنجیدگی و سپاٹ لہجے میں بولا تھا۔

"کیوں سالک؟" وہ رو دی۔

"کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ جس محرومی سے میں اور میری ماں گزرے ہیں تم اس کا سامنا کرو' کسی بھی مسئلے کا حل طلاق یا دوسری شادی نہیں ہوتا۔ عورت کو تو اللہ پاک نے بہت بڑا دل دیا ہے۔ عورت چاہے تو خود کو ہر جگہ معتبر بنا سکتی ہے اور تمہیں پتہ ہونا چاہیے کہ عورت کی اصل عزت اس کے شوہر سے ہوتی ہے۔ شوہر جیسا بھی ہو ایک عورت کے لیے مضبوط سہارا ہوتا ہے۔ طلاق لینا اب تمہارے لیے آسان ہوگا لیکن اس کا بوجھ اٹھانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ زندگی کے رنگ پھیکے پڑ جاتے ہیں۔ عزت خاک میں مل جاتی ہے۔ سمجھو اس بات کو اپنی زندگی برباد مت کرو' میں تمہیں خوش نہیں رکھ سکوں گا' نہ میں ابھی اس قابل ہوں کہ شادی کی ذمہ داری اٹھا سکوں مجھ سے جڑی ہر امید توڑ دو...... پیار زندگی کی حقیقت نہیں ایک جز ہے جبکہ نکاح جیسا مقدس رشتہ اس ایک جز پر سو گنا بھاری اور مضبوط ہوتا ہے' میری خاطر خود کو مت اجاڑو۔" سالک نے تفصیل سے اسے جواب دیتے ہوئے اس کا اعتبار و یقین توڑا تھا۔ اس کی ہر امید کو سرے سے خود الگ کیا تھا۔ وہ ندامت سے کھڑی تھی۔ صاف واضح جواب مل چکا تھا۔ سالک جا چکا تھا۔ آنسوؤں سے بھری آنکھیں سرخ ہونے لگیں تھیں۔

جس محبت کے سہارے اس نے طلاق لینے کا فیصلہ کیا تھا وہ محبت اسے آئینہ دکھا گئی تھی۔ اس کی اپنی سوچ صرف محبت تک محدود تھی مگر اس کی محبت' محبت سے زیادہ اس کی عزت و تحفظ کے لیے اس کے مستقبل کے لیے فکر مند اسے بھی سوچنے پر مجبور کر گئی تھی۔ وہ شرمندگی و ندامت سے رو رہی تھی۔

پردہ کی اوٹ میں کھڑی صباء احمد ماضی کی تلخ یادوں سے باہر آئی تھیں۔ اب کہ آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔ اندر بھی گویا طوفان بھرپا تھا۔ کچھ تو تھا' ایسا کچھ تھا ضرور جوان سے وہاں کھڑا ہونا مشکل ہوگیا تھا۔ جھوٹی ہمدردی جتانے وہ عنایہ کی طرف بڑھنے کے بجائے اپنے کمرے کی جانب آگئیں۔ عنایہ اور سالک کی گفتگو انہوں نے سن لی تھی۔ عنایہ کا رونا اپنی جگہ انہیں سالک کی باتوں نے بری طرح ہلا دیا تھا۔ اس کی ایک ایک بات کانوں میں مسلسل گونج رہی تھی۔ ذہن و دل بے سکون ہوتے جارہے تھے۔

وہ سالک کو عمران کی جگہ رکھنا چاہتی تھیں مگر سالک نے عمران بننے سے انکار کردیا تھا۔ انکار کی وجہ وہ جانتی تھیں کیوں کہ انہوں نے اس کی بہترین تربیت کے ساتھ اسے اپنا ہر دکھ محسوس کروایا تھا۔ اپنی محرومی کا احساس دلوایا تھا۔ اپنی زندگی کی ہر اذیت کو اس کے سامنے بیان کی تھی اور بغیر کسی منفی سوچ کے محسوس کروایا تھا۔ افتخار احمد ان کے ساتھ اچھے تھے مگر ان کے دکھ کا ازالہ مکمل نہیں تھا۔ سالک سے متعلق خواہشات انہیں شوہر کی کمی کا احساس دلاتی تھیں۔ رفعت آرا زبانی لحاظ سے ان کے ساتھ اچھی تھیں مگر سالک بھتیجا ہونے کے باوجود اپنی اولاد کی زندگی کے سامنے بوجھ دکھائی دیتا تھا مگر سالک' صباء کا واحد سہارا تھا سو اسے ہر بات سے باخبر رکھ کر جینا سکھایا تھا بدلہ کی سوچ تو ان کے دماغ میں بہت بعد میں جاگی تھی۔

مگر آج سالک کی باتوں نے ان کے ضمیر کو جھنجھوڑا تھا۔ وہ افسردہ ہوئی اور پشیمان تھیں۔ اپنی طلاق کے وقت افتخار احمد کا بے بس لاچار چہرہ آنکھوں کے سامنے آیا تو مزید خفت سے دوچار ہوئیں۔ کتنا ٹوٹے تھے وہ بہن کا گھر برباد ہونے پر اور اب اگر بیٹی کا گھر برباد ہوتا دیکھتے تو شاید زندہ نہ رہ پاتے۔ صباء تو انہیں جانتی تھی۔ شروع

سے وہ عاجزی پسند تھے۔ ماں باپ کے خدمت گزار اور بہن کے لیے مشفق تھے۔ ماں باپ کی وفات کے بعد انہوں نے بھائی اور باپ دونوں بن کر بہن کا خیال رکھا تھا' اس پر جو کڑے حالات گزرے اس میں وہ صباء کے غمگسار تھے۔ اسی کے جتنا مظلوم تھے جو بیٹی جیسی بہن کا دکھ محسوس کیا تھا۔ مگر شاید انہیں دکھاوا کرنا نہیں آتا تھا۔ شاید وہ بہن کے سامنے ٹوٹنے سے ڈرتے تھے کہ کہیں بہن انہیں کمزور دیکھ کر آگے بڑھنے اور زندہ رہنے کے لیے حوصلہ نہ ہار جائے۔

صباء ان کی ذات کے ہر پہلو سے باخبر تھی اور اس لمحے یہی سب باتیں اس کا دل پچھتاوے کے شکنجے میں جکڑ گئی تھیں اور انہی سب باتوں کے پیچھے رفعت آراء کا وجود دھند کا شکار ہونے لگا تھا۔ اس لمحے ان کے اندر عجیب سی کیفیت رونما ہو چکی تھی۔ بدلے کی سوچ پر بھائی کی محبت و احسان کے ساتھ بیٹے کی صاف نیت و عنایہ کے لیے فکر انہیں نئے دوراہے پر لے آئی تھیں۔ وہ لمحہ پر زور تھا۔ جو ایک ہی جست میں انہیں شرمندگی کے حوالے کیے ان کے اگلے قدم کا منتظر ان کے سر کھڑا تھا۔ فوری فیصلہ ضروری تھا۔ انہیں دل میں خفگی بڑھتی محسوس ہوئی آنکھیں پرنم ہوگئی تھیں۔

''میں کیسے اس حد تک گر گئی کہ جن محرومیوں کا تمام عمر اللہ کے سامنے گلہ کرتی رہی آج عنایہ کو انہی محرومیوں کے حوالے کرنے جا رہی تھی۔ وہ بیچاری تو بے قصور ہے۔ اسے اس کی محبت سے دور کر کے ایک ظلم تو کر دیا مگر اب مجھے اپنی غلطی و غلط سوچ کا اپنے سکون اور بھائی کی محبت کا مان رکھنے کے لیے مداوا کرنا ہے۔ میں اسے اپنے جیسے زندگی گزارنے نہیں دوں گی۔ مجھے اس کی سوچ کا رخ بدلنا ہوگا۔ جو عزت اور خوشی آئندہ زندگی میں سمعان اسے دے سکتا ہے شاید اس کی محبت بھی اسے نہ دے سکے۔'' وہ پختہ سوچ کے ساتھ بالآخر حتمی فیصلہ کر چکی تھیں۔ ایک افسوس اور بھی تھا۔

''مجھے معاف کر دینا سالک میں نے تم سے تمہاری محبت کو بہت دور کر دیا مگر میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکوں گی کہ تمہارے بہتر اقدام و ردعمل سے مجھے میری غلطی کا احساس ہوا۔'' دل ہی دل میں بیٹے سے شرمندہ بھی ہوئی تھیں۔

☆☆☆

''عنایہ نے طلاق کا مطالبہ کیا ہے۔'' صباء احمد سب کو ٹھیک کرنے کے لیے کسی سرے کی تلاش میں تھیں اور اللہ پاک نے نیک نیتی کا انعام انہیں سمعان کے ذریعے سرا تھما دیا تھا۔ سمعان نے میسج پڑھنے کے بعد کسی کو بھی بتائے بغیر انہیں کال کی تھی۔ صباء احمد کی ذات اس کی نظروں میں معتبر تھی۔ اسے انہی سے بات کرنا مناسب لگا تھا۔

''بیٹا' تم اسے جلد بازی میں طلاق مت دینا۔'' ان کا دل گھبرایا بھی تھا۔ اسے التجائیہ انداز میں کہا۔

''میں اسے طلاق یوں دینا بھی نہیں چاہتا۔ اسی لیے آپ کو کال کی ہے۔ ابھی یہ بات کسی سے بھی نہیں کی۔'' وہ خود پریشان تھا۔

''سمعان بیٹا' کیا تم مجھ سے مل سکتے ہو۔ مجھے تم سے بہت ضروری باتیں کرنی ہیں۔'' وہ کچھ سوچتے ہوئے اس سے استفسار کرنے لگیں۔

''جی آنٹی' میں آجاتا ہوں آپ کے گھر۔''

''نہیں بیٹا' گھر نہیں۔ جو بات میں تم سے کرنا چاہتی ہوں۔ وہ یہاں نہیں ہو سکے گی۔'' انہوں نے فوراً منع کیا۔

وہ نہیں چاہتی تھیں کہ جو انہوں نے کیا' گھر کے کسی بھی فرد کو اس کی بھنک پڑے۔ خصوصاً وہ عنایہ اور سالک کو تو بالکل بھی نہیں پتہ لگنے دینا چاہتی تھیں۔ سمعان ان کے لہجے کی اداسی کو محسوس کر گیا تھا۔ جبھی باہر ملنے کی حامی

بھر لی۔ صباء احمد قدرے مطمئن ہوئیں اور کچھ دیر کے بعد وہ قریب ہے ایک پارک میں سمعان کے سامنے بیٹھیں تھیں۔ سمعان انہیں سننے کا منتظر تھا جبکہ تمام سچائی زبان پر لاتے ہوئے وہ ہچکچاہٹ کا شکار ہوئی تھیں البتہ ماضی کو کرید کر حال کے واقعات کی آمیزش سے جو گڑبڑ ہو چکی تھی اسے سدھارنا بھی ضروری تھا۔ بالآخر خود میں ہمت مجتمع کرتیں وہ سمعان کے سامنے اپنے ماضی سے لے کر حال تک کا تمام سچ کھول کر شرمندہ و نادم نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ جبکہ وہ عجیب کیفیت میں مبتلا انہیں حیرانگی سے دیکھ رہا تھا۔ سب کچھ جاننے کے بعد اسے بالکل بھی سمجھ نہیں آرہا تھا کہ جواباً کیا ری ایکشن دے' کیا کہے' صباء اسے مسلسل چپ دیکھ کر بولیں۔

"یہ میری زندگی کا وہ تلخ سچ ہے جس کی کڑواہٹ میں رفعت آرا' کی بیٹی کی زندگی میں گھول کر انہیں ان کے غلطی بلکہ گناہ کا احساس دلانا چاہتی تھی لیکن یہ بھی دھیان نہ دیا کہ جس گناہ کا احساس انہیں دلانا چاہتی تھی خود بھی اسی کی مرتکب ہونے جارہی ہوں۔ میں یہ بھول گئی تھی کہ عنایہ صرف رفعت آرا' کی ہی نہیں بلکہ افتخار بھائی کی بھی بیٹی ہے مگر جب احساس ہوا تو بہت ناگوار گزرا' میں بے سکون اور پشیمان بھی ہوئی کہ باپ جیسے بھائی کو وہ دکھ دینے جارہی تھی جسے شاید میرے بعد اپنی بیٹی کے ساتھ ہوتا دیکھ کر وہ برداشت نہ کرسکتے' یہ سب تمہیں اس لیے بتا رہی ہوں کیونکہ افتخار بھائی' سالک یا عنایہ کو بتاتی تو شاید ان کا رشتوں پر سے اعتبار اٹھ جاتا اور میں نہیں چاہتی کہ عمر کے آخری حصے میں اب محبتوں کی محرومی کا بھی درد سہوں۔" لہجے میں یاسیت بھری تھی۔ آزردہ ہونے کے ساتھ ان کی آواز بھی رندھی ہوئی تھی۔

"میں اب کیا کروں۔ میں سب سچائی جاننے کے بعد آپ کے لیے کچھ بھی غلط نہیں سوچ رہا۔ آپ نے جو کیا اس کی وجہ واقعی بہت بری تھی۔ مجھے جان کر افسوس ہوا اور میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں آپ کا یہ راز میں راز ہی رکھوں گا مگر اب عنایہ کو کون سمجھائے گا۔ وہ مجھ سے خود کو کوسوں دور رکھے ایک ایسی دیوار حائل کرچکی ہے جسے اس کی مرضی کے بغیر میں نہیں توڑ سکتا۔" سمعان نے سب جاننے کے بعد اپنا دل صاف کرلیا تھا۔ حقیقتاً اسے ان سے کوئی گلہ نہیں تھا مگر ذہن عنایہ کی خود سے دانستہ قائم کردہ دوری اور طلاق کے مطالبے میں الجھا ہوا تھا۔ فکر مندی سے بولا۔

"بیٹا' تم عنایہ کی فکر مت کرو میں اسے سمجھاؤں گی اور دیکھنا وہ سچے دل سے تمہارے پاس واپس آئے گی۔" صباء نے اسے یقین دلایا۔ سمعان کے چہرے پر مدھم سی مسکراہٹ اتری تھی۔

"تم کل عنایہ کو لینے آنا' وہ دل سے تمہارا انتظار کرے گی۔" صباء نے کہا تو سمعان نے اثبات میں سر کو جنبش دیتے ہوئے دل کو ہر کثافت و شک سے پاک کرنے کے بعد عنایہ کے لیے محبتوں کے نئے بھرپور موسم سے سجا لیا تھا۔

صباء احمد بھی مطمئن و پُرسکون ہوکر واپس آئیں تھیں۔ اب بس ایک آخری کام بچا تھا' عنایہ کو سمجھا کر خود کو مکمل طور پر شرمندگی کے احساس سے باہر لانا تھا۔ جس کے لیے انہوں نے سب کے سونے کا انتظار کیا۔ عنایہ کے ساتھ وہ طمانت سے بات کرنا چاہتی تھیں۔ سب کے سونے کے بعد وہ موقع دیکھ کر عنایہ کے کمرے میں آئیں۔ عنایہ جاگ رہی تھی۔ فی الوقت رو تو نہیں رہی تھی مگر چہرہ اور آنکھیں پہلے رونے کی وجہ سے سرخ تھیں۔

"پھوپو آپ......" وہ انہیں دیکھ کر آنکھوں میں آنسو بھر لائی۔ اس معاملے میں ماں سے کوئی بات نہیں کرسکتی تھی جبھی انہیں دیکھ کر غم مزید بڑھ گیا تھا۔

"رو ؤمت بیٹا" انہوں نے سرعت سے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا۔

"پھوپو سالک کہتا ہے وہ مجھ سے شادی نہیں کرسکتا۔ وہ مجھے......" صباء احمد دل و دماغ اس صورت حال کے لیے تیار کرکے آئیں تھیں۔ وہ جذباتی ہورہی تھی۔ صباء نے اب اسے حقیقت کا رخ دکھانا تھا۔ جبھی اسے کوئی بھی جھوٹا دلاسہ یا امید دلانے کے بجائے سرعت سے ٹوک گئیں۔

"سالک ٹھیک کہتا ہے بیٹا' میں نے اس کی تمام باتیں سن لی تھیں۔ اسی لیے اس وقت تمہارے پاس آئی ہوں۔" انہوں نے کہتے ہوئے تمہید باندھی۔ عنایہ نے روتے ہوئے انہیں دیکھا۔ وہ سالک سے متعلق ان کی مضبوط امید تھیں۔ جو اس پل ڈگمگائی تھی۔

"بیٹا سالک نے تم سے اپنی محبت کا حق ادا کردیا۔" وہ سنجیدہ تھیں۔

"جی؟" عنایہ کچھ نہ سمجھی۔

"سالک نہیں چاہتا کہ تم محبت کے نام پر بدنام ہو۔ محبت بے شک فطری جذبہ ہے لیکن محبت کو جواز بنا کر عزت کو داؤ پر لگانا اندھیرے میں روشن دیئے بجھ جانے کے مترادف ہے۔ جن کے بجھتے ہی تمام راہیں تاریک ہو جاتی ہیں۔ جن راہوں پر قدم رکھنے سے منزل کی تلاش اذیت' کرب اور ملال کے سوا کچھ نہیں دیتی۔ منزل بھی نظروں سے اوجھل' پہنچ سے بہت دور ہو جاتی ہے اور پاؤں پر بھٹکتے رہنے سے تھکن بھی بوجھ ڈال دیتی ہے محبت دل کی تسکین بھی ہے مگر محبت کو زندگی کا محور بنا لینے سے روح تک چھلنی ہو جاتی ہے۔" صباء ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولیں۔

"مگر......" عنایہ رونا چھوڑ کر الجھی۔

"مگر بیٹا' لڑکے اور لڑکی کی درمیان کی محبت سے میاں بیوی کے درمیان کی محبت زیادہ مضبوط اور سچی ہوتی ہے۔ سالک نے حقیقت کو تسلیم کیا ہے۔ تمہیں بھی اب خود کو برباد ہونے سے بچانا ہے۔ تاریک راہوں میں قدم رکھنے سے پہلے تم روشنی کی طرف لوٹ جاؤ سمعان ہی تمہارے لیے تاریک راہوں میں روشنی بن سکتا ہے۔"

صباء احمد کا لہجہ مضبوط اور بے لچک تھا۔ انہیں ہر صورت میں عنایہ کو سالک کی ذات کے محور سے نکال کر سمعان کی اہمیت کا احساس دلانا تھا۔

وہ چپ تھی۔ پھوپو کی باتوں نے اس کے دل کو مسخ کردیا تھا مگر اس کا دماغ انہیں مزید سننے کو تیار تھا۔

"اصل محبت وہ ہوتی ہے جو آپ کو عزت و تحفظ دے۔ جو جائز ہو۔ ایک بندھن میں بندھی ہو۔ ماں باپ خصوصاً باپ تپتی دھوپ میں چھاؤں ہوتا ہے۔ باپ کی محبت کا کوئی نعم البدل نہیں لیکن وہی باپ جب اپنی بیٹی کو کسی اور مرد کو نکاح میں پورے یقین اور امید کے ساتھ دیتا ہے تب وہی مرد عورت کی چادر اور چار دیواری ہوتا ہے۔" صبا اس کے خاموش رہنے پر مزید سمجھانے لگی۔

"چادر اور چار دیواری......؟" اس کی آنکھوں میں حیران کن سوال ابھرا۔

جواباً ان کے ذہن میں ماں کے الفاظ ایک بار پھر گونجے تھے۔ جنہیں انہوں نے اس کے پلو سے باندھنا چاہا تھا۔

"ہاں بیٹا چادر اور چادر دیواری' شوہر بیوی کا اصل محافظ ہے۔ اسے مکان میں محفوظ چھت مہیا کرتا ہے۔ بیوی کی ہر ضرورت پوری کرتا ہے۔ دن بھر مشقت کرتا ہے اس لیے نہیں کہ اسے احسان جتانے کا موقع مل سکے بلکہ اس لیے کہ اسے بیوی سے جڑے اپنے مقدس رشتے سے محبت ہوتی ہے اور اس کی ساری محنت اسی محبت کے فرض کو انجام دینا ہوتی ہے۔" عنایہ ہنوز چپ تھی۔ پھوپو کا ایک ایک لفظ ذہن پر نقش ہورہا تھا۔ دل نے بھی فساد مچانے کے بجائے تحمل سے اس کا ساتھ دے دیا تھا۔

"میں نے اپنی ساری زندگی ایسی چادر اور چار دیواری کے سکھ سے محروم ہوکر گزاری ہے۔ ایک ایک لمحہ عذاب

جھیلا ہے۔ چادر اور چار دیواری کے بغیر عورت کی معاشرے میں کوئی عزت کوئی مقام نہیں ہوتا۔ شادی اور طلاق مذاق نہیں۔ طلاق کا لفظ جتنا بھیانک ہے اس سے کئی گنا طلاق کے نتائج بھیانک ہوتے ہیں اور طلاق کے بعد ہر بار، بار بار دوسری شادی مسئلے کا حل نہیں ہوتی' یہ میری زندگی کا نچوڑ ہے۔" وہ آزردہ ہوئی تھیں۔ آنکھ سے آنسو بھی نکلے تھے۔

عنایہ نے جیسے ان کا درد محسوس کیا تھا۔ یا سیت سے آگے بڑھ کر ان کے قریب ہوئی۔ انہوں نے خود کو سنبھالا۔ شفقت سے اسے دیکھا اور دل سے کہا۔

"میں چاہتی ہوں تم سمعان کے پاس واپس چلی جاؤ۔"

"میں نے ان سے طلاق مانگی ہے۔ وہ کیا سوچتے ہوں گے میرے بارے میں۔" وہ یاد آنے پر بولی۔

"میں نے اس سے بات کی ہے۔ وہ تمہیں طلاق نہیں دینا چاہتا۔ اس کے دل میں تمہارے لیے بہت خاص سچی محبت ہے۔ وہ کل شام تمہیں لینے آئے گا۔ تم تیار رہنا اور کوشش کرنا کہ یہاں سے جڑی ہر یاد دل سے نکال کر جاؤ۔ اپنی محبت صرف سمعان کے لیے رکھنا۔ تمہاری محبت کا اصل حق دار وہی ہے۔" صباء نے کہتے ہوئے اسے گلے لگایا۔

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ تمام باتیں سمجھ چکی تھی۔ سمعان سے اپنے رشتے کی اہمیت کا اندازہ ہوگیا تھا۔ پھوپو کے جانے کے بعد اس نے موبائل اٹھا کر سمعان کو "سوری" لکھ کر میسج سینڈ کیا تھا۔ ساتھ ہی اسکرین پر نظریں جمائے جواب کا انتظار کرنے لگی۔ اگلے کچھ ہی لمحوں میں سمعان کا جوابی تسلی بخش میسج آیا تھا جسے پڑھتے ہی اس کے لبوں پر مسکراہٹ در آئی تھی۔

صباء احمد کمرے میں واپس آئیں۔ دل میں ڈھیروں سکون اتر آیا تھا۔ تمام بوجھ دل سے اتر چکا تھا۔ کافی دنوں بعد رات کو سونے سے پہلے دماغ میں کوئی منفی سوچ نہ تھی۔ جو ایک بھرپور سکون کی وجہ بنا تھا۔

اگلا دن بھی خوشگوار تھا۔

رفعت آراء کو انہوں نے خود اپنے حق میں معاف کردیا تھا۔ جانتی تھیں۔ وہ کبھی اپنی غلطی کا احساس نہیں کریں گی۔ نہ ہی وہ کبھی معافی مانگنے کا خیال دل میں لاسکتی ہیں۔ صبح عنایہ سے سامنے پر اس کے چہرے پر رقم خوشی و آنکھوں میں انتظار و بے تابی دیکھ کر وہ دل سے مسکرائی تھیں۔

"تھینک پھوپو۔" وہ ان کے گلے لگ گئی تھی۔

شام تک زیادہ تر وقت دونوں ساتھ تھیں اور جب شام کو سمعان اسے لینے آیا تو اس کے چہرے پر بھی آسودہ مسکراہٹ تھی۔ عنایہ ماں باپ سے ملنے کے بعد جانے سے قبل پھر سے صباء کے گلے لگی تھی۔ دور کھڑا سالک بھی اس کی واپسی کے فیصلے سے خوش ہوا تھا۔

"اللہ پاک تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔" انہوں نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے دل سے دعا دی۔

یہ ان کے اندر کی اچھائی ہی تھی جو بر وقت وہ خود کو اپنا غلط فیصلہ بدلنے کے بعد عنایہ کو اس کی چادر اور چار دیواری کی اہمیت کا احساس دلانے میں کامیاب ہوئی تھیں۔

دل میں تشکر کے ساتھ چہرے پر مسکراہٹ بھی گہری ہوگئی تھی۔

✿

www.urdusoftbooks.com
رنگ محبت کے
ندا حسنین
وفا کی جنگ مت لڑنا یونہی بیکار جاتی ہے
زمانہ جیت جاتا ہے محبت ہار جاتی ہے
ہمارا تذکرہ چھوڑو، ہم ایسے لوگ ہیں جن کو
زمانہ کچھ نہیں کہتا وفا ہی مار جاتی ہیں
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

وہ انتہائی بے رونق عمارت تھی اوراس کے چہار اطراف بلندو بالا عمارتیں افق کی جانب سر اٹھائے ایک شان سے کھڑی تھیں اوران عالیشان عمارتوں کے درمیان وہ پرانی طرز تعمیر کی عمارت انیسویں صدی کے اوراق پلٹتی مخمل میں ٹاٹ کا پیوند معلوم ہوتی تھی، پانچ منزلہ عمارت کی یوں تو ہر منزل ہی اپنی بے قدری و بے توجہی کا رونا روتی نظر آتی تھی، مگر چوتھے منزل پر موجود فلیٹ کی کہانی اپنی گیلری کی ہلکی سبز دیواروں پر ہی رقم نظر آتی تھی۔ ہلکے سبز کنگوروں میں گھری گیلری، جس کے عقب سے کریمی رنگ کا پردہ جھلکتا تھا، جس کے ہوا کے دوش پر اڑتے دامن پر زمانے بھر کی دھول مٹی چپک کر اس کی اجلی رنگت کو میلا کر چکی تھی۔ گیلری کشادہ تھی، مگر سامان کی بے ترتیبی اور انبار اس کی کشادگی کو متاثر کر رہا تھا، گیلری سے دائیں سرے سے بائیں سرے تک سیاہ تار بندھا تھا، جس پر ایک مردانہ کالی کرتی اور سیاہ وسفید امتزاج کی مفلر نما چادر اور گہرے بادامی رنگ کی ساڑی بمع بلاؤز ٹنگی ہوئی تھی۔ ساڑی کے بلاؤز کے گلے کا کٹاؤ دونوں اطراف سے بے حد گہرا تھا، اس پانچ منزلہ عمارت کی بوسیدہ سیڑھیاں ناگن کی طرح بل کھاتی چھت تک جا پہنچی تھیں۔ اس عمارت کے احاطے میں ایک انتہائی خوشنما درخت جو کھجور کے درخت کی طرح لمبا اور خوب ہرا بھرا تھا، اگر اس عمارت سے وابستہ کوئی شے کسی انسان کو متاثر کرنے کی طاقت رکھتی تھی تو وہ خوشنما درخت ہی تھا یا پھر یوں سمجھ لیجیے کہ اس عمارت کی بوسیدگی کے آگے وہ عام سا درخت بھی بے حد خوشنما معلوم ہوتا تھا۔

خورشید بیگم کے چھوٹے سے ڈرائنگ روم میں جہاں ایک صوفہ سیٹ بھی بامشکل سما سکا تھا۔ ایک پکی رنگت کی حامل خاتون بیزاری سے اپنے بھاری وجود کے چہار اطراف لان کا بڑا سا دوپٹہ لپیٹے ڈھیلے سے انداز میں صوفے پر براجمان تھیں۔ ناک پر عینک جمائے وہ اپنے سامنے ایک تواتر سے بولتی خورشید بیگم کو بغور سن رہی تھیں، عینک کے عقب سے جھانکتی جہاندیدہ پرسوچ نگاہیں خورشید بیگم کے تاثرات جانچنے میں مصروف تھیں۔

"اب دیکھو ناں ثریا...... اسلم کو شادی کی سوجھ گئی جانے کس نگوڑ مارے دوست نے گھر بسانے کا مشورہ دیا ہے اور یہ لڑکا شادی کرنے کے لیے اتاؤلا ہوا جارہا ہے۔" خورشید بیگم کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات سجے تھے۔

"صحیح تو کہہ رہا ہے میرا بچہ...... آخر کب تک جواں جہان بچے کو گھر پر بٹھا کر رکھو گی۔ اسلم کے بھی اب ہاتھ پیلے کرنے کی سوچو...... شادی بیاہ کرو......" ثریا بانو نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے لاپرواہی سے کہا۔

"ارے اتنی جلدی کیسے کردوں اس کی شادی، ابھی تو اس نے کمانا شروع کیا ہے کچھ دن تو میں آرام سے گزاروں گی، یہ بہو کا جھنجٹ اتنی جلدی نہیں پالوں گی۔" خورشید بیگم چمک کر بولیں۔

"ارے خورشید شکر کرو کہ اس نے کمانا شروع کردیا ہے ورنہ ایک لمبے عرصے تک بے روزگار بیٹھا تھا تمہارا بیٹا، کیسی کیسی فکریں ستاتی تھیں اس زمانے میں تمہیں، بھول گئی ہو کیا اور بہنا جھوٹ میں نہ بولوں، اسلم ہے بھی من موجی بچہ، اچھی نوکری مل جاتی ہے، چار پیسے ہاتھ میں آجاتے ہیں تو عجب ٹھاٹھ کے عالم میں پڑ جاتا ہے، خوب نوابی جھاڑتا ہے، اور پھر نوکری سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، لگی لپٹی کہنے کی عادت نہیں خورشید مگر بیوی اکیلی نہیں آتی ہے اپنے ساتھ ذمہ داری بھی لاتی ہے، جب بیوی اور ذمہ داری ساتھ آئیں گی تو تمہارا نواب بھی ذمہ دار بن جائے گا۔" ثریا بانو دوٹوک سنا گئیں۔

"ثریا کہتی تو تم ٹھیک ہو مگر آدھی سے زیادہ زندگی میں بھی گزار چکی ہوں، آج کل کی لڑکیوں کی چالاکی و مکاری سے بھی میں خوب واقف ہوں، کیسی چلتر لڑکیاں اس معاشرے میں موجود ہیں یہ تو تم بھی جانتی ہو۔ اب کل کی ہی بات ہے، میں حسین صاحب کے آفس میں بیٹھی ان کے ساتھ فائل بنوا رہی تھی کہ یہ اونچی ایڑی کی ہیل پہنے چھٹانک بھر کی قمیص اور لمبے جھلے جیسا کھلا پاجامہ پہنے ایک محترمہ ہمارے سامنے آ بیٹھیں۔ دوپٹہ بے نیازی

سے دائیں کاندھے پر اور بائیں کاندھے پر زلفوں کا جم غفیر ڈالا ہوا تھا۔ اور انگریزی میں خوب گٹر پٹر کرتی باتیں بگھارنے لگی۔ موصوفہ انگریزی کی ٹیچر کے طور پر آئیں تھیں مگر کیا بتاؤں ثریا حسین صاحب کی نگاہ محترمہ کے طول وارض سے ایسی الجھی کہ میں تو شرمندہ سی ہوگئی۔ ارے کوئی بتائے ان چلتر بازوں کو اسکول میں شریف لوگ کام کرتے ہیں یوں انہیں بہکانے سے خدا کی مار پڑے گی سر پر ہونہہ!" خورشید بیگم کہاں کی بات کہاں ملا کر خوب دل کی بھڑاس نکال چکیں تو خاموش ہوئیں۔ ثریا بانو نے بھاوج کے عمر رسیدہ سراپے کو طنزیہ نگاہوں سے دیکھا ڈھلکتے جسم پر چھوٹا سا بلاؤز، جس کے گلے کا کٹاؤ دونوں اطراف سے خوب گہرا، ساڑھی کا پلو سمٹا ہوا ایک جانب کو پڑا تھا۔ بال نہ ہونے کے برابر تھے مگر پھر بھی کھینچ تان کر اونچا جوڑا بنایا ہوا تھا آنکھوں پر سنہری فریم کی عینک سجائی ہوئی تھی۔ البتہ زمانے کی سختیوں اور دھوپ کی تمازت سے رنگت مرجھا چکی تھی مگر مزاج و تکبر ابھی بھی جوان تھے۔ تیاری تو خورشید بیگم کی بھی کم نہ تھی مگر نہ تو وہ عمر رہی نہ وہ شباب رہا۔

"ارے چھوڑو لڑکیوں کی ان چلتر بازیوں کو خورشید..... ان کا واسطہ اب تک ثریا بانو اور خورشید بیگم سے جونہ پڑا، ایک بار پڑ جائے تو بانس کی طرح سیدھی ہو جائیں۔ بس تم اب اسلم کو بھی کھونٹے سے باندھنے کی تیاری پکڑو....." ثریا بانو نے بھاوج کی تمام فکروں کو ہوا میں اڑاتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو ایسا کرتی ہوں بانو آپا سے رابطہ کرتی ہوں، پورے شہر میں جتنے رشتے آپا کے پاس ہوں گے کسی اور کے پاس نہ ہوں گے ہمارے خاندان میں ہی کتنے رشتے کروائے ہیں آپا نے..... اے ثریا نمبر تو ہے ناں تمہارے پاس آپا کا....." خورشید بیگم متفق ہو کر استفسار کرنے لگیں۔

"ہاں ہاں..... فکر نہ کرو نمبر ہے میرے پاس، تم بس اتنا بتاؤ کس طرح کی بہو لانا چاہتی ہو اپنے گھر میں۔" ثریا بانو اصل مدعے کی طرف آئیں۔

"بھئی ثریا تم تو جانتی ہو تمہارے بھیا کیا خوب قد کاٹھ کے مالک تھے، رنگت یہ گوری اور ہم بھی جوانی میں کیا ہی حسین تھے اب تو زمانے کی سختیوں نے ادھ موا کر دیا ہے۔" خورشید بیگم اپنی تعریف کا موقع ہاتھ سے کبھی جانے نہ دیتیں، ابھی بھی جوانی کے دن یاد کرنا شروع ہوئیں تھیں کہ ثریا بانو نے فوراً ٹوک دیا۔

"ہاں وہ تو میں خوب جانتی ہوں، پر دیکھو ناں اسلم نے بس رنگ ہی بھیا کا چرایا ہے، قد کاٹھ تو تم پر ہی چلا گیا ہے۔ تو لڑکی کے گھر والوں کو اللہ بخشے مرحوم بھیا کی فوٹو تو دکھاؤ گی نہیں، سامنے تو اسلم کی ہی تصویر رکھو گی ناں پھر اسلم کے مطابق ہی لڑکی کا معیار رکھو۔" ثریا بانو نے کھلکھلاتے ہوئے بڑے پیار سے بھاوج پر چوٹ کی اور اصل بات بھی سامنے رکھ دی۔

"دیکھو ثریا..... تم کچھ بھی کہو..... یہ تو میں کہے دیتی ہوں کہ لڑکی کی خوب صورتی پر کوئی سمجھوتا نہیں ہوگا، بھئی میرا اسلم لاکھوں میں تنخواہ لیتا ہے تو لڑکی بھی لاکھوں میں ایک ہونی چاہیے۔" خورشید بیگم نے نند کی کہی گئی چوٹ پر ٹھیک ٹھاک برا مناتے ہوئے دوٹوک لہجے میں کہا۔

"بھئی میں تو کہتی ہوں لڑکی لاکھوں میں ایک نہ ہو مگر لاکھوں میں کھیلنے والی ضرور ہو۔ لڑکی اگر لکھ پتی ہو تو مستقبل خوب صورت بنا دیتی ہے۔" ثریا بانو نے بھی مزاج کو اعتدال میں لاتے ہوئے اپنا موقف دیا۔

"اور اگر لاکھوں میں ایک ہو تو نسل خوب صورت بنا دیتی ہے۔" خورشید بیگم ایک زعم سے بولیں۔

"تو پھر طے ہوا کہ لڑکی کی شکل و صورت کے ساتھ ساتھ اس کا گھرانہ بھی لاکھوں میں ایک ہو۔" ثریا بانو نے اپنی مخصوص مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ہوئے کہا۔ خورشید بیگم بھی متفق نظر آئیں۔ دونوں نند بھاوج مل کر آگے کا لائحہ عمل ترتیب دینے لگیں۔

......☆☆☆......

ثریا اور خورشید بچپن کی سہیلیاں تھیں۔ دونوں نے مزاج بھی ایک جیسا پایا تھا۔ انیس بیس کا بھی فرق نہ تھا۔

دونوں کو ہی اپنی منوانے کی عادت تھی۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ ایک سے مزاج کے مالک لوگوں کی ایک دوسرے سے گاڑھی نہیں چھنتی، مگر ان دونوں سہیلیوں کے معاملے میں گنگا الٹی بہتی تھی۔ دونوں ہی یک جان دو قالب کی عملی تفسیر بنی نظر آتی تھیں۔ دونوں ہی اپنے اپنے گھرانے میں بڑی تھیں سو حاکمانہ انداز و تنک مزاجی دونوں کے ہی مزاج کا خاصہ تھی۔

ثریا بانو کے بھیا کی رشتے کی بات چلی اور ثریا نے جھٹ خورشید کا نام لے لیا۔ اماں سے ضد لگائی، بھیا کو خوب پٹایا، بھولے بھیا آپا کی باتوں میں آگئے اور خورشید کے لیے ہاں کہہ دی۔ خورشید دلہن بن کر گھر آگئیں۔ اماں کا خیال تھا کہ سہیلیاں نند بھاوج کے رشتے میں بندھیں گی تو دوستی بھول جائیں گی، خاندان والوں کا خیال تھا کہ تنک مزاجی دوستی میں تو چل جاتی ہے مگر رشتہ داری میں نہیں، اب تو خوب بگڑے گی ثریا اور خورشید میں، مگر یہ ساری باتیں خام خیالی ثابت ہوئیں، ثریا اور خورشید کے رشتے میں رتی برابر فرق نہ آیا بلکہ مزید گاڑھی چھننے لگی۔ ایسا بھی نہ تھا کہ دونوں میں کبھی ٹھنتی نہ تھی، ٹھنتی بھی تھی اور بحث بھی خوب ہوتی تھی مگر اس بحث میں کسی کو مداخلت کی اجازت نہیں تھی۔ یہاں تک کہ بھیا کو بھی نہیں، خود ہی بگاڑتیں اور خود ہی تعلق سنوارتیں، نند بھاوج کی یہ مثالی محبت خاندان بھر میں مشہور تھی، بھیا تو داغ مفارقت دے گئے مگر نند بھاوج کا یہ تعلق ذرا نہ بگڑا۔ خورشید اپنے ہر مسئلے سے ثریا کو ضرور آگاہ کرتیں۔ کچھ یہی حال ثریا کا بھی تھا، میاں کے گزرنے اور بیٹا بہو کے پردیس میں مقیم ہونے کے بعد اب خورشید اور اسلم ہی ان کا خاندان تھے۔

اسلم خورشید بیگم کا اکلوتا بیٹا تھا۔ نازوں میں پلا ہوا، قد کاٹھ تو ماں کا لیا تھا، بس رنگ و مزاج باپ سے ورثے میں ملا تھا۔ ضدی، اپنی مرضی کا مالک متکبر اور من موجی، اور ایسا ہوتا بھی کیوں نہیں، خاندان کی دو مرد مار قسم کی عورتوں کا لاڈلا بچہ جو تھا۔ بچپن سے جوانی تک کا وقت تو خوب لاڈ پیار میں گزر گیا۔ مگر اب سہرا بندھی کا وقت نزدیک تھا، لاڈ اٹھوانے کا وقت گزر چکا تھا۔ لاڈ اٹھانے کا وقت آ رہا تھا۔

☆

ثریا نے بانو آپا سے بات کی تھی لڑکی ڈھونڈنے کی مہم کا آغاز بھی ہو چکا تھا۔ آج بانو آپا ان دونوں بیبیوں کو ایک گھرانے سے ملوانے لائی تھیں۔

”بھئی پہلے ہی بتائے دے رہی ہوں، رشتہ پکا ہو گیا تو پورے دس ہزار لوں گی میں خورشید۔“ بانو آپا چھوٹے قد و قامت کی دبلی پتلی خاتون تھیں جو برقع میں چھپی ہوئی تھیں۔ باریک سی آواز بھی برقع کے اندر سے برآمد ہوئی۔

”پہلے لڑکی تو پسند آنے دو آپا۔“ خورشید بیگم چڑ کر بولیں۔

”وہ تو ضرور پسند آئے گی ہی آئے گی، ایسی حسین لڑکی اور بہترین گھرانے سے ملوانے لائی ہوں کہ ملنے کے بعد خود میرے ہاتھ چومو گی۔“ بانو آپا بہت پریقین تھیں۔

”دیکھتے ہیں بانو۔“ ثریا پہلی مرتبہ گویا ہوئیں۔ آج وہ ست رنگی کا قیمتی سوٹ پہن کر آئی تھیں۔ ہاتھ میں سنہرے کڑے اور پیروں میں مہنگی چپل تھی، خورشید بیگم نے انڈین سلک کی ساڑی زیب تن کی تھی۔ اونچا جوڑا اور ہمیشہ کی طرح خوب بڑا گلہ...... دونوں خواتین بانو آپا کے ہمراہ ڈرائنگ روم میں بیٹھی تھیں۔ ڈرائنگ روم کی سجاوٹ کا خوب گھور گھور کر جائزہ بھی لے چکی تھیں۔ نمکو، چپس، چائے بسکٹ، تناول کر لینے کے بعد اب دونوں کو انتظار تھا تو فقط لڑکی کا، لڑکی کی آمد چہرے پر مسکراہٹ سجائے ہوئی۔ لڑکی خوش شکل ہونے کے ساتھ ساتھ خوش لباس اور خوش اخلاق بھی تھی۔ ان سب کے ساتھ بیٹھ کر ان کے سوالوں کا جواب بھی خود اعتمادی کے ساتھ دے رہی تھی۔

”لو بیٹا، تم بھی تو کچھ لو ناں......!“ ثریا نے جانچتی نگاہوں سے لڑکی کو دیکھا اور میز پر سجے لوازمات کی جانب اشارہ کرتے ہوئے مسکرا کر پیشکش کی۔ لڑکی نے آداب محفل نبھاتے ہوئے مسکرا کر ایک پلیٹ میں بسکٹ اور چپس ڈال لیے خورشید نے چونک کر ثریا اور ثریا نے ٹھٹک کر خورشید کو دیکھا...... کوتاہی ہو گئی، واپسی پر بانو آپا کو دونوں

خواتین نے بے نقط سنائی۔

"لو بھلا بتاؤ' ہم نے اخلاقاً کھانے کی پیشکش کیا کردی موصوفہ اپنی پلیٹ سجائے کٹر کٹر کھانے لگ گئیں۔" ثریا نے منہ پھلا کر اور ہاتھ نچا کر کہا۔

"ہائے ایسی بھوک لگی تھی تو اندر سے پیٹ بھر کر آتی۔ بھلا بتاؤ ذرا تمیز نہ سکھائی لڑکی کو کہ مہمانوں سے کس طرح ادب کا مظاہرہ کرتے ہیں۔" خورشید بیگم بھی لتاڑنے سے باز نہ آئیں۔

"اے بات سنو خورشید جب امیر گھرانے سے بہولانے کا شوق پالا ہے تو تم بھی پرانے زمانے کے خیالات کو بدلو لاکھوں میں کھیلتی بہو چاہیے تو پہلے سے اس کے نخرے اٹھانے کی تیاری پکڑو۔ ویسے بھی تم تو نفل نماز پڑھ کر لڑکی ڈھونڈنے نکلا کرو کہ تمہارے اس پرانے کھنڈر میں آباد ہونے کو کوئی لڑکی تیار ہوجائے۔ اونہہ......" ثریا اور خورشید اگر اپنے نام کی ایک تھیں تو بانو آپا بھی کوئی دبنے والی نہ تھیں۔ ان دونوں بیبیوں سے پرانا واسطہ تھا' سو مزاج آشنا تھیں' برقع کے اندر سے خوب بھڑکیں' خورشید اور ثریا کو خاموشی اختیار کرتے ہی بنی۔

☆
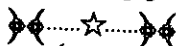
"اماں میں نے سنا ہے کہ آج کل آپ میری شادی خانہ آبادی کی مہم پر نکلی ہوئی ہیں۔" چھٹی کا دن تھا' سو نے اور کھانے پینے سے فراغت ملی تو اسلم نے ماں کو آلیا۔

"میرے بچے اب تو جوان اور رکماؤ پوت ہوگیا ہے شادی کی مہم پر نہ نکلوں تو کیا پولیو کی مہم پر نکلوں۔" مٹر پلاؤ پکاتی خورشید بیگم نے بے نیازی سے سنہری پیاز کا چھڑکاؤ چاولوں پر کرتے ہوئے کہا۔

"ضرور نکلیں مگر اکیلا اکیلے کیوں' جس کی شادی ہے اسے ساتھ کیوں نہیں لے جارہی ہیں۔ واہ بھئی جسے پسند کرنا ہے وہ تو گھر پر بیٹھا ہے۔"

"ہائے تو آج سے پہلے کسی چیز میں تیری پسند پوچھی میں نے جواب پوچھوں گی۔ اپنی پسند سے تجھے پہنایا' اوڑھایا' کھلایا' پلایا...... وہ سب برا کیا' کیا...... جو پسند ناپسند کا شوشہ اٹھا رہے ہو برخوردار۔" خورشید بیگم نے چونک کر بایاں ہاتھ کمر پر اور دائیں ہاتھ کی شہادت والی انگلی ٹھوڑی پر رکھتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔

"اوہو بھئی اماں' وہ سب چیزیں تھیں' بیوی چیز نہیں ہوتی' زندگی کی ساتھی ہوتی ہے' اس لیے لڑکی کا انتخاب میں خود کروں گا' اور اس معاملے میں کوئی سمجھوتہ نہیں کروں گا۔" اسلم نے بھی ردعمل میں جھنجلاتے ہوئے دبنگ لہجے میں اعلان کیا۔

"واہ بیٹے ابھی بیوی گھر میں آئی نہیں اور ماں سے الجھنا شروع ہوگیا تو' بس ہوگئی تیری شادی' بھول جا اب اپنی شادی کو۔" خورشید بیگم بیٹے کے تیور دیکھ کر طیش میں آگئیں' کفگیر چولہے پر پٹخا اور تن فن کرتی کچن سے نکل گئیں۔

"میں بھی آپ کا ہی بیٹا ہوں اماں...... دیکھتا ہوں کیسے نہیں ہوتی میری شادی۔" اسلم بھی غصے کے عالم میں گھر سے باہر نکل گیا۔ ماں بیٹے میں ٹھن چکی تھی۔ خورشید بیگم اگر ضد کی پکی تھیں تو اسلم بھی ان کا ہی بیٹا تھا۔ دونوں ہی ہٹ دھرمی کے ساتھ اپنے اپنے موقف پر قائم تھے۔ کچھ دن تک گھر میں دونوں کی بول چال بند رہی' کھانا پینا بند رہا' مگر پھر بھی کوئی نہ جھکا تو بات گھوم پھر کر ایک بار پھر ثریا بانو کے سامنے جا پہنچی۔

"ارے ثریا یہ لڑکا تو مجھ سے اکھڑ بیٹھا ہے۔ ضد کرتا ہے کہ لڑکی پسند کرنے خود جائے گا' اب بھلا بتاؤ ان باؤلوں کو کیا پتا کہ لڑکی پسند کرنا کوئی آسان بات نہیں...... باریک بینی سے جانچنا پڑتا ہے تب کہیں جاکر رشتہ سمجھ آتا ہے' آج کل کے لڑکوں کو کیا پتا' کسی لڑکی کی چلتر بازیوں کا شکار ہوگیا تو میں کیا کروں گی پھر۔" خورشید بیگم ساڑی کے پلو سے خود کو ہوا دیتی پریشانی سے بولیں۔

"یہ لڑکا بھول گیا ہے کہ مدمقابل لڑکے کی ماں ہے۔ ارے اچھے اچھوں کی میرے آگے نہ چلی' غضب خدا کا جس لڑکی کا ابھی دور دور تک پتہ نہیں' اس کے لیے ماں سے لڑ پڑا۔ میں نہ کہتی تھی ثریا کہ ابھی اس لڑکے کی شادی کی

بات کرنا اپنے پیروں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہے۔ یہ لڑکا بہت نادان ہے ابھی۔" خورشید متواتر سر پیٹتی بیٹے کی جذباتیت کو کوسے چلی جا رہی تھیں۔

"اچھا بھئی اب غصہ تھوک بھی دو۔ بھئی جب تک تم اپنے غصے کا گراف نیچے نہ گراؤ گی' مجھ سے تو کوئی بات نہ ہوگی۔" ثریا بانو کے کہنے پر خورشید بیگم کا پارہ آہستہ آہستہ اعتدال پر آنا شروع ہوا۔

"دیکھو خورشید ایک زمانہ تم نے بھی دیکھ رکھا ہے' اور میں نے بھی...... گھی جب سیدھی انگلی سے نہ نکلے تو انگلی ٹیڑھی کرنی پڑتی ہے' بھئی ہم تم اسلم کے مزاج سے بخوبی واقف ہیں' اللہ بخشے بھیا کو وہ بھی ایسے ہی دھن کے پکے تھے' جو ایک بات کہہ دی سمجھو پتھر پر لکیر ہوگئی۔ مگر ضد اور ہٹ دھرمی تو خورشید تمہاری طرف سے وراثت میں ملی ہے۔ باقی گھمنڈی' من موجی' شاہانہ مزاج تو اس کے اپنے گن ہیں۔" ثریا بانو مبہم انداز میں مسکراتے ہوئے بولیں۔

خورشید بیگم ان کے اس انداز پر چونک گئیں۔

"اری بیوقوف جب اتنا اڑیل بیٹا ہے تو ضد کیوں باندھتی ہو کرلینے دو اسے اپنی یہ حسرت پوری۔ لڑکیاں دکھانے ساتھ لے جاؤ مگر لڑکی پسند ہم دونوں ہی کریں گے۔ تم بس سارا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو' دیکھنا میں اسلم کو کیسی پٹی پڑھاتی ہوں" ثریا نے کچھ اس انداز سے کہا کہ خورشید بیگم کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ دونوں نند بھاوج رازداری سے اگلا لائحہ عمل تیار کرنے لگیں' شام میں ثریا بانو کی ملاقات اسلم سے ہوئی۔

"پھوپو جان' اماں نے فضول کی ضد باندھی ہوئی ہے' اب خود بتائیں میری بیوی کیسی ہوگی اس کا فیصلہ میرے علاوہ کوئی اور کیوں کرے گا بھلا؟ پہلے کے زمانے میں ہوا کرتا تھا ایسا' یہ آج کل کا دور ہے اب ایسا نہیں چلتا۔" ثریا کے استفسار کرنے پر اسلم پھٹ پڑا۔

قریب ہی خورشید بیگم خفگی سے منہ موڑے بیٹھی ہوئی تھیں۔ ثریا بانو خاموشی سے سرہلاتی بھتیجے کے شکوے سن رہی تھیں۔

"بس اتنی سی بات کہی تھی اماں سے کہ لڑکی دیکھنے میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا' بس اس ذرا سی بات کا بتنگڑ بنالیا اماں نے۔" بیٹے کی چٹر پٹر چلتی زبان خورشید بیگم کو تاؤ پہ تاؤ دلائے جا رہی تھی۔ ثریا کے اشارے پر بمشکل صبر کیے بیٹھی تھیں۔

"ارے ارے میرا دلہارا جا اتنا خفا کیوں ہو رہا ہے ماں کی بات پر......" ثریا نے بڑے دلار سے پچکارا۔

"تیری ماں ہے ناں...... اب تک تیری پسند ناپسند کا وہی خیال رکھتی آئی ہے تو اچانک یوں فیصلے سے اسے دستبردار کردے گا تو دکھ تو ہوگا ناں بیچاری کو...... خود بتا تیرے سوا تیری ماں کا اور تیری ماں کے سوا تیرا اور ہے ہی کون۔ لڑکی ابھی ڈھونڈی' نہ ملی...... تو نے پہلے ہی ماں سے بھڑ کر دل خراب کردیا اس کا۔" ثریا بانو نے بڑے پیار سے سرزنش کی۔ اسلم چپ کا بیٹھا رہا۔

"میں نے سمجھا دیا ہے تیری ماں کو...... اب جہاں جائیں گے ہم تجھے بھی ساتھ لے جائیں گے...... خود کرلینا پسند لڑکی' اب تو خوش ہے ناں۔" ثریا بانو نے خوشخبری سنائی تو اسلم کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ وہ بخوبی جانتا تھا کہ ماں سے ضد منوانا کوئی آسان کام نہیں' مگر شادی کے معاملے میں وہ ایک واضح سوچ رکھتا تھا' اور اس معاملے میں کسی صورت بھی ماں کی ضد کے آگے کوئی سمجھوتہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"چل جا اب روٹھی ماں کو منا...... بھلا ماں سے بھی کوئی ضد باندھتا ہے۔ ناراض ہوتا ہے' پاگل نہیں تو۔ جا منالے اپنی ماں کو۔" ثریا نے اسلم کو معافی مانگنے پر خوب اکسایا۔ ضد پوری ہونے کے بعد ماں کو منا لینے میں کوئی حرج بھی نہ تھا' سو اسلم نے بھی منالیا اور بائیک کی چابی گھماتے خوشی خوشی باہر نکل گیا۔

"دیکھا میرا مشورہ کیسا کارگر رہا' بیٹا بھی خوش تم بھی خوش' اب تم دیکھنا میں کیسے اسلم کے ذہن سے کھیلتی ہوں۔ لڑکی کا انتخاب تو ہم ہی کریں گے مگر یہ بات اسلم کو آخری دم تک پتا نہ چل سکے گی۔" ثریا بانو نے اپنی بات کا خود ہی مزہ لیتے

ہوئے کہا، خورشید بیگم ہنڈی کی عقل کو داد دیئے بنا نہ رہ سکی۔

☆......☆......☆

بانو بیگم سے پھر سے رابطہ کیا گیا...... ان دونوں کے سابقہ رویے کی بنا پر بانو آپا ان دونوں سے ناراض تھیں۔

"نہ بی بی تم لوگوں کو شادی وادی نہیں کرنی، بس معصوم لڑکیوں کا مذاق بنانے خوب بن ٹھن کر نکل پڑتی ہو، میں بھی بیٹی والی ہوں، تم لوگوں کی باتیں میرے دل کو ٹھیس پہنچاتی ہیں۔"

"اب بس بھی کرو بانو...... اب ایسا بھی کچھ نہیں کیا ہم نے، بھئی رشتہ داری آنکھ بند کر کے تھوڑی بنالی جاتی ہے اچھی طرح چھان پھٹک تو ہر کوئی کرتا ہے اب اس میں سمجھ نہ آئے لڑکی تو کیا زبردستی گلے میں ڈھول کی طرح لٹکا لیں۔" خورشید بیگم منہ بنا کر بولیں۔

"چھان پھٹک اور رائی کا پہاڑ بنانے میں بہت فرق ہوتا ہے بی بی اس بات کو سمجھو۔" بانو آپا نے بھی ٹکا سا جواب دیا۔

"مجھے تو لگتا ہے بانو اب تمہارے پاس کوئی رشتہ وشتہ نہ رہا اسی لیے بہانے بازی کر رہی ہو۔" ثریا بانو نے بانو آپا کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ بات نام اور کام پر آ گئی تھی بانو آپا جوش جذبات میں آ کر فوراً رشتہ دکھانے پر راضی ہو گئیں، معاملہ اگلے دن پر جا ٹھہرا۔

اگلے دن تینوں خواتین اسلم کی ہمراہی میں لڑکی والوں کے گھر جا پہنچیں۔ معمول کی بات چیت کے بعد لڑکی کی والدہ نے لڑکی کو بلوایا، اسلم گردن اکڑا کر گلا کھنکھارتے ہوئے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ لڑکی سامنے صوفے پر آ بیٹھی، ثریا بانو نے رسمی بات چیت کے بعد آنکھوں ہی آنکھوں میں اسلم کو اشارہ کیا...... اور اسلم نے لڑکی پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دی۔

"نام کیا ہے؟ عمر کیا ہے؟ کوالیفکیشن کیا ہے؟ جاب کی؟ کیوں نہیں کی؟ وغیرہ وغیرہ اسلم سوال کرتا رہا اور لڑکی کی والدہ کا منہ بنتا رہا...... خورشید اور ثریا ایک دوسرے کو معنی خیز نگاہوں سے دیکھے گئیں۔

گھر سے نکلتے وقت لڑکی کی والدہ نے بانو آپا کو بڑے سخت انداز میں کہا۔

"ہم بڑے مہذب لوگ ہیں آئندہ ایسے غیر مہذب لوگ ہمارے گھر لانے کی ضرورت نہیں ہے۔" بانو آپا کو بڑی سبکی محسوس ہوئی۔ ثریا اور خورشید پر خوب برہم ہوئیں۔

"اے لو...... ہم نے کیا کیا؟ ہم تو منہ میں گھنگھنی ڈالے بیٹھے رہے، بھئی شادی لڑکے کو کرنی ہے زندگی اس نے ساتھ گزارنی ہے، سوال پوچھنا تو اس کا حق ٹھہرا......"

اور بانو آپا کی ہمراہی میں کسی نہ کسی کے گھر جاتے، ایک سے بڑھ کر ایک ناشتہ کرتے، اسلم میاں خوب بڑھ چڑھ کر سوال کرتے، اس کے ذہن میں ثریا بانو نے یہ بات بٹھادی تھی کہ وہ جتنی اپنی قابلیت جھاڑے گا اتنا ہی لڑکی والوں پر رعب بڑھے گا۔ اور اس کے سوال و جواب خود کرنے سے لڑکی بھی متاثر ہو گی، اسلم لاکھ ٹیڑھا سہی مگر چلتا وہ اکثر اپنی پھوپو کے دماغ سے ہی تھا۔ آج بانو آپا انہیں دو گھرانوں سے ملوانے لے جا رہی تھیں۔ اسلم نے اس دن کالی شلوار قمیص پر سیاہ و سفید مفلر گلے سے لپیٹ رکھا تھا۔ گہرے سنہرے رنگ کی گھڑی کلائی میں باندھے ایک طمطراق کے عالم میں دونوں بیبیوں کے ہمراہ گھر سے روانہ ہوا تھا۔ بانو آپا نے دیکھا تو سر پیٹ کر رہ گئیں۔ مگر کہا کچھ نہیں، البتہ دل میں عہد کر لیا کہ آج کے بعد وہ ان لوگوں کو مزید کوئی رشتہ دکھانے والی نہیں۔ ابھی اسے پیسوں کی شدید ضرورت تھی۔ رشتہ لگ جانے کے بعد اس گھرانے سے اسے اچھی خاصی رقم ملنے کی امید تھی، اس لیے آخری کوشش کے طور پر وہ آج کے دن ہی انہیں دو گھرانوں سے ملوانے کی مہم پر نکلی تھی۔

ڈرائنگ روم کشادہ تھا۔ فرنیچر بھی اچھا رکھا تھا۔ ثریا اور خورشید نے خوب نظریں گھما گھما کر معائنہ کیا، اسلم میاں بھی سینہ تان کر چوڑے ہو کر ٹانگ پہ ٹانگ سجائے ایک طرف بیٹھے تھے۔ لڑکی کی والدہ رکھ رکھاؤ والی تھیں۔ بانو آپا نے آگے بڑھ کر خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

دونوں طرف کے لوگوں کا تعارف کرایا‘ خورشید اور ثریا کی جانب سے کچھ خاص گرمجوشی نہ پا کر لڑکی کی والدہ بھی محتاط ہو گئیں۔ کچھ دیر بعد لڑکی چائے کی ٹرے اٹھائے ان سب کے درمیان آن موجود ہوئی لڑکی خوش اخلاق خوش گفتار اور خوش لباس تھی۔ مگر آنکھوں پر عینک سجائے ہوئے تھی۔ ثریا بانو نے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

”اے بیٹی پڑھ پڑھ کر نظر کمزور ہوئی ہے یا موبائل کی وجہ سے۔“ ایسا منہ پھاڑ انداز بیچاری لڑکی گھبرا گئی۔ اس سے قبل وہ کچھ جواب دیتی بانو آپا نے فوراً سے کرارا جواب دیا۔

”اے لو ثریا...... عینک تو تمہارا اسلم بھی لگاتا ہے‘ بھلا پھر لڑکی پر اعتراض کیوں؟“ بانو آپا کی اس بات پر لڑکی کی والدہ نے ایک جتاتی نگاہ سے ثریا بانو کو دیکھا اور لڑکی کو وہاں سے اٹھنے کا اشارہ کیا‘ ایک طرح سے واضح اشارہ تھا کہ محترمہ آپ بھی چلتی بنیے‘ خورشید اور ثریا کو بڑی سبکی محسوس ہوئی۔ گھر سے نکلتے ہی بانو آپا پر برس پڑیں۔

”اے آپا یہ بتاؤ ذرا...... تم ہمیں رشتہ دکھانے کے لیے گھما رہی ہو یا بے عزتی کروانے کے لیے......“ خورشید بپھریں۔

”خورشید ہزار رشتے دیکھو اپنے چاند کے لیے مگر کسی لڑکی کی بے عزتی نہ کرو‘ تحقیر نہ کرو‘ میں اس میں تمہارا ساتھ نہیں دوں گی۔“ بانو آپا نے بھی دوٹوک جواب دیا‘ اسلم بھی شرمندہ سا ایک طرف کو کھڑا تھا۔ پھوپو کی بات اسے بھی مناسب نہیں لگی تھی۔

”اچھا اچھا...... یہ بے کار کی باتیں چھوڑو...... اگلا گھرانہ کہاں ہے‘ جہاں ہمیں لے کر جا رہی ہو۔“ ثریا نے معاملہ رفع دفع کرنے کی کوشش کی۔

بانو آپا ان تینوں کو اگلے گھر لے چلیں۔ سفید پوش‘ سیدھے سادھے لوگ تھے‘ لڑکی اپنی بھابی کے ہمراہ ان کے سامنے آ بیٹھی۔ پتلی دبلی‘ سیدھی سادھی‘ سانولی سلونی سی لڑکی نے سیاہ لباس زیب تن کیا تھا‘ حسن پرست خورشید بیگم کو سانولا سلونا رنگ ایک آنکھ نہ بھایا حالانکہ خود بھی اب ایسی کوئی گوری چٹی نہ رہی تھیں کہ اپنے رنگ و روپ پر ناز کرتیں مگر خوب کماؤ پوت لڑکے کی ماں تھیں‘ ہزار نخرے دکھانے کا حق انہیں معاشرے نے دیا تھا‘ سو یہاں بھی ناک منہ چڑھا کر بولیں۔

”بیٹی برا نہ منائیے گا‘ جب آپ کی جلد کا رنگ گہرا ہے تو سیاہ لباس پہننے پہنانے کی کیا ضرورت تھی۔“ خورشید بیگم نے انتہائی رعونت سے کہا۔ بانو آپا ناراضگی سے پہلو بدل گئیں۔ اسلم جو پہلے ہی واقعے پر کچھ شرمندہ تھا‘ ماں کے اس ہتک آمیز لہجے پر مزید شرمندہ ہو گیا‘ نگاہیں بے اختیار اس سانولی سلونی لڑکی پر جا ٹھہریں۔ اسے محسوس ہوا کہ لڑکی کی آنکھوں میں نمی ٹھہر گئی ہے۔ جسے وہ بار بار پلکیں جھپک جھپک کر پیچھے دھکیلنے کی کوشش کر رہی ہے‘ اسلم کے دل کو کچھ کچوکے سے لگے۔ مزید محفل میں کیا باتیں ہوئیں‘ کس نے کیا کہا‘ کس نے کیا جواب دیا‘ وہ بے خبر رہا‘ اس کی نگاہیں اس لڑکی کے اردگرد طواف کرتی رہیں‘ کبھی وہ بے دردی سے ہاتھوں کو مسلتی‘ کبھی مٹھی بھینچ لیتی‘ تو کبھی کبھی بار بار پلکیں جھپکتی‘ اور پھر وہ اٹھ کر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد اسلم کا ذہن بیدار ہوا‘ پر نہ جانے ہاتھوں میں تھامے چائے کے کپ سے چائے کیسے چھلک کر اس کے ہاتھوں اور پیروں کو داغدار کر گئی‘ گرما گرم چائے کی گرماہٹ سے اس کے ہونٹوں سے سی کی آواز خارج ہوئی‘ لڑکی کی بھابی سب سے پہلے متوجہ ہوئیں۔

”اوہ! چائے گر گئی‘ آپ ایسا کریں اندر واش روم میں جا کر کپڑے صاف کر لیں۔“ بھابی نے فوراً پیشکش کی اور واش روم تک لے بھی گئیں۔

اسلم جب کپڑے اور ہاتھ صاف کر کے واش روم سے نکلا تو باہر سے آتی سسکیوں کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ اس نے اردگرد نگاہ دوڑائی۔ آواز قریبی کمرے کے بند دروازے سے آ رہی تھی‘ اسلم کو تجسس نے آ گھیرا‘ مجبور ہو کر اس نے کمرے کے دروازے سے کان لگا دیئے۔ تھی تو بڑی نازیبا حرکت مگر اس نے ذرا سا دروازہ کھول کر جھانکا‘ وہ بستر پر بیٹھی رو رہی تھی‘ اس کے ہاتھوں میں ایک فوٹو فریم تھی‘ جس کی شفاف سطح پر اس کی آنکھوں سے گرتے آنسو

موتی کی طرح بکھرے ہوئے تھے۔

"ممی یہ دنیا بڑی ظالم ہے یہاں کے لوگ بہت برے ہیں اور ان سے بھی بری ہے لوگوں کی سوچ' بہت ظالم ہیں سب کے سب..... آپ کس کے بھروسے پر مجھے یہاں چھوڑ گئیں..... اپنی شہزادی جیسی بیٹی کو پتھر دل لوگوں میں اکیلا کیوں چھوڑ گئیں آپ....." اتنا کہہ کر وہ ہچکیوں سے رونے لگی۔

اسلم سے مزید وہاں ٹھہرا نہ گیا' اس لڑکی کے آنسو اور لفظ اس کے اندر ایک عجیب سی بے کلی پیدا کر رہے تھے۔ وہ دبے قدموں وہاں سے لوٹ گیا۔ سانولی سلونی لڑکی اس بات سے انجان تھی کہ ماں سے شکوے کے دوران' ماں سے زیادہ چاہنے والے رب نے اس پتھر دل دنیا میں اس کے لیے ایک دل موم کر ڈالا تھا۔

☆

واپسی کا تمام راستہ اسلم نے نہایت خاموشی سے کاٹا' بانو آپا کو ان کے گھر چھوڑ کر وہ تینوں گھر آ گئے' خورشید اور ثریا کے بے لاگ تبصرے ان گھرانوں پر ختم ہونے کا نام نہ لے رہے تھے۔ نند بھاوج دونوں ہی اسلم کے اندر اٹھتے طوفان سے بے خبر تھیں۔ اسلم ان دونوں کی تمسخرانہ باتیں نظر انداز کر کے اپنے کمرے میں آ گیا' کچھ دیر تک بے چین سا ٹہلتا رہا' پھر تھک کر بستر پر دراز ہو گیا' آنکھیں بند کرتے ہی لڑکی کا نازک سراپا اس کی آنکھوں کے سامنے لہرا گیا۔ اس کی بھیگی آنکھیں' اس کا شکوہ کناں لہجہ اسلم کا دل تڑپا گیا' وہ مضطرب سا کھڑا ہوا اور بائیک کی چابی میز سے اٹھا کر نکال کر باہر کو چل پڑا' مرتضٰی اس کا بچپن کا دوست تھا' جب بھی کوئی بات اسے پریشان کرتی وہ اس کے پاس جا پہنچتا۔ اس سے اپنی پریشانی کا ذکر کرتا..... مرتضٰی کے پاس ہر مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل ضرور موجود ہوتا' آج اپنی دلی کیفیت سے پریشان ہو کر وہ ایک بار پھر مرتضٰی کے پاس جا پہنچا۔

"کیا بات ہے میرے شہزادے' اتنا پریشان کیوں لگ رہے ہو؟" مرتضٰی نے اسے دیکھتے ہی اس کے چہرے پر رقم پریشانی کی تحریر پڑھ لی۔

اسلم نے مرتضٰی کے زور دینے پر سارا قصہ سنا ڈالا۔

"یار اسلم سچ کہوں تیری ماں نے بڑا غلط کیا جو اس لڑکی کا دل دکھایا' ہوتا کیا ہے یار بعض دفعہ ہم برتری ثابت کرنے کے زعم میں مبتلا ہو کر کئی ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جو دوسروں کا دل چیر ڈالتی ہیں' وہ الفاظ نہیں خنجر ہوتے ہیں جو ہماری زبان سے ادا ہوتے ہیں اور بدقسمتی سے ہمیں اپنے اس ظلم کا علم بھی نہیں ہوتا..... تیری ماں نے بھی آج ایسا ہی ظلم اس معصوم لڑکی پر کیا ہے اور اپنے اس ظلم سے انجان بھی ہے' مگر تم یہ سب کچھ جان گئے ہو تو اس ظلم کا مداوا کر دو۔" مرتضٰی سارا معاملہ جان کر کافی سنجیدگی سے مشورہ دے رہا تھا۔

"مداوا..... مگر میں کیسے کروں مداوا....." اسلم حیران ہوا۔

"یار اگر تجھے وہ لڑکی اچھی لگی ہے تو اسے اپنا لے۔" مرتضٰی نے راہ سجھائی۔

"یار مجھے ہمدردی ضرور ہو رہی ہے مگر اتنی نہیں کہ میں اس سے شادی کر لوں۔" اسلم نے منہ بنا کر کہا۔

"اچھا تو پھر ہو گئی ہمدردی' قصہ ختم کر' کوئی اور بات کر....." مرتضٰی نے باتوں کا رخ موڑ دیا' اسلم بھی دوسری باتوں میں مصروف ہو گیا۔

☆

اسلم نے مرتضٰی سے کہہ تو دیا تھا کہ فقط ہمدردی ہے اس لڑکی سے اور کچھ نہیں' مگر رات بھر اس لڑکی کی پرنم آنکھیں اس کی نگاہوں کے سامنے گھومتی رہیں' اس کا بھیگا بھیگا لہجہ اسے ستاتا رہا..... اس کی فریاد اس کے دل کو بے چین کرتی رہی' ساری رات وہ سو نہ سکا' اگلے دن آفس سے واپسی پر وہ سیدھا بانو آپا کے گھر پہنچا اور اس لڑکی کے بارے میں دریافت کرنے لگا۔

"مہوش نام ہے اس کا' چار بھائیوں کی اکلوتی بہن ہے' ماں باپ کی بے حد چہیتی تھی..... بہت لاڈ و نعم میں پالا تھا' بڑی خواہش تھی دونوں میاں بیوی کی کہ اپنی بیٹی کو دلہن بنا

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

دیکھیں مگر قسمت کی ستم ظریفی ایک کار حادثے میں دونوں جاں بحق ہو گئے۔ اب رہ گئے چار بھائی اور بہن تو دو بھائی شادی شدہ ہیں ایک بھائی الگ رہتا ہے تو دوسرے شادی شدہ بھائی کے ہمراہ مہوش اور چھوٹا بھائی رہتے ہیں جبکہ ایک بھائی دیار غیر میں جابسا ہے۔ ماں باپ کی حادثاتی موت کا دکھ کیا کم تھا کہ بھابی کے مزاج بدلنا شروع ہو گئے مہوش کی بھابی کا مہوش کے ساتھ سلوک کچھ اچھا نہیں ہے بیٹا وہ تو کسی بڈھے سے بھی مہوش کی شادی کرادینے کو تیار ہے مگر شکر ہے بھائیوں میں غیرت باقی ہے ابھی۔ وہ کسی اچھے رشتے کے انتظار میں ہیں مگر بھابی اس کا جینا دوبھر کیے رکھتی ہے۔" بانو آپا نے مہوش کے حوالے سے اسلم کو سب کچھ بتادیا۔

"آپ اتنا سب کچھ کیسے جانتی ہیں اس گھرانے کے بارے میں؟" اسلم نے کچھ سوچ کر پوچھا۔

"مہوش کی ماں میری عزیز از جان سہیلی تھی بہت اچھی عورت تھی مہوش مجھے اپنی بچیوں جیسی عزیز ہے اس کے بھائی بھی میری عزت کرتے ہیں۔ میرے اس گھرانے سے کافی اچھے تعلقات اب تک ہیں۔" آپا اتنا کہہ کر لمحے بھر کا توقف کرکے بولیں۔

"بیٹا اس دن تمہاری ماں کو میں نے اس بن ماں کی بچی کے بارے میں سب کچھ بتادیا تھا پھر بھی خورشید نے جو سلوک روا رکھا وہاں اس سے میرا دل بے حد دکھا۔" بانو آپا افسردگی سے کہہ رہی تھیں...... اسلم کا سر شرم سے مزید جھک گیا۔

"بانو آپا آپ مہوش سے کہیے گا کہ اس کی ساری آزمائشیں ختم اس کے دکھوں کا مداوا اب میں کروں گا۔" اسلم ایک عزم کے ساتھ یہ کہتا وہاں سے چلا گیا بانو آپا حیرانگی کے عالم میں اسلم کو جاتا دیکھتی رہ گئیں۔

☆

گھر میں قیامت برپا تھی۔ اسلم نے مہوش سے شادی کا اعلان کردیا تھا خورشید بیگم اور ثریا بانو سکتے میں آگئیں۔

"ہائے اللہ کی مار ہو اس کالی کلوٹی کچھل پیری پر......

کیسے ہاتھ دھو کر میرے بیٹے کے پیچھے پڑگئی۔" خورشید بیگم کاواویلا سبز کنگوروں والی گیلری سے چنگھاڑتا ہوا راہ چلتے راہ گیروں کو متوجہ کررہا تھا۔ ثریا بانو سر دونوں ہاتھوں سے تھامے خورشید بیگم کے سامنے بیٹھی تھیں۔ جبکہ اسلم بے زاری سے منہ پھیرے ہوئے تھا آج صبح صبح اس نے بڑ اعلان کرکے سبھو گھر پر بم پھوڑ ڈالا تھا۔

"ارے اسلم ایسا کیا دیکھ لیا تو نے جو اس کلموہی سے شادی کرنے کے لیے مرا جارہا ہے ارے ذرا سوچ نہ شکل نہ صورت، تعلیم واجبی نہ ماں باپ ارے نہ صورت لے کر آئے گی نہ دولت اور برخوردار چلے ہیں اس لڑکی کو ہمارے گھر کی بہو بنانے کے لیے۔" ثریا بانو بھی بلا آخر چیخ پڑیں۔

"ارے بھئی آپ لوگ تو گندمی رنگت کا رونا ایسے رو رہے ہیں جیسے ہمارے گھرانے میں سب انگریز پیدا ہوئے ہوں ویسے بھی مجھے جس طرح کی شریک حیات چاہیے تھی مجھے وہ لڑکی ویسی ہی لگی بس مجھے وہیں رشتہ کرنا ہے بات ختم۔" اسلم نے جھنجلا کر بلند آواز میں دوٹوک لہجہ اختیار کیا۔

"ہائے تیرے ابا یہ گورے چٹے لمبی اٹھان والے میں بھی جوانی میں کچھ کم نہ تھی تب ہی تو ایسا خوبرو پیدا ہوا ہے۔ اب لے آئے گا تو اس کلموہی کو تو کل کو میرے آنگن میں کالے پیلے بچے ناچ رہے ہوں گے ناں۔ ارے پوری نسل ہماری خراب ہوجائے گی۔" خورشید بیگم بھڑک اٹھیں۔

"اماں نسل گورے چٹے ہونے سے نہیں سنورتی اچھی تربیت اور اچھے اخلاق سے سنورتی ہے رنگوں میں تفریق کرکے لوگوں کے ساتھ ہتک آمیز رویہ اپنانا کوئی اچھے اخلاق کی نشاندہی نہیں کرتا۔" اسلم بھی ماں کے بھڑکنے پر بھر کر کھڑا ہوگیا۔

"ہائے میرے مولا...... تو نوبت یہاں تک آپہنچی کہ میری اولاد آج مجھ پر اور میرے خاندان پر انگلی اٹھائے ہائے اس دن کے لیے تجھے پیدا کیا تھا نا ہنجار کہ تو ایک انتہائی معمولی لڑکی کے لیے مجھے رسوا کرتا پھرے۔" خورشید بلک بلک کر رونا شروع ہوگئیں۔

"ارے اسلم تو کیسا نا ہنجار نکلا کیسے ماں کو کھری کھری سنا رہا ہے۔ بدبخت پچھتائے گا باز آجا کیوں ماں کو رلا رہا ہے۔" ثریا بانو خورشید بیگم کو چپ کراتے ہوئے اسلم کو لتاڑنے لگیں۔

"اماں میں رسوا کررہا ہوں نہ رلا رہا ہوں میں بس اتنا کہہ رہا ہوں کہ تلخ لفظوں میں بڑی کاٹ ہوتی ہے ان سے کسی کا دل چھلنی نہ کیا کرو ایسی ہی باتیں اس معصوم لڑکی کے گھر کرکے آئیں تھیں غور کیا تھا اس وقت اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے انہی آنسوؤں کا مداوا کرنا چاہتا ہوں اس کے آنسو مجھے اپنے دل پر گرتے محسوس ہوتے ہیں۔ اس کی بھیگی آنکھیں مجھے بے چین کرتی ہیں اماں بس میں فیصلہ کرچکا ہوں اگر آپ اس لڑکی کے گھر رشتہ لے کر نہیں جائیں گی تو میں بانو آپا کو لے جاؤں گا مگر شادی تو میں مہوش سے ہی کروں گا۔" اسلم اپنا فیصلہ سنا کر جاچکا تھا۔ خورشید بیگم اور ثریا بانو ہک دک سی ایک دوسرے کا منہ دیکھتی رہ گئیں۔

......☆......
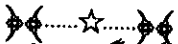
سبز کنگوروں میں گھری گیلری آج رنگ برنگے قمقموں سے سجی ہوئی تھی۔ مٹی میں اٹے بدرنگ پردوں کی جگہ نئے نکور چمچماتے پردوں نے لے لی تھی۔ عمارت کے تنگ زینے میں رونق لگی ہوئی تھی اردگرد کے فلیٹ کے لوگ اپنے اپنے دروازوں کھڑکیوں سے جھانکتے سیڑھیاں چڑھتی دلہن کا دیدار کررہے تھے۔ مہوش اسلم کی ہمراہی میں سج سج سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔ خورشید بیگم اور ثریا بانو منہ پھلائے ان دونوں کے پیچھے پیچھے تھیں۔ سیڑھیاں ذرا ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھیں۔ مہوش کے قدم لڑکھڑائے اسلم نے بے ساختگی کے عالم میں اس کا ہاتھ تھاما پیچھے آتی خورشید بیگم اور ثریا نے بے اختیار ایک دوسرے کو دیکھا۔ دونوں کے چہروں پر ناگواری کے تاثرات سجے تھے۔ اسلم مہوش کا ہاتھ تھامے زینہ چڑھتا چلا گیا خورشید بیگم کے تاثرات ہنوز بگڑے ہوئے تھے۔ منزل آنے پر انہوں

نے فلیٹ کا دروازہ کھولا' اسلم اور مہوش اندر داخل ہوگئے۔

مہوش الجھن اور کشمکش کا شکار تھی۔ اس کا رشتہ غیر متوقع طور پر ہوا تھا' شادی آناً فاناً اور نہایت سادگی سے ہوئی تھی۔ ویسے تو بانو آپا نے اسے اس کے سسرالیوں کی سوچ اور رویے کے حوالے سے پہلے ہی بتادیا تھا' مگر دونوں خواتین نے مسلسل جو سرد رویہ اپنائے رکھا تھا۔ وہ اسے اندر ہی اندر پریشان کررہا تھا۔ اس کا استقبال نہ پھولوں سے کیا گیا تھا نہ مسکراہٹ سے' بس ایک اسلم کا رویہ اپنائیت بھرا تھا' اور اسی اپنائیت کے سہارے وہ اسلم کا ہاتھ تھامے اندر آگئی' کمرا بند ہوتے ہی خورشید اور ثریا کھسر پھسر کرنے لگیں۔

"جو ہونا تھا وہ ہوگیا' اب سمجھداری سے کام لو خورشید اپنے بیٹے سے مزید بگاڑنا تمہارے حق میں اچھا نہیں' بیٹے سے بنا کر رکھو اور بہو پر رعب جما کر رکھو......" ثریا بانو خورشید بیگم کو سمجھارہی تھیں اور وہ زور زور سے سر ہلاتیں نند کے مشورے پلو سے باندھ رہی تھیں۔

☆
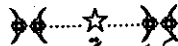
"تم سوچ نہیں سکتی کہ آج تمہیں اس روپ میں اپنے سامنے بیٹھا دیکھ کر مجھے کتنی خوشی ہورہی ہے۔" اسلم مہوش کا ہاتھ تھامے مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا' مہوش نے حیرانگی سے اسے دیکھا' سانولا سلونا رنگ' گندم کی سنہری ڈالی کی مانند دمک رہا تھا۔

"ہم سب کی زندگیوں میں آزمائش کا سفر یقینی ہے' اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ اس سفر کا راستہ کیسے طے کرتے ہیں ہنستے مسکراتے' یا پھر روتے کرلاتے' تم نے جو دکھ سہا ہے وہ دکھ میں نے بھی سہا ہے' باپ کے نہ ہونے کے باعث اولاد کو کیسے کیسے دن دیکھنے پڑتے ہیں یہ میں بخوبی جانتا ہوں' تم نے ماں باپ دونوں کا دکھ جھیلا ہے' مگر اب میں یقین دلاتا ہوں کہ زندگی کے سفر میں تم اکیلی نہیں رہوگی میں ہر مشکل' ہر آزمائش میں تمہارے ساتھ کھڑا ہوں گا۔" وہ لمحے بھر کے لیے خاموش ہوا۔

"مگر آپ کی امی خوش نہیں ہیں اس شادی سے۔" مہوش نے دبے دبے لہجے میں اپنے خدشات کا اظہار کیا' اسلم مسکرا اٹھا۔

"مگر آج خوش نہیں ہیں تو ضروری نہیں کہ کبھی بھی خوش نہ ہوں گی' مہوش ہوسکتا ہے کہ اس گھر میں بھی تمہاری آزمائشوں کا سلسلہ جاری رہے' مگر اس بات کا یقین رکھنا کہ آزمائشیں ہم سے ٹکراتے ہی پاش پاش ہونے اور ہمیں مضبوط کرنے کے لیے ہیں۔ میری ماں ہوسکتا ہے کہ کچھ عرصے تک تم سے ناراض رہے مگر ہمیشہ نہیں' ان کا ہمارے سوا اور ہے ہی کون...... وہ ہماری محبتوں کے آگے ہار بھی سکتی ہیں' ہم ان کے غصے اور ناراضگی کو اپنے حسن سلوک سے ہرادیں گے۔" اسلم نے مہوش کا ہاتھ تھام کر یقین دلایا۔

"میں نے ہمیشہ رب سے ایک ساتھ دینے والا خیال رکھنے والا' محبت کرنے والا مخلص ہمسفر مانگا تھا' اور اس نے مجھے آپ سے ملوادیا' اسلم آپ کا ساتھ رہا تو میں آپ کی امی اور پھوپو کا دل بھی جیت لوں گی۔" مہوش نے ہولے سے مسکراتے ہوئے کہا۔ اسلم کی مسکراہٹ مزید گہری ہوگئی۔

مہوش کو دیکھتے ہی اس کے دل نے سگنل دے دیا تھا کہ یہی ہے وہ لڑکی جو اس کے جیون میں قوس وقزح کے رنگ بکھیر سکتی ہے۔ صورت خوب ہو اس بات کا خبط اس پر سوار نہ تھا۔ اسے دولت کی بھی خواہش نہ تھی' اپنے زور بازو اور قابلیت پر جو یقین تھا اسے چاہ تھی تو ایک محبت کرنے والی خوب صورت دل کی مالک ہمسفر کی' جو آج اسے مل گئی تھی۔ جہاں تک سوال خورشید بیگم اور ثریا بانو کا تھا تو ان دونوں کے ساتھ اس نے بچپن گزارا تھا' دونوں کے ہی مزاج سے خوب آشنا تھا' ان دونوں کے بگڑے مزاج کو کس طرح سنوارنا ہے اسے یہ گر اچھی طرح آتے تھے' فی الحال وہ مہوش کی آنکھوں میں جھلملاتے قوس وقزح کے رنگوں میں کھوتا چلا گیا...... قوس وقزح کے رنگ جو گہری محبت کے رنگ تھے......!

ہومیو کارنر

طلعت نظامی

قے (Vomiting)

ہمارے دماغ کے عقبی اور زیریں حصے میں کچھ مراکز ہوتے ہیں جنہیں (Vomiting Centers) کہا جاتا ہے دماغ کے متعلقہ حصے کو (Medulia Oblangata) سے ملا ہوا دماغی حصہ کہا جاتا ہے قے دراصل بذات خود کوئی مرض نہیں بلکہ نظام ہضم کی خرابی سے پیدا ہوتی ہے۔

قے ہونے کی وجوہات:۔

عضویاتی اسباب (Organic Causes)

نفسیاتی اسباب (Physical Causes)

نفسیاتی اسباب میں کسی ناخوشگوار بو کا احساس یا کسی ناپسندیدہ چیز کا نظارہ شامل ہے۔

عضویاتی وجوہات:۔

مہلک بیماریاں (Melignant Disease)

رسولی کی وجہ سے رکاوٹ

تشنج

معدہ میں کسی قسم کا ابھار یا دانہ پیدا ہوجائیں۔

غذا کی نالی یا معدہ میں پھیلاؤ یا فالج کا اثر ہو۔

قے کیسے واقع ہوتی ہے:۔

قے کے دوران معدے کی دیواریں سکڑتی ہیں تو سینے اور پیٹ کے درمیان عضلاتی دیوار ڈیا فرام تحتی سے نیچے کو دب جاتی ہے اس دوران شکم کے عضلات میں سکڑاؤ پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے فم معدہ Cardiac کھل جاتا ہے اور معدہ میں جو غذائی اجزا وغیرہ ہوتے ہیں قے کی صورت میں خارج ہوتے ہیں یہ اس دباؤ کے نتیجے میں ہوتا ہے جو کہ معدہ پر پڑتا ہے یہ دباؤ سینہ اور شکم کے درمیان عضلاتی دیوار درمیانی عضلات کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس دباؤ کی وجہ سے معدہ میں پیچھے کی جانب مہروں کی وجہ سے ایک دباؤ پیدا ہوتا ہے اس دوران بواب معدہ (Pyloric سوراخ) بند ہوجاتا ہے لیکن دباؤ کی وجہ سے یہ فوراً کھل جاتا ہے تو صفرا اور آنتوں کے اجزا معدہ میں داخل ہوجاتے ہیں جو قے کے ساتھ باہر خارج ہوتے ہیں اور قے کا مرکز میڈولا (Medulla) ہوتا ہے یہ اس وقت کام کرتا ہے جب معدہ سے کوئی ارتعاش اس میں تحریک پیدا کردے اور یہ یاد رہے کہ اس مرکز کا کام اس وقت بھی شروع ہوجاتا ہے جب کوئی نشہ آور چیز یا کوئی زہر اس کے اوپر یعنی میڈولا پر اثر انداز ہو مثلاً مارفین ہیروئن وغیرہ۔

قے کے اسباب:۔

بعض ادویات کے استعمال سے مارفین ارگاٹ Ergot ڈیجی ٹیلس اپی کاک سن کرنے والی تمباکو وغیرہ۔

دماغی رسولی Cerebral Tumor یا دماغی دباؤ کی وجہ سے۔

گردوں کے فیل ہونے سے یا پتھری پیدا ہوجانے کی وجہ سے قے ہوتی ہے اگر گردے فیل ہونے کی وجہ سے قے ہو تو بلڈ یوریمیا Blood Uraemia ہوتا ہے۔

خون میں کیلشیم Calcium کی زیادتی۔

قوت سماعت سے منسلک اعصابی نظام کے متاثر ہونے سے قے کی کیفیت شروع ہوجاتی ہے۔

ایسی خوراک کا استعمال جو معدے میں تکلیف دہ علامات پیدا کردے مثلاً زیادہ چکنائی والی یا باسی اور گلی سڑی اشیا کا استعمال۔

زہر مثلاً آرسینک، فاسفورس وغیرہ۔

نشہ والی ادویات مثلاً الکوحل

معدے کے امراض جیسے معدے کا زخم Gastric Ulcer اور گیسٹرک کینسر Gastric Cancer میں قے کی عام شکایت رہتی ہے۔

پتے کے امراض اور بعض جگر کے امراض میں قے کا پیدا ہونا یعنی صفرا کی پیدائش میں زیادتی۔

آنتوں میں زخم کی وجہ سے۔

اپینڈی سائٹس یا آنتوں کے کیڑے۔

چھوٹی آنت کی رکاوٹ اور معدے کے سرے Pyloric End کی رکاوٹ کی صورت میں بھی قے کی شکایت پیدا ہوجاتی ہے۔

عورتوں میں حمل کے دوران قے یا متلی کی شکایت

پھیپھڑوں کی تپ دق۔

سانس کی نالی میں رکاوٹ کی وجہ سے سخت کھانسی جس کی وجہ سے قے پیدا ہوجائے یا کالی کھانسی کے دورے کے آخر میں قے کی شکایت۔

معدے یا فوطوں پر چوٹ کی وجہ سے قے کا عارضہ لاحق ہوجائے۔

مرکزی اعصابی نظام کی بیماریوں میں قے۔

کسی مخصوص اجزا مثلاً بدبودار، ذائقہ یا دیکھنے میں کسی چیز کا اچھا نہ لگنا، دماغ میں خون کی کمی، دماغ میں پانی بھر جانا، سمندر میں نہانے یا سفر کرنے سے یا گاڑی میں سفر کرنے سے قے ہوجائے، مرگی یا دماغ میں خون کا بہہ جانا، جذباتی خلل، ہسٹریا کی وجہ سے قے ہونا وغیرہ۔

قے کی اقسام:۔ Cerebellat vomit یہ دماغی بیماریوں کی وجہ سے ہوتی ہے اور یہ قے فوراً ہوتی ہے اس میں مریض کو متلی محسوس نہیں ہوتی۔

Cyclie Vomit یہ قے بار بار اور بے ترتیب اوقات میں ہوتی ہے یہ قسم عام طور پر بچوں کو ہوتی ہے۔

Dry Vomit شروع میں متلی محسوس ہوتی ہے اور اس میں مریض قے کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن سوائے گیس کے کچھ خارج نہیں ہوتا۔

Fecal Vomit یہ ایسی قے ہوتی ہے جس میں آنتوں کے اجزا خاص طور پر فضلے کی شکل میں خارج ہوتے ہیں یہ عام طور پر آنتوں کی

بندش یا اپنڈی سائٹس میں ہوتی ہے۔

Hysterical Vomit اس قسم کی قے عام طور پر ہسٹریا کے مریضوں میں ہوتی ہے اسی وجہ سے اس کو ہسٹریکل قے کہتے ہیں۔

Nervous Vomit جب معدے کی کسی بیماری کی وجہ سے اعصابی تناؤ پیدا ہو اور اس کی وجہ سے ہو جائے تو اسے اعصابی قے کہتے ہیں۔

Perinicious Vomit ایسی قے جو حاملہ عورتوں میں موجود ہو اور اتنی شدید کہ اس کی وجہ سے اس کی زندگی خطرے میں ہو۔

Vomit of Pregnancy حاملہ عورتوں کی قے جو عموماً صبح سویرے لاحق ہوتی ہے۔

Progectile Vomit ایسی قے جو کہ پوری قوت سے باہر پھینکی جاتی ہے۔

Black Vomit یہ قے خون کی آمیزش کی وجہ سے ہوتی ہے جو کہ معدے کے جوس میں شامل ہو جاتا ہے۔

Bilious Vomit یہ قے صفرا کی وجہ سے ہوتی ہے۔

Coffee Ground Vomit یہ قے گہرے رنگ میں تبدیل شدہ خون کی ہوتی ہے جس میں معدے کے اجزا شامل ہوتے ہیں اس کا رنگ کافی کی طرح یعنی سیاہی مائل بھورا ہوتا ہے۔

قے کے اجزا اور اس کی نوعیت:۔

قے کے خواص اور اس کے اجزا مرض کی تشخیص کے لحاظ سے نہایت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔

قے کی مقدار Vomit Quantity

اگر قے زیادہ مقدار میں ہو تو اس بات کا امکان ہے کہ معدہ کے سرے Pylorus پر کسی قسم کی رکاوٹ یا اس میں سرطان ہو گیا ہے اس کے علاوہ معدے کے آخری سرے پر رکاوٹ کا باعث بنے تو اس صورت میں بھی قے کی مقدار زیادہ ہوگی اور ترش ہوگی بدبودار ہونے کے علاوہ اس کے اوپر جھاگ موجود ہوگا اگر قے میں زیادہ لیس دار مادہ ہو تو یہ بھی Pyloric سوراخ بند ہونے کی نشانی ہے یا سانس کی نالیوں میں خرابی کی غمازی کرتی ہے۔

قے میں بو Odour in Vomit

قے شدہ مادہ میں کھٹاس کی بو اس میں تیزابیت Acid کی موجودگی کو ظاہر کرتی ہے جو کہ اس مادہ (قے) میں موجود ہوتا ہے لیکن اگر بو ناقابل برداشت ہو تو اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ معدہ کی گزرگاہ Pylorus یعنی آخری سرے پر رکاوٹ کی وجہ سے یہ مادہ آگے نہیں جا سکا جس کی وجہ سے معدہ میں اس کے ٹھہراؤ کی مدت بڑھ گئی ہے اور اس مادہ کے کیمیائی تعامل کا وقت بڑھ گیا Fermantation یعنی عمل خمیر جس کی بنا پر اس مادہ میں مخصوص بو پیدا ہوگئی۔

آنتوں میں رکاوٹ کی صورت میں مریض جو قے کرتا ہے اس میں بھی ایک تعفن ہوتا ہے لیکن یہ بو بھی تعفن فضلہ کی بو سے مشابہ ہوتی ہے اور آنتوں میں رکاوٹ پیدا ہونے کے کافی عرصے بعد اس قسم کی بدبو والے مادے کی قے ہوتی ہے۔

الکوحل یا دیگر قسم کے زہر مثلاً کاربالک ایسڈ اور تیزاب کی موجودگی قے کی بدبو سے معلوم ہو جاتی ہے آنتوں کی جھلی کی سوجن اور آنتوں کی رکاوٹ قے میں فضلے کی بدبو سے ظاہر ہوتی ہے۔

قے کی رنگت Colour

الٹی شدہ مادے میں خون کی موجودگی قے شدہ مادے کو لال یعنی سرخ چمکدار رنگ دیتا ہے مثلاً معدہ میں خون کے جریان Hemorrhage کے بعد ہوتا ہے لیکن اکثر اوقات خون معدہ میں ہی پڑا رہتا ہے جس کی وجہ سے اس خون کی رنگت گہری بھوری Dark Brown ہو جاتی ہے یعنی سیاہی مائل بھورا رنگ ہو جاتا ہے اور کافی Coffee کے رنگ کے مشابہ ہو جاتا ہے یہ رنگ خون سے ایک رنگت پیدا کرنے والا مادہ Acid Hematin قے شدہ مادے میں ردعمل سے پیدا ہو جاتا ہے۔

صفرا Bile بالعموم قے شدہ مادے میں موجود ہوتا ہے جس کی وجہ سے قے شدہ مادے میں مائل کی مقدار بڑھ جاتی ہے جبکہ قے معدہ کے اگلے سرے Cardia کی رکاوٹ کی سے ہو تو قے شدہ مادے میں صفرا Bile نہیں ہوتا اس کے برعکس آنتوں کی رکاوٹ کی وجہ سے قے میں صفرا زیادہ مقدار میں موجود ہوتا ہے جو کہ بھوری رنگت کا ہوتا ہے یہ بھوری رنگت چھوٹی آنت سے خارج شدہ مادے کی بنا پر پیدا ہوتی ہے اور اس میں فضلے کی مانند بو ہوتی ہے قے میں بلغمی مادہ Mucus قے شدہ مادے کو جیلی کی مانند ظاہر کرتا ہے اور یہ قے میں عام طور پر تھوڑی بہت مقدار میں موجود رہتا ہے اگر قے میں بلغمی مادے کی مقدار زیادہ ہو تو یہ پرانی گیسٹرک سوزش کی نشاندہی کرتی ہے۔

بعض حالتوں میں الٹی شدہ مادے میں پیپ Pus بھی ہوتی ہے یہ پیپ منہ کے اندر یا حلق کے اندر پیپ والے زخم سے پیپ نکلنے کی صورت میں قے کے اندر ظاہر ہوتی ہے اس کے علاوہ قے میں یا فتوں کے ٹکڑے Tissues بھی موجود ہوتے ہیں۔

معمولی خون کی دھاری اس بات کی نشاندہی ہے کہ خوراک کی نالی میں جریان خون واقع ہوا ہے کالی کھانسی میں اکثر لیس دار بلغم کے ساتھ خون خارج ہوتا ہے جو کہ سانس کی نالی سے خارج ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ہی قے ہو جائے تو لیس دار مادہ اور خون اکٹھے خارج ہوتے ہیں۔

مذکورہ بالا اجزاء کے علاوہ الٹی شدہ مادے میں کیڑے Parasites یا ان کے انڈے OVA بھی موجود ہوتے ہیں۔

قے شدہ مادے کا ردعمل: Peaction قے شدہ مادے کی تیزابیت کا اندازہ لگانا ہو تو قے شدہ مادے کو Litmus پیپر سے ٹیسٹ کر کے تیزابیت کا پتا چلایا جا سکتا ہے۔

☆☆

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

بیاض دل

میمونہ رومان

ارم کمال...... فیصل آباد

خواہش سے نہیں گرتے پھل جھولی میں
وقت کی شاخ کو میرے دوست ہلانا ہوگا
کچھ نہیں ہوگا اندھیروں کو برا کہنے سے
اپنے حصے کا دیا خود ہی جلانا ہوگا

کرن شہزادی...... مانسہرہ

بات کردار کی ہوتی ہے وگرنہ عارف
قد میں تو سایہ بھی انسان سے بڑا ہوتا ہے

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

میں پہل کروں کہ ادھر سے ہو ابتداء
برسوں گزر گئے ہیں یہی سوچتے ہوئے

ثناء رسول ہاشمی...... صادق آباد

اسی سے جان گیا میں کہ بخت ڈھلنے لگے
میں تھک کے چھاؤں میں بیٹھا تو پیڑ چلنے لگے
میں دے رہا تھا سہارے تو اک ہجوم میں تھا
جو گر پڑا تو سبھی راستے بدلنے لگے

انعم زہرہ...... ملتان

میرا دل اور عہد الفت کو توڑنے والا
آج محبت اور وفاؤں کی بات کرتا ہے

نجم انجم اعوان...... کراچی

نجم انجم ذرا سوچ کے جگ ہنسائی ہوگی
رات کو ملنے سے رسوائی ہوگی
پابندی لگا اپنے محبوب پر......!
چاندنی رات ہے ساری خدائی ہوگی

عاصمہ عبدالمالک...... راولپنڈی

کس طرح چھوڑ دوں تمہیں جاناں
تم میری زندگی کی عادت ہو
داستاں ختم ہونے والی ہے
تم میری آخری محبت ہو

شبنم حنیف...... لاہور

کل بچھڑنا ہے تو پھر عہد وفا سوچ کے باندھ
ابھی آغاز محبت ہے گیا کچھ بھی نہیں
میں تو اس واسطے چپ ہوں کہ تماشا نہ بنے
تو سمجھتا ہے مجھے تجھ سے گلہ کچھ بھی نہیں

حنا ارشد...... لاہور

وہ جنگل کے پھولوں پہ مرتا ہے کیوں
اس کو اچھے لگتے ہیں ویرانے کیوں
محسن جب کبھی چوٹ نئی کھا لیتا ہوں
دل کو یاد آتے ہیں یار پرانے کیوں

تسلیم قادر...... منڈی بہاؤالدین

بہلا نہ پائے دل، سو شکایت بھی چھوڑ دی
خود سے بھی اب فرار کی عادت نہیں رہی
کیا عشق کیا جنوں یہ ہم سے نہ پوچھیے
اس راہ خار دار کی عادت نہیں رہی

ارم ریاض...... برنالی

تمہاری سالگرہ پر دعا ہے یہ میری
کہ ایسا روز مبارک بار بار آئے
تمہاری ہنستی ہوئی زندگی کی راہوں میں
ہزاروں پھول لٹاتی ہوئی بہار آئے

عائشہ نور...... بھیر کنڈ

رفعتیں اور بلندی تجھ پہ ناز کرے
تیری یہ عمر خدا اور بھی دراز کرے
حسین چہرے کی تابندگی مبارک ہو
تجھے یہ سالگرہ کی خوشی مبارک ہو

تبسم بشیر...... ڈنگے

رات اکثر مجھ سے یہ سوال کرتی ہے
کون ہے تیرے دل میں جو تجھے سونے نہیں دیتا

عینی غزل...... ہری پور ہزارہ

مانگنے کا جب ہنر آ جائے گا

پھر دعا میں بھی اثر آ جائے گا
کون دے گا اس کو اتنی چاہتیں
دیکھنا وہ لوٹ کر آجائے گا

طیبہ خاور سلطان...... وزیرآباد

تمہاری سالگرہ کے دن یہ دعا ہے ہماری
جتنے ہیں چاند تارے اتنی ہو عمر تمہاری

وقاص عمر...... حافظ آباد

کیا کہوں دل پہ قیامت سی گزر جاتی ہے
اتفاقاً جو کسی آنکھ میں آنسو چمکے
کتنی غزلوں کو تیرے نام سے منسوب کیا
میری خواہش تھی بھرے شہر میں اک تو چمکے

حیقہ علی اینڈ لائبہ سلطان...... مانسہرہ

بادل جو گرجتے ہیں وہ برسا نہیں کرتے
محسن کبھی احسان کا چرچا نہیں کرتے
آنکھوں میں بسا لیتے ہیں روٹھے ہوئے منظر
جاتے ہوئے لوگوں کو پکارا نہیں کرتے

گل مینا اینڈ حسینہ علی...... مانسہرہ

عمر اس دھوکے میں بیت گئی
یوں نہ ہوتا عدم تو یوں ہوتا

سیدہ لوبا سجاد...... کہروڑ پکا

کی محبت تو سیاست کا چلن چھوڑ دیا
ہم اگر پیار نہ کرتے تو حکومت کرتے

نوشین اعوان...... اٹک

آگہی کا عذاب باقی ہے
کھل گئی آنکھ خواب باقی ہے
وقت تتلی تھا اڑ گیا کب کا
ڈائری میں گلاب باقی ہے

علینہ کنول...... چک جانو کلاں

اس انداز سے اس شخص کے
پیار بھرے جیون کو پڑھا
کہ وہ بھولے سے بھی نہ جان پایا
کہ اس کی ہر ادا سے واقف ہو گیا کوئی

انوش فاطمہ...... ضلع بھکر

وہ خواب تھا سراب تھا میری چاہتوں کا عذاب تھا
میری زندگی کی بھول تھی وہ گناہ تھا یا ثواب تھا
جو بنا کے اپنا بھلا گیا میری زندگی کو مٹا گیا
مجھے کیا خبر وہ کون تھا وہ خار تھا یا گلاب تھا

گلشن چوہدری گل...... گجرات

شکست و فتح تو اک عارضی حوالہ ہے
ہم اپنے ہونے کا اعلان کرنے نکلے ہیں
یہ کارِ عشق ہے ٹکڑوں میں نہیں بٹ سکتا
دل و دماغ کو یک جان کرنے نکلے ہیں

نبیلہ جمیل...... مخدومیوں بہروال

دیارِ دل کی رات میں چراغ سا جلا گیا
ملا نہیں تو کیا ہوا وہ شکل تو دکھا گیا
وہ دوستی تو خیر اب نصیب دشمناں ہوئی
وہ چھوٹی چھوٹی رنجشوں کا لطف بھی چلا گیا

انیلہ طالب...... گوجرانوالہ

حال ہمارا پوچھا ہم سے چلتے چلتے تو نے بھی
سیکھ لیے ہیں بیگانوں کے طور طریقے تو نے بھی
شکوہ شکایت کیا دنیا سے دنیا تو پیارے دنیا ہے
دکھ تو فقط اس بات کا ہے الزام تراشے تو نے بھی

سمیرا اسوانی...... بھیر کنڈ

کب نکلتا ہے کوئی دل میں اتر جانے کے بعد
اس گلی کے دوسری جانب کوئی رستہ نہیں
تم سمجھتے ہو بچھڑ جانے سے مٹ جاتا ہے عشق
تم کو اس دریا کی گہرائی کا اندازہ نہیں

biazdill@aanchal.com.pk

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

بادام کیک

اجزاء:۔

بیکنگ پاؤڈر	3 ٹی اسپون
ونیلا ایسنس	1 ٹی اسپون
چینی باریک پسی ہوئی	چار اونس
اورنج جوس	دو کھانے کے چمچ
دودھ	ایک کھانے کا چمچ
مکھن	پانچ اونس
میدہ	چھ اونس

فروسٹنگ کے لیے:۔

بادام	تین اونس
مکھن نرم شدہ	چار کھانے کے چمچ
براؤن شوگر	دو اونس

ترکیب:۔

ایک پیالے میں مکھن اور چینی ڈال کر اتنا پھینٹیں کہ جھاگ بن جائے۔ اب ایک انڈہ اور ایک چائے والا چمچہ میدہ ملا کر مزید پھینٹیں' اس طرح دوسرا انڈا اور ایک چمچہ میدہ ملا کر خوب پھینٹیں۔ اب جوس اور ونیلا ایسنس ملاتے ہوئے میدہ اور بیکنگ پاؤڈر جو دوبارہ چھان کر رکھا ہو ملا دیں اور مزید نہ پھینٹیں ورنہ کیک پھولے گا نہیں۔ ایک آٹھ انچ کے سانچے میں چکنائی لگائیں اور اس میں میدہ چھڑک کر مرکب اس کے اندر ڈال دیں۔ اب ایک کھانے کا چمچہ میدہ چھلنی میں ڈال کر کیک کی سطح پر چھڑک دیں۔ ایک چھوٹے سے ساس پین میں براؤن شوگر' چار چمچے مکھن' ایک چمچہ دودھ اور چھلکا اترے بادام ڈال کر گرم کریں جب چینی پگھل جائے تو یہ مرکب کیک کے اوپر پھیلا دیں' اوون کو 17c پر رکھ کر پچیس منٹ تک بیک کریں۔ ماچس کی تیلی ڈال کر چیک کریں' صاف نکل آئے تو کیک تیار ہے۔

اوون کے بغیر!

پریشر ککر کا ربڑ نکال دیں اور اس میں ایک چوتھائی ریت پھیلا دیں' اس کے بعد اس پر ایک اسٹینڈ رکھیں اور دس منٹ گرم کریں۔ ڈھک کر پھر کیک کے سانچے کو اسٹینڈ پر رکھ کر ککر کو ڈھک دیں۔ آنچ دھیمی رکھیں اور تقریباً 45 منٹ میں آپ کا کیک تیار ہوگا۔

ہالہ سلیم......کراچی

دم چکن

اجزاء:۔

مرغی	ایک کلو (ٹکڑے کرلیں)
میدہ	ایک کپ
مکھن یا گھی	ایک کپ
کیچپ	ایک کپ
سرکہ	ایک کھانے کا چمچ
مسٹرڈ پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
ووسٹر شائر سوس	1/4 چائے کا چمچ

ترکیب:۔

ایک پین میں گھی یا مکھن گرم کریں۔ مرغی کے ٹکڑوں کو میدہ لگا کر پین میں ہلکا براؤن کر کے نکال لیں۔ کیچپ' سرکہ' ووسٹر شائر سوس' نمک' مسٹرڈ پیسٹ کو ملا کر اسی پین میں تھوڑا سا پکائیں۔ اس کے بعد مرغی شامل کر کے ڈھک کر آدھا گھنٹہ یا جب تک مرغی گل جائے اس وقت تک پکائیں۔ نان کے ساتھ گرم گرم سرو کریں۔

ساجدہ زید......وریووالہ

لذیذ دال فرائی

اشیاء:

مونگ کی دال	ایک پاؤ
سرخ مرچ پسی ہوئی	ایک ٹیبل اسپون

نمک	حسب ذائقہ
ہرا دھنیا تھوڑا سا	باریک کٹا ہوا
تیل	ڈیڑھ کپ
ٹماٹر	دو عدد
گرم مسالا پسا ہوا	ایک ٹیبل اسپون
ہری مرچ	پانچ عدد
سفید زیرہ	ایک چمچہ

ترکیب:

سب سے پہلے دال کو ابال لیں۔ اب ایک دیگچی میں تیل گرم کریں اور اس میں ٹماٹر کاٹ کر ڈال لیں۔ ٹماٹر نرم ہو جائیں تو اس میں پسی ہوئی سرخ مرچ، گرم مسالا، نمک، ہری مرچ اور زیرہ ڈال دیں۔ ہلا کر دال ڈال دیں۔ پھر اچھی طرح بھون لیں۔ کچھ دیر دھیمی آنچ پر پکنے دیں۔ پکنے پر اتار لیں اور کٹا ہوا دھنیا چھڑک کر گرم گرم سرو کریں اور مجھے دعا دیں۔

ارم گل مہر د...... A.K باغ

دال انڈے

اشیاء:

ماش کی دال	ایک پاؤ
ابلے ہوئے انڈے	چار عدد
سفید زیرہ	ایک چمچہ
نمک، مرچ، ہلدی، سوکھا دھنیا	ایک ایک چمچہ
پیاز	درمیانے سائز تین عدد
ہری مرچ	چھ عدد
ٹماٹر	دو عدد
لہسن، ادرک پسا ہوا	دو چمچے
گھی	حسب ضرورت

ترکیب:

آدھا گھنٹہ دال کو بھگو کر رکھیں۔ ایک پتیلی میں پیاز، ہری مرچ، ٹماٹر، لہسن، ادرک ڈال کر حسب ضرورت گھی ڈال دیں اور چولہے پر رکھ دیں۔ جب سب چیزوں کا ہلکا سا لال رنگ ہو جائے تو اس میں نمک، مرچ، ہلدی، پسا ہوا سوکھا دھنیا، سفید زیرہ ڈال کر بھونیں۔ پانچ دس منٹ بھوننے کے بعد اس میں دال ڈال دیں اور دو پیالی پانی ڈال کر پکنے کے لیے رکھ دیں۔ جب پانی ایک پیالی رہ جائے تو قتلوں کی صورت کٹے ہوئے انڈے ڈال کر دال اور انڈوں کو مکس کر لیں۔ جب پانی خشک ہو جائے تو ہرا دھنیا اور گرم مسالا ڈال کر اتار لیں سردیوں میں بے حد مزیدار سالن چپاتیوں کے ساتھ کھائیں۔

درخشاں بی، چوٹالہ

بگھارے دہی بڑے

اجزاء:۔

بیسن	ایک کپ
کھانے کا سوڈا	ایک چٹکی
نمک	حسب ذائقہ
لال مرچ پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
دہی	آدھا کلو
تیل	حسب ضرورت
کری پتے	پانچ سے چھ عدد
زیرہ	آدھا چائے کا چمچ
ثابت لال مرچیں	چار سے پانچ عدد

ترکیب:۔

بیسن میں کھانے کا سوڈا، نمک اور لال مرچ پاؤڈر ڈال کر مکس کر کے پانی سے پھینٹ لیں اور گرم تیل میں پکوڑے فرائی کر لیں۔ سنہری ہو جائیں تو نکال کر پلیٹ میں رکھیں دہی میں نمک ملا کر پھینٹ لیں پکوڑے، دہی میں ڈال دیں۔ ایک فرائنگ پین میں چوتھائی کپ تیل گرم کر کے اس میں ثابت لال مرچیں زیرہ اور کری پتے ڈال کر دہی بڑوں پر اس کا بگھار لگا دیں اور افطاری پر سرو کریں۔

جویریہ ضیاء...... کراچی

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

بیوٹی گائیڈ

روبین احمد

خوبصورتی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے' اور خوبصورتی صرف سفید رنگت یا لمبے کالے بالوں میں نہیں ہوتی' بلکہ صاف ستھری' سادہ اور پروقار شخصیت سب کو خوبصورت لگتی ہے۔ صحت مند چمک دار جلد دیکھنے والے پر اچھا تاثر چھوڑتی ہے۔ خوبصورت نیک خیالات ہمیں ایک قدرتی نور دیتے ہیں' اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بے شمار نعمتیں ہمیں عطا کی ہیں' جنہیں ہم استعمال میں لاکر اپنی شخصیت میں من پسند تبدیلی لاسکتے ہیں۔

چند نسخے حاضر خدمت ہیں

گھریلو موئسچرائزر۔

1۔ چٹکی برابر شہد میں پسی ہوئی ہلدی ملائیں اور چہرے پر لگائیں' ۱۰ منٹ بعد دھولیں۔

2۔ سلاد کے آٹھ دس پتوں کو اچھی طرح دھوکر ایک گلاس پانی میں ابال لیں اور ٹھنڈا ہونے پر چھان کر بوتل میں بھرلیں اسے ہلکے ہاتھوں سے لگاکر کچھ منٹ بعد ٹشو سے صاف کرلیں۔

گھریلو اسکن لوشن:۔

بادام کی گری چالیس گرام چھلکا اتار کر پیس لیں' عرق کافور آدھا گرام' عرق چندن ۲۵ ملی لیٹر' عرق گلاب ۲۵ ملی لیٹر۔ خوب اچھی طرح ملاکر چھان کر بوتل میں بھرلیں۔ دن میں دو تین بار لگانے سے کچھ ہی دنوں میں جلد کے داغ دھبے اور چھائیاں دور ہوجائیں گی۔

3۔ نیم گرم پانی میں لیموں کا رس یا سرکہ دو بڑے چمچ ملاکر گیلے بالوں میں آہستہ آہستہ لگائیں۔ دس منٹ بعد سادہ پانی سے دھولیں' بہترین کنڈیشنر ہے' استعمال کریں اور دعائیں دیں۔

چہرے کی چھائیاں دور کرنے کے لیے یہ نسخہ استعمال کریں

لیموں کا ٹکڑا آٹھا' ہلدی آدھا چمچ اور بیسن دو چمچے ملاکر پیسٹ بنالیں اور اس کا ماسک چہرے پر لگائیں' دو تین بار ماسک کرنے سے چہرے کی چھائیاں دور ہوجاتی ہیں' جلد کو نرم وملائم رکھنے کے لیے روزانہ رات کو زیتون کے تیل میں لیموں کا رس ملاکر چہرے اور گردن کی مالش کریں اور صبح منہ دھولیں' لیموں کا عرق ہاتھوں' پیروں' گھٹنوں' کہنیوں اور پیر کے تلووں پر بھی میل صاف کرنے کے لیے لگایا جاتا ہے' کچھ دیر کے لیے لیموں کے کٹے ٹکڑوں سے عرق گلاب لگادیں اور پھر صاف پانی سے دھولیں' لیموں کے عرق سے کھال کی قدرتی تیزابیت قائم رہتی ہے جس کی وجہ سے بیکٹریاں پیدا ہوکر کھال پر چپکے نہیں پڑتیں' کھردرے تلووں کی صفائی کے لیے تلووں پر کچھ دیر کے لیے گلیسرین میں لیموں کا عرق ملاکر چھوڑ دیں' پھر پیروں کو دس منٹ کے لیے گرم پانی سے ڈبوئے رکھیں' اس کے بعد تلووں کو جھانوے سے رگڑ کر صاف کرلیں' اگر تھکن کی وجہ سے پیروں پر سوجن آگئی ہو تو غسل کے بعد پیروں پر لیموں کا عرق مل دیں۔

بعض خواتین کے ناخن ٹوٹتے ہیں' ان کو چاہیے کہ وہ لیموں کا رس پئیں' ناخن جسم میں کیلشیم کی کمی سے بھی ٹوٹتے ہیں' لیموں کے عرق میں پھٹکری ملاکر اس محلول کو روئی کے ساتھ ناخنوں پر لگائیں' پندرہ منٹ بعد ہاتھ دھوکر لیمن کریم لگائیں۔ اس سے ناخن صاف اور ملائم ہوجاتے ہیں' لیموں کے چھلکے کو گردن' ہاتھوں اور دانتوں پر ملنے سے رنگ نکھرتا ہے اور دانت چمکتے ہیں۔

اگر چہرے پر بہت سا تیل نظر آئے تو ایک لیموں کاٹ کر چہرے پر مل لیجیے' جلد صاف نظر آئے گی' لیموں کا عرق چہرے کی جلد کو سکوڑتا بھی ہے جس سے جھریاں نہیں پڑتیں۔

عائشہ سلیم...... کراچی

ہاتھوں کی حفاظت

اکثر گھریلو کام کاج کی وجہ سے ہاتھوں کی جلد بدنما ہوجاتی ہے' بعض خواتین کے ہاتھوں پر سیاہ لکیریں پڑجاتی

ہیں' ناخن میلے اور ٹوٹنے لگتے ہیں جن کو دیکھ کر دوسروں کو بڑی کوفت ہوتی ہے۔ خود اپنے ہاتھ دیکھ کر شرم سی محسوس ہوتی ہے۔ گھر کا کام ہر عورت کرتی ہے لیکن کچھ طریقے اپنا کر بہت سی چیزوں سے بچا جاسکتا ہے۔

گھر کا کام کرتے وقت خاص طور پر برتن اور کپڑے دھوتے وقت ہاتھوں پر پلاسٹک کے دستانے ضرور پہن لیں' یہ ہاتھوں کی مکمل حفاظت کرتے ہیں۔

کام کرنے کے بعد ایسی کریم کی مالش کریں جس میں لینولیشن شامل ہو۔

عرقِ لیموں میں ہم وزن گلیسرین ملا کر اس میں ایک چھوٹا چمچ بورک ایسڈ ملا کر اچھی طرح یک جا کرلیں اور شیشی میں بھر کر رکھ دیں۔ ہاتھ دھونے کے بعد دن میں دو یا تین بار استعمال کریں' ہاتھوں کو نرم' چکنا اور رنگت نکھارنے کے لئے بے مثل ہے۔

خالص روغنِ بادام کی مالش کریں رات کو سوتے وقت۔

عرقِ گلاب' لیموں اور گلیسرین ہم وزن ملا کر ایک شیشی میں رکھ دیں اور اس کی مالش کریں۔ ہاتھوں کے لئے بہترین ہے۔

مہینے میں ایک یا دو دفعہ ہاتھوں پر بلیچ یا پالش کر کے ہاتھوں کا مساج کریں کسی چکنی کریم سے پھر اس کا رزلٹ دیکھیں۔

بالائی میں لیموں کے چند قطرے اور ایک چٹکی ہلدی ملا کر ہاتھوں اور بازوؤں کی مالش کریں۔ بہت نرم اور صاف ستھرے ہاتھ ہوں گے۔

تھوڑی سی چینی میں تھوڑا سا سرسوں کا تیل لے کر اس کی ہاتھوں پر مالش کریں۔

دہی اور بیسن مکس کر کے ہاتھوں اور بازو پر مالش کریں بہترین نسخہ ہے۔

بالائی میں گیہوں کا آٹا مکس کر کے پیسٹ بنالیں پھر اس کو ہاتھوں اور بازو پر ابٹن کی طرح ملیں پھر اس کا جادوئی اثر دیکھیں۔

سدرہ شاہین...... پیرووال

بالوں کی حفاظت اور افزائش

آج کل اکثر خواتین کو بال گرنے کی شکایت رہتی ہے' اس کی بڑی وجہ گرمی اور دھوپ ہے۔ دھوپ دماغ پر بہت برے اثرات مرتب کرتی ہے' جس کی وجہ سے ذہنی کمزوری کے باعث بال گرنے لگتے ہیں۔

آئل بالوں کے لیے ایک ٹانک کی حیثیت رکھتا ہے ذہنی کمزوری دور کرنے کے لیے آئل بہت مفید ہے۔

بالوں کی افزائش کے لیے ہفتے میں ایک بار حنا واش لازمی کرنا چاہیے اور سر کی گرمی' بال لانبے' گھنے اور چمکدار بنانے کے لیے حنا میں آملے پیس کر ملالیں اور سر میں 3 گھنٹے کے لیے لگا رہنے دیں۔ کچھ ہی عرصے میں آپ واضح فرق محسوس کریں گی۔

گرتے ہوئے بالوں کے لیے دہی میں انڈا اور سرسوں کا تیل ملا کر لگائیں' انشاء اللہ افاقہ ہوگا۔

آملہ' ریٹھا' سیکا کائی ہم وزن لے کر رات کو پانی میں بھگولیں۔ صبح پیس کر سر میں لگالیں' بال گھنے اور چمکدار ہوجائیں گے۔

لانبے بالوں کے لیے دہی میں کلونجی ملا کر لگالیں۔

سر میں خشکی' سکری دور کرنے کے لیے مہندی میں کلونجی ملا کر لگالیں۔

جوئیں ختم کرنے کے لیے نیم کے چند پتے لیں اور پانی میں بوائل کرلیں اس پانی میں سر دھوئیں۔

اریبہ منہاج...... کراچی

نیرنگ خیال

ایمان وقار

سالگرہ ہے من دھرتی
کے راج کوی کی!!

سنو! کیسی نشاط ہے یہ
بتلاؤ کیسا جشن ہے
ہے آہٹ ہر سو خوشیوں کی
گوں ناگوں دھنک جیسے
پیراہن ہیں چاہت کے
محبت اور مروت کے
جذبوں سے لیس ہیں پیمانے
خوشیوں کے بہتے جھرنے ہیں
اور پھولوں سے مہکے گلشن
ناقوں سے معطر..... دل کی نگری
شاد بھی ہے آباد بھی ہے
ان دلکش داستانوں سے
ان روشن الفاظ سے
جو کندہ ہیں قرطاس پر!
منبع ہیں ان کے وہ اذہان
جو بے مثل اور بے نظیر
لکھنے والے لکھتے ہیں
ملفوف ہیں غائر معنوں میں
ہر قوم ہیں اس جریدے پر
جو ہے جہاں کا راج کوی!
اچھا تو ہے یہ سالگرہ
من دھرتی کے من مائل کی!
امیدوں کے کاجل کی
میری ژولیدہ زلفوں پر
سلیقے سے بکھرے ہوئے
میرے بہت ہی پیارے
آنچل کی.....!
سالگرہ مبارک آنچل.....!

اقراء حفیظ۔ ہری پور

تمہارے نام.....!

سنو.....!
اے آنچل
میں جانتی ہوں
آج تمہاری سالگرہ ہے
یہ تو صرف ایک دن ہے.....
تمہارے لیے تو ایک دن بہت کم ہے
میری نظر میں ہر دن تمہارا ہے
یہ دن تو سال میں صرف ایک دن آتا ہے
مگر تمہارا ساتھ تو ہر دن میرے ساتھ ہوتا ہے
تو پھر.....!
میں تمہیں صرف اپنا ایک دن ہی کیوں دوں
ہاں سنو.....!
آنچل.....!
آج سے میرا ہر دن
ہر پل.....!
ہر لمحہ.....!
تمہارے نام ہے!
میرا محبوب آنچل.....!
جس کے تصور سے دل دھڑکے
جس کی جدائی سے آنکھوں میں آنسو آئیں
جو دعا بن کے ہتھیلیوں میں آ جائے
جس کی جدائی سہی نہ جائے
جس کے دم سے زندگی میں امنگیں ہوں
جو زندگی میں بہار بن کے آ جائے
وہی تو ہے جو دل کا مہمان ہے
میری جند ہے میری جان ہے
ہاں! آنچل ہی تو میری آن ہے.....!

وقاص عمر..... حافظ آباد

غزل

غرض کا داؤ چل گیا ہوگا
دل کا عالم بدل گیا ہوگا
وہ جو بے کل تھا اور تڑپتا تھا
آخرش سنبھل گیا ہوگا
ایک کانٹا سا چبھ رہا تھا عشق
اب وہ کانٹا نکل گیا ہوگا
خواب ٹوٹا ہے کوئی کھلونا نہیں
نہ دل یہ بچہ کہ بہل گیا ہوگا
کس کی خاطر مسکرائیں ہم؟
غم کا دریا ابل گیا ہوگا
دل خوش فہم کو تھیں امیدیں
کہ کوئی رستہ نکل گیا ہوگا
شب سے پہلے صبح نہیں آتی
کل کیا سورج نکل گیا ہوگا؟

سباس گل۔رحیم یار خان

انسانیت

انسانیت یوں تو اب عام نہیں
پر اپنی وہ کچھ شان نہیں
زندگی سہل اپنی ہم چاہتے ہیں
پر اس میں ہم کچھ کامیاب نہیں
قصور وار کس کو ہم گردانتے ہیں
کیا یہ سب کچھ اپنا کمال نہیں
اب بھی وقت کچھ بگڑا نہیں
نرمین انسانیت میں ابھی زوال نہیں

نرمین سرحیو

غزل

دل کی بربادی کا قصہ مختصر کہنا اسے
اک دیوانی پھرے ہے دربدر کہنا اسے
اے صبا پہلے تو مل کر پوچھنا اس کا مزاج
پھر جو گزری ہے ہماری جان پر کہنا اسے
پوچھتی ہیں جب کبھی تنہائیاں اس کا پتہ
سوچتے رہ جاتے ہیں دیوار ودر کہنا اسے
یوں فری کچھ لوگ کہہ جاتے ہیں اپنے دل کی بات
اشک سے کرتی ہوں دامن تربتر کہنا اسے

فریدہ فری یوسف زئی۔لاہور

فرسٹ اپریل

سنا ہے فرسٹ اپریل ہے
سبھی ہیں متفق اس بات پر
کہ سارے جھوٹ بولیں گے
کچھ ایسی ہی مہارت سے
کہ سامع کو حقیقت کا
گماں ہونے لگے اس پر
ذرا سوچو تو پہلے ہی
ہماری گفتگو میں
سچ کا یہ عنصر ہی کتنا ہے
کوئی ایسا بھی دن ہے سال میں
جب ہم نے اپنے ذہن میں
سازش نہ سوچی ہو
کسے نیچا دکھانا ہے
کسے اب زیر کرنا ہے
ہمیں تو چاہیے کہ سال میں ایسا بھی دن رکھیں
کہ جب طے ہو کہ ہم نے آج کے دن سچ ہی کہنا ہے
کوئی نفرت نہیں رکھنی
کوئی سازش نہیں کرنی
کسی کو منفعت کے واسطے
دھوکا نہیں دینا
چلو یہ عہد کرتے ہیں کہ
سارے تین سو پینسٹھ دنوں میں
آج کے دن ہم ہمیشہ سچ بولیں گے......!

مہک۔گوندی

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

غزل

جذبات کے کچھ لمحے چرا کیوں نہیں لیتے
موقع ہے غنیمت' مزا کیوں نہیں لیتے
میں نے تجھے چاہا کیا خطا ہے میری
گر محبت جرم ہے تو سزا کیوں نہیں دیتے
میں پھول ہوں اگر تو سہرے پہ سجا لے مجھ کو
کانٹا ہوں تو مٹی میں ملا کیوں نہیں دیتے
جان نجم تجھ کو میں نے بنالیا......!
تم اپنی جان مجھ کو بنا کیوں نہیں لیتے
دنیا کی بھیڑ میں کہیں گم ہو جاؤں نہ صنم
تم دل میں اپنے مجھ کو چھپا کیوں نہیں لیتے
جرم عشق تو ثابت ہو چکا مجھ پر
یارو مجھے پھانسی پہ چڑھا کیوں نہیں دیتے
پردیسی تو اک روز وداع ہو جاتے ہیں نجم
انجام محبت بتا کیوں نہیں دیتے......!

نجم انجم اعوان۔ کورنگی کراچی

"اپنے پیارے ابو جی کے نام"

خدا کرے تیری ہر اک نیکی کا تجھ کو صلہ ملے
اجر و ثواب ملے جزا ملے دعا ملے
ادا کرے ہادی برحق ﷺ تیرے حق میں شفاعت کریں
جام کوثر کا پیالہ بھی تجھ کو سجا سجایا ملے
خدا کرے تیرے نئے گھر میں کھڑکیاں ہوں جنت کی
کروٹ کروٹ تجھے انہی کھڑکیوں سے ہوا ملے
خدا کرے ہر کھڑکی سے خوشبوؤں کی پھوار پھوٹے
یہی خوشبوؤں کی پھوار تجھ کو سدا ملے
خدا کرے تیرے نئے گھر میں بسیرا ہو روشنی کا
تجھے شیش محل سے دوگز کا گھر جدا ملے
خدا کرے تیرے لیے جنت کے سب دروازے کھلیں
سبھی دروازوں سے تجھے "جنتی" کی صدا ملے
(آمین ثم آمین)

چندہ چوہدری۔ ضلع ایبٹ آباد

داستان غم

تم سن رہے ہو دوستو
میری داستان غم
میری ذات میں تھے کبھی
تتلیوں سے رنگ
نٹ کھٹ شرارتی تھی
کھیلتی تھی سہیلیوں کی سنگ
تم سن رہے ہو دوستوں
جو عمر خوابوں کی تھی
میں دیوانی کتابوں کی تھی
بابا کی رانی ماں کی بٹیا
بھیا کی گڑیا آپی کی لاڈو تھی
تم سن رہے ہو دوستو......!
میری داستان غم......!
اک روز اک چہرہ نظروں میں آ سمایاں
روح میں اسے اتارا قلب میں اسے بسایا
اپنے صادق پوشیدہ جذبوں کا
اسے بھی نہیں بتایا
محدود خود تک رکھا
سب سے تھا اسے چھپایا
تم سن رہے ہو دوستوں......
میری داستاں غم......!!
نہ جانے کب پھیلی یہ خبر زمانے میں
اسے رکھ دیا گیا سماج کے پیمانے میں
یہ گناہ مجھ سے سرزد جب ہوا
میری ذات پر عذابوں کا
اک بوجھ آن گرا
میری ساری خوبیاں
پس پشت چلی گئیں
میرے اپنے عزیزوں کی
نظریں بدل گئیں
تم سن رہے ہو دوستوں......
میری داستاں غم......!!

جن اپنوں کی توجہ نے مجھے
اعتماد بخشا تھا
جن کے مان واعتماد نے مجھے
ممتاز کیا تھا
اک روز انہی پیاروں نے
اک مژدہ سنایا تھا
مجھے اک قفس کا قیدی بنایا تھا
تم سن رہے ہو دوستوں......
میری داستاں غم......!!
میں قفس میں مجھے قید کیا
اس سے رہائی کا رستہ بھی ہے
مگر......!!
میں خود جو قید ہوگئی اپنی ذات تنہائی میں
جہاں روز اپنے ضمیر سے الجھتی ہوں
اپنوں کی بے اعتنائی پہ روز سسکتی ہوں
میری ذات کا غرور ٹوٹا مسکان چھن گئی
میری ذات آہستہ آہستہ مٹی مٹی ہوگئی
تم سن رہے ہو دوستوں......
میری داستاں غم......!!
اب نہ کوئی روزن ہے
اور نہ کوئی سہارا ہے
اپنی ہی ذات میں تڑپتی
اک لڑکی بے سہارا ہے
اس میں کچھ نیا نہیں وہی
بنت حوا کی پرانی
داستان الم ہے
اے دوستو میری بھی
یہی داستان غم ہے......!!

شمع مسکان۔ جام پور

راز

یہ موسم کے بدلنے کا
راز تو معلوم ہے
انجم
مگر تمہارا بدلنا
میری سمجھ میں نہیں آیا
انجم......!

ایمن وقار۔

ادھوری تحریر

میں جب بھی کچھ لکھنا چاہتا ہوں
تو تیری تصویر اچانک میری
آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے
اور میں یونہی گم صم ہوکر
تیرے عکس کو تکتا رہتا ہوں
اور پھر کافی دیر
تک سوچوں کے دھاروں
پہ بہتا ہوا کہیں دور
پہنچ جاتا ہوں
اور ہمیشہ
اس طرح میری تحریر
ادھوری رہ جاتی ہے!!

نعیم النصر ہاشمی۔ جھنگ صدر

غزل

میں چاہے بھٹکتی رہوں گی راہوں میں ساری عمر
بے وفا تیرے نام کا اب دل کو سہارا نہ دوں گی
چاہے پھر کبھی کوئی خوشی نہ دیکھ پائیں آنکھیں میری
تیرا خواب اپنی آنکھوں کو دوبارہ نہ دوں گی
بھلادوں گی تجھے گزرے وقت کی طرح
کبھی اپنے نام کے ساتھ نام تمہارا نہ دوں گی
تو خود ہی لائے گا اپنی حقیقت زمانے کے سامنے
کسی کو میں تیری طرف اشارہ نہ دوں گی
اجازت کبھی نہ دوں گی اپنی آنکھوں کو تمہیں دیکھنے کی
اپنے دل کو اب اور خسارہ نہ دوں گی

ارم شہزادی۔ ڈی جی خان

غزل

تیری اک نظر الفت سے ہی مجھے قرار آجائے
میری کسی ادا پر ہی شاید تجھے پیار آجائے
جب سے بچھڑے ہو میں خزاں رسیدہ درخت کی طرح ہوں
لوٹ آؤ کہ شاید مجھ پہ بھی بہار آجائے
اک امید کے سہارے تیرے گرد محو سفر ہوں
کہ تیرے چاہنے والوں میں شاید میرا بھی شمار آجائے
کیسے مسیحا ہیں اس شہر کے سوچ کے ہنسی آتی ہے
انتظار میں بیٹھے ہیں کہ شاید کوئی بیمار آجائے
پاؤں جل گئے ہیں تپتے صحراؤں کے سفر میں لیکن
امید کے دیئے روشن ہیں کہ شاید کوئی بازار آجائے
میں تو مر بھی نہیں رہی اسی آس میں اب تک
نگاہیں منتظر ہیں کہ شاید کوئی تیمار دار آجائے
دروازے بند نہیں کرتی میں اپنے گھر کے کبھی
کہ اس اندھیر نگری میں شاید کوئی طلبگار آجائے
لوگ حیران ہیں کہ ویرانوں کو کیوں کھوجتی ہوں میں
ارے! میں تو منتظر ہوں کہ شاید کوئی بچھڑا ہوا یار آجائے
بہت رلایا ہے اس بے مروت زمانے کے کنول کو
اب کب سے سجدے میں ہوں کہ شاید رب کی پکار آجائے

مدیحہ کنول سرور۔ چشتیاں

بے حسی

بعض لوگ
دکھوں کی ایسی دلدل میں رہتے ہیں
کہ انہیں
خوشبو بھری بہار کے آنے کا
کانٹوں بھری خزاں کے جانے کا
احساس تک نہیں ہوتا
اتنے تنہا ہوتے ہیں
دکھ لپٹ کے سوتے ہیں
کہ ان کا اپنا آپ بھی
ان کے پاس نہیں ہوتا

فصیحہ آصف خان۔ ملتان

غزل

میرے چہرے کے نقش اپنی آنکھوں سے نہ مٹا سکو گے
لاکھ کوشش کرو ہمیں بھلانے کی نہ کبھی بھلا سکو گے
آنکھوں سے آنسو بن کر ہم جو بہنے لگیں
اشکوں کے اس سیلاب پر قابو نہ پا سکو گے
ہماری یادوں کے سائے اندھیروں میں بھی ہوں گے ساتھ
چاہ کر بھی ہم سے نہ دامن چھڑا سکو گے
کرلو گے جو بند آنکھیں تو خوابوں میں بھی ہم ہی ہوں گے
ہم راز ہیں اک ایسا جس کی حقیقت نہ پا سکو گے
اپنی چاہتوں کا مرکز تم نے ہے اگر ہمیں بنایا
پانا چاہو گے اگر تم تو ہمیں نہ پا سکو گے
ہماری دل دکھانے والی یادیں ہم نے کردی ہیں تیرے نام
میرا نام درد دل ہے اس درد کی کبھی تم نہ کسک ہٹا سکو گے

کائنات ظفر...... لاہور

نظم

بہت آساں نہیں ہوتا
اسی کو بے وفا کہنا
کہ جس کے ساتھ چلنے کے ہزاروں خواب دیکھے
ہوں
کہ جس کو ٹوٹ کے چاہو
اسے دل سے بھلا دینا
بہت آساں نہیں ہوتا
محبت میں......
یونہی رستہ بدل لینا

دعائے سحر...... فیصل آباد

biazdill@aanchal.com.pk

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

پیا جی کے نام

رفیق جی آپ کی برتھ ڈے یکم مئی کو ہوگی مگر ہم آپ کو ایڈوانس "مبارک باد" دیتے ہیں' آپ کی وائف یعنی ہم آپ کی برتھ ڈے کا شدت سے انتظار کررہے ہیں تاکہ تگڑا سا گفٹ وصول کرسکیں۔ (ہاہاہا) یونو IRealyLoveU میری دعا ہے کہ اللہ آپ کو لمبی عمر عطا فرمائے (آمین) اور میری ہر خوشی آپ سے جوڑ دے۔ فقط آپ کی......!

تانیہ رفیق ملک' کہروڑپکا

امن فاطمہ کے نام

السلام علیکم! لاڈو کیسی ہو آپ؟ میں نے سوچا اس بار سالگرہ آنچل کے ذریعے وش کی جائے۔ چار مئی کو آپ کی سال گرہ ہے' اللہ تعالیٰ کی ذات پاک آپ کو دونوں جہاں میں عزت اور کامیابی عطا فرمائے' آپ کو صحت و تندرستی والی عمر درازی عطا کرے' سچی خوشیاں نصیب فرمائے آمین۔

پپی برتھ ڈے ٹو یو
تحفے کی کیا بات ہے تحفے ہزار حاضر
جیو ہزار سال تمہیں سالگرہ مبارک

گفٹ بھی ملے گا' حوصلہ رکھو' بس خوش رہا کرو' یاد رہے قیصر آپا آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں' آپ آنچل کی قیمت ہی نوے اور سو روپے بھی کردیں ہم پھر بھی خریدیں گے باقی اللہ تعالیٰ کی ذات بہتر کرے۔ ہم ہمیشہ آپ کے ساتھ ہیں بشرطہ زندگی۔ اپنا خیال رکھنا میرے لیے۔

مدیحہ گل۔ فیصل آباد

آنچل کی سہیلیوں کے نام!

السلام علیکم آپ آنچل ریڈرز السلام علیکم' ماہ طلعت' پروین افضل' ارم کمال' مدیحہ مہک' کوثر خالد' کرن شہزادی' گل مینا اینڈ حسینہ' اقرا جٹ' ملالہ اسلم' ہادی یاسمین' شازیہ اختر' حنا ارشد' اقرا ممتاز' عائشہ پرویز' ماریہ کنول ماہی' انیلا طالب' فریدہ فرید' دلکش مریم' صباذر گر' زوشی وفا' پاکیزہ علی' رقیہ ناز اور علشبہ نور میں آپ سب سے دوستی کرنا چاہتی ہوں پلیز مجھے بھی اپنی دوست بنالیں میرا آنچل میں کوئی دوست نہیں شکریہ۔

تبسم بشیر۔ ڈنگہ

"ڈیئرسٹ سسٹر مریم کے نام......"

یکم مئی کو ہماری بہنا کا برتھ ڈے ہوتا ہے اور چھٹی ہوتی ہے سب اس کے برتھ ڈے پر گھر میں ہوتے ہیں سلیبریٹ کرنے کا مزا دوبالا ہوجاتا ہے' اگر آپی سمیرا' معظم' ماریہ اینڈ علی کا برتھ ڈے ہوتا تو ان سب نے رولا ڈال دینا تھا جلدی کرو جلدی کرو کیک کاٹ بھی لو ہم لیٹ ہورہے ہیں' ہم تھکے ہوئے ہیں' پلیز صبح کیک کاٹ لیں گے' میرے آنے سے پہلے کیک کاٹا تو میں برتھ ڈے میں ہی نہیں آؤں گا' لیکن یہ جو میری لاڈو بہن "مریم" ہے اس کی طرف سے کوئی ٹینشن نہیں ہے جو مرضی ہوجائے لیٹ ہو کہیں آنا جانا ہو کیک ٹائم پر کاٹ کر جائے گی باتیں تو ختم نہیں ہوں گی چلیں ہم سب مل کر برتھ ڈے وش کریں ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ہیپی برتھ ڈے ٹو یو مریم جانی وی لو یو آلاٹ' اللہ تمہارے نصیب اچھے کرے' ڈھیروں خوشیاں دے' ہمیشہ پھولوں کی طرح مہکتی رہو اللہ تمہیں ہر شعبہ زندگی میں کامیاب کرے (آمین) آپی سمیرا' معظم' ماریہ کہہ رہی ہیں اگر گفٹ چاہیے تو چائنیز رائس تیار رکھنا اور علی کہہ رہا ہے چکن پاستا' ماما کہہ رہی ہیں چائے' بابا کہہ رہے ہیں شوارما' خوش رہو۔

عظمیٰ بٹ' سمندری

تمام آنچل فرینڈز کے نام......!

السلام علیکم! آپیوں' باجیوں' آنٹیوں' ماسیوں' کیا حال چال ہے امید کرتی ہوں سب فٹ فاٹ ہوں گے' پہلی دفعہ آنچل میں لکھنے کی ہمت کی ہے امید ہے میرا خط شائع کرکے میری حوصلہ افزائی کی جائے گی' دیکھو آج میں نے لکھنا شروع کیا ہے تو لائٹ ہی چلی گئی ایمرجنسی لائٹ کے ساتھ لکھ رہی ہوں نجم انجم آپی' پروین افضل آپی' مینا خالد' ام رہبر' تمنا بلوچ' شیز بلوچ' دلکش مریم' حنا قریشی' اقرا' ہمیرا سواتی' عترہ یونس' فاخرہ گل آپی' مدیحہ آپی' انیلا طالب آپ سب مجھے اچھی لگتی ہیں اور میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں کیا مجھے آپ کے دل میں جگہ مل سکے گی' اور بھی جو ہم سے دوستی کرنا چاہتا ہے تو ہم حاضر ہیں دوستی کے لیے جناب پروین آپی میں آپ کے لیے دعا کرتی ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اولاد جیسی نعمت سے نوازے' آمین' فاخرہ گل آپی آپ کی امی کے بارے میں جان کر بڑا دکھ ہوا اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے' آپی آپ نے اتنے دن ہوئے انٹری نہیں دی' پلیز جلد آجائیں نہ مینا خالد آپ کی وہ مزمل کزن کراچی میں رہتی ہیں کیا اور ان کے شوہر فوجی ہیں' اچھا جی سب فرینڈز اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اچھا رب رکھا۔

اقرا رشید اینڈ ہمیرا فردوس۔ گاؤں بٹر

چک بنگلی والوں کے نام......!

السلام علیکم! کیا حال ہے سائرہ ارم' کیسی گزر رہی ہے زندگی' اور کوئی نئی تازی' کبھی یاد ہی کرلیا کرو' میری یاد تمہیں کبھی نہیں آتی' ہے ناں' ہمرم' مریم پروین کیا حال چال ہیں' کہاں گم رہتی ہو آج کل' ممتاز

بھائی اور نبیلہ بھابی اللہ عزوجل آپ کو صحت زندگی خوشیاں اور کامیابیاں عطا کریں' آپ دونوں ہمیشہ خوش رہیں (آمین) اور یہ زینی' سلمٰی تم لوگ کیا منہ پھلا کر بیٹھے ہو۔ لوئے خوش رہو اپنے خرچے پر ہمیشہ۔ سائرہ اور خرم بھائی آپ کی جوڑی سلامت رہے (آمین) افضال اللہ عزوجل تمہیں خوشیاں' کامیابیاں اور بے شمار محبتیں عطا کرے۔ (آمین) آئی لو یو میرے بھائی' میرے ننھے دوست۔ جو جون کو نبیلہ آپی آپ کی برتھ ڈے ہوتی ہے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو اللہ کا کوئی بہت خاص انعام ملے آپ کو۔ (آمین) ارے بلال بھائی یہ آپ کیا بے بھری نظروں سے دیکھ رہے ہیں اللہ رب العزت آپ کو بھی صحت و زندگی عطا کرے آمین۔ اللہ عزوجل میری پوری فیملی اور تمام دوستوں کو صحت' زندگی' خوشیاں' ترقیاں عطا فرمائے اور سب کی جائز خواہشات پوری کرے (آمین) اللہ رب العزت میرے بابا جانی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دینا' انہیں عذاب قبر سے محفوظ رکھنا' ان کے لیے پل صراط پر آسانی پیدا فرمانا اور میرے بابا جانی کو جام کوثر کا ذائقہ چکھانا (آمین ثم آمین) وارننگ خاص...... افضال احمد اینڈ میرے پیارے عثمان احمد شانی کبھی کتاب بھی ہاتھ میں پکڑ لیا کرو۔ اگر کسی نے منع کیا تو مجھے بتانا او کے سب مجھنا چیز کو دعاؤں میں یاد رکھنا۔

تانیہ الطاف اعوان۔ راولپنڈی

نجمہ نذیر کے نام

السلام علیکم اہل آنچل! نجمہ نذیر میں زندہ ہوں اور تم سب میرے دل میں سانس لیتی ہو۔ میں کسی کو بھول نہیں سکتی۔ آج کل میں ذہنی طور پر تو میسر ہوں مگر جسمانی طور پر سلامت ہوتے ہوئے بھی معذور ہوں۔ وجہ فون پر پوچھ لینا۔ صرف سلسلے پڑھ پاتی ہوں' تمہیں شادی مبارک ہو' میری بیٹی کی بھی شادی تھی اپریل میں' مگر اب سردیوں تک ملتوی ہو گئی ہے۔ نذیر میں نے اپنا نام بدل لیا ہی اب میں سودائے محمد سردار ہوں' اسی نام سے سب پکاریں۔ خط ضرور شائع کیا جائے آپ کی اپنی......

کوثر خالد (سابقہ)

سودائے محمد سردار (موجودہ)۔ فیصل آباد

سویٹ دوستوں کے نام

السلام علیکم کیسے ہو سب کے سب میرے خیال میں تو ٹھیک ہی ہوں گے آخر گرمیاں آرہی ہیں استقبال بھی تو کرنا ہے ان کا۔ بھئی مانوں یا نہ مانو گرمیوں میں بندہ فریش تو رہتا ہے مجھے تو بہت پسند ہیں ورنہ سردیوں میں تو کمرے سے باہر نکلنے کا بھی دل نہیں چاہتا' خیر چھوڑیں اس بات کو اور یہ بتائیں کہ کس کس کی برتھ ڈے آرہی ہے کیونکہ میری تو آرہی ہے بائیس اگست کو اتنی نزدیک نہیں ہے تو اتنی دور بھی نہیں ہے (ہاہاہا) ویسے تو ساری کی برتھ ڈے مجھ سے پہلے آرہی ہے۔ سارہ یہ رب نواز ہیپی برتھ ڈے جگ جگ جیو (یار مگر میرا خون تو نہ پیو) برا نو کی بھی تو نہیں مناؤں گی۔ شبانہ بھابی کیسی ہو ہمیشہ مسکراتی رہو اور میرے ساتھ مل کر ایسے ہی رسالے پڑھتی رہو کیونکہ حال ہی میں مجھے آپ کے رسالے پڑھنے سے بہت سے فائدے ہونے والے ہیں (ہاہاہا) یہ دل خود غرض صرف رسالوں کے لیے ہی ہوتا ہے) مسرت باجی جی ہمیشہ شکوہ رہتا ہے آپ سے بندہ اتنا بھی انتظار نہیں کرواتا جتنا آپ کرواتی ہیں ارے جلدی جلدی رسالے بھیج دیا کریں ہم تو جیسے ہی پڑھ لیتے ہیں آپ کی طرف بھجوا دیتے ہیں (ارے سارے گستاخی معاف لیکن رسالوں کے لیے نو کمپرومائز) ستار شد کیسی ہو مائی سویٹ فرینڈ اور باقی سب دوستوں کو بھی پیار بھرا اسلام' بشریٰ پھوپو اور کوئی نہیں تو چلو تم تو پڑھ سکتی ہو میری کہانیاں (ہاہاہا ہی ہی) ویسے بہت ہی فضول ہوں میں (ارے سارے یہ میرے نہیں میری پیاری سی بہن سادیہ اور کڑوی کریلی گلشن ویسے نہیں نہیں ساری بھی گلشن سے کم نہیں ہے اور ان کے فرمان بھی ان جیسے کڑوے ہیں) اب تک کے لیے کافی ہے ورنہ ٹنڈے پڑنے سے کوئی نہیں روک سکے گا اللہ حافظ۔

لیلیٰ رب نواز۔ دو ھے والی بھکر

دوستوں کے نام!

السلام علیکم! اتمام اسٹرز ریڈرز سسٹرز اینڈ فرینڈز کیا حال ہیں امید کرتی ہوں سب خیریت سے ہوں گی' سب سے پہلے تو میں اپنی سب سے پیاری آنٹی کو برتھ ڈے وش کرتی ہوں انہیں زندگی کے اس سال بھی بہت سی خوشیاں ملیں۔ آنٹی ثمینہ فردوس آپ حیران ہو رہی ہوں گی ناں کہ یہ کون ہے؟ تو میں ہوں عطیہ ندیم خان آپ کی بھانجی اور باقی سب گھر والوں کو میری طرف سے سلام۔ میری فرینڈ تانیہ خالد' ندیحہ کوثر' سلینہ' روبیہ' قیصر اور ماہی سب کیسی ہو' کالج کیسا جا رہا ہے سب پیاری میری ٹیچرز میم عظمیٰ' میم سعدیہ' میم عدیلہ' میم عینی بٹ ہم بہت شکر گزار ہیں' جو ہمیں آپ جیسے استاد ملے۔ میں اپنی ٹیچرز سے بہت پیار کرتی ہوں۔ سارے میم صفورا اور میم نرمین میں آپ کو بھلا کیسے بھول سکتی ہوں' اللہ تعالیٰ آپ کو ڈھیروں خوشیاں دے۔ اس کے بعد میں اپنے کالج نواب ممتاز ڈگری کالج دولت نگر کی خوبصورتی کو بس اتنا کہوں گی ہمارے کالج کی رونق ہی آپ تھیں آپی حرا' آپی حجاب' آپی سنبل' آپی کشمالہ آپ کے بغیر یہ کالج سونا سونا رہے گا۔ ایک چیز تو رہ گئی ہے وہ ہے ہمارا پیارا آنچل' آنچل کو اللہ تعالیٰ دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ اگر کوئی رہ گیا ہو تو آئی ایم سوری اور اب اجازت چاہوں گی زندگی رہی تو پھر ملیں گے۔

عطیہ ندیم خان...... بھکروالی

اپریل فول منانے والوں کے نام

السلام علیکم! اتمام آنچل پڑھنے والیوں اور لکھنے والیوں کے نام ہے

آج میرا خط میری تمام بہنوں سے درخواست ہے التماس ہے التجا ہے اے میری پیاری بہنوں ہم بعض اوقات جانتے بوجھتے ہوئے بیوقوف بن کر اپریل فول مناتے ہیں مسلمان ہونے کے باوجود اگر مناتے نہیں ہیں تو بن جاتے ہیں اس مرتبہ ہم نے خود سے عہد کرنا ہے جو لوگ کم علمی کی وجہ سے اپریل فول مناتے ہیں انہیں آگاہ کرنا ہے اس کی حقیقت سے کافروں کی سازشوں سے پردہ اٹھانا ہے اگر ہم اپنے خاندان کے ایک فرد کو ہی بتادیں تو نیکی کی زنجیر بنتے دیر نہیں لگے گی تمام بہنوں نے لازمی عہد کرنا ہے میزاب قصور کیسی ہو باجی شازیہ کیا حال ہے نبیلہ ناز سائرہ کیا حال ہے فائزہ بھٹی آپ کیسی ہو آپ تو ہمارے بہت قریب ہو۔

نور الشال شہزادی۔ کھڈیاں قصور

آنچل فرینڈز کے نام!

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ سب؟ میری پسندیدہ رائٹر ام مریم صاحبہ کہاں غائب ہیں آپ؟ پلیز لوٹ آیئے "مجھے ہے حکم اذاں" نے تو ہمیں آپ کا گرویدہ کردیا ہے دوبارہ کب لکھیں گی؟ عائشہ نور محمد آپ کی تحریر کب پڑھنے کو ملے گی؟ پروین افضل شاہین صاحبہ اپنا مکمل تعارف لکھیے اور میری باقی گمشدہ دوستوں کیسی ہو؟ تسیم پہچانا مجھے؟ ہمیں تو حسرت ہی رہی کہ کبھی ہمیں بھی "دوست کا پیغام آئے" میں پکارا جائے لیکن حسرت ان غنچوں پہ بن کھلے مرجھا گئے جہاں رہو خوش رہو سب آپ سب کی دعاؤں کی طلبگار۔

صبا شریف۔ ضلع ساہیوال

ارزہ کے نام......!

السلام علیکم! تم کیسی ہو امید تو یہی ہے تم فٹ فاٹ اور خوش ہو گی تم مجھ سے کبھی کبھی لاتعلق کیوں ہو جاتی ہو میں تمہیں بہت مس کرتی ہوں جب تمہاری بہت زیادہ یاد آئے تو پھر میں تمہیں میسج کرتی ہوں۔ تم سے کال پر بھی بات کرنے کو دل کرتا ہے لیکن یہ سوچ کر نہیں کرتی اگر تمہارے گھر والوں کو پتا چل گیا تو ہم دونوں کی خیر نہیں...... کبھی کبھی مجھے ایسا لگتا ہے میں تمہیں یاد ہی نہیں ہوں میں تم سے کتنا پیار کرتی ہوں اس کا تمہیں اندازہ ہی نہیں۔ جب مجھے تمہاری یاد آتی ہے تو پھر سمجھ میں نہیں آتا میں تم سے رابطہ کیسے کروں...... ارزہ تم صرف میرا ایک کام کردو ہماری فیملی میں جو ناراضگی ہے تم اس کو ختم کردو میں چاہتی ہوں ہماری فیملی پھر سے ایک ہو جائے یہ میری خوشی ہے ہم دونوں ایک دوسرے کا ساتھ دے کر اپنی فیملی کو ایک کرسکتے ہیں غلطی جس کی بھی ہو معاف کردینا ہی بہتر ہوتا ہے اس سے اللہ عزوجل خوش ہوتا ہے پھر یہ بھی تو سوچو نا یہ سانس کب ختم ہو جائے ارزہ تم مجھ سے وعدہ کرو میرا یہ کام کرنے میں میرا ساتھ دوگی۔ اگر میرا یہ لیٹر آنچل میں آگیا تو میں تمہیں میسج کرکے بتادوں گی ایک اور بات ذرا اذہن میں رکھنا میرا نمبر میرے نام سے سیو نہ رکھنا اگر تمہاری فیملی میں کسی پتا چل گیا تو ہم دونوں کی خیر نہیں...... ارزہ ایک بات کہوں اگر تم برا نہ مانو تو مجھے ایک بات کا دکھ ہمیشہ رہے گا تم نے مجھے کبھی اپنا سمجھا ہی نہیں تم تمام نے میرے پیار کی قدر نہیں کی میں بس یہی چاہتی ہوں کہ تم ہمیشہ اپنی زندگی میں خوش رہو۔

بینا خالد۔ ملتان

آنچل کی قارئین کے نام!

آنچل پڑھنے والی سب قارئین کو سلام! شب جی کیسی ہیں آپ کی دوستی میرے لیے قیمتی سرمایہ کی مانند ہے آپ سدا مسکراتی رہیں پلیز شب (شبنم کنول) آپ "ہمارا آنچل" میں تعارف لکھ کر بھیجیں میں آپ کو جاننے کی مشتاق ہوں۔ حرا قریشی مجھے آپ کے قلم سے نکلے لفظوں سے عقیدت محبت ہے ہوسکے تو کچھ ماہ کے لیے یہ قلم مجھے دے دیں شاید کہ آپ کے قلم سے میں بھی آپ کی مانند سنہرے لفظ لکھنا سیکھ سکوں کوثر خالد کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی میں منتظر ہوں۔ پروین بھابی پرنس بھیا کے سنگ ایسے مسکراتی رہیں میں نے آپ کو بھابی بہن سمجھ لیا ہے آپ بتائیں بہن بنیں گی کہ بھابی (ہنستے ہوئے) فائزہ تم نے جواب نہیں دیا تھا لیکن پھر سے کہہ رہی ہوں کہ یار دوستی کرنی ہے آپ سے آپ کیا کہتی ہیں اس بارے میں۔ دلکش مریم صباحذ کا مذر گر میزاب اقرا ممتاز اقرا حفیظ آپ سب سے دوستی کی خواہاں ہوں آنچل پڑھنے والیوں مجھے بھی یاد کرلیا کرو میں منتظر ہوتی ہوں لیکن کسی کو بھی میں یاد نہیں رہتی والسلام سب کی دوستی کی منتظر۔

صفیہ مہر

آنچل فرینڈ کے نام!

السلام علیکم! کیا حال ہیں آپ سب کے دعا ہے میرا پیغام آپ کی نظروں سے گزر جائے سب سے پہلے تو ایک بات کرنا چاہوں گی جو مجھ سے ناراض ہے یا پھر دل میں بدگمانی لیے مجھے کوئی اکڑو بد دماغ اور انتہائی خود غرض سمجھ رہا ہے اور جنہیں لگ رہا ہے کہ میں دوستی کے پیغام پڑھنے کے باوجود اگنور کررہی ہوں اور کسی کو کسی قابل نہیں سمجھتی (کیونکہ مجھے پتا چل رہا ہے کہ کچھ دوستیں دل میں بدگمانی لیے بیٹھی ہیں) تو اس بات کی وضاحت کرتی چلوں میں کوئی بڑی اکڑو ٹائپ چیز نہیں ہوں اور نہ ہی میرا دماغ ساتویں آسمان پر ہے میں ایک عام سادہ سی لڑکی ہوں۔ لوگوں کے خلوص کو سب سے اوپر رکھنے اور ہمیشہ دل سے یاد رکھنے والی وہ لڑکی ہوں جس نے آپ کے بھیجے گئے ہر پیغام کو خلوص دل سے پڑھا خدا کا شکر ادا کیا (اتنی عزت دی) اس کے جواب میں اس سے زیادہ خلوص کو مد نظر رکھا ہر ایک لڑکی کے پیغام کا جواب دیا ہر ایک کی دوستی کو قبول کیا ہر پیغام کو دارسال کیا مگر یقین جانیے میرا کوئی قصور نہیں میں نے اپنی ہی ہر کوشش کر ڈالی مگر کچھ

چیزیں وقت کے ہاتھ میں ہوتی ہیں' کوئی بھی پیغام شائع نہیں ہوا' مسلسل چھ ماہ سے پیغام ارسال کررہی ہوں مگر مسلسل نظر انداز ہورہی ہوں' اگر پھر بھی میری وجہ سے کسی کا دل دکھا ہو' تکلیف پہنچی ہو تو میں دل کی گہرائیوں سے آنکھوں میں ندامت لیے جھکے سر کے ساتھ معذرت چاہتی ہوں' معافی کی طلب گار ہوں میں نے سرگودھا سے ہر لڑکی کا جواب دیا' دوستی قبول فرمائی۔ (حالانکہ دو لڑکیوں نے لکھ دیا کچھ ماہ پہلے کہ میں نے ان کا دل توڑ دیا ہے) میں آپ کا دل جوڑتی ہوں اور معذرت بھی کرتی ہوں کہ تمام کوشش کے باوجود بروقت آپ کے دل کو ٹوٹنے سے نہ بچا سکی (نام نہیں لیا پھر بھی تم دونوں سمجھ گئی ہوگی...... یقیناً) صائمہ مشتاق' جلدی سے تندرست ہوجاؤ' تمہارے سارے سلام عالیہ شازی تک چلے گئے' مبارک باد' دوستی قبول' تمہارا آنا ایک اچھا احساس ہے' مدیحہ کنول' مجھے سالگرہ کس نے وش کرنی تھی ہاں...... (جا میں نہیں بولتی) خوش رہو آباد رہو' صائمہ مشاکل پر خلوص لوگ ہوں تو میں دوستی میں خود پہل کرتی ہوں' سالگرہ وش کرنے کا شکریہ تم نے سب سے نمبر لے لیا' سب سے پہلے وش کردیا' جزاک اللہ خوش رہو۔ کوثر خالد کیسی ہیں آپ کو پڑھیں تو پتا چلتا ہے ہم لوگ ایویں مصروفیت کا رونا روتے ہیں' مصروفیت تو آپ کی ہے' پھر بھی اچھا لکھنا آپ پر فرض ہے' خوشیاں بانٹتی رہیں آپ کی بیٹی کو سلام ہمت حوصلے والی...... حرا قریشی جناب من کم کیوں آنے لگی ہو' دعاؤں میں رہو...... انور الشال' کون سے کھڈیاں میں رہتی ہو ایک میں تو مصباح بھی رہتی ہے اس کے پاس آئی تو تم سے بھی ملاقات ہوجائے گی۔ شازیہ ہاشم کیسی ہو' نجم انجم اعوان' پروین افضل شاہین' نبیلہ طالب' نبیلہ ناز' کرن شہزادی' ارم کمال' نورین مسکان' مدیحہ نورین مہک' عائشہ پرویز' مقدس مہر' عائشہ رحمن ہنی' طیبہ خاور' عاشی کشمالے (پیارا نام) سمیرا تعبیر' دلکش مریم' دعائے سحر' انا حب' اقصیٰ کشش' لالہ اسلم' سادیہ چوہدری' نورین انجم' ثانیہ مسکان' شمع مسکان' مسکان قصور' طیبہ خاور' سحرش رانا' نبیلہ لیاقت' ہالہ سلیم' ماہ رخ سیال' رشک حنا' فوزیہ سلطانہ (کہاں غائب ہو) طیبہ نذیر' ایس بتول شاہ' ساحرہ ملک' سنبل ملک اعوان' صائمہ سکندر' کرن شبیر' جگنی بٹ' اقرا افضل' فضہ جٹ' شائستہ جٹ' روبی علی' سمعیہ رانی' تم سب کو عید مبارک' اللہ سے دعا ہے تم سب کے نصیب بہت اچھے کرے' سرخرو ٹھہرو ہر جگہ' اور ان کے نام جن لوگوں نے مجھے دعا میں یاد رکھا' دل میں یاد کیا' مگر کہہ نہیں سکے دعاؤں میں یاد رکھنا اور سوچنا کہ تم لوگوں کی بھی میرے دل میں اتنی ہی عزت ہے جتنی دوسروں کی' خوش آباد رہو' اچھے نصیب پاؤ اور دعا کرو کہ میرا لکھا ہر پیغام آپ تک پہنچ جایا کرے' جن کا دل دکھا اور اب بھی نام نہیں لے سکتی معذرت' خوش رہنا آمین' صائمہ مشاکل تم بھی دعاؤں کی طالب......!

فائزہ بھٹی۔ پتوکی

اپنوں کے نام

السلام علیکم! دوستو کیا حال چال ہیں سب کے' قاسم فرام دبئی چودہ فروری تمہاری سالگرہ تھی تمہیں سالگرہ بہت بہت مبارک ہو' شاہ ویز چندرہ فروری تمہاری سالگرہ تھی اللہ ہمیشہ تمہیں خوش رکھے کیسہ' مصباح تم دونوں کیسی ہو' بھائی احمد (بہنوئی) آپ کیسے ہیں؟ ماہ رخ سیال (سرگودھا) شیریں گل (لمن) اقرا جٹ (چمن آباد) نجم انجم اعوان (کراچی) کیکی رب نواز (ودھیوالی بھکر) سعدیہ حورین حوری (بنوں کے پی پی) نورین مسکان سرور (ڈسکہ) آپ سب کو میری طرف سے سلام' ارم کمال (فیصل آباد) اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے آمین' بھائی جمیل (بہنوئی) فرام کھاریاں کیسے ہو جی آپ' گیارہ مارچ آپ کی سالگرہ تھی' آپ کو سالگرہ مبارک ہو۔ اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے آمین' جب چھٹی پر گھر آؤ گے تو کیک لازمی کھلانا اور کیسہ سے گفٹ لازمی لینا کیسہ (کنجوس اگر میرے بہنوئی کو برتھ ڈے گفٹ نہ دیا تو پھر دیکھنا تم۔) بہنوئی جمیل کے نام......!

ہر موڑ پہ خوشیاں آپ کی جھولی میں آئیں
اتنی ہوں خوشیاں کہ آپ سے سمیٹی نہ جائیں
دل سے دعا ہے میری خدا سے
غم آپ کے مقدر میں تو کیا
تصور میں بھی نہ آئیں (آمین)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میری پوری فیملی ہمیشہ خوش رہے' زاوش کو بہت سارا پیار۔ اللہ نگہبان!

عروسہ پرویز۔ کالس

اپنی دوستوں اور کچھ دل میں رہنے والوں کے نام!

السلام علیکم! کیسی ہو تم دونوں پیپر کیسے ہو رہے ہیں؟ ہاں میں اریبہ اور ادیبہ شاہین کی بات کررہی ہوں' اب منہ کھولے کیا دیکھ رہی ہو یہ میں ہی ہوں تمہاری فرینڈ عاصمہ' ادیبہ تمہارا بھانجا عبدالہادی کیسا ہے؟ اور تمہاری بہنیں بھی ٹھیک ہی ہوں گی' اور اریبہ ارشد تمہاری بھتیجی تحریم کیسی ہے اور بھانجا شہیر کیسا ہے' یقیناً ٹھیک ہی ہوگا اور میرے گھر کب آؤ گی' میں روز تمہارا انتظار کرتی ہوں' میری لائف بہت بورنگ ہے' کبھی آجایا کرو نا اور تم بھی جو ابھی شاک کی کیفیت میں ہے ادیبہ شاہین تمہیں چٹکی کاٹنی پڑے گی اور تمہاری بہن شمسہ کی شادی کب ہے' میں نے تو ہفتہ پہلے آپ کے گھر آنا ہے (ہاہاہا) میں مذاق کررہی ہوں۔ میں تو ایک دن بھی پہلے نہ آؤں گی تم کون سا میرے بھائی کی شادی پر پہلے آ گئی تھیں' جب بارات آئی تو محترمہ پہنچی تھی' ویسے ہم نے بہت انجوائے کیا تھا' اب دل والوں کے نام کیا لکھوں انہوں نے کون سا پڑھنا ہے...... آہم ادیبہ تمہیں تو پتہ ہے

محبت اندھی ہوتی ہے وہ مجھے ہوگئی ہے زیادہ پھیلنے کی ضرورت نہیں انسان ہوں غلطی تو ہو ہی سکتی ہے جو چھوٹی نہیں میں خود ہی بتا دیتی ہوں ادیبہ کے بھانجے سے جو دو سال کا ہے ہنستا مت یہ خاصا میرا معیار ہے مجھے سب ہی بچے اچھے لگتے ہیں ادیبہ اب منہ نہ بنالینا ناراضی سے اگر کوئی غلطی ہو تو معاف کر دینا والسلام!

عاصمہ بی۔ طور جہلم

کیوٹ بھتیجے کے نام!

السلام علیکم! 4 مئی کو کیوٹ سے بھتیجے محمد عماز کی دوسری سالگرہ ہے عماز آپ کو بہت مبارک ہو آپ بہت کیوٹ ہو اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و تندرستی والی لمبی زندگی عطا کرے آپ کے والدین کا سایہ ہمیشہ آپ کے سر پر قائم رہے۔ آٹھ مئی کو پیاری سی فاطمہ کی پہلی سالگرہ ہے فاطمہ کو اللہ تعالیٰ صحت و تندرستی دے فاطمہ آپ کو میری طرف سے بہت سا پیار آپ مجھے بالکل گڑیا جیسی لگتی ہو۔ 6 جون کو بڑے بھائی محمد رفیق کی سالگرہ ہے رفیق بھائی میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دے میں آپ کو آنچل کے ذریعے وش کرنا چاہتی ہوں اللہ تعالیٰ آپ کی تمام نیک و جائز خواہشات پوری کرے اور ہاں 6 جون کو کیک کھلانا مت بھول جانا۔ 12 اگست کو رمضان بھائی کی سالگرہ ہے رمضان بھائی آپ کو سالگرہ مبارک ہو اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و تندرستی والی لمبی زندگی دے آپ کے والدین کا سایہ آپ کے سر پر ہمیشہ قائم رکھے آپ کیوٹ سے بھانجے محمد سعد اور تسنیم آپی کے ساتھ خوش و خرم زندگی گزاریں۔ اللہ حافظ!

شبنم حنیف۔ لاہور

قیصر آنٹی گل مینا خان اور سامعہ ملک کے نام!

السلام علیکم! پیاری قیصر آنٹی آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں آپ کے الفاظ اور آپ کا انداز بہت متاثر کن ہے آپ کا میٹھا لہجہ تو دیوانہ بنا دیتا ہے اللہ آپ کو سلامت رکھے اور ہمیشہ خوش رہیں (آمین) ڈیئر گل مینا خان آپ کا تعارف "حجاب" میں پڑھا بہت انجوائے کیا اپنے گھر والوں کو سنا کر خوب ہنسایا یار آپ واقعی اتنی شرارتی ہو یا صرف ہنسانے کے لیے خوشگوار لکھتی ہو۔ سامعہ آپی آپ کہاں غائب ہیں آج کل بہت کم آنچل میں نظر آتی ہیں ایک آرٹیکل پڑھا تھا آپ کا بہت زبردست تھا لکھنے کا سلسلہ کیوں کم کر دیا جلدی سے واپس آ جائیں۔ نورین مسکان شمع مسکان خزینہ طاہر کیسی ہیں آپ لوگ؟ پروین افضل اور حسینہ اے ایچ ایس یار بہت ہنسانی ہو آپ دونوں...... ہمیشہ خوش رہیں آنچل دوستو اللہ حافظ!

ام حبیب۔ جگو میرا

آنچل گرلز کے نام......!

السلام علیکم! تمام آنچل رائٹرز اینڈ ریڈرز سلمٰی عنایت حیا میں

الحمدللہ بالکل ٹھیک ہوں یہ وہی سوال تھا جو میں آپ سے کرنا چاہتی تھی میں سیکٹر ۲ میں رہتی ہوں آپ اپنے متعلق کچھ بتا دیجیے اقراء جٹ مجن آباد آپ کو بھی سلام حسینہ ایچ ایس مانسر مارچ کے پیغام میں آپ نے میرا ذکر بھی کیا بہت شکریہ۔ مجھے بھی اپنے اوران دیگر بہنوں کے آرٹیکلز کا شدت سے انتظار ہے۔ طاہرہ منور ویلکم ڈیئر...... مدیحہ نورین مہک نورین مسکان اینڈ کنول خان آپ کو بھی بہت سا سلام۔ پروین افضل شاہین اور کوثر خالد آنٹی آپ کو دوستی کی پیش کش منجانب اقراء حفیظ پلیز قبول کیجیے۔ فائزہ بھٹی آپ کا آرٹیکل بھی خوب تھا۔ گل مینا خان واہ کیا زبردست لکھا اس کے علاوہ اقراء حفیظ آپ میری ہم نام ہیں اس لیے قارئین کو واضح کر دوں اقراء حفیظ کے ٹی ایس اینڈ سرصوبہ شاہ الگ ہیں اب اگر کوئی میرا ذکر کرے تو جگہ کا نام بھی ضرور لے۔ اس کے علاوہ میری ایف بی فرینڈ ثمرین کرن آپ کو بھی میں آنچل کے صفحات پر دیکھنا چاہتی ہوں آپ کی شاعری کے ہمراہ اچھا اب اجازت چاہتی ہوں اللہ حافظ و ناصر۔

اقراء حفیظ۔ کھلابٹ ٹاؤن شپ

آنچل فرینڈز کے نام......!

السلام علیکم! امید ہے کہ تمام آنچل کی پریاں بخیریت ہوں گی سدرہ یار نئے گھر میں شفٹ ہونے کی مبارک ہو دیر سے ہی سہی مبارک پہنچ گئی ناں اب منہ کے زاویے ٹھیک کرلو اور مسکراؤ ہاں شاباش ایسے۔ ربینا خالد میں آپ کا اور حنا ارشد دونوں کا دوستی کا بڑھا ہوا ہاتھ خلوص دل سے تھامتی ہوں مگر چھوڑ مت جانا کیونکہ مجھے اکثر دوست چھوڑ جاتے ہیں۔ ربینا خالد میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی والدہ کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے آمین۔ حسینہ ایچ ایس اور پروین افضل شاہین یاد کرنے کا بے حد شکریہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔ ام کمال جی نواسے کی بہت بہت مبارک ہو۔ نورین انجم لگتا ہے آج کل بہت مصروف ہیں کوثر خالد آپ کہاں غائب ہیں آپ کے بغیر آنچل ادھورا ہے جلدی آ جائیے۔ روشنی وفا پروین افضل شاہین مدیحہ مہک اقراء جٹ عائشہ پرویز ماریہ کنول ماہی فریدہ جاوید فری دلکش مریم سباس گل فائزہ بھٹی اور کشور سلطانہ آپ سب کو اس ناچیز کا سلام اب اجازت چاہوں گی ایک بات ہے کہ ساتھ کبھی کسی کو اپنی صفائی پیش نہ کرو کیونکہ جو آپ پر اعتبار کرتا ہے اسے ضرورت نہیں جسے تم پر اعتبار نہیں وہ مانے گا نہیں او کے فرینڈز اللہ حافظ!

رقیہ ناز۔ تحصیل میلسی ضلع وہاڑی

یادگار لمحے

جویریہ سالک

نبی کریم ﷺ کے ساتھ تعلق

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نبی کریم ﷺ کے ساتھ سلسلہ نسب آٹھویں پشت سے ایک ہو جاتا ہے۔ ام المومنین سیدہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں' اس لحاظ سے آپ ﷺ کو خسر پیغمبر ﷺ ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ آخر عمر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خاندان نبوت سے تعلق پیدا کرنے کی خاطر حضور ﷺ کی نواسی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے بیت اللہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا نام بلند کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ سفر وحضر میں پیغمبر اسلام ﷺ کی ساتھ باوفا ساتھی' مخلص مشیر وزیر کی طرح رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سات سالہ مکی اور دس سالہ مدنی زندگی میں کسی موقع پر نبی کریم ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ ستائیس غزوات میں شرکت فرمائی اور تمام اہم فیصلوں میں آپ کی رائے کو اہمیت دی جاتی تھی۔ قرآن پاک کی ستائیس آیات آپ رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہوئیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "عمر کی زبان پر اللہ تعالیٰ نے حق کو جاری کردیا ہے۔" (بیہقی) آپ ﷺ نے فرمایا: "جس راستہ سے عمر گزرتے ہیں شیطان وہ راستہ چھوڑ دیتا ہے۔" (بخاری مسلم)

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے جنت کے احوال کا ذکر فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا' وہاں ایک خوب صورت محل دیکھا' مجھے بتایا گیا کہ یہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا محل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا دل چاہا کہ میں وہ محل (اندر داخل ہو کر) دیکھوں' مگر اے عمر! مجھے آپ کی غیرت یاد آگئی' اس لیے میں اندر نہیں گیا۔ ایک دفعہ حضور ﷺ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کے جارہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ہم تینوں اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔" امت کو شیخین کی حیثیت ان الفاظ میں ارشاد فرمائی کہ: "میرے بعد ابوبکر وعمر کی اقتدا کرنا۔" (مشکوٰۃ) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے بہت کثرت سے یہ الفاظ سنے ہیں: "میں تھا اور ابوبکر وعمر تھے..... میں نے اور ابوبکر وعمر نے یہ کام کیا..... میں اور ابوبکر وعمر چل پڑے.....'' (مسند احمد)

پروفیسر عبدالعظیم جانباز

قیامت کی دس نشانیاں

ایک روایت میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا' دخان دابتہ الارض' یاجوج ماجوج کا نکلنا' عیسیٰ بن مریم کا اترنا' دجال کا نکلنا' تین خسف ایک مشرق میں ایک مغرب میں اور جزیرہ عرب میں آگ کا نکلنا عدن کے غار سے جو لوگوں کو ہانک لے جائے گی' جہاں رات گزاریں گے وہاں رات کو ساتھ رہے گی اور جہاں دوپہر کو ٹھہریں گے ان کی ساتھ ہوگی۔ (رواہ احمد ومسلم)

بنت مریم

سنہرے موتی

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ روز قیامت نہ کلام فرمائے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا۔ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا' ایک اپنے تہ بند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا' دوسرا صدقہ دے کر احسان جتلانے والا اور تیسرا اپنے سودے کو جھوٹی قسم کھا کر بیچنے والا۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان:۱۰۶)

صباء شریف۔ ساہیوال

اللہ تعالیٰ سے تجارت

جب تنگ دست ہوجاؤ تو صدقے کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے تجارت کرو۔ (حضرت علیؓ)

دلیل

جب گناہ کے کاموں میں تمہارا دل لگنا شروع ہوجائے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تمہارا اللہ تم سے ناراض ہے۔

دین

مسجد ہی فقط اللہ کا گھر نہیں اس کے باہر ایک دوسری مسجد بھی ہے اس سے بڑی مسجد کا نام دنیا ہے جس طرح چھوٹی سی مسجد میں آدمی ہر کام اور ایک ایک حرکت اللہ کی ہدایت کے مطابق انجام دیتا ہے اس طرح اس مسجد سے باہر بھی آدمی اپنے سارے معاملات اور تعلقات اللہ تعالیٰ کے فرمان کے بموجب قائم رکھے تو یہی عبادت ہے اور اسی کا نام دین ہے۔

شبنم حنیف۔ لاہور

جنت کی سم

نخا آفرا! اگر آپ پریشانیوں سے بچنا چاہتے ہیں تو صرف نماز کی رسم استعمال کریں کیونکہ نماز دیتی ہے آپ کو رب سے ضروری بات کرنے کے پانچ مواقع اور وہ بھی روزانہ اس کے ساتھ ان لمیٹڈ رحمتیں برکتیں اور سکون ہی سکون۔ یہی نہیں نماز آپ کو دیتی ہے تہجد پیکج رات بارہ بجے سے لے کر صبح چار بجے تک تو ابھی جائے نماز اٹھائیں اور نوافل پڑھنے شروع کریں یہ آفر صرف سانس لینے تک ہے۔

علشبہ نور۔ بھیر کنڈ

سالگرہ مبارک

سالگرہ اپنی یونہی مناتا رہے
پھول خوشیوں کے نچھاور کراتا رہے
وہ جس کی آب وتاب کبھی ماند نہ ہو
اس ستارے کی مانند جگمگاتا رہے
پھول کلیاں شگوفوں کے ہزاروں ہی رنگ
یہ ہمیشہ لیے مسکراتا رہے
جس کی خوشبوں سے معطر ہو سارا چمن
ان پھولوں کی مانند مہکتا رہے
میری آنچل کے لیے یہی دعا
آنچل سدا جگمگاتا رہے

خوب صورت ہدایات

(1)۔ رات کے وقت جب کتے کے بھونکنے کی آواز آئے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو کیونکہ وہ ایسی مخلوق دیکھتے ہیں جو ہم نہیں دیکھ سکتے' رات کو کم سے کم باہر نکلو کیونکہ رات کے وقت اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے پھیلا دیتا ہے۔

(2)۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر دروازے کو بند کیا کریں کیونکہ شیطان وہ دروازہ نہیں کھول سکتا جسے بسم اللہ پڑھ کر بند کیا جائے۔

(3)۔ پانی کا برتن ڈھانپ کر رکھا کریں' خاص طور پر رات کو کیونکہ رات کے وقت وبائیں آسمان سے اترتی ہیں۔

(4)۔ اچھی اور پرسکون نیند کے لیے درود پاک پڑھ کر سویا کریں۔

ارم کمال۔ فیصل آباد

خوب صورت

اگر آپ کی آنکھ خوبصورت ہے تو آپ کو دنیا اچھی لگے گی' لیکن اگر آپ کی زبان پیاری ہے تو آپ دنیا کو اچھے لگیں گے۔

مدیحہ نورین۔ گجرات

مسکرایئے

جوتوں کی دکان کے پوسٹر کے اوپر کسی نے ڈاکٹر کے کلینک کا پوسٹر لگادیا' کچھ دنوں بعد بارش کی وجہ سے اوپر والا پوسٹر جگہ جگہ سے پھٹ گیا اب پوسٹر کچھ یوں پڑھا جارہا تھا۔

"ہمارے ہاں عمدہ قسم کے مریض مل جاتے ہیں

جوتوں کو پولیوں کے ٹیکے لگانے کا خاص انتظام ہے۔
چیچک کے مریضوں کو ایک سال کی گارنٹی دی جاتی ہے
ناکارہ مریضوں کی سلائی کے لیے تشریف لائیں نت نئے
ڈیزائنوں میں مریض تیار کیے جاتے ہیں۔
اقراء ممتاز۔ سرگودھا

انمول موتی

ایک دوست کے ساتھ ایسے رہو کہ کبھی دشمن نہ بنے اور
ایک دشمن کے ساتھ ایسے رہو کہ کبھی نہ کبھی دوست بننے
پر مجبور ہو جائے۔
گلشن چودھری۔ گجرات

﴿دوستی کی شمع﴾

دوستی شمع کی طرح روشنی بکھیرنے والے ایک جذبے
کا نام ہے دوستی کی لاج رکھنا اتنا ہی مشکل ہے جتنا کسی
طوفان کو روکنا' پھول کتنے ہی حسین ہوں لیکن دوستی
پھولوں سے بڑھ کر حسین ہوتی ہے پھول مرجھا جاتے ہیں
مگر دوستی ہمیشہ زندہ رہتی ہے' سچا دوست وہ ہے جس کی
محبت بیش بہا اور خلوص بے مثال ہو دوستی دل میں محبت اور
لگن پیدا کرتی ہے' دوستی کرکے دوست کو اکیلا نہ چھوڑو'
کیونکہ تنہائی سے دوری بڑھ جاتی ہے دل اور دماغ میں
بدگمانی پیدا ہوتی ہی' اچھا دوست سو بار بھی اگر روٹھے تو اسے
سو بار مناؤ' کیونکہ سچی دوستی دنیا میں بہت کم ملتی ہے' دوستی
کرنا آسان کام ہے مگر دوستی نبھانا بہت ہی مشکل ہے
دوستی دماغ سے نہیں بلکہ دل سے کرو۔
بینا خالد۔ ملتان

قلم کی نوک سے

- قلم ایک ایسی چیز ہے جو زیادہ کرتی ہے اپنی روانی
سے..... اپنی نوک سے۔
- قلم سے عداوت دور ہوتی ہے اور یہ دلوں میں محبت
پیدا کرتی ہے
- قلم کی نوک سے تہوار منائے جاسکتے ہیں۔
- قلم روزمرہ بجٹ میں بھی استعمال ہوتی ہے۔
- قلم اپنی ادا ہمیشہ برقرار رکھتا ہے۔
- قلم زندگی جینے کی مشابہت ہے۔
- اگر یہ قلم اچھے ہاتھوں میں ہو تو عظیم ہستی بن جاتی
ہے اور اگر چہ یہ قلم جہالت کے گندھے ہوئے اور برے
لوگوں کے پاس ہو تو صرف جلنے کا سامان سمجھتے ہیں' کچھ
لوگ قلم کے معیار پر پورا اترتے ہیں اور اسے مجسمہ بنا دیتے
ہیں۔
- قلم اپنا وجود رکھتی ہے۔
مہوش شبیر آرائیں۔ حیات کالونی فیروزہ

موتیوں جیسے لفظ

لوگ کہتے ہیں کہ اللہ پاک ستر ماؤں جتنا پیار کرتے
ہیں اپنے بندے سے' قرآن پاک میں بھی اس کا ذکر ہے
اب میرے چھوٹے سے دماغ میں جو بات آرہی ہے وہ یہ
ہے کہ اللہ پاک اپنے بندے سے ستر ماؤں جتنا پیار کرتا
ہے تو اس میں بندے تو سارے ہی ہیں کافر اور عیسائی بھی
کیونکہ پیدا تو ان کو بھی کیا ہے اللہ پاک نے...... مجھے لگتا
ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی امت کے لیے کچھ خاص ہے'
جب محبوب اتنا پیارا ہے تو محبوب کی امت کتنی پیاری ہوگی'
اس لیے میں سمجھتی ہوں کہ اللہ پاک اپنے محبوب کی امت
میں ہر بندے سے 140 ماؤں جتنا پیار کرتے ہیں' ڈبل
پیار 70+70=140
حمنیٰ اقبال۔ منڈی فیض آباد

ظالم کی مدد

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اکرم ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا
مظلوم' ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ مظلوم کی مدد
تو کرتا ہوں لیکن ظالم کی مدد کیسے کروں؟ آپ ﷺ نے
فرمایا اسے ظلم سے روک دے یہی اس کی مدد
ہے۔ (بخاری)

yaadgar@aanchal.com.pk

آئینہ

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ! اللہ سبحان وتعالیٰ کے پاک وبابرکت نام سے ابتدا ہے جو وحدہ لاشریک ہے آنچل کی سالگرہ کے موقع پر آپ بہنوں نے جس خوب صورت انداز میں آنچل سے اپنی محبت کا اظہار لفظوں کی مالا میں پروکر اور خوب صورت ودیدہ زیب تحائف کے ذریعے کیا اس پر تہہ دل سے آپ کے مشکور ہیں۔ امید ہے آئندہ بھی آپ کا ساتھ ہمارے ہمقدم رہے گا۔ اب بڑھتے ہیں آپ بہنوں کے تبصروں کی جانب جو آئینہ خانہ میں جھلملا رہے ہیں۔

اقراء حفیظ ...... ھری پور۔ دنیائے ادب والطاف کا درخشاں کوکب اشاعت کے چالیس برس مکمل کرچکا ہے۔ محترم ومعظم آنچل ٹیم لکھاری بہنوں اور جملہ قارئین کو پیارے آنچل کی اس قابل قدر اور پرستائش کامیابی پر دلی مبارک باد اور آنچل کی ترقی و بالیدگی کی خصوصی دعا۔ پیارے آنچل سدا لہلہاتے رہو، اور سب کو محظوظ کرنے کے سبھی وعدے نبھاتے رہو۔ آنچل سے محبت وممنونیت محض اس لیے نہیں کہ یہ ہمیں لطافت وحظ مہیا کرنے کا ذریعہ ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ عزیز آنچل نے ہمیں ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کیا ہے جہاں ہم اپنے دل کی بات الفاظ کے ظروف میں سموکر پیش کرسکتے ہیں۔ دوسری قابل تحسین خصوصیت یہ ہے کہ من موہنے آنچل نے ہمیشہ نئے لکھنے والوں کا بھرپور ساتھ دیا۔ ان کے فن تحریر جلا بخشی۔ انداز تحریر کی کمزوریوں سے سمجھوتہ کرکے ایک نئے لکھاری کی اصلاح کا حق اور ادب کے میدان میں معلم کا کردار بخوبی ادا کیا۔ پیارے آنچل نے ہر صنف میں لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کی۔ جہاں ناول ناولٹ اور افسانوں سے سبق آموز نتائج کا رجحان پیدا کیا وہیں آرٹیکلز کے ذریعے حقیقی تمثیلوں کو ذریعہ اصلاح بنایا۔ آنچل کو اس خوبی پر جتنا سراہا جائے کم ہے کہ ہمیشہ اس نے قارئین کی شمولیت اور تحریک کو ملحوظ ومدنظر رکھا۔ ہر قاری کو آنچل فیملی کا حصہ بننے پر مدعو کیا اور مبتلائے رنج والم افراد کی دلجوئی کی۔ قارئین کو اپنے غموں کو لفظوں کے سانچے میں ڈھال کر اظہار کا موقع دیا۔ اس کے تمام سلسلے ہمارے لیے آسودگی اور عمل کا مظہر ہیں۔ اب میں ذیل میں ہر سلسلے کو انفرادی طور پر لے کر اپنی رائے کا اظہار کرتی ہوں۔ سب سے پہلے ہماری پیاری خوش طبع اور نرم خو مدیرہ قیصر آراء جی کی سرگوشیاں ہمیں وطن عزیز کے حالات پر تبصرہ اور عمدہ پیغام فراہم کرتی ہیں۔ ان میں عموماً لکھاریوں کے لیے اصلاح اور حوصلہ افزاء کلمات موجود ہوتے ہیں۔ مدیرہ جی کی سرگوشیاں مختصر پراثر ہوتی ہیں۔ حمد ونعت تو زندگی کا لازم وملزوم جزو ہے جس کے بغیر کوئی کام تکمیل نہیں پاسکتا۔ آنچل میں لکھنے والے حمد گو اور نعت گو بھی داد وتحسین کے مستحق ہیں جن کے قلم کی روشنی ہمارے سینوں کو منور کرتی ہے۔ سلسلہ درجواب آں حقیقتاً تشنگی قلب کو آب چاہت سے سیراب کردیتا ہے۔ مدیرہ جی نے اس سلسلے میں نصف ملاقات کا حق بخوبی ادا کیا۔ نئے لکھاریوں کی اصلاح اور حوصلہ افزائی کی۔ قارئین کی مسرت والم میں بذریعہ الفاظ شرکت کی اور شیریں نطق کا طلسم بکھیرا۔ اگلا سلسلہ ہمارے دانشمند مشتاق انکل کا ہے۔ جس میں بلاشبہ مصحف حق کی تفسیر سے دل ودماغ کے بند دریچے وا ہوئے اور علم وحکمت سے زندگی گزارنے کا حقیقی طریقہ بھی حاصل ہوا۔ الکوثر ایسی تالیف ہے جو روشن الفاظ کا سیر حاصل شاہکار ہے۔ زندگی کے ہر پہلو کا داخلی باب اس میں افشاں ہے۔ قرآن مجید رشد وہدایت کا سرچشمہ ہے اس لیے اس کی تفسیر ہمارے لیے ہدایت کا سمندر ہے۔ سلسلہ ہمارا آنچل از ملیحہ احمد اس میں ہر ماہ پرستان کی چار نئی شہزادیوں کا تعارف اپنائیت کا احساس دلاتا ہے ان کی پسند ناپسند سے آگہی ملتی ہے اور مزاج آشنائی کا مرحلہ بھی طے ہوتا ہے۔ موقع محل کی مناسبت سے ہر دلعزیز آنٹی سعیدہ نثار کا پرفہم سروے ہمیں مصنفین اور قارئین کی زندگی سے شناساں کرتا ہے۔ سعیدہ آنٹی کے

سوالات پر جوابات قلم بند کرنا ہمارے ہنر اور کامیابیوں کو وسعت دلاتا ہے۔ سلسلہ وار ناولوں میں اس برس فائزہ بھٹی کا خوب صورت ناول ذرا مسکرا میرے گمشدہ قارئین کے لبوں پر گمشدہ مسکان بکھیرنے میں کامیاب ٹھہرا۔ نازی آپی کی شب ہجر کی پہلی بارش بہت پسند آیا تیری زلف کے سر ہونے تک اقراء جی کا خوب صورت ناول ہے۔ مکمل ناول کے میدان میں اس برس یاسمین نشاط کا نام سرفہرست ہے جنہوں نے خیالی پیکروں کو واضح شبیہ دی۔ اس کے علاوہ رفاقت جاوید سیدہ غزل رافعہ ملک صبا ایشل سمیت دیگر نے بھی بہترین ناول لکھے۔ ناولٹ اور افسانوں میں عمارہ خان فریدہ فرید زراشدہ رفعت نزہت جبین صدف آصف ریحانہ افتاب خدیجہ جلال ماورا طلحہ قرۃ العین سکندر طیبہ عنصر اور دیگر بھی برابر ہیں آرٹیکلز میں حرا قریشی نرمین سرھیو فہمیدہ غوری صباحت رفیق عزہ یونس اور کشور سلطانہ پیش رہیں۔ غرض یہ کہ سب رائٹرز نے قلم کا حق ادا کیا۔ ہومیو کارنر میں طلعت نظامی نے صحت و تندرستی کے حصول کے لیے بھرپور معلومات فراہم کیں۔ یہ سلسلہ نہایت اہمیت اور سراہیت کا حامل ہے۔ بیاض دل از میمونہ رومان حقیقتاً شعراء کا من پسند اور مقبول ترین سلسلہ ہے۔ جہاں عموماً دریا کو کوزے میں بند کرکے پیش کیا جاتا ہے۔ اس سال اس سلسلے میں سباس گل پروین افضل طاہرہ منور ثنا مریم عائشہ ہنی طیبہ خاور اقراء لیاقت حنا ارشد فائزہ بھٹی اور انیلا طالب کے اشعار ٹاپ پر رہے۔ طلعت آغاز کا ڈش مقابلہ بہت خوب ہے کیونکہ ہانڈی اور باورچی خانہ سے خواتین کا بنیادی تعلق ہے۔ اس سلسلے میں امسال عائشہ سلیم ماورا طلحہ اور طلعت نظامی کی خدمات قابل قدر ہیں۔ بیوٹی گائیڈ میں روبین احمد کی تجاویز بہت کارآمد ثابت ہو رہے ہیں۔ شعر و شاعری کے دلدادہ افراد کا محبوب سلسلہ نیرنگ خیال ہمیں اصلاً امتیازی پرکشش اور دقیق الفاظ کا درست استعمال بتاتا ہے۔ ایمان وقار نے سدا اچھا اور مناسب لکھنے والوں کو جگہ دی اور وہیں نئے لکھنے والوں کی تصحیح و اصلاح بھی کی۔ آنچل کا سب سے ٹاپ کلاس اور مقبول ترین سلسلہ دوست کا پیغام آئے از ہما احمد ہے۔ اس سلسلے کی جس قدر تعریف کی جائے حق بجانب ہوگی کیونکہ یہ آنچل فیملی کے ارکان کا آپس میں آشتی و محبت کے اظہار کا بہترین ذریعہ ہے تمام رسالوں میں یہ اعزاز صرف آنچل کو حاصل ہے کہ ایک خوب صورت سلسلے کے ذریعے اس نے امن و محبت کو فروغ دیا۔ اس سلسلے میں شامل ہونا بالکل ایسا ہی ہے جیسے ایک بزم میں باہم مل بیٹھ کر گفتگو کی جائے۔ جویریہ سالک ہر بار یادگار لمحوں کا گنجینہ لیے حاضر ہوتی ہیں جن میں قارئین کے انتخابات اور تخلیقات اختصار کے ساتھ سبق آموز یادیں ذہن کے پردوں پر منقش کردیتے ہیں۔ شہلا عامر کا پر خلوص اور خوش مزاج رویہ یقیناً آئینہ میں تبصرہ کرنے والی بہنوں کو سراہتا ہے۔ سبھی تبصرہ نگار بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ ''ہم سے پوچھیے'' از شمائلہ کاشف محبت و ظرافت کی آمیزش سے گندھا ایک کھٹا میٹھا سلسلہ ہے جسے پڑھ کر بے ساختہ لبوں پر تبسم آجاتا ہے پروین افضل شاہین ارم کمال سحرش فاطمہ عائشہ پرویز نجم انجم تو اس سلسلے کی جان ہیں۔ شمائلہ آپی کا انداز بہت دلکش ہوتا ہے۔ ''آپ کی صحت'' میں مرحوم ڈاکٹر ہاشم مرزا نے بہت سے خواتین و حضرات کے جسمانی مسائل کا حل بتایا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں اعلیٰ مراتب و رفعت فرمائے آمین ''کام کی باتیں'' تو واقعی کام کی ہیں یہ سلسلہ مایوسیوں اور ناکامیوں سے فرار کا پیغام لیے حنا احمد کی عمدہ کاوش ہے۔ الغرض آنچل محض تفریح و مسرت سے بھرپور رسالہ ہی نہیں بلکہ چاہت و محبت کا شاخسانہ علم و عمل کا داعی اور ادب و ہنر کا شیدائی خیالات و احساسات سے بھرپور جریدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آنچل کی کامیابیوں کا سلسلہ یونہی قائم و دائم رکھے کیونکہ ''یہ ہے ہم سب کا آنچل'' محترم طاہر قریشی قیصر آراء صاحبہ اور سعیدہ نثار صاحبہ بھرپور تہنیت کے مستحق ہیں۔ میری طرف سے ایک بار پھر سب کو دلی مبارک باد اور سدا خوش رہنے کی دعا۔ اللہ تعالیٰ ارض پاکستان پر اپنی رحمت کا سایہ قائم کرے اور ہم سب کا حامی و ناصر ہو آمین جزاک اللہ۔

☆ ڈیئر اقراء! آپ کا جامع و مکمل تبصرہ پسند آیا۔

مقدس زہرہ ...... جھنگ۔ السلام علیکم! امید ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ میرے خط کا جواب دینے پر آپ کا بہت بہت شکریہ۔ اس مرتبہ آنچل 26 کو ملا۔ سرورق جیسا بھی ہو بھئی ہمیں تو آنچل ہر حال میں اچھا لگتا ہے۔ سب سے

پہلے سرگوشیاں سے اوپر تو حدیث نبوی ﷺ لکھی تھی اسے پڑھ کر تو دل نے بے اختیار اپنے رب سے ایسی عادات اپنانے سے بچنے کی دعا مانگی۔ سرگوشیاں جو تو دل کو ایک دھڑکا سا لگا یعنی آنچل کی قیمت میں ضرورت کے مطابق اضافہ تو کر دیا جائے مگر صفحات میں کمی نہیں۔ میں نے افسانے سارے پڑھے۔ شکر ہے اب افسانے سارے ہی تقریباً سبق آموز ہوتے ہیں اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم ان سے کتنا سبق حاصل کرتے ہیں۔ جس معاشرے سے ہم تعلق رکھتے ہیں وہاں خوشامد خود کو بڑھا وا دینے اور ہر ایک کو خود سے کم تر سمجھنے کی بیماریاں عام ہو چکی ہیں اور اس سے بڑھ کر اور ہماری بدنصیبی کیا ہوگی کہ ہم میں سے کوئی بھی ان بیماریوں کا علاج کرنے کو تیار نہیں۔ رفاقت طلعت اور ریحانہ جی شکریہ آپ سب کا۔ ایسے ہی سبق آموز موضوعات پر قلم اٹھایا کریں اللہ تعالیٰ آپ کے قلم کو یوں ہی حق اور سچ کہنے کی طاقت عطا فرمائے آمین۔ مادرا جی! آپ نے یہ میرے بارے میں ہی تو نہیں لکھ دیا۔ یار کوئی بات چھپا کر رکھ لینی چاہئے کیونکہ اگر راز کو راز ہی رکھا جائے تو اچھا ہوتا ہے۔ سباس گل اور سلمیٰ گل دونوں گلوں نے مل کر گلستان آنچل کو بنا دیا۔ ”وہ جو اک میں تھا“ ختم ہو گیا۔ یاسمین نے ساری کہانی پر بہت مضبوطی سے گرفت رکھی اور انجام بہت اچھا کیا۔ میرب کو ایسا ہی کرنا چاہئے تھا دیر سے ہی سہی وہ سدھر تو گئی تھی۔ ”جنون سے عشق تک“ اتنا تھوڑا لکھا تھا کیا ہو گیا ہے سمیرا جی! طبیعت تو ٹھیک ہے ناں۔ دل کی بساط پر ابھی کہانی شروع ہوئی ہے کیا یہ بھی تین چار اقساط پر مشتمل ہے۔ عینی کا کردار بہت عجیب ہے پلیز اسے حد سے زیادہ نہ گرائیے گا۔ تیری زلف کے سر ہونے تک۔ اچھی آپا کی بھی اچھی خاصی ہونے والی ہے کیونکہ تھوڑی بہت سے تو کام نہیں چلنے والا۔ سودہ اور زید کا نکاح جلدی سے کر دیں کیونکہ میں نے ان کی شادی کے چھوہارے بانٹنے ہیں۔ انشراح کو نوفل سے پیار کا احساس جلد ہی ہو جانا چاہئے۔ اور یہ جو بالی ہے ناں مجھے اس کا کردار بھی اچھا لگتا ہے۔ اقراء جی کہانی کو جلدی جلدی اختتام پذیر کریں تو مہربانی ہوگی۔ شب ہجر کی پہلی بارش ختم ہو گیا۔ نازیہ جی آپ کو اس ناول کے مکمل ہونے پر دل کی گہرائیوں سے مبارک باد۔ ویسے نازیہ جی آپ کے تقریباً ہر ناول میں بارش کا ذکر لازمی ہوتا ہے۔ کہیں آپ کا اور بارش کا بہت گہرا تعلق تو نہیں اگر ہے تو مجھے اکیلے میں بتائیے گا۔ آئینہ میں شرکت کرنے والوں میں، میں نے ڈاکٹر تنویر صاحبہ کا تبصرہ پڑھا اور اس کے علاوہ اقراء جٹ کا باقی سب کے ابھی نام پڑھے ہیں۔ مجھے آنچل کی مستقل قارئین میں پروین افضل اور کوثر صاحبہ بہت پسند ہیں۔ باقی سلسلے ابھی پڑھنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پاکستان اور اس میں بسنے والوں کو اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

☆ ڈیئر مقدس! آپ کی تجاویز نوٹ کر لی ہیں۔

ذکیہ زرگر...... جوڑہ اسلام علیکم! اس دفعہ آنچل 24 کو ہی مل گیا۔ ماڈل پر دل و جان سے فدا ہو گئے ہم کیونکہ تھی ہی اتنی پیاری۔ حدیث پڑھی حمد و نعت سے مستفید ہوئے آپی قیصر آراء کی سرگوشیاں سنیں۔ آپی قیصر آرا اگر قیمت بڑھانا چاہتی ہیں تو بڑھا سکتی ہیں۔ ہمیں کوئی پرابلم نہیں ہے۔ دانش کدہ بہت زبردست رہا۔ ہمارا آنچل میں سلمیٰ بخاری ثانیہ حنا سائرہ کے بارے میں جان کر اچھا لگا۔ اس کے بعد مجھے یاد ہے ناں میں مجھے یاد نہیں رکھا بہت برا لگا۔ اب آتے ہیں ناولز کی طرف تیری زلف کے سر ہونے تک سودہ کی شادی پیارے میاں سے نہیں ہونی چاہئے۔ باقی اچھی ہے۔ شب ہجر کی پہلی بارش ختم شد انٹرسٹنگ ناول تھا۔ جنون سے عشق تک شہرینہ اس قدر جذباتی ہے اب تو انٹرسٹ اور بڑھ گیا ہے۔ وہ جو اک میں تھا یاسمین نشاط آپی زبردست ناول واہ جی واہ کیا کہنے۔ باقی افسانے ٹھیک تھے۔ بیاض دل میں عرشیہ ہاشمی سیدہ حور عین، ریحانہ اعجاز، جبین راجا، دلکش مریم، ارم ارسلان، غمیدہ، ارم صابرہ کے اشعار پسند آئے۔ ڈش مقابلہ میں جی کنول محسن عزیز حلیم ماریہ طفیل، جویریہ ضیاء کی ڈشز پسند آئی۔ نیرنگ خیال میں دلکش مریم، عروشمہ خان، شفقت شاہین، عاصمہ سحر، نبیلہ نذر، مریم منور، فصیحہ آصف کے انتخاب پسند آئے۔ یادگار لمحے میں عائکہ کرن شہزادی سائرہ شاہین، شازیہ ہاشم، ارم کمال، سمیرا اسواتی۔ زبردست انتخاب۔ آئینہ میں محسن عزیز حلیم بہت شکریہ ہماری تعریف کا بھئی ہم ہیں ہی پرنسز تو پرنسز معلوم تو ہوں گی ناں۔ ہم سے پوچھیے میں ارم کمال مدیحہ نورین رقیہ

ناززندگی زروین پاکیزہ علی کے سوالات مزے کے تھے۔ اب دعا کے ساتھ اجازت کہ اللہ آپ کی اور ہماری بلکہ سب کی مشکلات آسان فرمائے۔

بختاور ناز...... سنجر پور۔ اسلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ سب سے پہلے آپ کا اور سب بہنوں کا بے حد شکریہ کہ آپ سب کی دعاؤں اور اللہ تعالیٰ کی بے پناہ رحمت کے صدقے میری امی صحت مند ہوگئی ہیں پورے پندرہ سال بعد میری امی ایک ماہ شیخ زید اسپتال میں رہنے کے بعد مکمل تو نہیں لیکن کافی حد تک صحت یاب ہوگئی ہیں اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی کے بعد آپ بہنوں کی دعاؤں کی وجہ سے ہوا ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آرہی کیسے آپ بہنوں کا شکریہ ادا کروں۔ میری دعائیں ہر پل ان بہنوں کے ساتھ ہیں۔ اس ماہ آنچل 23 کو ملا۔ سب سے پہلے حمد و نعت سے مسرور ہوتے ہوئے الکوثر تک پہنچی۔ آپی یقین نہیں یہ سلسلہ میرے دل کے بہت قریب ہے۔ میں اسے دل و جان سے پڑھتی ہوں اس کے بعد سلسلے وار ناول شب ہجر کی پہلی رش پڑھی ویلڈن نازی آپی اس ناول کی تعریف کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔ بس اتنا کہوں گی آپ اور آپ کا ناول ازدی گریٹ ہت اچھا اینڈ کیا۔ آپ سے یہی امید پھر بات ہوجائے وہ جواک میں تھا واہ یاسمین آپی زبردست یہ ناول بھی آنچل کی شان فا۔ اس کے بعد بات ہوجائے۔ اقرا آپی کے ناول کی اس پر تبصرہ مکمل ہونے پر سمیرا آپی کا ناول تجسس سے بھرپور مزہ دے رہا ہے۔ لک چھپ جانا اور دکھ دریا کے بیچ نگر میں یہ دونوں بھی اچھے لگے۔ صدف آصف کو ابھی نہیں پڑھا کیونکہ جاری ہے دیکھ کر چھوڑ دیا کہ مکمل پڑھوں گی۔ دوست کا پیغام آئے سب پیاری پیاری لڑکیوں نے اچھے پیغام دیئے کاش کوئی مجھ غریب کو بھی یاد کرلے۔ سروے میں سب کے جوابات دل کو لگے۔ شائلہ آپی کبھی میں بھی آؤں گی آپ کی محفل میں آپ کے اتنے پیارے جواب سننے کو بہت دل کرتا ہے اس بار آئینہ تو بہت پیارا لگا۔ ڈاکٹر تنویر انور خان نے کیا خوب لکھا۔ اقراء جٹ آپ کو تو ایوارڈ ملنا چاہیے اتنا اچھا اور اتنا بڑا خط لکھنے پر ویلڈن بہت ذہین ہیں آپ۔ کیسا لگا تبصرہ ضرور بتایئے گا۔ سب دوستوں کو میرا اسلام زندگی نے وفا کی تو پھر کبھی ملیں گے۔ خدا حافظ۔

اقراء ممتاز...... سرگودھا پیاری شہلا آپی اینڈ آنچل کی ریڈرز کو محبتوں بھرا اسلام۔ اس دفعہ آنچل سنخروں کے بعد 26 تاریخ کو ملا۔ ٹائٹل گرل بہت خوب صورت لگ رہی تھی ٹائٹل گرل کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد اندر در جواب آں میں انٹری دی۔ مدیرہ جی نے بڑی مشکلوں سے بہنوں کو قابو کیا ہوا تھا۔ ہاہاہا...... اس دفعہ جرت کا جھٹکا لگا کہ ناقابل اشاعت کہانی کوئی بھی نہیں تھی۔ ہمارا آنچل میں ام سلمیٰ بخاری ثانیہ الطاف حنا گل سائرہ داؤد کو جاننے کا موقع ملا۔ سب سے پہلے اپنے فیورٹ ناول کی طرف دوڑ لگائی۔ چھلانگ نہیں لگائی کیونکہ چھلانگیں لگانے سے ایک آدھی ہڈی ٹوٹ ہی جانی تھی ہاہاہا۔ جنون سے عشق تک سمیرا جی آپ کے کیا کہنے۔ یہ شہرینہ کے ساتھ کیا کردیا۔ جہاں تک میرا خیال ہے یہ وہ بھی لڑکا ہوسکتا ہے جسے شہرینہ نے بازار میں تھپڑ مارا تھا۔ تیری زلف کے سر ہونے تک اقراء صغیر احمد اس اسٹوری کو کیا خوب صورتی کے ساتھ آگے بڑھا رہی ہیں۔ شکر ہے نوفل اور انشراح کچھ تو بہتر ہوتے نظر آئے۔ ارے انشراح بی بی یہ غصہ چھوڑوں آپی پلیز سودہ اور زید کو علیحدہ مت کیجیے گا دونوں کی جوڑی کمال ہی لگے گی۔ وہ جواک میں تھا سکندر ریاض کے ساتھ تو بہت اچھا ہوا۔ میراب کی زندگی برباد کرڈالی آخر کار میراب کو اس کی بیٹی عرہ مل ہی گئی۔ دل کی بساط پر صدف آصف کا نام ہی کافی ہے۔ عینان پر اتنا غصہ آتا ہے [illegible] ایک مشورہ ہے تم ابراہیم کے ساتھ ملنا شروع کردو دیکھنا تابش کیسے سر کے بل سیدھا ہوگا۔ کیونکہ آمنہ نے بھی تمہیں یہ مشورہ دینا ہے ہاہاہا۔ افسانہ آنچل کے سائے تلے اس اسٹوری نے مسکرانے پر مجبور کردیا۔ ارے ماوا مجھے بھی کالج کا پاپا تاتی میں بھی سمیرا شریف طور کا ناول سنے کے لیے آجاتی ہاہاہا۔ لک چھپ جانا اس ماہ کا نمبروں کا افسانہ تھا۔ بیا اور شجاع کی مثالی دوستی دیکھ کر دل خوش ہوگیا۔ شجاع نے بیا کو اتنا تنگ کیا۔ دونوں کی نوک جھونک سے ہم تو لطف اندوز ہوئے۔ آنچل تیرا شکریہ زبردست افسانہ تھا ماہی کا بروقت فیصلہ اس کی عزت بچا گیا آنچل ہاؤس فائزہ بھٹی کی اچھی کاوشیں تھی آمیزنگ۔ گل مینا خان ویل ڈن سب کو آرٹیکل میں دیکھا۔ یادگار

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

لمحے میں کرن شہزادی، طلال اسلم، رابعہ اسلم کے یادگار لمحے پسند آئے۔ ہم سے پوچھیے میں ارم کمال انیلا طالب مدیحہ نورین مہک شازیہ اختر شازی کے سوالات پسند کی سند لے گئے۔ ڈش مقابلہ میں ایس این شہزادی عائشہ سلیم بازی لے گئیں۔ دوست کے پیغام آئے میں جن بہنوں نے یاد رکھا ان کا شکریہ۔ آئینہ میں ڈاکٹر تنویر انور عائشہ پرویز اسما صدیقہ اور اقراء جٹ مدیحہ نورین مہک نمبرون رہی۔ اس دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گی کہ اللہ سبحان وتعالیٰ آنچل کو اور ترقی دے خدا ہم سب کو خوش وخرم رکھے پاکستان کو دہشت گردی سے محفوظ رکھے آمین۔

ذنیرہ امشال ورک...... حافظ آباد السلام علیکم! اپریل کا نفیس سا شمارہ آنکھوں کو بھلا لگا۔ ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' نوفل محترم کن راستوں پر چل پڑے آپ؟ اور زید بھی تو دل کی بھی مان لیا کرو۔ پیارے میاں ایک بار ہاتھ تو آؤ میرے تمہارا سارا پیار نکال دوں گی بڑا آیا ہیرو کہیں کا۔ خیر پردہ اٹھنے کے منتظر ہیں اہل دل...... ''جنون سے عشق تک'' سمیرا آپی کیا آپ کے شوہر نامدار بھی شیر افگن جیسے ہیں؟ شہرینہ ایک بات کہوں یار تم اپنی تمام تر بے وقوفیوں اور نادانیوں کے باوجود اچھی لگتی ہو۔ یقین واثق ہے سمیرا آپی اپنا معیار برقرار رکھیں گی اور شیر افگن شہرینہ کو جلدی ڈھونڈ وایک الجھی ہوئی کہانی تمہاری اور ہم سب کی منتظر ہے۔ نازیہ آپی ''شب ہجر کی پہلی بارش'' خوب صورت اور جذبوں میں گندھا ناول خوب صورتی سے اختتام کو پہنچا مبارک باد قبول کریں۔ آپ نے ہر کردار کے ساتھ انصاف کیا ہے مگر عائلہ اور رزاویار کے ساتھ......؟ خیر سدید علوی اداس کر گیا۔ عبدالہادی بھی اتنے باؤلے ہوئے تھے کہ سب سے پہلے بارات لے کر پہنچ گئے ہاہاہا...... صیام صاحب شکر کریں نازیہ آپی کا جو آپ کو در مکنون سے ملوا دیا ورنہ جنگلوں میں پھرتے رہتے اور ایلی چوہان اور پری صاحبہ تم دونوں بڑے ڈرامہ ہو یار یاد رہو گے۔ اس ناول کے سارے کردار اپنی شرارتوں، اپنی باتوں اور اپنی محبتوں کی وجہ سے فراموش نہ ہوسکیں گے۔ نازیہ آپی اب گمنام نہ ہوجایئے گا۔ جلد ہی کوئی نیا ناول شروع کیجیے گا ہمیں آپ کی کہانیاں پڑھ کر مزہ آتا ہے۔ ''ایک دن کی دعوت'' دل کو گداز کرتا ہوا نہایت ہی خوب صورت افسانہ ریحانہ آپی ویلڈن، آپ نے غباروں کا جو نیا خیال پیش کیا ہے میں اسے سراہتی ہوں۔ ''عرصہ ہوا ان غباروں میں اب اس کی جوان بیٹی اپنی سانسیں بھر رہی تھی'' کہنے کو تو ایک جملہ ہے مگر ریحانہ آپی دل کے بہت اندر تک سرایت کر گیا ہے۔ اب میں کبھی غبارے بیچنے والوں کو دیکھ کر مسکرا نہ سکوں گی اور نہ ہی کبھی غبارے خرید سکوں گی کیونکہ مجھ سے ان کی سانسیں خریدی نہیں جائیں گی۔ نزہت جبین، نرمین سرمیو اور فرح طاہر کے اشعار پسند آئے۔ سمیرا سواتی آپ کا بندر واقعی کانفیڈنس رکھتا ہے مزہ آیا۔

سمیعہ دانی...... ملتان آنچل اسٹاف اینڈ قارئین ریڈرز و رائٹرز سب کو مابدولت کی طرف سے آنچل کی چالیسویں سالگرہ مبارک اس دعا کے ساتھ کہ......

عروج ہو ایسا نصیب تجھے دنیا میں
کہ آسماں بھی تیری وسعتوں پہ ناز کرے (آمین)

ٹائٹل گرل ماریہ رضوی سالگرہ وش کرتے ہوئے ساری توانائیاں بحال کر گئیں۔ سرگوشیاں میں پہنچے تو مدیرہ اپیا کو پریشان پایا۔ اپیا جی پریشان مت ہوں جو بھی ادارے کا فیصلہ ہوگا سر آنکھوں پر کہ آنچل سے محبت کرنے والوں میں ابھی کمی نہیں آئی ہے۔ حمد و نعت سے دلوں کو سکون تو الکوثر پڑھ کر دلوں کو روحانی فیض ملتا ہے۔ در جواب آں میں سب بہنوں کا احوال جان کر ہمیشہ ہی طمانیت کا احساس ہوتا ہے فرح طاہر اللہ آپ کے بھائی کو صحت کاملہ عطا فرمائے (آمین) اب چھلانگ نہیں لگانی پڑی فوراً ہی وہ جواک میں تھامل گیا۔ ارے یہ کیا بھئی اینڈ بھی ہوگیا؟ ابھی تو ہم نے پڑھنا شروع کیا تھا۔ چلیں خیر آنچل کے افق پر مہتاب بن کر چمکا ہے یہ ناول...... ''شب ہجر کی پہلی بارش'' آخر برس ہی گئی ہر کسی پر رم بن کر نازی جی صدا پھولوں کی طرح مہکتی رہیے۔ ایک شعر عرض ہے اسی ناول کے لیے

انگور کی بیلوں پر اتر آئے ستارے
رکتی ہوئی بارش نے بھی کیا رنگ دکھائے

"جنوں سے عشق تک" اس کہانی نے تو شروع سے ہی اپنے سحر میں جکڑا ہوا ہے' سمیرا جی پلیز شہری کو کچھ نہیں ہونا چاہیے' صدف آصف "دل کی بساط" پر بازی لے گئیں۔ افسانے تو سارے ہی کمال کے ہوتے ہیں۔ سباس گل اینڈ نزہت جبیں ضیاء ویری گڈ بھئی۔ ریحانہ آفتاب ہمیشہ ہی کسی اصلاحی پہلو کی طرف تو جہ دلاتی نظر آتی ہیں۔ آرٹیکل میں فائزہ بھٹی زبردست رہیں۔ آئینہ میں ڈاکٹر تنویر انور خان اینڈ اقراجٹ منچن آباد نے مکمل کر تبصرہ کیا ویری گڈ۔ نیرنگ خیال میں سب ہی سالگرہ وش کرتی نظر آئیں اینڈ فریدہ جاوید فری آپی کو سلام۔ باقی سلسلے بوجہ دیگر امور ابھی ادھورے ہیں۔ انیلا طالب اور کوثر خالد کو بھی سلام عرض اس کے ساتھ ہی اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

حنا ریحان...... لاهور۔ السلام علیکم! امید کرتی ہوں کہ آپ سب خیریت سے ہوں گی اللہ رب العزت سے آپ سب کی صحت' سلامتی اور ایمان کی پختگی کے لیے دعا گو ہوں۔ آپ سب کو میری طرف سے آنچل کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ میں پچھلے تیرہ برس سے آنچل کی قاری ہوں۔ آنچل سے میرا بہت اپنائیت بھرا رشتہ ہے' میں نے اپنے ہر دکھ سکھ میں آنچل کو اپنا ہوا پایا آنچل سے میری عقیدت میں کوئی ذمہ داری اور مصروفیت حائل نہیں ہو پائی اور آئندہ بھی ان شاء اللہ یہ ساتھ یونہی قائم رہے گا۔ خوب صورت سرورق سے سجا آنچل ہر ماہ دل میں اتر جاتا ہے "سرگوشیاں" قیصر آرا صاحبہ کی اور حمد و نعت میں بہت ذوق وشوق سے پڑھتی ہوں۔ سلسلہ "دانش کدہ" بھی بہت پسند ہے۔ اس سلسلے کے توسط سے روحانی تربیت میں بہت مدد ملتی ہے۔ سلسلہ "ہمارا آنچل" میں ہر ماہ قاری بہنوں کے انٹرویوز اور تعارف بھی بہت دلچسپ ہوتے ہیں۔ اب تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب میری فیملی ممبرز ہوں۔ گزشتہ برس رفعت سراج کی تحریر 'چراغ خانہ' پڑھی مشہود اور دانیال کی بے مثال دوستی' پیاری اور شہود کی بے مثال بہن بھائی والی محبت' بولاکے برجستہ جملے' ہر لحاظ سے اچھی تحریر تھی۔ مگر جتنی روانی سے تحریر چلی آ رہی تھی اس طرز کا انجام رفعت صاحبہ نہیں کر پائیں' مشہود کے ساتھ پیش آنے والے واقعات بھی ادھورے سے لگے' میری تشفی نہیں ہو پائی۔ (معذرت کے ساتھ) ذرا مسکرا میرے گمشدہ' فاخرہ گل' کی تحریر بہت پسند آئی' اجیہ اور اس کی والدہ اس کہانی کے سٹرانگ کریکٹرز تھے۔ جنہوں نے اپنی زندگی کی ضرورتوں کو کمزوریوں میں تبدیل نہیں ہونے دیا۔ سکندر صاحب جیسے لوگ عورت کی زندگی کو پیروں تلے روند ڈالتے ہیں مگر مکافات عمل بھی اسی دنیا کا حصہ ہے' ارنش جیسے مہربان لوگ بھی اسی دنیا میں پائے جاتے ہیں' جو رشتوں کے تقدس کو پامال ہونے سے بچانے کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں۔ جون کے شمارے میں شائع ہونے والے فاخرہ گل ہی کے آرٹیکل 'ماواں ٹھنڈیاں چھاواں" پڑھ کر فاخرہ کی والدہ کی رحلت کا علم ہوا۔ یقین جانیے بہت افسوس ہوا اللہ اس بے لوث نقصان پر فاخرہ بہن کو صبر عطا فرمائے' اور ان کی والدہ کے درجات بلند فرمائے (آمین) اقراء گلزار کی "پرچم ستارہ وہلال" بھی دل کو چھو لینے والی ایک تحریر تھی۔ 'رنگ حنا کی بات نہ چھیڑ' ستمبر کے شمارے میں 'فریدہ فری' کی ایسی تحریر جو برسوں میرے ذہن میں نقش رہے گی۔ 'بند ہونٹوں کی بات' اکتوبر کی شمارے کی 'راشدہ رفعت' کی تحریر ابھی پھولوں میں خوشبو ہے یاسمین نشاط کی تحریر نے دل پر بھی گہرا نقش چھوڑا۔ 'عہد وفا' رافعہ ملک کی نومبر کے شمارے میں شائع ہونے والی تحریر نے بھی خوب متاثر کیا۔ ایک ریڈیو پریزینٹر اور سامع کی لو اسٹوری' کچھ الگ سی تحریر پڑھ کر اچھا لگا۔ نومبر میں 'میرا ڈھول ماہیا' سحر ش فاطمہ کی ناقابل فراموش تحریر۔ عشق کا حاصل آنسو کیوں' سمیرا حمد رفیق کی تحریر بھی نومبر کے شمارے میں شائع ہونے والی تحریر عمدہ انداز لیے ہوئے تھی۔ 'چھوٹا چاند' نزہت جبیں ضیاء کی تحریر۔ جنوری کے شمارے میں حیا بخاری کی جنوری کی پہلی دھند' زرد محبت' وہ ایک پل مسیحائی' بخت کا ستارہ' میکے کی عید' تیرہ شبوں کا حاصل چاند' آنچل کی لاج' باجو بینڈ والے' بھی نہایت عمدہ تحریریں ثابت ہوئیں۔ ہماری تمام رائٹرز نہایت محبت ومحنت کے ساتھ دوڑتی بھاگتی زندگی سے اپنا قیمتی وقت نکال کر ہمارے لیے ایسی نایاب تحاریر

لکھتی ہیں' آپ سب کا بہت شکریہ۔ اب بات ہو جائے سلسلہ وار ناولز کی۔ "تیری زلف کے سر ہونے تک" اقرا جی آپ پلیز تھوڑی سی اسپیڈ بڑھا دیں۔ زید اور سودہ کی جلد از جلد شادی کروا دیں' عمرانہ کی عقل ٹھکانے لگا دیں' جنہوں نے زید میاں کو مدثر صاحب کی پدرانہ شفقت سے محروم کر رکھا ہے۔ نوفل اور انشراح میں طویل ناراضگی اور بدگمانی کے بعد انتقامی سا جذبہ پیدا ہونے والا ہے۔ ویسے انشراح کی نانی کا کردار مجھے بالکل نہیں پسند اور لاریب بھی بہت اریٹیٹنگ کریکٹر ہے۔ باقی دیکھیں کہانی کیا رخ اختیار کرتی ہے۔ انشراح اور نوفل کزن ہیں یہ مجھے بہت پہلے سے لگتا تھا۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" نازیہ کنول نازی کا شاہکار ناول جسے انہوں نے اپنی زندگی کا بیسٹ ناولز قرار دیا تھا۔ اس ناول کے دوران ہی ان کی شادی ہوئی' بچے ہوئے' لیکن بے انتہا مصروفیت کے باوجود انہوں نے نہایت خوب صورت شاعری بھی کی' اور بہترین الفاظ واقعات سے اس ناول کو سجایا بھی ہے۔ مجھے یہ ناول مدتوں یاد رہے گا' نازیہ جی میں دعا کرتی ہوں کہ اللہ رب العزت آپ کے قلم کو مزید طاقت عطا فرمائے اور آپ اس سے بڑھ کر خوب صورت' دل کو چھو لینے والی تحاریر ہمارے لیے تحریر کریں۔ کرنل صاحب اور صمید حسن دونوں نے مریزہ رحمان کے ساتھ بے حد ناانصافیاں کیں' سارا بیگم نے بحیثیت عورت مریزہ پر بہت ظلم کیا' شہرزاد نے نہایت ہوشیاری کے ساتھ اپنی زندگی اور عصمت کی حفاظت کرتے ہوئے اپنے دشمنوں کا قلع قمع کیا۔ شہرزاد اور عبدالہادی کا کپل اچھا ہے' صیام اور درمکنون کی جوڑی شاندار ہے۔ ویری ویل ڈن نازیہ جی۔ سمیرا شریف طور بھی میری پسندیدہ مصنفین میں شامل ہیں' جنہوں نے جنوں سے عشق تک بہت ہی سحر انگیز تحریر لکھی ہے' ان کے ناولز کی ہیروئن ماں باپ کی بے توجہی اور بداعتمادی کا شکار ہوتی ہیں اور جنون کی حد تک اپنے قریبی رشتوں سے متنفر بھی اور پھر ہیرو ہی اس کی عقل ٹھکانے لگاتا ہے۔ شہرینہ بھی احساس کمتری اور محبت کی کمی کا شکار ہے اور افگن اس سے انتہائی نالاں' محبت کی ترسی ہوئی شہرینہ کو اماں بی اور افگن کی محبت اور توجہ ہی زندگی کی طرف لا سکتی ہے۔ ویسے عثمان صاحب اور فائقہ کی زندگی بھی کچھ ان بیلنس سی محسوس ہوتی ہے' ضرور ماضی کا کوئی ایسا قصہ کہانی کو مزید پراسرار بنانے والا ہے۔ جوان کرداروں کی حقیقت واضح کرے گا' ہاں ان کے ناولز میں خاندانی اقدار اور روایات کو بہت اہمیت دی جاتی ہے جس سے سمیرا کے رکھ رکھاؤ والی طبیعت اور تربیت کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے۔ گزشتہ سال مجھے آنچل میں کسی قسم کی کمی کا احساس نہیں ہوا' یہ ہر لحاظ سے ایک مکمل تفریحی ادبی رسالہ ہے۔ جو ہماری بچیوں کی اخلاقی اور معاشرتی تربیت میں نہایت معاون و مددگار ثابت ہوتا ہے۔ میں نے خود اپنی زندگی کے بہت سے معاملات میں ان مصنفوں کی تحریروں سے راہنمائی حاصل کی۔ ڈش مقابلہ میں مزیدار ریسپی' کچن میں مددگار ثابت ہوتی ہیں' بیاض دل' ہومیو گائیڈ' نیرنگ خیال' میرے فیورٹ سلسلے ہیں۔ دوست کا پیغام آئے میں تمام بہنوں کے محبت بھرے خلوص ضرور پڑھتی ہوں' یادگار لمحے' آئینہ بھی بہت اچھے سلسلے ہیں۔ ہم سے پوچھیے' میں شمائلہ کاشف جس حاضر جوابی کا مظاہرہ کرتی ہیں' لب اپنے آپ مسکرا اٹھتے ہیں۔ آپ کی صحت اور کام کی باتیں' غرضیکہ ایک مکمل تفریح۔ اس کے ساتھ ہی اجازت چاہوں گی۔

☆ڈیئر حنا! آپ اپنی تحریر ارسال کر دیں' آپ نے تبصرہ تو اچھا لکھا ہے۔ کہانی پڑھنے کے بعد ہی اندازہ ہو سکے گا۔

اس دعا کے ساتھ آئندہ ماہ تک کے لیے اجازت کہ اللہ سبحان وتعالیٰ ہم سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے اور ہمیں نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے' آمین۔

(جاری ہے)

ہم سے پوچھیئے

شمائلہ کاشف

طیبہ خاور سلطان...... وزیر آباد

س:۔ میں نے سنا ہے صرف عورت کو کمپرومائز کرنا چاہیے آپ کیا کہتی ہیں؟

ج:۔ سنو ذرا راز داری سے بتاؤ کس حوالے سے پوچھ رہی ہو۔

س:۔ آنچل کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔

ج:۔ تمہیں بھی...... پگلی اس بار بھی خالی ہاتھ آ گئی ناں۔

س:۔ اگر آپ کی اچھائی بھولپن کو کوئی بے وقوفی سمجھے اس کے ساتھ پھر کیا کرنا چاہیے؟

ج:۔ اس کے لیے شدت سے شادی کی دعا کرنی چاہیے۔

س:۔ کبھی یوں بھی آ میرے دل میں تجھے عمر بھر کو میں روک لوں؟

ج:۔ اپنے میاں سے پہلے پوچھ لو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ روک لیں۔

س:۔ آپی جی میرے میاں بہت اچھے ہیں دعا کریں وہ ہمیشہ اچھے ہی رہیں۔

ج:۔ تمہارے میاں ہیں ایسی دعائیں خود مانگو۔

س:۔ ویسے آپی جو بات میرے دل میں ہوتی ہے وہی زبان پہ بھی ہوتی ہے؟

ج:۔ جب ہی تو تم جھوٹ بولتی ہو۔

س:۔ جہاں کسی کو ایک قدم پیچھے دیکھتی ہوں خود دس قدم دور ہو جاتی ہوں؟

ج:۔ پلیز اس کی چپل اسے دے دیا کرو۔

س:۔ کوشش یہی ہوتی ہے میری وجہ سے کسی کا دل نہ دکھے۔

ج:۔ اور اس کوشش میں کامیابی کہاں تک ملی۔

س:۔ میرا دل کرتا ہے ساری کائنات کے دکھ اپنی جھولی میں سمیٹ لوں؟

ج:۔ پہلے ساس کی خدمت کرو اس کے بعد یہ باتیں کرتی اچھی بھی لگو گی۔

س:۔ آپی جی دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

ج:۔ یہ تو بتاتی جاؤ دعاؤں میں یاد کس کو رکھوں تمہیں یا تمہاری نند کو؟

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

س:۔ سردیوں کا ٹھنڈا پانی گرمیوں کے لیے سنبھال کے کیوں نہیں رکھ سکتے؟

ج:۔ بالکل رکھ سکتے ہیں اس پانی کو فریزر میں رکھ دو جم جائے تو گرمیوں میں اس سے نہاؤ تمہارا دماغ ٹھنڈا رہے گا۔

س:۔ کالے بندے کے دانت زیادہ سفید کیوں ہوتے ہیں؟

ج:۔ اس کی رنگت کی وجہ سے زیادہ چمکتے ہیں جیسے تمہارے۔

س:۔ رنگ کالا کرنے کا بہترین طریقہ بتائیں؟

ج:۔ تمہیں کیا ضرورت ہے پگلی تم تو پہلے ہی بلیک بیوٹی ہو۔

س:۔ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے تو یہ کیا زبان پر سفر کرتے ہیں؟

ج:۔ ہاں تب ہی تو تمہاری زبان اس قدر چلتی ہے۔

س:۔ پریشر ککر میں کیا کھیر بن سکتی ہے؟

ج:۔ اس کا تو پتہ نہیں لیکن تمہارے اس سوال سے میرے دماغ کی ضرور بن گئی۔

س:۔ کالے چشمے والے بندے دور سے سوہنے اور نزدیک سے بندر کیوں لگتے ہیں؟

ج:۔ اور تم نے ضرور بندر یا بننے کا ثبوت دینا ہوتا ہے انہیں مڑ مڑ کر دیکھتے ہوئے۔

س:۔ اسمارٹ ہونے کا ایک اعلیٰ نسخہ ڈائٹنگ کی

بجائے دوسروں سے جلنا شروع کریں کیا خیال ہے آپی؟

ج:۔تمہارے لیے بہتر ہے اب میری ذہانت اور اسمارٹنس سے جلو۔

س:۔آپی کبھی کبھی دل کرتا ہے کہ..... آپ کو کیوں بتاؤں؟

ج:۔تم مت بتاؤ میرا دل کرتا ہے تمہارے ان فضول سوالوں پر ایک لگاؤں اور پھر سب کو بتاؤں۔

س:۔اگر میں آپ کو سمندر میں دھکا دے دوں تو پھر؟

ج:۔دیکھا ابھی سے تمہاری جلن شروع ہوگئی ناں' بو بھی آرہی ہے۔

نجم انجم اعوان......کراچی

س:۔اگر کوئی پریشان ہو تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ لانے کے لیے کیا کیا جائے؟

ج:۔ایک زوردار تھپڑ اس کے رخسار مبارک پر رسید کیجیے اور ہنستے ہوئے کہہ دیں میں تو مذاق کررہی تھی۔

س:۔جب آپ مجھے بھولنے کی کوشش کرتی ہیں میں اسی وقت آپ کی محفل میں حاضر ہوجاتی ہوں؟

ج:۔سفید جھوٹ۔

س:۔اگر دل ٹوٹ جائے تو اسے کیسے جوڑا جاتا ہے؟

ج:۔کسی دوسرے سے دل جوڑ کر...... سمجھی' خاک سمجھو گی تم تو دل توڑنے میں ماہر ہو۔

س:۔اگر بجلی کی طرح دلوں میں بھی لوڈشیڈنگ شروع ہوجائے تو؟

ج:۔تمہارے میاں پل میں ادھر پل میں ادھر ہوں گے۔(مطلب سوتن کے پاس)

س:۔میرا دل کرتا ہے کہ آپ کو پاکستان کا وزیراعظم بنادوں سب سے پہلے کیا کام سرانجام دیں گی؟

ج:۔تمہارے سر سے سینگ غائب کروانے کا حکم۔

ثانیہ الطاف اعوان......راولپنڈی

س:۔شمائلہ آپی' پہلی دفعہ شرکت کررہی ہوں' ارے بھئی ویلکم تو کیجیے' اتنی بڑی ہستی آپ کی محفل میں تشریف لائی ہے۔

ج:۔بالکل اتنی بڑی ہو کہ عقل ٹخنوں سے بھی نیچے قدموں میں معلوم ہوتی ہے' خیر چھوڑو پہلی بار آئی ہو چائے پیو گی یا شربت۔

س:۔میرے استقبال کے لیے ریڈ گلاب اور موتیے کے ہی پھول منگوانا مجھے پسند ہیں۔

ج:۔تمہاری رخصتی کے وقت منگواؤں گی خوش' بتاؤ سسرال کب جاؤ گی۔

س:۔ارے بھئی اتنا تکلف مت کیجیے' کافی سے کام چلالوں گی' بس پیار سے دیں۔

ج:۔پیار سے میں صرف جواب دیتی ہوں' اسی پر کام چلاؤ۔

س:۔آپی یہ بتائیں جو چیز آپ کو بے حد بھائے وہی کیوں چھین لی جاتی ہے؟

ج:۔دیکھا میرا پیار دیکھ کر فوراً دکھی ہوگئی' کوئی بات نہیں گھر جانے کا کرایہ مجھ سے لے لینا۔

س:۔آپ کی ردی کی ٹوکری کو اتنی بھوک کیوں لگتی ہے' بالکل آپ کی طرح' ہمیشہ معصوموں کی معصوم خواہشات کھا جاتی ہے۔

ج:۔لیکن تم باہر آگئی اب اس کو تمہاری چالاکی کہیں یا ہماری شرافت۔

آپ کی صحت

سلمیٰ عابد، چکوال سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 16 سال ہے، میرے چہرے پر ایکنی پمپلز ہیں، چہرے کی رنگت بھی ہلکی ہے ،ماہانہ نظام بھی ٹھیک نہیں ہیں، پاؤں کے تلوے اور ہاتھ گرم رہتے ہیں اور دوسرا مسئلہ میری چھوٹی بہن کا ہے، جس کی اسکین آئلی ہے، چہرہ ہر وقت چکنا رہتا ہے، نمکین چیزوں کی بہت شوقین ہے، اکثر قبض بھی ہوجاتا ہے اور سر کے بال ویسے تو ٹھیک ہیں مگر بڑھتے نہیں ہیں، کیا ہیر گرور کے استعمال سے بڑھ جائیں گے اور کتنی بوتلیں استعمال کرنی ہوں گی؟

محترمہ آپ Pulsatilla 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں اور چھوٹی بہن کو Natrum Muriaticum 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پلائیں۔ ہیر گرور کی 3 سے 4 بوتلوں کے استعمال سے بال کافی بہتر ہوجائیں گے۔

شبانہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر جواب دیں اور کیا میں رنگ گورا کرنے کی دوا Judum 1M استعمال کرسکتی ہوں؟ دوسرا مسئلہ میرے شوہر کا ہے، ان کی طبیعت سست رہتی ہے، سر میں درد کی بھی شکایت رہتی ہے، مزاج چڑچڑا ہے، ذرا ذرا سی بات پر غصہ آجاتا ہے، دماغی کام زیادہ ہے، چلنا پھرنا بہت کم ہوتا ہے، چائے بہت زیادہ پیتے ہیں ،کافی عرصے سے قبض رہنے لگا ہے، قبض کے ساتھ سخت درد ہوتا ہے، قبض کی حالت میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پیٹ کوری کی مانند کوئی چیز اندر کو کھینچ رہی ہے، کوئی دوائی تجویز کردیں کہ قبض سے نجات مل جائے۔

محترمہ آپ Chimaphila-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔ اس کے علاوہ =/600 روپے کا منی آرڈر ہمارے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں بریسٹ بیوٹی آپ کے گھر پہنچ جائے گا اس کے استعمال سے فائدہ ہوگا۔ Judum 1M کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں 15 دن میں ایک بار پئیں۔ ان شاء اللہ رنگت کافی بہتر ہوجائے گی اور اپنے شوہر کو Plumbub Meta 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پلائیں۔

بلوشہ خان، بنوں سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 26 سال ہے ،میں بہت کمزور ہوں، 16 سال کی دکھائی دیتی ہوں اور میرا وزن بھی بہت کم ہے، کوئی ایسی دوا ئیں بتائے کہ میرے وزن میں اضافہ ہوجائے۔ دوسرا مسئلہ میرے والد کا ہے، انہیں اکثر دوپہر میں ایسے ہی یا پھر کبھی کھانے کے بعد ہچکیاں شروع ہوجاتی ہے، تمباکو نوشی بھی کرتے ہیں، کبھی سگریٹ پینے کے بعد بھی ہچکیوں میں اضافہ ہوجاتا ہے، میرا خط ضرور شائع کیجیے گا۔

محترمہ آپ Alfalfa Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں کھانے سے پہلے پئیں، ان شاء اللہ وزن میں اضافہ ہوجائے گا اور اپنے والد کو Ignatia 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پلائیں۔

نورین شاہد، گاؤں دوخاہ، پنجاب سے لکھتی ہیں کہ میری تھوڑی اور اپر لپس پر ہلکے بال تھے، بار بار ویکسنگ کرانے کی وجہ سے بال سخت اور موٹے آنے لگے ہیں، برائے مہربانی کوئی ایسی دوا بتائیں کہ بغیر کسی سائیڈ افیکٹ کے ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائے۔ دوسرا مسئلہ میرے 4 سال کے بچے کا ہے، جو چڑچڑا ہے، بہت کمزور ہے، آنکھوں کے گرد حلقے ہیں، رات کو سوتے میں دانت پیستا ہے، بھوک بالکل ہی نہیں لگتی زبردستی کھلانا پڑتا ہے، ناک کو اکثر نوچتا رہتا ہے، سوتے سوتے چیخ اٹھتا ہے یا نیند سے جاگ کر رونے لگتا ہے۔ تیسرا مسئلہ میرے شوہر کا ہے، وہ آفس میں کام کرتے ہیں، مستقل جوتے پہنے رہتے ہیں، تنگ جوتے پہننے یا رگڑ یا دباؤ کی وجہ سے پاؤں کے انگوٹھے یا چھوٹی انگلی کے جوڑ کی جلد اکثر سخت ہوجاتی ہے، چلتے وقت درد ہوتا ہے۔ ہمارے مسائل کے لیے بہترین دوا تجویز کردیں، دوائی منگوانے اور استعمال کا طریقہ ضرور بتائے گا۔

محترمہ آپ چہرے کے غیر ضروری بال ختم کرنے کے لیے Aphrodit Hair Inhibitor بذریعہ ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر 0349-4900800 میں پیسے بھیج کر بھی منگوا سکتی ہیں، 2 سے 3 بوتلوں کے استعمال سے ان شاء اللہ غیر ضروری بال نکلنا ہمیشہ کے لیے بند ہوجائیں گے اور اپنے بچے کو Cina 30 کے 5 قطرے ایک چمچ پانی میں دن میں تین مرتبہ پلائیں اور شوہر کو Ferrum Picricum 6x کی ایک، ایک گولی دن میں تین مرتبہ کھلائیں۔

میمونہ رضا، ایبٹ آباد سے لکھتی ہیں کہ میری شادی کو 10 سال ہوگئے ہیں، 3 بچے ہیں، شوہر کی طرف سے ازدواجی زندگی ختم ہوگئی ہے، شرم کی وجہ سے وہ اپنا علاج نہیں کرواتے، ان کے لیے کوئی دوائی تجویز کردیں اور دوسرا مسئلہ انہیں پسینہ بہت آتا ہے، جو کافی بدبودار ہوتا ہے، کسی محفل میں بڑی شرمندگی ہوتی ہے، جبکہ وہ روز نہاتے ہیں اور روز کپڑے بدلتے ہیں، کوئی دوائی بتادیں۔

محترمہ آپ Staphisagaria 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پلائیں اور ڈاکٹر صاحب کا بنایا ہوا خاص طلاء بذریعہ منی آرڈر منگوا سکتی ہیں جس کی قیمت 800 روپے ہے۔ دونوں دواؤں کے استعمال سے ان شاء اللہ بہت افاقہ ہوگا اور پسینے کی بدبو کے لیے Sulphur 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پلائیں۔

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا
ڈاکٹر صاحب مرحوم 50 سال سے زائد عرصہ طب کے شعبے سے وابستہ رہے اور 20 سال سے زائد عرصہ ''ماہنامہ آنچل'' کے معروف سلسلے ''آپ کی صحت'' کے ذریعے قارئین کو ہومیو پیتھک طریقہ علاج کے مطابق طبی مشورے فراہم کرتے رہے۔ مندرجہ ذیل دوائیں ڈاکٹر صاحب کے 50 سالہ طبی تجربے کا نچوڑ ہیں۔
قدرتی بال، سر کی رونق بحال
ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر
قیمت 700/= روپے
Aphrodite
Hair Grower
براہ راست کلینک سے لینے پر قیمت 500/= روپے
چہرے و دیگر غیر ضروری بالوں کا مستقل خاتمہ
ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر
قیمت 900/= روپے
Hair Inhibitor
براہ راست کلینک سے لینے پر قیمت 800/= روپے
ایفروڈائٹ بریسٹ بیوٹی
ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر
قیمت 600/= روپے
Breast Beauty
براہ راست کلینک سے لینے پر قیمت 500/= روپے
ایفروڈائٹ پین کلر
ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر
قیمت 700/= روپے
Pain Killer
براہ راست کلینک سے لینے پر قیمت 500/= روپے
زیر نگرانی:
محمد عاصم مرزا
محمد آصف مرزا
محمد عامر مرزا
ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک
ایڈریس: دوکان نمبر C-5، کے ڈی فلینس فیز 4،
شادمان ٹاؤن نمبر 2، سیکٹر B-14، نارتھ کراچی 75850
فون نمبر: 021-36997059 صبح 10 تا رات 9 بجے
منی آرڈر کی سہولت میسر نہ ہونے کی صورت میں فون پر رابطہ کریں
منی آرڈر بذریعہ
پاکستان پوسٹ بھیجنے کا پتا:
منی آرڈر کرنے کے بعد فارم نمبر، نام، ایڈریس، مطلوبہ دوا بھیجی گئی رقم،
0320-1299119 پر SMS کریں

فرزانہ سلیم، بھاولپور سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر بہت زیادہ چھائیاں ہیں خاص طور پر ناک، گال اور ہونٹوں کے اوپر کریم کے استعمال کرنے سے وقتی طور پر مدھم ہوتی ہیں لیکن بعد میں کالی سیاہ ہوجاتی ہیں۔ میں ان سے بہت پریشان ہوں پلیز ان کا کوئی حل بتادیں۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے بال کافی روکھے اور بے رونق ہیں، میں چاہتی ہوں کہ بال گھنے ہلکی اور لمبے ہوجائیں۔

محترمہ آپ Barbaris Equifalium Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں اور ہمارے کلینک کے پتے پر مبلغ =/700 روپے کا منی آرڈر یا ایزی پیسہ (اکاؤنٹ نمبر 0 3 4 9 4 9 0 0 8 0 0) کریں، Aphrodit Hair Grower آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

فائزہ عامر، فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میرے والد کو کالی کھانسی ہے جو رات کو زیادہ ہوتی ہے، کھانسی کی تکلیف کی وجہ سے رات کو سو نہیں پاتے، کھانسی کے ساتھ جب بلغم نکلتا ہے تو ابکائیاں بھی آتی ہیں۔ کوئی دوائی تجویز کردیں کہ رات کو پرسکون نیند لے سکیں اور دوسرا مسئلہ میری چھوٹی بہن کا ہے، وہ جب بھی گھر سے نکلتی ہے تو اکثر اُسے بس یا کار کے سفر سے متلی اور قے ہوجاتی ہے۔

محترمہ آپ اپنے والد کو Drosera 30 کے اور بہن کو Petroleum 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پلائیں۔

امجد خان، پشین سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 29 سال ہے، اسٹوڈنٹ ہوں، رات کو نیند نہیں آتی، رات کو زیادہ دیر پڑھنے کی وجہ سے ہاضمہ خراب ہوجاتا ہے، اس لیے رات کو جلدی سوجاتا ہوں پھر بھی رات کو تین بجے آنکھ کھل جاتی ہے تو صبح پانچ بجے تک نیند نہیں آتی، نیند پوری نہ ہونے کی وجہ سے پڑھائی متاثر ہورہی ہے، برائے مہربانی کوئی دوائی بتادیں؟

محترم آپ Nux Vomica 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں۔ ان شاء اللہ افاقہ ہوگا۔

ہانیہ عظیم، لودھراں سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 30 سال ہے، کچھ عرصے سے میری کمر میں سخت درد ہونے لگا ہے، ایسا لگتا ہے کہ کمر ٹوٹ رہی ہے، لیکن بستر پر لیٹا نہیں جاتا، کمر دبانے سے آرام آتا ہے۔ پیچھے کی جانب جھکنے سے درد میں سکون ملتا ہے، برائے مہربانی کوئی دوائی تجویز کردیں۔

محترمہ آپ Rhus Tox 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔ اس کے علاوہ کمر کے درد کے لیے ہمارے کلینک کے پتے پر مبلغ =/700 روپے کا منی آرڈر بھیج دیں، ایک بوتل Apherodit Pain Killer آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

اسماء عبدالقادر، گجرانوالہ سے لکھتی ہیں کہ مجھے متلی اور الٹی کی شکایت ہے، خاص طور پر چربی والے گوشت، انڈے اور مچھلی کی بو سے متلی ہوتی ہے، کسی کے گھر یا اپنے کچن سے بھی بو آتی ہے تو متلی ہونے لگتی ہے۔ دوسرا مسئلہ میرے منہ میں تھوک بہت بنتا ہے، بار بار تھوکنا پڑتا ہے، بولنے پر منہ سے تھوک نکلتا ہے، کسی سے بات کرنے پر منہ پر ہاتھ رکھنا پڑتا ہے، کھانا کھانے کے بعد تھوک زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ پلیز کوئی دوائی تجویز کردیں؟

محترمہ آپ Colchicum 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں اور تھوک کی زیادتی کے لیے Allium Stivum 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں۔

بنت عبداللہ، سرگودھا سے لکھتی ہیں کہ میری کزن جس کی عمر 20 سال ہے، جس کے ساتھ ناخوشگوار حادثہ ہوگیا تھا، کچھ مہینے بعد اُس کی شادی ہے، جس کی وجہ سے وہ کافی پریشان ہے۔

محترمہ آپ اپنی کزن کے مسئلے کے لیے صبح 10 تا 1 بجے اور شام 6 تا 9 بجے (علاوہ اتوار) کلینک کے فون نمبر یا موبائل نمبر 0320-1299119 پر رابطہ کریں۔

صدف، گجرانوالہ سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 19 سال ہے، ہیر کلر استعمال کرنے کی وجہ سے بال روکھے اور بے جان ہوگئے ہیں کچھ مہینے بعد میری شادی ہے، میں چاہتی ہوں کہ شادی سے پہلے میرے بالوں کی حالت کچھ بہتر ہوجائے، یہ بتائیں کہ ہیر گروور کی کتنی بوتلیں استعمال کرنی ہونگی اور ہیر گروور منگوانے کا طریقہ بھی بتادیں؟

محترمہ آپ کو ہیر گروور کی 3 سے 4 بوتلیں استعمال کرنی ہونگی۔ گھر پر منگوانے کیلئے مبلغ 700 روپے بذریعہ منی آرڈر یا ایزی پیسہ (اکاؤنٹ نمبر 03494900800) کریں۔ آپ کو ایک بوتل بھیج دی جائے گی۔

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک

ایڈریس: دکان نمبر C-5 کے ڈی اے فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن نمبر 2 سیکٹر 14-B نارتھ کراچی۔ 75850 فون نمبر: 021-36997059

صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے۔

ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر: 03494900800

خط لکھنے کا پتا:

آپ کی صحت ماہنامہ آنچل کراچی پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی۔

کام کی باتیں

حنا احمد

پرورش اور تربیت

ٹین ایجر بچوں کے مسائل اور ان کا حل

اگر آپ کا بچہ آپ کی بات نہیں مانتا ہے' گھر سے باہر زیادہ وقت گزارتا ہے اور گھر کے اصول و قوانین کی پروا نہیں کرتا' اسکول میں اس کی کارکردگی اچھی نہیں ہے یا بری باتوں یا عادتوں کا شکار ہو رہا ہے تو آپ سمجھ لیں کہ آپ کا بچہ قابو سے باہر یعنی آؤٹ آف کنٹرول ہو رہا ہے۔ اس پر آپ کا جو پہلے کنٹرول تھا آپ اسے کھو چکی ہیں اور اسے واپس ٹریک پر لانے کا ایک طریقہ ہے کہ اس کے ساتھ محبت اور شفقت کا رویہ اختیار کیا جائے اور اس کے ساتھ موافقت اور ہم آہنگی پیدا کی جائے۔ اکثر بچے قابو سے باہر ہو جاتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان پر توجہ نہیں دی جاتی ہے۔ ان کو ذمہ داری نہیں دی جاتی ہے جس کی وجہ انہیں زندگی میں کچھ مثبت کرنے کا موقع نہیں ملتا ہے۔

رضا کارانہ خدمات :۔

اگر اسے رضا کارانہ طور پر سماجی خدمات کے کاموں میں مصروف کر دیا جائے تو یہ اس کی ضرورت بھی ہوگی کہ ٹائم پاس ہوگا اور اس طرح وہ عملی زندگی کا تجربہ بھی کر سکے گا۔ وہ یقیناً اسے پسند نہیں کرے گا مگر آپ ماں ہیں اور آپ کو طے کرنا ہے کیونٹی سروس اس سے کیسے لی جائے۔ اسے کسی فلاحی ادارے بھیج دیں۔ کسی اسپتال میں کوئی خدمت کرنے کا موقع دیں یا اولڈ ایج میں بزرگوں کے ساتھ کچھ وقت گزارنے اور ان کے کام آنے کا موقع فراہم کریں۔ ان جگہوں پر اسے حقیقی زندگی کے پہلو نظر آئیں گے اور اسے ٹھوس حقائق کا تجربہ ہوگا۔ اسے معاشرتی اقدار کا بھی احساس ہوگا۔ اس طرح کے کام کر کے اسے خوشی ہوگی۔ اس کے اندر احساس ذمہ داری پیدا ہوگا اور شکر گزاری کے جذبات پیدا ہوں گے۔ ان سب کاموں کو کر کے وہ زندگی کی تصویر کا دوسرا اور اصل رخ دیکھ سکے گا۔

کام :۔

اگر اس کے پاس وقت ہے تو اس کی جیب میں پیسے ڈالنے کے بجائے اسے کسی کام پر لگائیں تاکہ وہ کوئی ہنر سیکھ سکے۔ یہ سمجھ سکے کہ دفاتر میں کس طرح کام ہوتا ہے اور بڑوں کے حکم پر کیسے عمل کرتے ہیں۔ بجائے اس کے وہ گھر پر بے کار بیٹھا رہے اور دوسروں کے لیے مشکلات پیدا کرے کوئی چھوٹا موٹا کام ڈھونڈنے میں اس کی مدد کریں۔ کام پر لگ کر اس میں ذمہ داری کا احساس پیدا ہوگا' کئی جگہوں پر پندرہ سال کے لڑکوں کو کام دیا جاتا ہے۔ وہ دو پیسے بھی کما لیتے ہیں اور حقیقی زندگی سے تھوڑے بہت آشنا بھی ہو جاتے ہیں۔

ماہر نفسیات یا ذہنی تربیت :۔

بعض اوقات بچوں میں ہارمونز کی زبردست تبدیلی ہوتی ہے جس کے بعد بچے آؤٹ آف کنٹرول ہو جاتے ہیں۔ اس تبدیلی کو "ہارمونز کے غیر متوازن" ہونے کا نام دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی کچھ گڑبڑ ہو جاتی ہے جس کے بارے میں آپ کو پتا نہیں ہوتا ہے۔ آپ نے ہر طرح کی کوشش ضرور کی ہوگی۔ اس کے باوجود بچہ قابو میں نہیں آ رہا ہے تو آپ کو کسی ماہر نفسیات سے رجوع کرنا چاہیے۔ دوسرا متبادل یہ ہے کہ آپ کسی دماغی ماہر سے رابطہ کریں جو اس کی ذہنی تربیت کر سکے۔ طریقہ علاج ہارمونز کی تبدیلی میں بہت موثر ثابت ہوا ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اس میں کسی دوا کا استعمال نہیں کروایا جاتا ہے۔

غیر نصابی سرگرمیاں :۔

بچے کو ایسی سرگرمیوں میں ملوث کریں جو اسے اسکول یا اسکول سے باہر پسند ہو۔ بہت سے کیمونٹی سینٹر مفت میں یا بہت معمولی فیس کے بدلے میں غیر نصابی سرگرمیوں کا بندوبست کر دیتے ہیں۔ اگر آپ کا بچہ کسی مشغلہ کو پسند کرتا ہے اس کی حوصلہ افزائی کریں۔ تو پرورش اپنے ساتھ کئی چیلنجز لے کر آتی ہے جس میں ڈسپلن کے ساتھ ساتھ اس کے دوستوں پر نظر رکھنا' تعلیم' مالی مشکلات اور اسی طرح کی دیگر باتیں ہیں۔ زندگی کے روزانہ مسائل اس کے علاوہ ہیں ایسے میں ایک ماں کے پاس اپنے بیٹے کو یہ کہنے کے لیے وقت نہیں ہوتا...... "بیٹا آئی لو یو......" اس حوالے سے کچھ ہدایات ملاحظہ فرمائیں۔

☆۔ اپنے بیٹے پر توجہ دیں۔ بچے اس احساس میں

فوراً مبتلا ہوجاتے ہیں کہ انہیں نظر انداز کیا جارہا ہے یا ان پر توجہ نہیں دی جارہی ہے۔ اگر آپ کام سے گھر آ کر بہت ہی تھکن محسوس کرتی ہیں اور اپنے بیٹے سے کوئی بات نہیں کرپاتی ہیں یا اس کے لیے کچھ کر نہیں پاتی ہیں تو یہ بات بچے کے لیے ناقابل برداشت ہوگی۔ آپ کو اسپیشل کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ بیٹے کی مشاغل میں حصہ لیں۔ اس کی باتوں کو سنیں۔ کچھ وقت اس کے ساتھ لازمی گزاریں اس طرح اسے احساس ہوگا کہ آپ اس سے پیار کرتی ہیں۔

☆۔ کچھ وقت صرف اس کے ساتھ گزاریں۔ تیسرا کوئی نہ ہو یہ اس وقت اور ضروری ہوجاتا ہے جب آپ کے دو تین بچے ہوں۔ یہ ٹھیک ہے کہ بہن بھائی مل کر موج مستی کرلیتے ہیں اس کے باوجود اولاد اور والدین کے درمیان ون ٹو ون تعلق ہونا چاہیے۔ روٹین سے ہٹ کر اپنے بیٹے کے لیے کچھ کریں۔ اسے ساتھ لے کر کسی تفریحی مقام پر چلی جائیں۔ کبھی اس کے ساتھ ریستوران میں ڈنر کریں۔ ویک اینڈ پر اسے لے کر کوئی فلم دیکھنے جائیں۔

☆۔ بیٹے کو اچھی خصوصیات کی نشاندہی کریں اور اس کی تعریف بھی کریں۔ والدین کو چاہیے کہ وہ بچے میں موجود عادتوں کا جائزہ لیں اور جو منفی باتیں ہیں ان کو اس طرح سے ان کی ذات سے الگ کریں کہ اسے برا نہ لگے۔ صرف اس کی منفی باتوں پر نظر رکھیں ورنہ وہ سمجھے گا کہ اس میں آپ کو کچھ اچھا نظر نہیں آتا۔ اس کی کوئی بات یا کوئی عمل اچھا لگے تو دل سے تعریف کریں۔ اس کی مثبت عادتوں کو پوائنٹ آؤٹ کریں اور اسے برقرار رکھنے میں اس کی مدد کریں۔ اس سے اسے لگے گا کہ آپ کو اس سے پیار ہے۔

☆۔ جب بھی موقع ملے اس کی آنکھوں میں دیکھیں اور بولیں۔

”آئی لو یو بیٹا......“ اگرچہ یہ سن کر اس میں تھوڑی سی گھبراہٹ پیدا ہوگی مگر آپ کا یہ جملہ ساری زندگی اس کے ساتھ رہے گا اور وہ اسے یاد کرکے لطف اندوز ہوتا رہے گا۔

یہ جملہ کہتے وقت خلوص اور محبت کا اظہار کریں۔ اپنی آواز پر مکمل قابو رکھیں۔

جب بچہ ٹین ایج میں پہنچتا ہے تو اس کے شب و روز کافی الجھاؤ کا شکار ہوجاتے ہیں اور سب کچھ الٹ پلٹ ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہ عمر کسی بھی بچے کی زندگی میں اتھل پتھل پیدا کردیتی ہے۔ اس میں عزت نفس کا احساس جاگ جاتا ہے۔ عدم تحفظ کا شکار ہوجاتا ہے اسکول میں مسائل پیدا ہونے لگتے ہیں اور اپنے مستقبل کے حوالے سے گومگو میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ ماں کی حیثیت سے آپ کو ناکامی کا احساس ہوسکتا ہے کہ بچہ آپ کی باتوں کو خاطر میں ہی نہیں لاتا ہے۔ بعض حالت میں بچہ آپ سے رابطہ ہی توڑ لیتا ہے یہ ٹھیک ہے کہ اس کے ٹین ایج کے بے شمار مسائل پر آپ قابو نہیں پاسکتی ہیں اور ان مسئلے کو جنم لینے سے نہ روک سکتی ہیں تاہم ان مسائل پر قابو پانے اور اسے ایک ذمہ دار اور جذباتی طور پر سمجھ دار بالغ انسان بننے میں اس کی مدد کرسکتی ہیں۔

☆۔ نازک موضوعات پر بات کرنے سے گریز نہ کریں۔ والدین عموماً سیکس اور ماہواری کے حوالے سے بات کرنے سے کتراتے ہیں۔ جب آپ اپنے بچے میں ٹین ایج سے پہلے والی علامات محسوس کرنے لگیں مثلاً اس کو جسمانی ساخت میں کوئی واضح تبدیلی یا جنس مخالف کی طرف مائل ہونا تو اس پر آپ اسے اعتماد میں لیں اور کھل کر بات کریں۔ اس سے پوچھیں کہ اس کے اندر جو جسمانی اور جذباتی تبدیلی ہورہی ہے تو وہ کیسا محسوس کررہا ہے۔ اس سے قبل کہ بیٹا یا بیٹی کسی بری عادت میں مبتلا ہوں ان کو سیکس اور منشیات کے نقصانات سے آگاہ کریں۔ بیٹی کو خاص کر جنسی معاملات پر معلومات دیں اور اسے بتائیں کہ یہ باتیں اس کی تعلیم پر اثر انداز ہوں گی اور اس کا مستقبل ویسا نہیں رہے گا جیسا وہ چاہتی ہے۔